مقالاتِ حیدری
حصّہ چہارم
(ترغیبات وترہیبات)
مصنّف
ابوالاکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی
ناظم مکتبہ حیدریہ
مکتبۂ حیدریہ
بازار سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقالات حیدری

(ترغیبات وترھیبات)

حصہ چہارم

مصنف

ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی

ناظم مکتبہ حیدریہ۔ بازار سہنسہ ضلع کوٹلی (آزاد کشمیر)

☆ نام کتاب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مقالاتِ حیدری (حصّہ چہارم)

☆ تصنیف ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی

☆ کمپوزنگ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد صادق ﴿گلوبل کمپیوٹر بینک سہنسہ آزاد کشمیر﴾

☆ بار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اوّل

☆ تاریخ اشاعت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اگست ۲۰۰۶ء

☆ ہدیہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۱۹۰ روپے

صفحات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۵۱۸

☆ ناشر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مکتبہ حیدریہ۔ بازار سہنسہ ۔ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

ملنے کے پتہ جات:

☆ مکتبہ حیدریہ۔ بازار سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر۔

☆ نورانی بکڈپو۔ نارہ شہر تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی

☆ مکتبہ رضائے مصطفےٰ چوک دارالسلام۔ گوجرانوالہ شہر۔

☆ نیو مکتبہ ضیائیہ۔ ڈی۔ 325 نزد لال حویلی۔ بوہڑ بازار۔ راولپنڈی۔

☆ احمد بک کارپوریشن۔ عالم بزنس سنٹر۔ اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک۔ راولپنڈی۔

☆ مکتبہ انوار رضا سعیدیہ بالمقابل مرکزی جامع مسجد کہوٹہ شہر ضلع راولپنڈی

☆ اسلامک بک کارپوریشن۔ دکان نمبر ۳ ۔سمت فضل داد پلازہ۔ اقبال روڈ۔ کمیٹی چوک راولپنڈی

مقالات حیدری حصہ اوّل کے مقالہ جات

مقالات حیدری حصہ اول کے مقالہ جات کے عنوانات کے نام ہدیہء ناظرین کیے جاتے ہیں۔

(۱) عقائد اہل سنت (آیات کی روشنی میں)
(۲) عقائد اہل سنت (احادیث کی روشنی میں)
(۳) فضائل وکرامات اہل سنت
(۴) جماعت حقہ کی پہچان
(۵) اصلی سنی کی پہچان
(۶) اصلی حنفی کی پہچان
(۷) مشرکینِ مکہ کے شرک کی حقیقت
(۸) امت مسلمہ اور شرک
(۹) بدعت حسنہ کا بیان
(۱۰) تعلیماتِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ
(۱۱) تعلیمات شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ
(۱۲) تعلیمات حاجی امداداللہ رحمۃ اللہ علیہ
(۱۳) تعلیمات اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۴) تعلیمات حاجی امداداللہ رحمۃ اللہ علیہ
(۱۵) دیوبندیت علمائے حق کی نظر میں
(۱۶) دیوبندی بریلوی عقائد کا موازنہ
(۱۷) تبلیغی جماعت اور وہابیت
(۱۸) تبلیغی جماعت کا مقصد تبلیغ
(۱۹) آئینہ وہابیت
(۲۰) آئینہ مودودیت
(۲۱) آئینہ طاہریت
(۲۲) مقام صحابہ پر ایک نظر
(۲۳) گستاخانِ صحابہ کا برا انجام
(۲۴) مناقب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
(۲۵) یزید پر ایک نظر
(۲۶) قادیانیوں سے میل جول کی شرعی حیثیت

﴿اپیل﴾

اعتقادیات وتعلیمات بزرگانِ دین کے بارہ میں مقالات حیدری حصہ اوّل بھی حاصل کریں۔ اور اپنے عقائد کی اصلاح فرمائیں۔ ﴿ہدیہ ۱۳۵ روپے ہے﴾

الداعی الی الخیر: ناظم مکتبہ حیدریہ ۔ بازار سہنسہ ۔ ضلع کوٹلی ۔ آزاد کشمیر۔

مقالات حیدری حصہ دوم کے مقالہ جات

مقالات حیدری حصہ دوم کے مقالہ جات کے عنوانات کے نام ہدیہء ناظرین کیے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل ومناقب (۲) تقلیدِ شخصی کے وجوب کا ثبوت
(۳) بیعتِ مشائخ کی حقیقت واہمیت (۴) جائز کام کے لئے دن مقرر کرنے کا ثبوت
(۵) ذکر میلاد النبی ﷺ (۶) گیارھویں شریف پر ایک تحقیقی نظر (۷) مسئلہ نذر ونیاز
(۸) مسئلہ تعویذ کی شرعی حیثیت (۹) مسجد میں عورتوں کے اجتماعات کی اسلامی حیثیت
(۱۰) اکابر نقشبندیہ اور ذکر بالجہر (۱۱) گرمیوں میں نمازِ ظہر کا مسنون وقت
(۱۲) صلوٰۃ وسلام قبل از آذان (۱۳) صلوٰۃ وسلام بعد از آذان
(۱۴) آذان میں انگوٹھے چومنے کا مسئلہ (۱۵) اقامت میں حی علی الفلاح پر اٹھنے کا بیان
(۱۶) ننگے سر نماز کا مسئلہ (۱۷) امام کعبہ کی اقتداء کا مسئلہ (۱۸) نابالغ امام اور تراویح
(۱۹) صلوٰۃ وسلام بعد از نمازِ جمعہ (۲۰) میت کو دوبارہ غسل دینے کا بیان
(۲۱) جنازہ کو قدمی دینے کا بیان (۲۲) نمازِ جنازہ کا سلام ہاتھ کھول کر پھیرنے کا بیان
(۲۳) دعائے جنازہ پر چند شکوک وشبہات کا ازالہ (۲۴) دفن کے وقت صدقہ کی فضیلت
(۲۵) حیلہء اسقاط کا ثبوت (۲۶) مسئلہ توسل بالقرآن
(۲۷) قبر پر آذان دینے کا ثبوت (۲۸) جمعرات تک قبر پر قرآن خوانی کا بیان
(۲۹) قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا بیان (۳۰) بیٹھکوں پر دعا وفاتحہ کا مسئلہ
(۳۱) عہد نامہ قبر میں رکھنے کا بیان (۳۲) غائبانہ نماز جنازہ کی شرعی حیثیت
(۳۳) نماز جنازہ دوبارہ پڑھنے کا مسئلہ (۳۴) عرس کی شرعی حیثیت
(۳۵) قبرستان کو مسجد بنانے کا مسئلہ (۳۶) گنبد خضراء کی شرعی حیثیت

﴿اپیل﴾

فقہی مسائل واحکامات کے بارہ میں مقالات حیدری حصہ دوم بھی حاصل کریں۔اور مسائل دین کو سمجھ کے بعد اُن پر عمل کریں۔ ﴿ہدیہ ۱۶۵ روپے ہے﴾

الداعی الی الخیر: ناظم مکتبہ حیدریہ ۔بازار سہنسہ ۔ضلع کوٹلی ۔آزاد کشمیر

مقالات حیدری حصہ سوم کے مقالہ جات

مقالات حیدری حصہ سوم کے مقالہ جات کے عنوانات کے نام ہدیہء ناظرین کیے جاتے ہیں۔

(۱) طلع البدر علینا (۲) مسئلہ نور پر چند شبہات کا ازالہ (۳) انوار ربیع الاوّل

(۴) مثلیت مصطفیٰ کی تشریح (۵) حیات خیر الانام ﷺ (۶) قرآن مجید سے سماع موتی کا ثبوت

(۷) امام اہل سنت کا ایمان افروز ترجمہء آیت کریمہ (۸) مسئلہ عصمت انبیآء علیھم السلام

(۹) کیا رسول اللہ ﷺ پر جادو اثر انداز ہوا تھا؟ ایک اہم سوال اور اس کا تحقیقی جواب

(۱۰) مسئلہ حاضر و ناظر پر ایک تحقیقی نظر (۱۱) اشتہار ''حاضر و ناظر کون؟'' کا تحقیقی علمی جائزہ

(۱۲) منکرین ختم نبوت کے دلائل کا تحقیقی جائزہ (۱۳) نعرۂ رسالت سے گریز کیوں؟

(۱۴) مسئلہ صلوٰۃ وسلام اکابرین دیوبند کی نظر میں (۱۵) تعظیم رسول کا شرعی معیار

(۱۶) دورِ حاضر میں معجزات نبویہ کا ظہور (۱۷) احسن السبیل لطالبی حکم مسائل التعظیم والتقبیل

(۱۸) اہل ادب کے انوکھے انداز (۱۹) دربارِ رسالت کی حاضری

(۲۰) حدیثِ توسل کی تشریح (۲۱) قائلین وسیلہ کے پُر مغز دلائل کا بیان

(۲۲) منکرین وسیلہ کے بعض دلائل کا علمی جواب (۲۳) خلفائے ثلاثہ کے طریقِ انتخاب پر ایک نظر

(۲۴) ولایتِ خاصہ کا ثبوت (۲۵) اولیاء اللہ کی پہچان (۲۶) مسئلہ استعانت بالغیر

(۲۷) اعانت واستعانت کی صحیح شرعی حیثیت (۲۸) اثباتِ امداد الصالحین

(۲۹) فیضانِ قبور الصالحین (۳۰) محبوبانِ خدا کی مشکل کشائی کا مسئلہ

(۳۱) قبور الصالحین کو بوسہ دینے کا مسئلہ (۳۲) نجاۃ الطالحین بشفاعۃ عباد اللہ الصالحین

(۳۳) عملیات کا کاروبار اسلام کی نظر میں۔ (۳۴) اثباتِ ایصال ثواب

(۳۵) غیر خدا کی طرف منسوب شئے کی حلت کا بیان (۳۶) فرقہ بندی کے خاتمہ کا صحیح طریقہ کار

(۳۷) تہتر فرقوں والی حدیث کا صحیح مفہوم (۳۸) قیام پاکستان میں جماعت اسلامی کا کردار

اپیل ﷺ اعتقادی مسائل واحکامات کے بارہ میں مقالات حیدری حصہ سوم بھی حاصل کریں۔ اور مسائل دین کو سمجھنے کے بعد اُن پر عمل کریں۔ ہدیہ ۲۰۰ روپے ہے۔

مداعی الی الخیر: ناظم مکتبہ حیدریہ ۔ بازار سہنسہ ۔ ضلع کوٹلی ۔ آزاد کشمیر

فہرست مضامین

دعائیہ کلمات

(ازقلم استاذی المحترم جناب ماسٹر غلام رشید قریشی صاحب دامت برکاتہم العالیہ ساکن موضع رولی ضلع کوٹلی آزاد کشمیر)

اعوذُ باللہِ مِنَ الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہٖ لیکون للعالمین نذیرا. صلوٰۃً وسلاماً علی حبیبہٖ سیدنا محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

بے مثل وہ ذات ہے جس نے ہمیں پیدا کیا۔ عقل وشعور دیا۔ قوت گویائی بخشی۔ قلم کے ذریعے لکھنا پڑھنا سکھایا۔ پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ ہمیں اُمت محمدیہ میں شامل فرمایا۔

نظام کائنات خالق کی منشاء اور مرضی سے طے پاتا ہے۔ مناسب کام کے لئے انتخاب بھی وہ مناسب شخص کا کرتا ہے۔

ہمارا دین بہت پیارا دین ہے جس کی انجام دہی کے لئے اہل، لائق اور قابل انسان کا ہونا ضروری ہے موجودہ دور نفسانفسی کا دور ہے۔ ہر انسان خواہ وہ بڑا راہنما ہو یا عالم دین ہوس زر کا شکار ہے۔ احکام شریعت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مصلحت کا شکار ہو جاتا ہے۔ پیسہ ہر کسی کی ضرورت ہے۔ مگر جس پر اللہ راضی ہواُسے صبر وقناعت کی دولت عطا کرتا ہے تو وہ سکون اور دلجمعی سے اپنا فرض ادا کرتا ہے۔

ہم نے نزدیک سے اپنے محترم عزیز ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری صاحب کو پڑھا۔ جس محبت وخلوص، شوق اور دلجمعی سے وہ دینی فرض کو ادا کرتے ہیں اس کی مثال نہیں۔ تجسس اور تحقیق سے کسی مسئلہ کے کسی پہلو کو آخری حد تک ثابت کرتے ہیں۔ مقالات چہارم کے عنوانات ومواد مندرجہ کو پڑھا مومنین کی ضرورت پورا کرتا ہے بلکہ صحیح راہنمائی کا ذریعہ ہے۔ اللہ پاک اس کی اشاعت کو کامیابی بخشے اور جناب مولوی صاحب پر اپنی رحمتوں اور برکتوں کی بارش برسائے۔ اُن کو روحانی جسمانی قلبی بیماریوں سے محفوظ رکھے اور جمیع حاجات پوری فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

تاثرات

(ازقلم مخدوم اہلِ سنت محبّ العلم والعلماء جناب حکیم خلیفہ سائیں محمد عارف زاہدی قادری مدظلہٗ کوٹلی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمداًللہ و شکراًلہٗ و صلاۃً و سلاماً علی سیدنا محمد و اٰل سیدنا محمدٍ دائماً ابداً اما بعد :۔ کتاب ''مقالات حیدری'' کا حصہ چہارم ترغیبات وتربیات کے حسین مرقع کا مسودہ اس وقت فقیر کے پیش نظر ہے۔ یہ علمی وتحقیقی خدمتِ عظیمہ اور اس پر تاثرات کُجا۔

مُشک آن است کہ خود ببوید نہ آن کہ عطار بگوید۔

اس پرفتن نفسانفسی خود پسندی خود پرستی اور مادیت پرستی کے پرآشوب دور نے جہاں اخلاقیات اور معاشرت کو متاثر کیا ہے وہاں اس نے دین اور اثاثۂ اسلاف (علمِ دین کے ذخائر) کو بھی اپنے نت نئے ہتھکنڈوں سے متاثر کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس کے نتیجہ میں اسلاف کی راہ پر چلنے والا ایک عام مسلمان کمی تحقیق کی وجہ سے ذہنی الجھاؤ کا شکار ہو کر حلاوتِ ایمان سے محروم ہو رہا ہے۔

الحمدللہ۔ کتاب ''مقالات حیدری'' کے چاروں حصے اس ذہنی مرض کا شافی علاج ہیں عصر حاضر میں پیش آمدہ مسائل اور ذہنی الجھاؤ کو دُور کرنے میں مصنّف ''مقالات حیدری'' حضرت علامہ قاسم الحیدری مدظلہٗ کی یہ دینی خدمت تاریخی حیثیت کی حامل ہے۔ جس کا اعتراف پڑھے لکھے لوگ خصوصاً علماء دین پہلے سے کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ان کو صحت و سلامتی نصیب فرمائے۔ خاکپائے خواجہ محمد قاسم موہڑوی ناچیز فقیر محمد عارف زاہدی قادری کوٹلی۔

حمد باری تعالیٰ

کارکن ہے ہر جگہ قدرت تری
کار فرما ہر گھڑی فطرت تری

زیر و بالا کرتا ہے مخلوق کو
ہے تعجب خیز یہ طاقت تری

تو ہی کہلاتا ہے، اے اللہ، غنی
بٹ رہی ہے ہر جگہ دولت تری

تُو ہے مختارِ جہاں، میرے خدا
کون نہ مانے گا پھر عظمت تری

ذات تیری ہے رحیم و مہرباں
جوش پہ ہے بارشِ رحمت تری

ہر کسی پہ ہے ترا فضل و کرم
ہے حلم، میرے خدا، عادت تری

تُو ہے خالق، تو ہے مالک، اے خدا
ہو بیاں پھر کس طرح عظمت تری

ہیں ترے اوصاف سوچوں سے ورآء
کون کر سکتا ہے پھر مدحت تری

تیری سیرت ہے مبرّا عیب سے
پاک ہے ہر عیب سے صورت تری

تُو ہی ہے حمدوثناء کے قابل
کرتی ہے تعریف سب خلقت تری

بے کسوں کی دستگیری تیرا کام
قابلِ تعریف ہے نصرت تری

جو بنے گا بندۂ محبوبِ حق
پائے گا محشر میں وہ قربت تری

ذکر تیرا ہر گھڑی لب پہ رہے
ہو نگاہوں میں سدا ہیبت تری

لکھتا ہے قاسمؔ تری حمد و ثناء
آج کل اس پہ ہے یہ منت تری

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

آپ ہی تو ہیں وہ راہنما یا نبی
جس نے بتلائی راہِ خدا یا نبی

تیرے دربار میں جو گیا یا نبی
اس کو مژدۂ جنت ملا یا نبی

آپ جس کی حمایت کریں گے وہی
بخشا جائے گا روزِ جزا یا نبی

آپ کے آستانِ کرم کے سوا
میرا کوئی نہیں آسرا یا نبی

آپ دامن میں اپنے بسا لیں مجھے
آپ سے ہے یہی التجاء یا نبی

میری قسمت کا تارہ چمک جائے گا
آپ ڈالیں گے جس دم نگاہ یا نبی

تیرے گستاخ سے میں رکھوں دوستی
دے خدا مجھ کو اس سے پناہ یا نبی

کام تیری نظر سے بنا ہے مرا
کام میرا تھا بگڑا ہوا یا نبی

بادِ خلد بریں سے بھی ہے دلربا
باغ طیبہ کی آب و ہوا یا نبی

وہ کسی بھی جگہ ہار سکتا نہیں
جس کے حق میں ہے تیری دعا یا نبی

یہ مانا کہ جنت میں سب کچھ ہے پر
ہے کہاں تری بادِ صبا یا نبی

یہ عرشِ بریں جس کی معراج ہے
کون ہے وہ تمہارے سوا یا نبی

آپ اس کو بھی اپنوں میں کر لیں شمار
ہے یہ قاسم کی بھی التجاء یا نبی

منقبت

اہل حق کے پیشوا ہیں چار یار — راہِ حق کے راہنما ہیں چار یار

رحمتِ ربِّ عُلا ہیں چار یار — دوستانِ مصطفےٰ چار یار

جن کے دم سے قائم و دائم ہے دین — دین کے وہ مقتدا ہیں چار یار

خلافتیں جن کی ہیں برحق بے شبہ — وہ خلیفے بے شبہ ہیں چار یار

خادمانِ دین و محبوب خدا — حامئ دین ھدیٰ ہیں چار یار

جن کے انوار ہدایت سے جہاں — آج تک ہے پُر ضیاء، ہیں چار یار

میرے دل میں جن کی الفت ہے بسی — وہ ہمارے دلربا ہیں چار یار

عطر بیز و عطر سازو عطر باز — عطر آور جا بجا ہیں چار یار

رونق بزمِ حبیب کبریا — بے گماں تھے، بے شبہ ہیں چار یار

ہے وہ اندھی، بے بصر، بے نور بھی — جس نظر میں پُر خطا ہیں چار یار

میرا گلشن تابد تازہ رہے — میرے گلشن کی ہوا ہیں چار یار

شاد و خرّم ہے مرا روح، میرا دل — روح ربا و دلفزا ہیں چار یار

ہر جگہ ہوتا ہوں قاسمؔ سرخرو
میرے ہمراہ ہر جگہ ہیں چار یار

مصنف کا عقیدہ

بندہ پروردگارم ، امتِ احمد نبی
دوست دارِ چار یارم ، تابعِ اولادِ علی
مذہبِ حنفیہ دارم ، ملتِ حضرت خلیل
خاک پائے غوثِ اعظم زیرِ سایہ ہر ولی

سُخن ہائے گفتنی۔ مصنّف کے قلم سے

(۱) الحمد للہ۔ راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفر اللہ تعالیٰ لہٗ کی کتاب ''مقالات حیدری'' کا حصہ اوّل، حصہ دوم اور حصہ سوم تینوں دیدہ زیب صورت میں زیور طباعت سے آراستہ ہوکر شائقین علم کے ہاتھوں تک پہنچے ہیں۔ ثم الحمد للہ علیٰ ذالک۔

(۲) ''مقالات حیدری'' کے حصہ اوّل میں ''اعتقادیات و تعلیمات بزرگانِ دین'' کے بیان میں چھبیس (۲۶) مقالہ جات، حصہ دوم میں ''فقہی مسائل و احکامات'' کی وضاحت میں چھتیس (۳۶) مقالات اور حصہ سوم میں ''اعتقادی مسائل و احکامات'' کی تشریح میں اڑتیس (۳۸) مقالہ جات شامل کیے گئے ہیں۔

الحمد للہ۔ یہ تینوں حصے اپنے اپنے میدان میں جامع ثابت ہوئے ہیں اور اہل علم نے زبانی و تحریری طور پر ان کی تحسین فرمائی ہے فجزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزآء فی الدارین۔ آمین۔

(۳) کتاب ''مقالات حیدری'' کی ترتیب کے آغاز میں راقم الحروف نے اس کتاب کو تین حصوں میں مکمل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ الحمد للہ۔ یہ تینوں حصے اپنی ظاہری و معنوی خوبیوں کے ساتھ شائع ہوکر احباب اہل سنت کے ہاتھوں تک پہنچے۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے۔ لیکن اللہ کریم جل مجدہٗ کو اس کتاب کے چوتھے حصے کی اشاعت بھی منظور تھی اس لئے اس نے اس حصہ کی اشاعت کا سبب خود بخود پیدا فرمادیا۔ ہوا یوں کہ عزیزم راجہ معروف خان صاحب جب گھر سے انگلینڈ جانے لگے تو وہ اپنے ساتھیوں کے لئے حصہ سوم کے چند نسخے لے گئے اور وہاں ساتھیوں کے ہاتھوں تک پہنچائے۔ عزیزم راجہ الطاف خان صاحب ساکن موضع بھیائی تحصیل سہنسہ حال مقیم انگلینڈ نے جب یہ حصہ کتاب پڑھا تو اُن کے دل میں بھی اس کار خیر میں اپنا مالی حصہ دینے کا عندیہ پیدا ہوا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

پھر جب حاجی صاحب موصوف گھر آئے اور راقم کے مکتبہ میں تشریف لائے تو دوران گفتگو انہوں نے ازخود فرمایا۔ ''جب آپ مقالات حیدری کا چوتھا حصہ شائع کرائیں گے تو اس کے لئے میں بھی مالی تعاون پیش کروں گا۔''

حاجی صاحب کی یہ بات سن کر راقم سوچ میں پڑ گیا۔ کیونکہ حصہ چہارم کی اشاعت کا اس وقت کوئی پروگرام

زیرِ غور نہیں تھا۔ لیکن حاجی صاحب موصوف کو اس کارِ خیر میں شرکت کا موقع دینے کے لئے ضروری ہو گیا کہ اس حصۂ کتاب کو بھی تیار کیا جائے۔

الحمدللہ۔ حاجی صاحب موصوف کی تحریک پر ہم ''مقالاتِ حیدری'' کا یہ چوتھا حصّہ شائع کرانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ **فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء فی الدارین۔** آمین۔

(۴) حاجی صاحب موصوف کی اس ملاقات کے وقت حسنِ اتفاق سے عزیزم راجہ معروف خان صاحب ساکن موضع بھیائی (جنہوں نے حصّہ سوم کی اشاعت کے جملہ اخراجات ادا کئے ہیں) گھر آئے ہوئے تھے۔ جب اُن سے حاجی صاحب کی خواہش و فرمائش ذکر کی گئی تو انہوں نے کہا۔ ''ہماری کتاب کا چوتھا حصہ ضرور ہونا چاہیے کیونکہ ہم چار یار کو ماننے والے لوگ ہیں۔'' نیز انہوں نے اپنے بھرپور مالی تعاون کا وعدہ بھی کیا۔ پھر انگلینڈ جا کر راجہ صاحب اور حاجی صاحب دونوں نے اپنی اپنی رقوم راقم کو بھیج دیں تو حصہ چہارم کی تالیف و اشاعت کے کام کا آغاز کر دیا گیا۔

(۵) چونکہ ''مقالاتِ حیدری'' کے اصل کام کی تکمیل ابتدائی تین حصّوں میں ہو چکی تھی اس لئے اس حصہ کے مقالہ جات کا انتخاب ایک مسئلہ بن گیا۔ اس مسئلہ کے حل کے لئے مخدوم اہل سنت محب العلم والعلماء خلیفہ سائیں محمد عارف قادری زاہدی مدظلہ العالی سے عرض کیا گیا تو آپ نے عامۃ المسلمین کے افادہ کے لئے اوامر کی ترغیبات اور مناہی کی ترہیبات کے بارہ میں مقالہ جات جمع کرنے کا حکم دیا۔ سائیں صاحب موصوف کے اس حکم پر ان مقالہ جات کو جنہیں انجمن احباب اہل سنت شائع کروا چکی تھی جمع کیا گیا اور جن باتوں کے بارہ میں کوئی مقالہ نہ ملا ان کے متعلق مقالہ جات تصنیف کیے گئے۔ الحمدللہ۔ حصہ چہارم میں چھیالیس (۴۶) مقالہ جات کو شاملِ اشاعت کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حصۂ کتاب کو بھی دوسرے حصص کی طرح شرف پذیرائی بخشے۔ آمین۔

(۶) حصہ چہارم کے لئے جو مقالہ جات تصنیف کیے گئے ہیں ان کے نام یہ ہیں۔

(۱) طبی و شرعی نقطۂ نظر سے مسواک کی فضیلت　　(۲) قضاء نمازوں کے مسائل

الحمدللہ ان دو مقالہ جات کے اضافہ سے اس حصہ کی افادیت بڑھ گئی ہے۔

(۷) ''مقالاتِ حیدری'' کے حصۂ چہارم کی ترتیب میں حسبِ عادت ہم نے پہلے تین حصّوں کا انداز اختیار کیا ہے۔ ترغیبات سے متعلق مقالہ جات کو پہلے اور ترہیبات کے بارہ میں مقالہ جات کو بعد میں رکھا

ہے۔ پھر درمیانی حصّوں کی ترتیب کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے تاکہ قاری کے ذہن میں تسلسل قائم رہے۔

(۸) چونکہ ''مقالات حیدری'' کا حصّہ چہارم ترغیبات و ترہیبات کے بارہ میں ہے اس لئے اس کے ہر مقالہ میں آیت قرآنیہ، احادیث نبویہ اور اقوال بزرگانِ دین کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین۔

(۹) ''مقالات حیدری'' کے حصّہ چہارم کی پروف ریڈنگ کا کام بھی راقم نے خود کیا ہے۔ اپنی طرف سے اغلاط دور کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی خامی رہ گئی ہو تو مطلع فرمائیں۔

(۱۰) ''مقالات حیدری'' کے چاروں حصّوں کو تجارتی مقاصد کے پیش نظر شائع نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ اصل مقصد تبلیغ دین ہے۔ اسی وجہ سے اس کتاب کے چاروں حصّوں کا ہدیہ مناسب رکھا گیا ہے۔ علمائے اہل سنت اور مشائخ طریقت سے التماس ہے کہ اس کتاب کے چاروں حصّوں کی خریداری میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیں۔ اور اپنے اپنے حلقۂ اثر میں انہیں زیادہ سے زیادہ اہل علم کے ہاتھوں تک پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے آمین۔

(۱۱) ہم مخدوم اہل سنت محب العلم والعلماء قبلہ حکیم خلیفہ سائیں محمد عارف قادری زاہدی صاحب مدّ ظلّہٗ العالی کا تہٖ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے ''مقالات حیدری'' کے چاروں حصّوں کی تیاری میں پورا پورا حصّہ لیا ہے۔ سخنے درمے قدمے ہر طرح سے بھرپور تعاون فرمایا ہے۔ اپنی عظیم دعاؤں سے نوازا ہے۔ اور کتاب کے چاروں حصّوں کے لئے اپنے تاثرات بھی تحریر فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ قبلہ سائیں صاحب کو اس عظیم دینی خدمت کا اعلیٰ اجر دارین میں عطا فرمائے اور اس دینی مساعی کے وسیلہ سے ان کی زندگی، صحت، اولاد اور کاروبار میں زیادہ سے زیادہ برکتیں فرمائے اور ان کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ اور آئندہ اسی قسم کی دینی خدمتوں کا انہیں مزید موقع عطا فرمائے آمین۔

(۱۲) ہمارے محترم عزیز راجہ معروف خان صاحب اور عزیز حاجی راجہ الطاف خان صاحب دونوں مبارک بادی کے مستحق ہیں کہ ان دونوں کی تحریک اور پورے پورے مالی تعاون سے ''مقالات حیدری'' کا یہ چوتھا حصّہ بھی زیور طباعت سے آراستہ ہوا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں عزیزوں کو مکمل صحت بخشے، ان کی عمروں، اولادوں اور کاروباروں میں برکتیں عطا فرمائے۔ اور آئندہ اسی قسم کی مزید سعادتیں حاصل کرنے

کی توفیق بخشے۔ آمین۔

(۱۳) آخر میں ہم اپنے استاد محترم جناب ماسٹر غلام رشید قریشی صاحب ساکن موضع رولی نزد کوٹلی شہر کا بھی تہِ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ''مقالات حیدری'' کے حصہ چہارم کو پڑھا اور اس کے مضامین کی تصویب و توثیق فرمائی اور اپنے ''دُعائیہ کلمات'' سے ہمیں نوازا۔ **فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔**

(۱۴) چونکہ ''مقالات حیدری'' کا یہ حصہ چہارم اصحاب چار یار رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کی مناسبت سے تیار کرایا گیا ہے اس لئے حصہ نظم میں حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چار یار کی منقبت شاملِ کتاب کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اصحابِ چار یار کی برکتوں کا صدقہ ہماری اس کتاب کے چاروں حصوں کو شرف مقبولیت بخشے اور انہیں ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

(۱۵) جو احباب ''مقالات حیدری'' کے حصہ چہارم سے مسائل دینیہ میں راہنمائی حاصل کریں اُن سے گزارش ہے کہ وہ راقم کے لئے اور اس کے والدین، اساتذہ، مشائخ اور احباب کے لئے پرخلوص دعا فرمائیں۔ عین ممکن ہے کہ کسی نیک بندہ کی دعا ہماری دارین کی سرخروئی کا باعث بن جائے۔

؎ خاتمہ بالخیر کر دے ربّ دو عالم نصیب
دوستو! کرنا کسی دن یہ دُعا میرے لئے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین و صلے اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد و الہ واصحابہ و بارک وسلم۔

(۲۷ جمادی الاخری ۱۴۲۷ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا مقالہ

کلمہ طیبہ کے فضائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ و السلام علیٰ رسولہٖ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد. سُنی مسلمان نماز باجماعت کے فوراً بعد باہم مل کر بلند آوازی سے دو تین مرتبہ کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔ اور وہ جنازہ لے چلتے وقت بھی باہم مل کر بلند آوازی سے کلمۂ طیبہ پڑھتے ہیں۔ مگر وہابیۂ زمانہ اس کو ممنوع جانتے اور حتی الوسع مسلمانوں کو اس سے روکتے ہیں۔ چونکہ آجکل وہابیہ زمانہ کی بے ثبوت باتیں سُن کر ہمارے بعض سُنی صحیح العقیدہ لوگ بھی نماز باجماعت کے بعد اور جنازہ کے ہمراہ بلند آوازی سے باہم مل کر کلمہ طیبہ پڑھنے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور وہ خاموش رہتے ہیں اس لیے ہم نے ضروری سمجھا کہ سُنی بریلوی مسلمانوں پر کلمہ طیبہ کی فضیلت اور بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھنے کی مشروعیت پیش کی جائے تاکہ وہ بدمذہبوں کی باتوں سے متاثر ہو کر اس عظیم سعادت سے محروم نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیقِ عمل دے۔ آمین۔

کلمہ طیبہ کی فضیلت

کلمہ طیبہ کی فضیلت قرآن وحدیث سے ثابت ہے ہم یہاں بعض آیات واحادیث تبرکاً نقل کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

آیاتِ مبارکہ

(۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

یا یّھا الّذین امنوا اتقوا اللہ و قولوا قولاً سدیداً ہ یُصلح لکُمْ اعمالکم و یغفر لکم ذُنوبکم ط. اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔ وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال سنوار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ (۲۲پ۶) اس آیت کی تفسیر میں حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ قولِ سدید سے مُراد لا الہ الّا اللہ یعنی کلمہ طیبہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۵۲۱ ج ۳)۔

(۲) اور فرماتا ہے۔ الم تر کیف ضرب اللہُ مثلاً کلمۃً طیبۃً کشجرۃٍ طیبۃٍ اصلُھا ثابت" و فرعُھا فی السّماء توتی اکلھا کل حینٍ باذن ربّھا ط و یضربُ اللہُ الامثال للناس لعلّھم یتذکّرون کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ نے پاکیزہ بات کی کیسی مثال بیان فرمائی۔ جیسے پاکیزہ

درخت جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں ہیں۔ ہر وقت اپنا پھل اپنے رب کے حکم سے دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں وہ سمجھیں۔ (پ۱۳ رکوع ۱۶)

علامہ صاوی فرماتے ہیں اس آیت میں کلمہ طیبہ سے مُراد لا الہ الا اللہ ہے اور اسے خصوصیت سے بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کلمہ طیبہ جنت کی چابی ہے اور اس کے بغیر ایمان مقبول نہیں ہوتا۔ پھر جب انسان اس کلمہ طیبہ کو بکثرت یاد کرتا ہے تو اُس پر اس کے انوار ظاہر ہوتے ہیں اور اُس کے دل پر اس کے اسرار کُھلتے ہیں پھر اس کا نفع اُسے دُنیا اور آخرت میں دائمی طور پر ملتا رہتا ہے (تفسیر صاوی ۲۳۹ ج ۲)۔

(۳) اور ارشاد فرماتا ہے۔ یُثبتُ اللہ الذین امنُوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدُنیا و فی الاخرۃ۔ اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دُنیا میں اور آخرت میں۔ (پ۱۳ رکوع ۱۶)

علامہ صاوی لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو قول ثابت یعنی کلمہ توحید پر دُنیا اور آخرت یعنی قبر میں ثابت قدم رکھتا ہے۔ (تفسیر صاوی ص ۲۳۹ ج ۲)

احادیث مُبارکہ

(۱) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے وصیت فرمائیں۔ فرمایا جب تُو بُرا کام کر بیٹھے تو تُو اس کے پیچھے نیک کام لگا دے کہ وہ اُسے مٹا دے گا۔ پھر عرض کیا یا رسُول اللہ کیا لا الہ الا اللہ کہنا نیکیوں میں داخل ہے۔ فرمایا ھی افضل الحسنات۔ یہ سب سے بہتر نیکی ہے۔
(تفسیر ابن کثیر ص ۳۶۴ ج ۲)

(۲) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا الہ الا اللہ نصف میزان ہے اور الحمد للہ اُس کو بھر دیتا ہے (کنوز الحقائق ص ۱۵۱ ج ۲)۔

(۳) اور فرمایا "لا الہ الا اللہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ لا الہ الا اللہ سے کوئی عمل سبقت نہیں کرتا اور نہ یہ کلمہ کوئی گناہ چھوڑتا ہے"۔ (کنوز الحقائق ص ۱۵۱ ج ۲)

(۴) اور حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا الہ الا اللہ کی گواہی کثرت سے دو پہلے اس سے کہ تمہارے اور اس کلمہ کے درمیان رکاوٹ پیدا کر دی جائے اور یہ کلمہ مرنے والوں کو تلقین کرو۔ (جامع صغیر ص ۵۴ ج ۱)۔

(۵) اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مرنے والے لوگوں کو لا الہ الاّ اللہ کی تلقین کرو (جامع صغیر ص ۱۲۵ ج ۲)۔

(٦) اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کوئی بندہ نہیں جو لا الہ الاّ اللہ کو ایک سو مرتبہ کہے مگر قیامت کے دن اللہ اُسے اس حال میں اُٹھائے گا کہ اُس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند جیسا ہوگا۔" (البدور السافرۃ ص ۱۴۴)

(۷) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ثمن الجنّة لا الہ الّا اللہ ۔ لا الہ الّا اللہ جنّت کی قیمت ہے۔ (جامع صغیر ص ۱۴۳ ج وصحہ)

(۸) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا۔ جَدِّدُوا ایمانکم اکثر و امن قول لا لہ الّا اللہ ۔ اپنے ایمان کو تازہ کرو۔ لا الہ الاّ اللہ کثرت سے کہو۔ (جامع صغیر ص ۱۴۳ ج ۱ وصحہ)

(۹) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا افضل الذکر لا الہ الّا اللہ و افضل الدعا الحمد للہ. بہترین ذکر لا الہ الاّ اللہ ہے اور بہترین دُعا الحمد للہ ہے۔ (جامع صغیر ص ۴۹ ج او صحہ مشکوٰۃ ص ۱۸۲ ج ۲)

(۱۰) اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من قال لا الہ الّا اللہ مخلصاً دخل الجنّة. جو شخص خلوصِ نیت سے لا الہ الاّ اللہ کہے وہ جنّت میں داخل ہوگا۔ (جامع صغیر ص ۱۷۷ ج ۲ وصحہ)

(۱۱) اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من کان آخر کلامہ لا الہ الّا اللہ دخل الجنّة ۔ جس شخص کی آخری کلام لا الہ الاّ اللہ ہو وہ جنّت میں داخل ہوگا۔ (جامع صغیر ص ۱۷۹ ج ۲ وصحہ)

(۱۲) اور حضرت عمرو بن شعیب کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ومن ھلّل اللہ مائة بالغداۃ و مائة بالعشی کان کمن اعتق مائة رقبة من ولد اسماعیل. اور جو شخص صبح کے وقت ایک سو مرتبہ لا الہ الاّ اللہ کہے اور شام کے وقت ایک سو مرتبہ لا الہ الاّ اللہ کہے تو وہ اُس شخص جیسا ہے جو بنی اسماعیل کے ایک سو غلام اللہ کی راہ میں آزاد کرتا ہے (مشکوٰۃ ص ۱۸۲ ج ۱)۔

(۱۳)اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اے میرے رب مجھے وہ شئے سکھا جس کے ذریعے سے میں تجھے یاد کروں یا تجھ سے دُعا کروں فرمایا۔ اے موسیٰ لا الہ الاّ اللہ کہو۔ پھر عرض کیا اے میرے ربّ یہ کلمہ تو تیرے سارے بندے پڑھتے ہیں میں ایسی شئے چاہتا ہوں جو تو میرے لیے خاص کردے فرمایا اے موسیٰ اگر سات آسمان اور میرے بغیر اُن کے سارے رہنے والے اور ساتوں زمینیں ایک پلڑا میں رکھی جائیں اور لا الہ الاّ اللہ دوسرے پلڑا میں تو یہ پلڑا اُس پر بھاری ہوگا (مشکوٰۃ ص ۱۸۲ ج ا)

(۱۴)اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں قولوا لا الٰہ الّا اللّٰہ لا نّھا تحطّ الذنوب والخطایا. لا الہ الّا اللہ کہو۔ کیونکہ وہ گناہ اور خطائیں مٹاتا ہے (تفسیر خازن ص ۶۴ ج ا)

(۱۵)اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی چابیاں لا الہ الاّ اللہ ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۴ ج ا)

(۱۶)اور امام جزری کتاب حصن حصین میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ایمان تازہ کرو عرض کیا گیا یا رسول اللہ! ہم اپنے ایمان کیسے تازہ کریں۔ فرمایا اکثروا من قول لا الٰہ الّا اللّٰہ. لا الہ الّا اللہ کہنے کی کثرت کرو۔ احمد وطبرانی نے اسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (حاشیہ مکتوبات امام ربانی ص ۱۳۱ ج ا)

(۱۷)اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن میری شفاعت کے سبب سے زیادہ خوش نصیب وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے دل یا اپنی جان سے خلوص کے ساتھ لا الہ الاّ اللہ کہا ہے۔ رواہ البخاری۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۱۶)۔

(۱۸)اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لیس علی اھل لا الٰہ الّا اللّٰہ وحشۃ فی قبورھم ولا فی النشور. لا الہ الّا اللہ والوں پر قبر میں کوئی وحشت نہیں اور نہ قیامت کے دن میں (ان پر کوئی وحشت ہوگی) گویا میں اُن کو قیامت کے کڑکا کے وقت دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں۔ الحمد للّٰہ الذی اذھب عنّا الحزن انّ ربّنا لغفور شکور. سب تعریف اُس اللہ کے لیے ہے جو ہم سے پریشانی لے گیا۔ بلاشبہ ہمارا رب البتہ غفور شکور ہے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۱۶)

(۱۹) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا الٰہ الاّ اللہ کہنے کی کثرت کرو اس سے پہلے کہ تمہارے درمیان اور اس کلمہ کے درمیان رکاوٹ ڈال دی جائے۔ کیونکہ یہی کلمہ توحید ہے اور یہی کلمہ اخلاص ہے اور یہی کلمہ تقویٰ ہے اور یہی کلمہ طیبہ ہے اور یہی دعوت الی الحق ہے اور یہی عروۃ وثقیٰ ہے اور یہی جنت کی قیمت ہے (نزھۃ الناظرین ۱۱۶)۔

مسلمان ان احادیث مقدسہ مبارکہ کو پڑھیں سمجھیں اور کلمہ طیبہ کو اپنا معمول بنائیں۔ کلمۂ طیبہ آہستہ پڑھیں یا باآواز بلند ہر طرح سے فضیلتیں مل جائیں گی۔ **واللہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم.**

نماز باجماعت کے بعد باآواز بلند کلمۂ طیّبہ پڑھنے کا ثبوت

نماز باجماعت کے بعد باآواز بلند کلمہ طیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے صحابہ پڑھا کرتے تھے۔ لہٰذا اسے بدعت کہنا بذاتِ خود بدعت ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ **انّ رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علیٰ عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم و انّہ قال قال ابن عباس کنت اعلم اذا انصرفوا بذلک اذا سمعتہ'.** بلاشبہ ذکرالٰہی کے ساتھ آواز بلند کرنا جبکہ لوگ فرض نماز سے فارغ ہو جائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھا اور میں جب یہ ذکر سنتا تھا تو لوگوں کے نماز ختم کرنے کو جانتا تھا۔ (مسلم شریف ص ۱۲۷ ج ۱)

(۲) اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ آپ مجھے وہ حدیث لکھیں جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہے۔ سو آپ نے اُن کی طرف یہ لکھا۔ **انّی سمعتہ یقول عند انصرافہ من الصلوٰۃ لا الٰہ الّا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد و ھو علی کل شئی قدیر ثلث مرّات.** میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے فارغ ہوتے وقت یہ کلمات تین مرتبہ کہتے ہُوئے سُنا۔ **لا الٰہ الّا اللہ وحدہ' لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد و ھو علی کل شئی قدیر.** (سنن نسائی ص ۱۹۷ ج ۱)۔

(تنبیہ) اس حدیث کے الفاظ سمعتہ' یقول سے پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات بلند آواز سے کہتے تھے اور ثلاث مرات سے معلوم ہُوا کہ نماز کے بعد بلند آوازی سے مسلمان تین مرتبہ جو کلمۂ طیبہ پڑھتے

ہیں۔ یہ مسنون ہے۔ وہابیہ کا اسے بدعت کہنا مردود ہے۔

(۳) اور مشکوٰۃ شریف میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت ان الفاظ میں ہے۔ کان رسُول الله صلى الله عليه وسلم اذا سلّم من صلاته يقول بصوته الاعلیٰ لا اله الّا الله الخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام پھیرتے تو اپنی زیادہ بلند آواز میں فرماتے لا الہ الا اللہ الخ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۸۱ ج ۱) (صحیح البہاری ص ۴۲۳ ج ۱)

شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

این حدیث صریح است در جہر بذکر کہ آنحضرت با آواز بلند می خواند۔ یہ حدیث اس بارہ میں صریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد کلمات مذکورہ کو بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔

(اشعۃ اللمعات ص ۴۱۹ ج ۱)۔

یاد رہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی تھے۔ باوجود نقشبندی ہونے کے نماز کے بعد ذکر بالجہر کو سنّت قرار دے رہے ہیں۔ نیز حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات ص ۴۹۱ ج ۱ کے حاشیہ نمبر ۳ میں لکھا ہے بدانکہ ذکر جہر در قضائے مخصوصہ در وقائع معینہ واقع شدہ است۔ چنانچہ در آذان وخطبہ وجمعہ وحج وتکبیرات تشریق وادبار صلوٰۃ الخ۔ اس سے معلوم ہُوا کہ نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا حضرات مجددیہ کے نزدیک بھی بدعت نہیں بلکہ یہ ان وقائع میں داخل ہے جن میں ذکر بالجہر واقع ہُوا ہے۔ مثلاً آذان خطبہ وغیرہ الحمد لله علیٰ ذلک.

(تنبیہ) نماز باجماعت کے بعد بلند آواز سے کلمہ پڑھنے کے جواز ومشروعیت میں تمام علمائے امّت کا اتفاق ہے ہاں اس کے استحباب میں اختلاف ہے۔ ولہذا جو بلند آواز سے پڑھتے ہیں اُنہیں منع کرنا یا اس ذکر کو بدعت کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ والله يهدی من يشآء الی صراط مستقيم۔

ہمراہ جنازہ بلند آواز سے کلمۂ طیّبہ پڑھنا جائز ہے

جنازہ کے ہمراہ کلمۂ طیبہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ بلند آواز سے پڑھا جائے یا آہستہ سے۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اكثروا فی الجنازة قول لا اله الا الله۔ جنازہ

میں لا الہ الاّ اللہ کا قول زیادہ کرو۔ رواہ خاتمۃ المحدثین الجلال السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۵۴ ج ا واطلقہ وعبدالرؤوف المناوی فی کنوز الحقائق ص ۳۹ ج ا۔

(۲) حدیث شریف میں ہے عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال لم یکن یسمع من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ہو یمشی خلف الجنازۃ الاقول لا الہ الا اللہ ۔ یہ حدیث جامع الصغیر (للامام محمد) اور ابن ابی شیبہ میں موجود ہے۔

(حیات کامل مؤلفہ مفتی عبدالحکیم میرپوری ص ۲۹۱)

(۳) اور امام صدر الشریعہ کتب فقہ حنفی صغیری و درمختار وغیرھما سے ناقل۔ "جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کو سکوت کی حالت میں ہونا چاہیے۔ موت اور احوال واہوال قبر کو پیشِ نظر رکھیں۔ دُنیا کی باتیں نہ کریں۔ نہ ہنسیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو جنازہ کے ساتھ ہنستے ہُوئے دیکھا تو فرمایا۔ تو جنازہ میں ہنستا ہے تُجھ سے کبھی کلام نہ کروں گا اور ذکر کرنا چاہیں تو دل میں کریں اور بلحاظ زمانہ اب علماء نے ذکرِ جہر کی بھی اجازت دی ہے (بہار شریعت ص ۱۴۵ ج ا)

کلمہ طیبہ مجدّد صاحب کی نظر میں

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مقتدائے اعظم اور شیخ اکبر حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض ملفوظاتِ مبارکہ دوبارہ فضیلت کلمہ طیبہ تبرکاً نقل کر دیے جائیں وباللہ التوفیق۔

حضرت مجدّد صاحب لکھتے ہیں۔

(۱) و این فقیر کلمہ طیّبہ را کلیدِ خزینۂ نُود و نہ رحمت کہ برائے آخرت ذخیرہ فرمودہ است می بہ بدو می داند کہ شفیع تر از برائے دفعِ ظلماتِ کفر و کدو راتِ شرک ازین کلمہ طیّبہ دیگرے نیست۔ اور یہ فقیر کلمۂ طیبہ کو اُن ننانوے رحمتوں کے خزانوں کی چابی جانتا ہے جو آخرت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ذخیرہ فرمائی ہیں اور کفر کی اندھیریاں اور شرک کی گندگیاں دُور کرنے کے لیے اس کلمۂ طیبہ سے بہتر کوئی اور چیز نہیں جانتا ہے (مکتوبات امام ربانی ص ۹۸ ج ۲)

(۲) اور لکھتے ہیں کسیکہ تصدیق باین کلمہ کردہ باشد و ذرّۂ ایمان حاصل نمودہ مع ذلک اگر برسوم کفر و رذائل شرک مبتلا ، گشتہ است امّید است کہ بشفاعت

این کلمہ از عذاب بیرون آیدواز خلودِ دوزخ نجات یا بد. جس شخص نے اس کلمہ طیبہ کی تصدیق کی ہوگی اور ذرہ برابر ایمان حاصل کیا ہوگا اگر اس کے ساتھ وہ کفر کی رسموں اور شرک کی برائیوں میں مبتلاء ہوگیا ہے تو امید ہے کہ اس کلمہ کی شفاعت کے سبب سے وہ عذاب سے باہر نکلے گا اور ہمیشہ کے عذابِ دوزخ سے خلاصی پائے گا۔ (مکتوبات امام ربانی ص ۹۸ ج ۲)

(۳)اور لکھتے ہیں۔ وهيچ چيز در تسكين غضب جلّ سلطانه ' ازيں كلمۂ طيّبه نافع تر نيست. هر گاه اين كلمۂ طيّبه تسكينِ غضب دخولِ نارفرما يد غضبهائے ديگر كه خُود دون اوست بطريق اولى تسكين آنها نما يد. ربّ جل سلطانہ کے غضب کو ٹھنڈا کرنے میں اس کلمہ طیبہ سے زیادہ کوئی چیز نافع نہیں ہے جب یہ کلمہ طیبہ دوزخ میں داخلہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے تو دوسرے غضب جو اس سے کم درجہ کے ہیں بطریق اولیٰ انہیں ٹھنڈا کرتا ہے۔

(مکتوبات امام ربانی ص ۹۷ ج ۲)

(۴)اور لکھتے ہیں۔ هلاک می گشت اين امّت اگر مثل كلمۂ طيّبه شفيع ايشان نه بُود و مثل خاتم الرسل عليه و عليهم الصلوٰة والتسليمات والتحيات شفاعت شان نمی نمود ۔ یہ گناہگار امت ہلاک ہوجاتی اگر کلمۂ طیبہ جیسی چیز اُن کی شفاعت نہ کرتی اور خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم جیسے پیغمبر اس کی شفاعت نہ فرماتے (مکتوبات امام ربانی ص ۹۸ ج ۲)

(۵)اور لکھتے ہیں و نیز از فضائلِ اين كلمه بشنو قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قال لا اله الّا الله دخل الجنّة . كو تاه نظران تعجب دارند كه بيک گفتن لا اله الا الله چگو نه دخول جنّت ميّسر شود ازين بركاتِ اين كلمه طيّبه واقف نيستند. محسوسِ اين فقير شده است اگر تمام عالم رابيک گفتن ايں كلمۂ طيّبه به بخشند و به بهشت فرستند گنجائش دارد و منشهور می گردد كه بركات اين كلمه مقدسه را اگر بتمام عالم قسمت كنند ابد الآباد همه راكفايت كندو همه را سيراب بگرداند. اور اس کلمۂ کے فضائل میں سے یہ بھی سُنیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص لا الہ الاّ اللہ کہے وہ جنّت میں داخل ہوگا۔ کوتاہ بین لوگ تعجب کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ لا الہ الاّ اللہ کہنے کے سبب سے جنّت کا داخلہ کیسے مل جاتا ہے۔ یہ لوگ اس کلمہ طیبہ کی برکتوں سے واقف نہیں ہیں۔ یہ فقیر

محسوس کرتا ہے کہ اگر اس کلمہ طیبہ کو ایک مرتبہ کہنے کے سبب سے تمام جہان والوں کو بخش دیں اور جنت میں بھیج دیں تو اس کی گنجائش ہے اور یہ بات مشہور ہے کہ اس کلمہ مقدسہ کی برکتیں اگر تمام جہاں میں تقسیم کی جائیں تو وہ ابدالآباد تک کافی ہیں۔ اور سب کو سیراب کر دیتی ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی ص۹۹ ج ۲)

(۶) اور لکھتے ہیں آرزوئے در دُنیا معلوم نیست که برابر این باشد که کسے در گوشه خزیده باشد و بتکرار این کلمۂ طیّبه متلذّذ و محظوظ بود امّا چه تو ان کرد که جمیع آرزوها میّسر نیست و از غفلت و اختلاطِ خلق چاره نه. دُنیا میں کوئی خواہش اس کے برابر معلوم نہیں ہوتی کہ کوئی شخص تنہائی میں بیٹھا ہو اور کلمۂ طیبہ کے تکرار سے لذت اُٹھاتا ہو لیکن کیا کیا جائے کہ سب خواہشیں پُوری نہیں ہوتیں اور غفلت اور لوگوں سے میل جول سے بھی چارہ نہیں ہے۔ (مکتوبات امام ربانی ص۹۹ ج ۲)

(۷) اور لکھتے ہیں بحکم حدیث جدّدوا ایمانکم بقول لا اله الّا الله در هر آنے تجدید ایمان باین قول عظیم الشان می باید کرد. حدیث "تم اپنے ایمان کی تجدید لا الٰہ الا اللہ کہنے کے ذریعہ سے کرو" کے حکم کے مطابق ہر وقت اس عظیم الشان قول کے ذریعہ سے ایمان کی تجدید کرنی چاہیے۔ (مکتوبات امام ربانی ص۷۳ اض۱)

(۸) اور لکھتے ہیں۔ کلمه طیّبه لا اله الّا الله که موضوع است برائے نفی آلهه آفاقی و انفسی در تزکیۂ نفس و تطهیر آن انفع و انسب است اکابر طریقت قدس الله تعالیٰ اسرار هم از برائے تزکیۂ نفس همیں کلمۂ طیّبه را اختیار فرموده اند تا بجاروب لا اله نروبی۔ راه نرسی درسرائے الّا الله۔ کلمۂ طیبہ لا الہ الاّ اللہ کہ آفاقی و انفسی معبودان باطلہ کی نفی کے لیے موضوع ہے نفس کے تزکیہ و تطہیر میں زیادہ فائدہ بخش اور زیادہ مناسب ہے۔ اکابرِ طریقت (نقشبندیہ) نے تزکیۂ نفس کے لیے اسی کلمۂ طیبہ کو اختیار فرمایا ہے۔

شعر۔ تو جب تک لا الٰہ کے ذریعے سے راستہ کو جھاڑو نہ دے گا الاّ اللہ کے محل میں نہیں پہنچے گا

(مکتوبات امام ربانی ص۱۳۰ ج۱)

(۹) اور لکھتے ہیں هر گاه این نفس در مقام سرکشی آید و نقض عهد نماید بتکرار این کلمه تجدید ایمان باید نمود قال علیه الصلوٰة و السلام جددوا ایمانکم بقول لا اله

الّا اللہ بلکہ ہمہ وقت تکرار این کلمہ چارہ نبود زیرا کہ نفسِ امّارہ ہموارہ در مقام خبث است در حدیث آمدہ است در فضائل این کلمہ کہ اگر آسمانہا و زمین ہارا در پلہ بنہند و این کلمہ را در پلّہ دیگر ہر آئینہ این پلّہ را جح آید بر پلّۂ دیگر ۔ جب بھی نفس سرکشی کے مقام میں آئے اور عہد توڑے تو اس کلمہ کے تکرار کے ذریعہ سے ایمان کی تجدید کرنی چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم اپنے ایمان کی تجدید لا الہ الاّ اللہ کے کہنے سے کرو۔ بلکہ ہر وقت اس کلمہ کے تکرار سے چارہ نہیں کیونکہ نفس امارہ ہر وقت خباثت کے مقام میں ہوتا ہے۔ اس کلمہ کی فضیلت میں حدیث میں آیا ہے کہ اگر آسمانوں اور زمینوں کو ایک پلڑا میں اور اس کلمہ کو دوسرے پلڑا میں رکھیں تو یہ پلڑا دوسرے پر بھاری ہوگا۔ (مکتوبات امام ربانی ص ۱۳۰ ج ۱)۔

الغرض: بعض نقشبندی حضرات کی محفلوں میں اکثر دیکھا جاتا ہے کہ وہ حلقہ بنا کر آدھی آدھی رات تک کلمہ طیبہ کا ذکر بلند آوازی سے کراتے رہتے ہیں۔ مجدد صاحب کی یہ نو عباراتِ مبارکہ اُن کے اس عمل کی فضیلتوں، برکتوں اور فائدوں کے ثبوت میں کافی وافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اُسے ماننے کی توفیق بخشے آمین۔

(۲۲ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ۔)

بسم الله الرحمن الرحیم

دوسرا مقالہ

فضیلت علم دین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد۔ برادر طریقت حضرت مولانا محفوظ چشتی ناظم دارالمطالعہ جماعت اہل سنت چکسواری آزاد کشمیر کی فرمائش پر یہ مختصر رسالہ ''فضیلت علم دین'' لکھنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔ اللہ کریم جل جلالہ اسے شرف مقبولیت بخشے اور اسے ہم سب کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین۔

ارشادات خداوندی

علم دین اور علمائے دین کی فضیلت، اور بزرگی میں بہت سی آیات قرآنیہ وارد ہوئی ہیں۔ بعض آیات مبارکہ تبرکاً نقل کی جاتی ہیں وباللہ توفیق۔

۱۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًاۢ بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ** اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر۔ گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں عزت والا حکمت والا ہے (پ ۳۔ ۱۰)
اس سے معلوم ہوا کہ علمائے دین بڑی عزت والے ہیں کہ ربّ نے انہیں اپنی توحید کا گواہ اپنے ساتھ بنایا۔ مگر یہاں مراد وہ علمائے دین ہیں جو علمائے ربانی ہیں نہ وہ جو اخوان الشیاطین ہیں۔ علمائے ربانی وہ علمائے دین ہیں جو خود اللہ والے ہیں اور لوگوں کو اللہ والے بناتے ہیں۔ جن کی صحبت سے خدا کی کامل محبت نصیب ہوتی ہے۔ جس عالم کی صحبت سے اللہ کے خوف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کمی آئے وہ عالم نہیں ظالم ہے۔ خیال رہے کہ یہاں اولوالعلم میں انبیاء کرام اولیاء عظام اور علمائے اعلام تمام داخل ہیں۔ (نورالعرفان ص ۸۱)

۲۔ اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔ **وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ وَيَهْدِیْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝**
اور جنہیں علم ہے وہ جانتے ہیں کہ جو کچھ تمہاری طرف تمہارے ربّ کے پاس سے اتارا گیا وہی حق ہے اور عزت والے سب خوبیوں والے کی راہ بتاتا ہے۔ (پ ۲۲۔ ۷)
اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ علمائے کرام کا درجہ بہت بڑا ہے دوسرے یہ کہ علم وہی مفید ہے جو

رب کی راہ دکھائے۔ (نور العرفان ص ۶۸۳)

۳۔ اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔ تلک الامثال نضربها للناس وما یعقلها الا العالمون O اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں اور انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے (پ ۲۰۔ ۱۶)

اِس سے معلوم ہوا کہ دینی باتوں کی گہرائی تک پہنچنا صرف علم والوں کا کام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بیان کی ہوئی مثالوں میں غور و فکر کرنا اور ان کی حکمتوں کی کوشش کرنا علم والوں ہی کے بس کی بات ہے۔ جاہلوں کا کام اہل علم سے پوچھنا ہے نہ یہ کہ قرآن و حدیث میں خود غور کر کے مسئلے نکالنا۔ جو نام نہاد مفکرین اسلام عوام سے علمائے دین کا دامن چھڑاتے ہیں وہ گمراہ کن ہیں۔ اللہ ان سے بچائے۔

۴۔ اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔ ولیعلم الذین اوتوا العلم انه الحق من ربک فیؤمنوا به فتخبت له قلوبهم ط اور اس لئے کہ جان لیں وہ جن کو علم ملا کہ وہ تمہارے رب کے پاس حق ہے تو اس پر ایمان لائیں تو اس کے لئے ان کے دل جھک جائیں۔ (پ رکوع)

شیطان وحی رحمان میں اپنی وحی کی ملاوٹ کی کوشش کرتا ہے تا کہ لوگ اس کی وحی کو رحمانی کے ہمراہ سن کر گمراہ ہو جائیں اس مسئلہ کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ کھوٹے اور کھرے کی پہچان صرف اہل علم ہی کا کام ہے۔ جسے علمائے دین حق بتائیں وہی حق ہے اور وہ جسے باطل کہیں وہی باطل ہے۔

۵۔ اور وہ فرماتا ہے والذین اوتوا العلم درجت ط اور اللہ اُن کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔ (پ ۲۸۔ رکوع ۲)

علم سے مراد علم دین ہے اس سے معلوم ہوا کہ علمائے دین بڑے درجے والے ہیں۔ دنیا میں آخرت میں ان کی عزت ہے۔ رب تعالیٰ نے ان کے درجات کا وعدہ کیا۔ انہیں دنیا و آخرت میں عزت ملے گی۔

(نور العرفان ص ۸۶۸)

۶۔ اور وہ فرماتا ہے۔ قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون انما یتذکر اولوا الالباب۔ تم فرماؤ کیا برابر ہیں علم والے اور انجان اور نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں (پ ۲۳۔ رکوع ۱۵)

اس سے معلوم ہوا کہ عابد سے عالم دین افضل ہے۔ ملائکہ عابدین تھے اور آدم علیہ السلام عالم عابدوں کو عالم

کے سامنے جھکایا گیا۔ یہاں مطلقاً ارشاد ہوا کہ عالم غیر عالم سے افضل ہے۔ غیر عالم خواہ عابد ہو یا غیر عابد بہر حال اس سے عالم افضل ہے۔ خیال رہے کہ عالم سے مراد عالم دین ہیں انہیں کے فضائل قرآن وحدیث میں وارد ہوئے ہیں۔ اسی لئے حضرت عائشہ صدیقہ تمام ازواج مطہرات بلکہ تمام جہان کی بیبیوں سے افضل ہیں کہ وہ بڑی عالمہ ہیں (نور العرفان ص ۳۴۷)

۷۔ اور وہ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں (پ ۲۲۔ رکوع ۱۲)

اس سے معلوم ہوا کہ علمائے دین بہت مرتبہ والے ہیں کہ ربّ نے اپنی خشیت وخوف کو ان میں منحصر فرمایا جسے بھی خوف الٰہی نصیب ہوگا وہ سچے عالموں کے ذریعہ سے ہی نصیب ہوگا مگر عالموں سے مراد وہ ہیں جو دین کا علم رکھتے ہوں اور ان کے عقائد واعمال درست ہوں۔ (نور العرفان ص ۶۹۸)

(۸) اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔ فَاسۡئَلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝ سو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو (پ ۱۷۔ رکوع ۱)

اس سے معلوم ہوا کہ جن باتوں کا علم نہ ہو ان کے بارہ میں علمائے دین سے پوچھنا ضروری ہے شرمندگی کے باعث جاہل رہنا اور علمائے دین سے مسائل نہ دریافت کرنا نادانی ہے۔

۹۔ اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔ وَقُلۡ رَّبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا ۝ اور عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے۔ (پ ۱۶۔ رکوع ۱۵)

اس سے معلوم ہوا کہ علم دین کی حرص اچھی چیز ہے علم سے کبھی سیر نہ ہونا چاہیے۔ دیکھو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق میں بڑے عالم ہیں مگر انہیں حکم دیا گیا کہ زیادتی علم کی دعا مانگو۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا علم ہمیشہ ترقی پر ہے (نور العرفان ص ۵۱۰)

۱۰۔ اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔ ہُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیۡہِمۡ وَیُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ ٭ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۝ وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ وہ اُن پر ان کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔ (پ ۲۸۔ رکوع ۱۱)

اس سے معلوم ہوا کہ کتاب وسنت کی تعلیم دینا سنت نبوی ہے۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن کے ساتھ حدیث کی بھی ضرورت ہے کیونکہ حدیث قرآن مجید ہی کی تفسیر ہے۔

فرمودات مصطفوی

علم دین اور علمائے دین کے بارہ میں بہت سی احادیث نبویہ مروی ہیں۔بعض روایات مبارکہ یہاں تبرکاً پیش کی جاتی ہیں وباللہ التوفیق۔

۱۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:۔اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے وہ اسے دین میں سمجھ عطا فرماتا ہے۔اور میں تو تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے(مشکوٰۃ ۳۲ص ج ۱) یعنی جس شخص کو علوم دینیہ کی سمجھ عطا کی جاتی ہے اس کے بارے میں یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھلائی کا ارادہ کیا ہے درست ہے واللہ علم۔

۲۔اور وہ فرماتے ہیں۔''عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جس طرح میری فضیلت میرے ادنیٰ امتی پر ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمینوں والے حتیٰ کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور حتیٰ کہ مچھلی اس شخص پر درود بھیجتے ہیں جو لوگوں کو خیر یعنی دین کے علم کی تعلیم دیتا ہے''(مشکوٰۃ ص ۳۴ ج ۱)

۳۔اور وہ فرماتے ہیں۔''عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جس طرح چودھویں رات میں چاند کو سب ستاروں پر ہے''۔(جامع صغیر ص ۵۷ ج ۲)

۴۔اور وہ فرماتے ہیں۔''اہل علم مومن کی فضیلت عبادت گزار مومن پر ستر درجہ ہے۔''

(جامع صغیر ص ۵۷ ج ۲)

۵۔اور وہ فرماتے ہیں۔''عالم کی فضیلت غیر عالم پر اتنی ہے جتنی نبی کی فضیلت اپنی امت پر ہوتی ہے۔''(جامع صغیر ص ۵۷ ج ۲)

۶۔اور وہ فرماتے ہیں۔''مومنوں پر علما دین کے لئے سات سو ایسے درجات ہیں۔جن میں سے ہر دو درجات کے مابین پانچ سو سال کی مسافت ہے۔''(مختصر احیاء علوم الدین ص ۲)

۷۔اور وہ فرماتے ہیں۔''علم دین حاصل کرنا اللہ کے پاس نماز، روزہ، حج اور فی سبیل اللہ جہاد سے افضل ہے۔''(جامع صغیر)

۸۔اور وہ فرماتے ہیں۔''ایک گھڑی علم دین حاصل کرنا رات بھر کے قیام سے بہتر ہے اور ایک پورا دن علم دین تلاش کرنے میں گزارنا تین مہینوں کے روزوں سے افضل ہے۔'' (جامع صغیر)

۹۔اور وہ فرماتے ہیں۔''عالم دین کی دو رکعتیں غیر عالم کی ستر رکعتوں سے بہتر ہیں (جامع صغیر)

۱۰۔اور وہ فرماتے ہیں۔''جس شخص کو موت اس حال میں ملے کہ وہ اس لئے علم دین ڈھونڈ رہا تھا کہ وہ اس کے ذریعہ سے اسلام کو زندہ کرے اس کے درمیان اور انبیاء کے درمیان جنت میں صرف ایک درجہ ہے۔'' (مشکوٰۃ ص ۳۴ ج ۱)

۱۱۔اور وہ فرماتے ہیں،''علم کی زیادتی میرے نزدیک عبادت کی زیادتی سے بہتر ہے اور تمہارا بہترین دین پرہیزگاری ہے۔'' (جامع صغیر ص ۵۷ ج ۲) (کنوز الحقائق)

۱۲۔اور فرماتے ہیں۔''عالم کی فضیلت عابد پر ستر درجہ ہے ہر دو درجات کے مابین اتنی مسافت ہے جتنی آسمان اور زمین کے مابین ہے۔'' (جامع صغیر ص ۵۷ ج ۲)

۱۳۔اور فرماتے ہیں۔''عالم دین کی اس حال میں ایک گھڑی کہ وہ اپنے بستر سے تکیہ لگا کر علم دین کے کسی مسئلہ کو دیکھ رہا ہو۔عبادت گزار کی ستر سال کی عبادت سے افضل ہے۔'' (جامع صغیر ص ۳۰ ج ۲)

۱۴۔اور فرماتے ہیں۔''رات کی ایک گھڑی میں علم دین کا دور کرنا رات بھر کے قیام سے بہتر ہے۔'' (مشکوٰۃ ص ۳۴ ج ۱)

۱۵۔اور فرماتے ہیں۔''جو شخص علم دین سیکھنے کے لئے پردیس میں چلا جائے اس کی مغفرت اس کے قدم اٹھانے سے پہلے کر دی جاتی ہے''۔ (جامع صغیر ص ۱۶۷ ج ۲)

۱۶۔اور فرماتے ہیں۔''اور جو شخص راستہ طے کرے اس حال میں کہ وہ علم دین تلاش کرتا ہے تو اللہ اس کے لئے اس عمل کے عوض میں جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے''۔ (مشکوٰۃ ص ۳۰ ج ۱)

۱۷۔اور فرماتے ہیں۔اور جو شخص علم دین حاصل کرتا ہے اس کا یہ عمل اس کی گزری ہوئی ساری زندگی کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۳۱ ج ۱)

۱۸۔اور فرماتے ہیں۔قیامت کے روز علمائے دین کی سیاہی اور شہداء کے خون کا وزن کیا جائے گا تو علمائے دین کی سیاہی کا پلڑا شہداء کے خون کے پلڑے سے بھاری ہوگا۔ (جامع صغیر ص ۲۰۶ ج ۲)

۲۰۔اور فرماتے ہیں۔بلاشبہ فرشتے طالب علم کی رضامندی کے لئے اپنے پروں کو پست کرتے ہیں۔اور

بلا شبہ عالم دین کیلئے آسمانوں کے رہنے والے اور زمین کے رہنے والے اور پانی کے اندر مچھلیاں مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور بلا شبہ عالم دین کی فضیلت عابد پر اس قدر ہے جس قدر چودھویں رات میں چاند کو تمام ستاروں پر ہوتی ہے اور بلا شبہ علمآء انبیآء کے وارث ہوتے ہیں اور بلا شبہ انبیآء نے ورثہ میں دینار اور درھم نہیں چھوڑے۔ انہوں نے علم دین اپنے ورثہ میں چھوڑا ہوتا ہے۔ سو جو شخص اسے حاصل کرے وہ میراث انبیآء سے وافر حصہ حاصل کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۳۱ ج ۲)

۲۱۔ اور فرماتے ہیں۔ علمائے دین انبیآء کے وارث ہیں آسمانوں والے ان سے محبت کرتے ہیں اور جب وہ مرجاتے ہیں تو قیامت تک ان کے لئے مچھلیاں سمندر میں مغفرت کی دعا مانگتی ہیں۔

(جامع صغیر ص ۶۹ ج ۲)

۲۲۔ اور فرماتے ہیں۔ علم دین اسلام کی حیات اور ایمان کا ستون ہے۔ اور جو شخص علم حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کا اجر پورا کرتا ہے۔ اور جو شخص علم سیکھتا اور پھر اس پر عمل کرتا ہے اللہ اس کو وہ علم عطا فرماتا ہے جسے وہ جانتا نہیں ہے۔ (جامع صغیر ص ۶۹ ج ۲)

۲۳۔ اور فرماتے ہیں۔ علم خزانے ہیں اور ان کی چابیاں سوال ہے۔ سو تم سوال پوچھو تا کہ اللہ تم پر رحم فرمائے۔ کیونکہ اس میں چار شخصوں کو اجر دیا جاتا ہے۔ سوال کرنے والے کو، جواب دینے کو سوال و جواب سننے والے کو اور ان سے محبت رکھنے والے کو۔ (جامع صغیر ص ۶۹ ج ۲)

۲۴۔ اور ارشاد فرماتے ہیں۔ علم مومن کا دوست ہے۔ اور عقل اس کا رہنما ہے اور عمل اس کا منتظم ہے اور نرمی اس کا وزیر ہے اور صبر اس کا سپہ سالار ہے اور شفقت اس کا والد ہے اور نرم دلی اس کا بھائی ہے۔ (جامع صغیر ص ۶۹ ج ۲)

۲۵۔ اور فرماتے ہیں۔ علم دین عمل سے بہتر ہے اور دین کا مرکزی حصہ پرہیز گاری ہے اور علم والا وہی ہے جو عمل کرتا ہے۔ (جامع صغیر ص ۷۰ ج ۲) یعنی کامل عالم دین وہ ہے جو باعمل ہو۔ ورنہ گذشتہ احادیث میں گزر چکا ہے کہ عالم دین کے لئے آسمانوں اور زمین والے سب مغفرت کی دعا مانگتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم دین گناہگار ہو تو وہ زمرۂ علماء سے خارج نہیں ہو جاتا بلکہ اس کی مغفرت کا قوی احتمال ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۲۶۔ اور فرماتے ہیں۔ ''ایک فقہ جاننے والا عالم دین شیطان پر ایک ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ سخت

ہے۔'' (مشکوۃ ص ۳۱ ج ۱)

۲۷۔اور فرماتے ہیں۔دو خوبیاں منافق میں جمع نہیں ہوتیں۔ نیک اخلاق اور علم دین کی سمجھ یعنی جس شخص میں حسن اخلاق اور دینی سمجھ موجود ہوں وہ منافقت سے بری ہوتا ہے۔واللہ اعلم۔

۲۸۔اور فرماتے ہیں۔ ''دو خوبیاں منافق میں جمع نہیں ہوتیں۔ نیک اخلاق اور علم دین کی سمجھ'' یعنی جس شخص میں حسن اخلاق اور دینی سمجھ موجود ہوں وہ منافقت سے بری ہوتی ہے۔واللہ اعلم۔

۲۹۔اور فرماتے ہیں۔جو شخص علم کی تلاش میں گھر سے نکلے وہ واپسی تک اللہ کی راہ میں ہوتا ہے۔

(مشکوۃ ص ۳۱ ج ۱)

۳۰۔اور فرماتے ہیں۔ایمان والا شخص علم دین کی باتیں سننے سے سیر نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کا ٹھکانہ جنت میں بن جائے۔ (مشکوۃ ص ۳۲ ج ۱)

۳۱۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بنی اسرائیل کے ان دو شخصوں کے بارہ میں پوچھا گیا جن میں سے ایک عالم دین تھا اور وہ فرض نماز پڑھتا تھا پھر وہ بیٹھ جاتا تھا اور لوگوں کو علم دین کی تعلیم دیتا تھا۔اور دوسرا دن کو روزہ رکھتا تھا اور رات کو قیام کرتا تھا۔کہ ان دونوں میں افضل کون ہے۔فرمایا اس عالم دین کی فضیلت جو فرض نماز پڑھتا ہے۔پھر بیٹھ جاتا ہے اور لوگوں کو علم دین پڑھاتا ہے اس عابد پر جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو عبادت میں کھڑا رہتا ہے ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ شخص پر ہے۔

(مشکوۃ ص ۳۳ ج ۱)

۳۲۔اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔بہترین شخص وہ عالم دین ہے کہ اگر اس کی ضرورت پڑ جائے تو وہ نفع پہنچاتا ہے اور اگر اس سے بے پرواہی برتی جائے تو وہ اپنے آپ کو بے پرواہ بنا دیتا ہے۔

(مشکوۃ ص ۳۳ ج ۱)

۳۳۔اور فرماتے ہیں۔بلا شبہ اللہ عزوجل نے میری طرف یہ وحی بھیجی کہ جو شخص علم دین تلاش کرنے میں کوئی راستہ طے کرتا ہے میں اس کے لئے جنت کا راستہ آسان بنا دیتا ہوں۔اور جس شخص کی دونوں آنکھوں کو میں سلب کر لیتا ہوں اسے میں ان دونوں کے عوض میں جنت دیتا ہوں اور علم میں فضیلت عبادت میں فضیلت سے بہتر ہے اور دین کی اصل پرہیزگاری ہے۔ (مشکوۃ ص ۳۳ ج ۱)

۳۵۔حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر مسجد

میں دو مجلسوں پر ہوا۔ فرمایا دونوں مجلسیں بہتری پر ہیں اور ان میں سے ایک دوسری سے افضل ہے۔ یہ لوگ اللہ کو پکارتے ہیں اور اس کی طرف رغبت کرتے ہیں سو وہ چاہے تو ان کا سوال عطا فرمائے اور چاہے تو روک دے اور یہ جو علم سیکھتے ہیں اور جاہلوں کو علم دین سکھاتے ہیں یہ افضل ہیں اور میں معلّم بن کر مبعوث ہوا ہوں پھر آپ اُس مجلس علم میں تشریف فرما ہوئے (مشکوٰۃ ص ۳۴ ج ۱)

۳۶۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو کہ سب سے زیادہ سخی شخص کون ہے؟ عرض کیا گیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سخی ہے پھر میں سارے انسانوں میں سب سے زیادہ سخی ہوں اور میرے بعد انسانوں میں سب سے زیادہ سخی وہ شخص ہے جو علم سیکھتا ہے پھر اسے پھیلاتا ہے۔ وہ قیامت کے روز ایک جماعت کی صورت میں آئے گا۔
(مشکوٰۃ ص ۳۴ ج ۱)

۳۷۔ اور فرماتے ہیں۔ ایمان ننگا ہے اور اس کا لباس پرہیزگاری ہے۔ اور اس کی زینت حیا ہے اور اس کا میوہ علم دین ہے۔ (مختصر احیاء علوم الدین ص ۳)

۳۸۔ اور فرماتے ہیں۔ درجہ نبوت سے قریب ترین علمائے دین اور مجاہدین ہیں۔ علمائے دین تو اس لئے کہ وہ لوگوں کو اس دین سے آگاہ کرتے ہیں جسے رسول لے کر آئے اور مجاہدین اس لئے کہ وہ رسولوں کے دین کی راہ میں تلواروں کے ذریعہ سے جہاد کرتے ہیں۔ (مختصر احیاء علوم الدین ص ۳)

۳۹۔ اور فرماتے ہیں۔ زمین میں اللہ کے امانت دار علمائے دین ہیں۔ (مختصر احیاء ص ۳)

۴۰۔ اور فرماتے ہیں۔ قیامت کے روز انبیاء شفاعت کریں گے پھر علمائے دین شفاعت کریں گے پھر شہداء شفاعت کریں گے۔ (مختصر احیاء ص ۳)

۴۱۔ اور فرماتے ہیں۔ البتہ تیرا صبح کے وقت جانا اور علم دین کا ایک باب سیکھنا ایک سو رکعت ادا کرنے سے بہتر ہے۔ (مختصر احیاء ص ۴)

۴۲۔ اور فرماتے ہیں۔ خبردار بلاشبہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے ملعون ہے سوا ان چار چیزوں کے سوا ذکر الٰہی کے اور سوا اس شخص کے جو ذکر الٰہی سے محبت رکھے اور سوا عالم دین کے اور سوا علم دین سیکھنے والے کے (نزھۃ الناظرین ص ۳)

۴۳۔ اور فرماتے ہیں۔ جو شخص مسجد کی طرف جائے اور اس کی غرض علم دین کا حصول ہی ہو تو اس کے لئے

پورے حج کا ثواب حاصل کرنے والے حاجی کے ثواب جتنا ثواب ہے۔(نزھتہ الناظرین ص۳)

۴۴۔اور فرماتے ہیں۔فقہ کی مجلس میں بیٹھنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔(نزھتہ الناظرین ص۳)

۴۵۔اور فرماتے ہیں۔تھوڑی سی دینی سمجھ بہت سی عبادت سے بہتر ہے۔(نزھتہ الناظرین ص۳)

۴۶۔اور فرماتے ہیں۔بہترین عبادت فقہ کا علم ہے۔(نزھتہ الناظرین ص۳)

۴۷۔اور فرماتے ہیں۔قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بندوں کو اٹھائے گا پھر علماء کو الگ کرے گا اور کہے گا اے جماعت علماء میں نے اپنا علم تمہارے اندر اس لئے نہیں رکھا تھا کہ میں تمہیں عذاب دوں گا جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔(نزھتہ الناظرین ص۴)

۴۸۔اور فرماتے ہیں۔تم ایسے زمانے میں ہو کہ اس میں فقہاء کی کثرت ہے اور خطیبوں کی قلت ہے اور **سخیوں** کی کثرت ہے سائلین کی قلت ہے۔اس دور میں عمل علم سے بہتر ہے اور عنقریب لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جس میں فقہاء کی قلت ہوگی۔خطیبوں کی کثرت ہوگی **سخیوں** کی قلت ہوگی اور سائلین کی کثرت ہوگی اس وقت علم کی تلاش عمل سے بہتر ہوگی۔(نزھتہ الناظرین ص۴)

۴۹۔اور فرماتے ہیں۔ہر مسلمان پر علم دین کا حصول فرض ہے۔(نزھتہ الناظرین ص۴)

۵۰۔اور فرماتے ہیں۔علم دین حاصل کرو اگرچہ چین میں ہو۔(نزھتہ الناظرین ص۴)

۵۱۔اور آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا۔البتہ اللہ تعالیٰ کا تیرے سبب سے ایک شخص کو ہدایت دینا تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔(نزھتہ الناظرین ص۳)

ارشادات بزرگان دین

علم دین اور علمائے دین کی فضیلت میں بزرگان دین کے بے شمار فرمودات موجود ہیں۔ہم یہاں تبرکاً چند ارشادات پیش کرتے ہیں وباللہ التوفیق۔

۱۔امام فتح موصلی ارشاد فرماتے ہیں۔کیا یہ بات نہیں کہ مریض کو جب کھانا پینا اور دوائی دارو سے روکا جائے تو وہ مرجاتا ہے؟لوگوں نے کہا ہاں فرمایا یونہی جب دل کو تین دن تک علم و حکمت کی باتوں سے روکا جاتا ہے۔تو وہ مرجاتا ہے(مختصر احیاء)

۲۔اور امام غزالی فتح موصلی کے اس ارشاد کے بارہ میں لکھتے ہیں۔بلاشبہ فتح موصلی نے حق بات کہی ہے

کیونکہ قلب کی غذا علم وحکمت ہے اور اس کی زندگی کا انحصار ان دونوں کے ملنے پر ہے جس طرح جسم کی بقاء کا دارومدار کھانے پینے پر ہوتا ہے۔ اور جو شخص بے علم ہو اس کا دل بیمار ہوتا ہے۔ اور اس کے دل کے لئے موت لازم ہے مگر اسے اپنی قلبی موت کا احساس دنیاوی مشاغل کی کثرت کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ پھر جب موت اسے ان دنیاوی مشاغل سے نکال کر باہر لے جاتی ہے تو اسے سخت درد اور آخری درجہ کی حسرت ہوتی ہے۔ اور یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی مراد ہے کہ لوگ سوئے ہوئے ہیں پھر جب وہ مرتے ہیں تو جاگ اٹھتے ہیں۔ (مختصر احیاء)

۳۔ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے جو شخص کوئی حدیث بیان کرے پھر اس حدیث پر عمل کیا جائے تو اس کے لئے اس کے عامل کے ثواب جتنا ثواب ہے۔ (مختصر احیاء)

۴۔ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ علم دین سیکھو کہ اللہ کی رضا مندی کے لئے علم دین سیکھنا نیکی ہے اور اسے طلب کرنا عبادت ہے۔ اور اس کا دور کرنا تسبیح پڑھنا ہے۔ اور اس میں گفتگو کرنا جہاد ہے۔ اور اس کی تعلیم دینا صدقہ ہے۔ اور اسے اہل پر خرچ کرنا کار ثواب ہے علم دین تنہائی میں دوست ہے۔ اور وہ خلوت میں ساتھی ہے۔ اور وہ خوش حالی میں راہنما ہے۔ اور دوستوں کے پاس وزیر ہے۔ اور ہم نشینوں کے پاس ہم نشین ہے اور وہ جنت کی روشنی ہے۔ اور اللہ علم دین کی برکت سے بعض خاندانوں کو اٹھاتا ہے تو انہیں نیک کاموں میں راہنما اور راہبر بنا دیتا ہے سو ان سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے اور ان کے کاموں کو گہری نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور ان کی اداؤں کو اپنانے میں فرشتوں کو رغبت ہوتی ہے۔ اور وہ انہیں اپنے پروں سے دلاسہ دیتے ہیں اور ان کے لئے ہر تر و خشک شئے مغفرت کی دعا مانگتی ہے۔ یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں اور سمندر کے جانور اور خشکی کے درندے اور چوپائے اور آسمان اور ان کے ستارے یہ سب چیزیں علمائے دین کے حق میں استغفار کرتی ہیں۔ کیونکہ علم دین اندھاپن میں دلوں کو زندہ کرتا ہے اور اندھیروں میں آنکھوں کا نور بنتا ہے اور کمزوری کے وقت بدن کی قوت ہوتا ہے اور علم دین کی وجہ سے بندہ نیکوں کے مقامات اور بلند درجات تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ علم دین (کے کسی مسئلے پر) غور کرنا روزہ کے برابر ہے اور علم دین کا دور کرنا قیام کی طرح ہے۔ اور علم دین ہی کی وجہ سے اللہ کی اطاعت کی جاتی ہے اور اسی کی وجہ سے اسے پوجا جاتا ہے اور اسی کی وجہ سے اس کو ایک مانا جاتا ہے۔ اور اسی کی وجہ سے اس سے ڈرا جاتا ہے۔ اور اسی کی وجہ سے رشتہ داریاں جوڑی جاتی ہیں اور علم دین پیشوا اور عمل اس کے تابع ہوتا

ہے۔خوش نصیب لوگ ہی علم دین تک پہنچتے ہیں اور بے نصیب اس سے محروم کئے جاتے ہیں۔

(مختصر احیاء)

الغرض علم دین کی فضیلت میں آیات قرآنیہ احادیث نبویہ اور ارشادات بزرگان دین بکثرت موجود ہیں۔ ہر مسلمان کو ہر وقت علم دین حاصل کرنے کا بے پناہ ذوق وشوق ہونا چاہئے۔علم دین جہاں سے بھی اور جس شخص سے بھی مل سکتا ہو وہاں سے اور اس شخص سے حاصل کرنے کی تڑپ ہونی چاہیے۔علم دین کی تلاش کی اسی تڑپ نے صحابہ کرام کو قیامت تک آنے والی نسلوں کیلئے ہدایت کے ستارے بنا دیا۔اور وہ دین کے روشن مینار قرار پائے۔آج کے دور میں غیر دینی علوم کے حصول کی تو انتھک کوششیں کی جاتی ہیں مگر علوم دینیہ کے حصول کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی حالانکہ ہونا تو اس کے برعکس چاہیے تھا۔چونکہ ہمارے معاشرہ کے اکثر افراد چند دینی طلباء پر علم دین کی تحصیل کو کافی سمجھتے ہیں اس لئے وہ خود علوم دین سے بے بہرہ رہ جاتے ہیں یہ روش اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے منشاء کے خلاف ہے۔اللہ تعالیٰ ہماری حالت تبدیل فرمائے۔ ہماری حالت خود بخود تبدیل نہیں ہوگی۔ جب تک ہم خود اپنے مقدر کو بدلنے کے لئے جدو جہد نہیں کریں گے ہماری شومئی قسمت دور نہیں ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تیسرا مقالہ

برکات درود وسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید الانبیآ و المرسلین و علیھم و علی الھم و اصحابھم اجمعین اما بعد یہ مختصر رسالہ درود و سلام کے برکات و فیوض میں لکھا گیا ہے۔ **ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم بحرمۃ سید الابرار علیہ التحیۃ والتسلیم**۔ آمین

آیت کریمہ

ان اللہ و ملائکتہٗ یصلون علی النبی یآیھا الذین امنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما۔ بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو۔ ان پر درود اور خوب سلام بھیجو (پ ۲۲ رکوع ۴)

برکات درود و سلام

درود و سلام کے فیوضات و برکات متعدد احادیث مبارکہ میں بیان کیے گئے ہیں ہم یہاں چالیس احادیث مبارکہ تبرکاً نقل کرتے ہیں و باللہ التوفیق

(۱) امام قاضی عیاض مالکی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **من صلی علی صلاۃ صلی اللہ علیہ عشر صلوات فحط عنہ عشر خطیات ورفع لہ عشر درجات** جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے اور اس کے دس گناہ مٹاتا ہے اور اس کے دس درجے بلند کرتا ہے۔ اور دوسری روایت میں یہ بھی آیا ہے۔ وکتب لہ عشر حسنات اور اس کے لیے دس نیکیاں لکھتا ہے۔ (شفا شریف ص ۵۹ ص ج ۲) رواہ البیھقی فی شعب الایمان۔ (نسیم الریاض و شرح الشفا للقاری ص ۴۸۸ ج ۳)

(۲) اور یہی بزرگ حضرت زید بن حباب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص **اللھم صل علی محمد و انزلہ المنزل المقرب عندک یوم القیامۃ** کہے اس کے لیے میری شفاعت لازم ہو جائے گی۔ (شفا شریف ص ۶۰ ج ۲)

(۳) اور یہی بزرگ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اولی الناس بی یوم القیامۃ اکثرھم علی صلاۃ قیامت کے روز میرے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو دوسروں کی نسبت سے مجھ پر زیادہ درود بھیجنے والا ہے (شفا ص۴۰ ج۲)

وھذا حدیث صحیح رواہ الترمذی وابن حبان کذا فی نسیم الریاض ص۴۹۰ ج۳

(۴) اور یہی بزرگ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من صلی علی فی کتاب لم تزل الملائکۃ تستغفر لہ ما بقی اسمی فی ذلک الکتاب. جو شخص مجھ پر لکھنے میں درود بھیجے تو جب تک اس کتاب میں میرا نام باقی رہے گا فرشتے اس کے گناہوں کی معافی مانگتے رہیں گے۔ (شفا شریف ص۲۰ ج۲)

قال الطبرانی فی الاوسط رواہ ابو الیشخ فی الثواب والمستغفری وقال العراقی فی تخریج احادیث الاحیاء رووہ بسند فیہ ضعف و مثلہ یعمل بہ فی فضائل الاعمال (نسیم الریاض ص۴۹۰ ج۳)

(۵) اور یہی بزرگ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ من صلی علی صلاۃ صلت علیہ الملائکۃ ماصلی علی فلیقلل من ذلک عبد اولیکثر. جو شخص مجھ پر (کچھ وقت کے لیے) درود بھیجتا ہے تو فرشتے اس پر (اس وقت تک) درود بھیجتے رہتے ہیں سو بندہ چاہے اس میں کمی کرے یا زیادتی کرے۔ (شفا شریف ص ۴۰ ج۲) رواہ احمد وابن ماجۃ والطبرانی فی الاوسط بسند حسن (شرح شفا للقاری ص۴۹۱ ج۳)

(۶) اور یہی بزرگ روایت نقل کرتے ہیں کی ایک رات ایک وعظ کے دوران حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ انی اکثر الصلوۃ علیک فکم اجعل لک من صلاتی. میں آپ پر کثرت سے درود بھیجتا ہوں تو میں اپنے وظائف کا کتنا حصہ آپ پر درود بھیجنے میں خرچ کیا کروں؟ فرمایا جتنا تو چاہے پھر عرض کیا چوتھائی حصہ فرمایا جتنا تو چاہے اور اگر تو زیادہ کرے تو بہتر ہے پھر عرض کیا تہائی حصہ فرمایا جتنا تو چاہے اور اگر تو زیادہ کرے تو بہتر ہے عرض کیا دو تہائی حصے فرمایا جتنا تو چاہے اور اگر زیادتی کرے تو بہتر ہے عرض کیا یارسول اللہ فاجعل صلاتی کلھا لک یا رسول اللہ میں سارا وقت آپ پر درود بھیجنے ہی میں خرچ کروں گا۔ فرمایا۔ اذا تکفی و یغفر ذنبک. پھر تو

تیری کفایت کردی جائے گی اور تیرے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ (شفا شریف ص ۲۰ ج ۲) رواہ الترمذی وحسنہ (نسیم الریاض وشرح شفا ص ۴۹۱ ج ۳)۔

(۷) اور یہی بزرگ حضرت امام محمد عبداللہ بن وہب سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **من سلم علی عشرا فکانما اعتق رقبة** جس شخص نے مجھ پر دس مرتبہ سلام بھیجا یعنی السلام علیک یارسول اللہ دس مرتبہ کہا تو گویا اس نے ایک گردن آزاد کی۔
(شفا شریف ص ۴۰ ج ۲ نسیم الریاض ص ۴۹۳ ج ۳)

(۸) اور یہی بزرگ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **لیرد ن علی اقوام ما اعرفهم الا بکثرة صلاتهم علی** (قیامت کے دن) مجھ پر بعض لوگ پیش ہوں گے تو میں انہیں نہیں پہچانوں گا مگر اس وجہ سے کہ وہ مجھ پر بکثرت درود بھیجتے تھے (شفا شریف ص ۲۱ ج ۲) **رواه الاصبهانی فی ترغیبه عن انس** (شرح شفا ۴۹۳ ج ۳)

(۹) اور یہی بزرگ فرماتے ہیں کہ بعض احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **ان انجاکم یوم القیامة من اهوالها و مواطنها اکثر کم علی صلاة**. بلاشبہ قیامت کے روز اس کی سختیوں اور شدتوں سے زیادہ نجات پانے والے تم میں وہ ہوں گے جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتے ہیں۔
(شفا شریف ۲۱ ص ج ۲) (بدور السافرة ص ۲۰) (نسیم الریاض ص ۴۹۳ ج ۳)

(۱۰) اور یہی بزرگ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں۔ **الصلاة علی النبی صلی الله علیه و سلم امحق للذنوب من الماء البارد للنار والسلام علیه افضل من عتق الرقاب** نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنا گناہوں کو زیادہ مٹانے والا ہے۔ بنسبت ٹھنڈے پانی کے آگ کے لیے اور آپ پر سلام بھیجنا گردنیں آزاد کرنے سے بہتر ہے۔ **رواه الاصفهانی فی ترغیبه**. (نسیم الریاض ص ۴۹۳ ج ۳)

(۱۱) اور امام اصبہانی اپنی کتاب الترغیب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد بھی روایت کرتے ہیں۔ **الصلاة علیه افضل من عتق الرقاب و حبه علیه الصلاة والسلام افضل من مهج الانفس او من ضرب السیف فی سبیل الله رسول الله صلی الله علیه وسلم** پر درود بھیجنا گردنیں آزاد کرنے سے افضل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ کی راہ میں جان قربان

کرنے یا تلوار چلانے سے افضل ہے۔

(۱۲) اور امام جلال الدین سیوطی جامع صغیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ **الصلاۃ علی نور علی الصراط فمن صلے علی یوم الجمعۃ ثمانین مرۃ غفرت لہ ذنوب ثمانین عاما**۔ مجھ پر درود بھیجنا پل صراط پر روشنی ہوگا۔ اور جو شخص مجھ پر جمعہ کے دن اسی مرتبہ درود بھیجے اس کے اسی سال کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں (جامع صغیر ص ۵۱ ج ۲) (شرح شفا للقاری ص ۴۹۳ ج ۳)

(۱۳) اور امام ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن میں مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچایا جاتا ہے۔ اور بلاشبہ زمین انبیاء کے جسموں کو نہیں کھاتی۔ **وما من مسلم یصلی علی الا حملھا ملک یئودیھا الی و یسمیہ حتی انہ لیقول ان فلاناً یقول کذا و کذا**. اور کوئی مسلمان نہیں جو مجھ پر درود بھیجتا ہے مگر فرشتہ اس کو اٹھا لیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اسے مجھ تک پہنچاتا ہے اور اس کا نام لیتا ہے حتی کہ وہ کہتا ہے کہ فلاں شخص یہ کہتا ہے۔

(شفا شریف ص ۶۴ ج ۳) رواہ عنہ النمیری (نسیم الریاض ص ۵۰۴ ج ۳)

(۱۴) اور محدثین کی ایک جماعت نے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **ان للہ ملکا اعطاہ اسماع الخلائق فھو قائم علی قبری اذامت فلیس احد یصلی علی صلاۃ الاقال یا محمد صلے علیک فلان فیصلی الرب تعالیٰ علیٰ ذلک الرجل بکل واحدۃ عشراً**. بلاشبہ اللہ کا ایک فرشتہ ہے جسے اس نے تمام مخلوق کی آوازیں سننے کی طاقت دی ہے سو جب میں فوت ہو جاؤں گا تو وہ فرشتہ میری قبر پر کھڑا ہوگا پھر کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر درود بھیجے گا مگر وہ فرشتہ عرض کرے گا یا رسول اللہ فلاں شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہے۔ پھر رب تعالیٰ اس شخص پر دس مرتبہ درود بھیجے گا (نسیم الریاض ص ۵۰۴ ج ۳) (جامع صغیر ص ۹۴ ج ۱)

(۱۵) اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **اذا جلست فی صلاتک فلا تترکن الصلوۃ علی فانھا زکاۃ الصلاۃ**. جب تو نماز میں بیٹھے تو مجھ پر درود بھیجنا نہ چھوڑ کیونکہ وہ نماز کی زکوۃ ہے (جامع صغیر ص ۲۴ ج ۱)

(۱۶) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
اکثروا الصلوٰۃ علی فی یوم الجمعۃ و لیلۃ الجمعۃ فمن فعل ذلک کنت لہٗ شہیداً وشافعاً یوم القیامۃ. مجھ پر جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں کثرت سے درود بھیجو کیونکہ جو شخص یہ کرتا ہے میں قیامت کے دن اس کا گواہ یا سفارشی ہوں گا۔

رواہ البیہقی فی شعب الایمان (جامع صغیر ص ۵۴ ج ۱)

(۱۷) اور امام ابن عساکر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اکثروا الصلوٰۃ علی فان صلاتکم علی مغفرۃ لذنوبکم. مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا مجھ پر درود پڑھنا تمہارے گناہوں کی بخشش ہے۔
(جامع صغیر ص ۵۴ ج ۱)

(۱۸) اور امام طبرانی نے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ و رأیت رجلا من امتی یزحف علی الصراط مرۃ و یحبو مرۃ فجآء تہ صلاتہ علی فاخذت بیدہ فاقامتہ علی الصراط حتی جاز. میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ وہ پل صراط پر کبھی ڈگمگاتا ہے اور کبھی لڑکھڑاتا ہے پھر اچانک اس کے پاس اس کا مجھ پر بھیجا ہوا درود آتا ہے اور اسے پل پر کھڑا کرتا ہے تو وہ اسے عبور کر جاتا ہے۔
(جامع صغیر ص ۱۰۵ ج ۱)

(۱۹) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ زینوا مجالسکم بالصلاۃ علی فان صلاتکم علی نور لکم یوم القیامۃ. اپنی مجلسوں کو میرے درود سے آراستہ کیا کرو کیونکہ تمہارا مجھ پر درود بھیجنا قیامت کے دن تمہارے لیے روشنی ہوگا۔
(جامع صغیر ص ۲۸ ج ۲)

(۲۰) اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صلوا علی فان صلاتکم علی زکوۃ لکم. مجھ پر درود بھیجو کیونکہ تمہارا مجھ پر درود بھیجنا تمہارے لیے ستھرائی ہے۔ (جامع صغیر ص ۴۵ ج ۲)

(۲۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ثلاثۃ تحت

عرش اللہ یوم لا ظل الا ظلہ من فرج عن مکروب امتی و من احیی سنتی و من اکثر الصلوٰۃ علی ۔ تین اشخاص عرش الٰہی کے سایہ میں ہوں گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ جو شخص میری امت کی سختی دور کرے اور جو شخص میری سنت کو زندہ کرے اور جو شخص مجھ پر کثرت سے درود بھیجے۔ (بدور السافرۃ ص ۵۵)

(۲۲) اور محدث ابن ابی الدنیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے طویل حدیث روایت کرتے ہیں جس کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ فاقول انا نبیک محمد و ھذہ صلاتک التی کنت تصلیھا علی وافیتک احوج ما تکون الیھا. (آپ دوزخ سے چھڑا کر بخشے جانے والے امتی سے فرمائیں گے) میں تیرا نبی محمد ہوں اور یہ تیرا وہ درود ہے جو تو مجھ پر پڑھا کرتا تھا میں نے اب تجھے یہ ادا کیا ہے جب کہ تجھے اس کی سخت ضرورت ہے (بدور السافرہ ص ۱۳۹)

(۲۳) اور امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت ابن امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اکثروا من الصلاۃ علی فی کل یوم جمعۃ فمن کان اکثرھم علی صلاۃ کان اقربھم منی منزلۃ. ہر جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ جو شخص مجھ پر بکثرت درود بھیجے گا وہ رتبہ کے لحاظ سے دوسروں کی نسبت سے میرے زیادہ قریب ہو گا۔ (مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص ۲۳)

(۲۴) اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں۔ کل دعاء محجوب حتی یصلی علی محمد ۔ ہر دعا پردہ میں ہوتی ہے یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جائے۔ اخرجہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن انس والطبرانی فی الاوسط وابو الشیخ فی الثواب والبیہقی فی الشعب عن علی رضی اللہ عنہ موقوفاً ورفعہٗ بعضھم.
(مطالع المسرات ص ۴۰)

(۲۵) اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ للمصلی علی نور و من کان علی الصراط من اھل النور لم یکن من اھل النار. مجھ پر درود بھیجنے والے کے لیے پل صراط پر روشنی ہے اور جو شخص پل صراط پر روشنی والا ہے وہ دوزخی نہیں۔ (دلائل الخیرات)

(۲۶) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من صلے علی عشرا صلے اللہ علیہ مائۃ ومن صلے علی مائۃ صلے علیہ الفا و من زاد صبابۃ و شوقا کنت لہ شفیعا و شہیدا یوم القیامۃ۔ جو شخص مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ اس پر سو مرتبہ درود بھیجتا ہے اور جو سو مرتبہ درود بھیجے اس پر ہزار مرتبہ درود بھیجتا ہے اور جو میرے عشق کی وجہ سے اس پر زیادتی کرے میں قیامت کے روز اس کا سفارشی اور گواہ ہوں گا۔ اخرجہ ابو موسی المدینی وقال الحافظ مخلطای لاباس بہ. (مطالع المسرات ص ۵۰)

(۲۸) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اکابر صحابہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مجھ پر دس مرتبہ درود شریف بھیجے اللہ اس پر سو مرتبہ درود بھیجتا ہے اور جو مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجے اللہ اس پر ہزار مرتبہ درود بھیجتا ہے۔ و من صلے علی الفا زاحمت کتفہ کتفی علی باب الجنۃ۔ اور جو ہزار مرتبہ مجھ پر درود بھیجے وہ اس حال میں جنت میں داخل ہوگا کہ اس کا کندھا میرے کندھے سے لگا ہوا ہوگا رواہ ابوالربیع ابن سبع فی شفاء الصدرور (مطالع المسرات ص ۱۵)

(۲۹) اور محدث ابن بشکوال حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ اور اس کے فرشتے اس پر دس مرتبہ درود بھیجتے ہیں اور جو مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجے اللہ اور اس کے فرشتے اس پر سو مرتبہ درود بھیجتے ہیں۔ و من صلے علی مائۃ صلے اللہ و ملائکتہ علیہ الف صلاۃ و لم تمس جسدہ النار. اور جو شخص مجھ پر ایک سو مرتبہ درود بھیجے اللہ اور اس کے فرشتے اس پر ایک ہزار مرتبہ درود بھیجتے ہیں اور دوزخ کی آگ اس کے جسم کو نہیں چھوئے گی۔ (مطالع المسرات ص ۵۰)

(۳۰) اور شاذلی صاحب دلائل الخیرات روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ومن صلے علی الف مرۃ حرم اللہ جسدہ علی النار۔ جو شخص مجھ پر ایک ہزار مرتبہ درود بھیجے اللہ اس کے جسم کو دوزخ پر حرام کر دیتا ہے۔ (دلائل الخیرات شریف ص ۴۷)

(۳۱) اور امام بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ من صلے علی النبی صلی اللہ علیہ و سلم یوم الجمعۃ مائۃ مرۃ جاء یوم القیامۃ و علی وجہہ نور. جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جمعہ کے دن سو مرتبہ درود بھیجے وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا

کہ اس کے چہرے پر نور ہوگا۔ (مطالع المسرات ص ۵۸)

(۳۲) اور امام ابن سبع روایت بیان کرتے ہیں کہ عرش عظیم کے پایہ میں لکھا ہے کہ جوشخص میرا قرب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے ذریعہ سے چاہے گا میں اس کے گناہ بخش دوں گا اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے مثل ہوں۔ (مطالع المسرات ص ۶۰)

(۳۳) اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من صلے علی فی کل یوم مائۃ مرۃ قضیت لہ مائۃ حاجۃ منھا ثلاثون للدنیا وسائرھا للآخرۃ. جوشخص مجھ پر ہر روز ایک سو مرتبہ درود شریف بھیجے اس کی سو حاجات پوری کی جاتی ہیں تمیں دنیا کی اور باقی آخرت کی۔ اخرجہ المستغفری (مطالع المسرات ص ۶۵)

(۳۴) اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ البخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علی. بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ رواہ الترمذی واحمد (الخصائص الکبریٰ ص ۲۵۹)

(۳۵) اور امام ابن ماجہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من نسی الصلوۃ علی خطئی طریق الجنۃ. جوشخص مجھ پر درود بھیجنا بھول جائے۔ وہ جنت کا راستہ بھول جائے گا (الخصائص الکبریٰ ص ۲۵۹ ج ۲)

(۳۶) اور امام اصبہانی حضرت انس سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صلوا علی فان صلاتکم علی کفارۃ لکم ۔ مجھ پر درود بھیجو کیونکہ تمہارا مجھ پر درود بھیجنا تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے۔ (الخصائص الکبریٰ ص ۲۶۰ ج ۲)

(۳۷) اور یہی امام حضرت خالد بن طہمان رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ من صلے علی صلوۃ واحدۃ قضیت لہ مائۃ حاجۃ. جوشخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے تو اس کی ایک سو حاجتیں پوری کی جاتی ہیں۔ (الخصائص ص ۲۶۰ ج ۲)

(۳۸) اور امام طبرانی عمدہ سند سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من صلی علی حین یصبح عشرا و حین یمسی عشرا ادرکتہ شفاعتی یوم القیامۃ. جوشخص مجھ پر صبح کے وقت دس بار اور شام کے وقت دس بار درود بھیجے اسے

قیامت کے دن میری شفاعت ملے گی۔ (الخصائص الکبریٰ ص ۲۶۰ ج ۲)

(۳۹) اور امام دیلمی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **من اکثر الصلوۃ علی کان فی ظل العرش.** جو مجھ پر بکثرت درود بھیجے وہ عرش الٰہی کے سایہ میں ہوگا۔ (الخصائص الکبریٰ ص ۲۶۱ ج ۲)

(۴۰) اور امام اصبہانی نے حضرت کعب الاحبار سے روایت بیان کی ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی۔ **یموسی ان تحب ان لا ینالک من عطش یوم القیامۃ.** موسیٰ: کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپکو قیامت کی پیاس نہ لگے عرض کیا ہاں فرمایا۔ **فاکثر الصلوۃ علی محمد صلی اللہ علیہ و سلم** پھر تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں کثرت کر۔ (الخصائص الکبریٰ ص ۲۶۱ ج ۲)

الحمدللہ درود وسلام کے برکات وضیوضات کے بارہ میں یہ چالیس حدیثیں جمع کرنے کی فضیلت حاصل کرنے کی سعادت ہم نے حاصل کی ہے مسلمان ان کو بغور پڑھیں اور سوچیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے لکھنے کا کتنا عظیم اجر وثواب ہے۔ اور جو لوگ آذان سے پہلے یا بعد درود شریف پڑھنے سے روکتے ہیں جمعہ کی نماز کے بعد درود شریف پڑھنے کی مخالفت کرتے ہیں یا کسی بھی موقع پر پڑھے جانے والے درود وسلام سے منع کرتے ہیں وہ کتنے بڑے فائدہ بخش کام سے مسلمانوں کو روکتے ہیں اور خود بھی محروم رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم اہل سنت کو کثرت سے درود وسلام پڑھنے کی توفیق بخشے کہ اس کی کثرت ہی اہل سنت کا شعار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۱ رمضان المبارک ۱۴۲۱ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
چوتھا مقالہ
مسنون داڑھی کا تحقیقی بیان

نظم

خدا کی خاص رحمت مومنو مسنون داڑھی ہے ۔ سراپا خیر و برکت مومنو مسنون داڑھی ہے

شعارِ اہلِ سنّت مومنو مسنون داڑھی ہے ۔ دلیل نیک خصلت مومنو مسنون داڑھی ہے

سنبھالو اس بڑی پاکیزہ دولت کو محبت سے ۔ بڑی پاکیزہ دولت مومنو مسنون داڑھی ہے

ثوابِ صد شہیداں ہے اجر مسنون داڑھی کا ۔ بہت اچھی عبادت مومنو مسنون داڑھی ہے

نہ منڈاؤ، نہ کتراؤ نصاریٰ کی طرح داڑھی ۔ رسول اللہ کی سنّت مومنو مسنون داڑھی ہے

کرو حاصل وجاہت کو، کرامت کو، شرافت کو ۔ سراپا شرف وعزت مومنو مسنون داڑھی ہے

رکھو داڑھی نہ بدلو اپنی شکلیں داڑھی منڈوا کر ۔ حقیقی زیب و زینت مومنو مسنون داڑھی ہے

ڈھالو اپنی شکلیں مصطفےٰ کی شکل و صورت میں ۔ سعادت کی علامت مومنو مسنون داڑھی ہے

بچاتی ہے گناہوں سے، چھڑاتی ہے بلاؤں سے ۔ دلاتی عز و عظمت مومنو مسنون داڑھی ہے

عورت کی ہے چوٹی جس طرح زینت اسی صورت ۔ ہماری زیب و زینت مومنو مسنون داڑھی ہے

یہ قاسم کا عقیدہ ہے خدا کی مہربانی سے

ہے کہ سامانِ قیامت مومنو مسنون داڑھی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ سیّد الانبیآء و المرسلین و علی الھم و اصحابھم اجمعین امّا بعد :اس مختصر رسالہ میں مسنون داڑھی کا تحقیقی بیان لکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

بڑی داڑھی امورِ فطرت سے ہے

وہ احکام جن پر تمام شریعتوں کا اتفاق ہو امورِ فطرت کہلاتے ہیں۔ انہی امور میں مسنون داڑھی بھی داخل ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ " دس باتیں فطرت سے ہیں" مونچھیں کاٹنا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی چڑھانا، ناخن تراشنا، پورے دھونا، بغل کے بال نوچنا، زیرِ ناف بال مونڈنا اور استنجاً کرنا"۔

(رواہ الجلال السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۶۰ ج ۲)۔

داڑھی بڑھانے کا تاکیدی حکم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث مبارکہ میں داڑھی بڑھانے کا تاکیدی حکم ارشاد فرمایا ہے چنانچہ:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قُصُّوا الشَّوَارِبَ وَ اعفوا اللحی۔ مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ (جامع صغیر ص ۱۴ ج ۱)۔

(۲) امام طحاوی کی روایت میں اس پر یہ زیادتی موجود ہے۔ و لا تشبّھُوا با لیھُود۔ اور یہود کے ساتھ مشابہت نہ کرو۔ (جامع صغیر ص ۱۲ ج ۱)

(۳) عمرو بن شعیب اپنی سند کے ساتھ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احفوا الشوارب واعفوا اللحی و انتفوا الشعر الذی فی الآناف۔ مونچھیں نہایت پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ اور ناک کے بال دُور کرو۔

(رواہ ابن عدی فی الکامل والبیہقی فی شعب الایمان والسیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۳ ج ۱ واطلقہ)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: و فروا اللحیٰ و خذوا من الشوارب۔ داڑھیوں کو بڑا کرو اور مونچھوں سے بال لو۔ (جامع صغیر ص ۱۹۶ ج ۲)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اپنی امت کو داڑھی بڑھانے کا حکم ارشاد فرمایا وہاں آپ نے خود بھی اس حکم پر عمل فرما کر نمونہ قائم فرمایا۔ آپ کی داڑھی شریف کی کیفیت کے بارہ میں یہاں چند حدیثیں تبرکاً لکھی جاتی ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ عظیم اللحیۃ: سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی داڑھی والی شخصیت تھے (جامع صغیر ص ۹۹ ج ۲)۔

(۲) اور امام طبرانی کی روایت میں ہے کث اللحیۃ: سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم گھنی داڑھی والی شخصیت تھے (جامع صغیر ص ۹۹ ج ۲)۔

(۳) اور تیسری روایت میں ہے کان کثیر شعر اللحیۃ: سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کے بال کثرت میں تھے (مشکوٰۃ شریف ص ۲۱۰ ج ۲)۔

(۴) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب آپ کو کوئی غم لاحق ہوتا تو آپ اپنی داڑھی اپنے ہاتھ سے پکڑتے اور اس میں دیکھتے تھے
(جامع صغیر ص ۱۰۰ ج ۲)

(۵) اور امام ابن ماجہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو پانی کے ساتھ اپنی داڑھی کا خلال بھی کیا کرتے تھے (جامع صغیر ص ۱۰۴ ج ۲)۔

(۶) اور انہی کی روایت میں ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو اپنے رخساروں کو قدرے ملتے پھر اپنی انگلیاں اپنی داڑھی کے نیچے سے ڈال کر خلال کرتے تھے (جامع صغیر ص ۱۰۴ ج ۲)۔

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک بڑی گھنی اور کثیر بالوں والی تھی۔ وضو کے وقت آپ اُس میں خلال کرتے تھے۔ تیل لگا کر کنگھی کیا کرتے تھے اور غم لاحق ہونے کے وقت اُسے اپنے دست مبارک سے پکڑ کر دیکھا کرتے تھے۔ ولہذا مسنون داڑھی وہی ہوگی جس میں یہ

باتیں ممکن ہوں گی۔ پر ظاہر ہے کہ خشخشی داڑھی کو پکڑ کر اُس میں دیکھنا ناممکن ہے۔ اُس میں خلال کرنا بھی ناممکن ہے اور اُس کے بال بکھرتے ہی نہیں کہ اُن میں کنگھی کی حاجت ہو۔ ولہذا خشخشی داڑھی خلافِ سنّت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قبضہ مسنون داڑھی کی حدّ ہے

جب داڑھی بڑھ جائے تو اُسے طول وعرض سے کاٹ کر قبضہ کی مقدار کرنا سنّتِ نبوی ہے۔ سنن الترمذی میں حضرت عمرو بن شعیب کی سند سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی کے طول وعرض سے کاٹ لیا کرتے تھے (مشکوٰۃ ص ۱۰۱ ج ۲)۔

اس کی شرح میں ملّا علی قاری فرماتے ہیں "امام طیبی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اُس حدیث کے منافی نہیں ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ داڑھیاں بڑھاؤ۔ کیونکہ داڑھی کا کاٹنا اُس وقت ممنوع ہے جب وہ عجمیوں کی طرز پر کاٹی جائے یا اُسے کاٹ کر کبوتر کے دم کی طرح بنایا جائے اور داڑھی بڑھانے سے مُراد داڑھی بڑی کرنا ہے۔ جیسا کہ دوسری روایت میں آیا ہے۔ اور داڑھی کے کناروں سے تھوڑے تھوڑے بال لینے میں ممنوع کاٹنا پایا نہیں جاتا اور اسی قول پر کتاب المصابیح کے دوسرے شارحین زین العرب وغیرہ ہیں۔ و قید الحدیث فی شرح الشرعة بقوله اذا زاد علیٰ قدر القبضة و جعله فی التنویر من نفس الحدیث و زاد فی الشرعة و کان یفعل ذلک فی الخمیس او الجمعة ولا یترکها مدةً طویلةً۔ اور کتاب شرح الشرعہ میں یہ قید مذکور ہے کہ قبضہ سے زائد مقدار کے بال کاٹتے تھے اور کتاب التنویر میں اس زیادتی کو نفسِ حدیث سے مانا ہے اور کتاب الشرعۃ میں یہ قید بھی مذکور ہے کہ آپ داڑھی کاٹنے کا یہ عمل جمعرات یا جمعہ کے دن کیا کرتے تھے اور اُسے لمبی مدت تک بڑھنے نہ دیتے تھے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲۹۸ ج ۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سنت نبوی کے سخت پابند تھے۔ آپ کی عادت تھی آپ حج وعمرہ کے موقع پر اپنی داڑھی کی قبضہ سے بڑھنے والی مقدار کو کاٹا کرتے تھے۔ چنانچہ

میں ہے۔ وکان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علیٰ لحیتہ فما فضل اخذہ'۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی کو پکڑتے اور قبضہ کی مقدار سے زائد بالوں کو کاٹ دیا کرتے تھے۔

ایک حدیث کی تشریح

امام طبرانی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من سعادۃ المرء خفۃ لحیتہ. مرد کی سعادت مندی سے اُس کی داڑھی کا ہلکا ہونا ہے۔ (ضعفہ' السیوطی فی الجامع الصغیر ص ۱۵۸ ج ۲) امام خفاجی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں "اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول جو مشہور ہو چکا ہے کہ مرد کی سعادت مندی سے اُس کی داڑھی کا ہلکا ہونا ہے اس قول کا بطور حدیث ثبوت موجود نہیں ہے۔ اور اگر اس کا حدیث ہونا ثابت ہو جائے تو اس سے مُراد داڑھی کا (حد شرع سے) لمبا ہونا ہے۔ (نسیم الریاض ص ۱۷۰ ج ۲)۔

اور ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ پھر یہ بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی گھنی تھی۔ اُن روایات کے منافی نہیں ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ مرد کی سعادتمندی سے اُس کی داڑھی کا ہلکا ہونا ہے جیسا کہ اس روایت کو چار ائمہ محدثین نے روایت کیا ہے کیونکہ گھنا اور ہلکا ہونا اضافی امور سے ہے۔ سو سب احوال میں پورے اعتدال کو پسند کیا جاتا ہے اور یہ بھی بعید نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی اصل پیدائش میں گھنی ہو۔ اور زیادہ لمبی چوڑی نہ ہونے کی وجہ سے ہلکی ہو" (شرح شفائے قاضی عیاض ص ۱۷۰ ج ۱) اور یہی امام مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں "اور ہمارے نزدیک داڑھی ایک قبضہ کی مقدار لمبی ہونی چاہیے اور اس سے زائد مقدار کا کاٹنا واجب ہے کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی کے طول و عرض سے لیا کرتے تھے اس حدیث کو محدث ابوعیسیٰ ترمذی نے اپنی جامع میں روایت کیا اور فرمایا مرد کی سعادتمندی سے اُس کی داڑھی کا ہلکا ہونا ہے اور ابن ملک نے کہا ہے کہ داڑھی کا برابر کرنا سنت ہے اور یہ اس طرح سے کہ ہر وہ بال جو زیادہ لمبا ہو جائے اُسے کاٹ کر دوسرے بالوں کے برابر کر دیا جائے۔ اور امام غزالی نے کتاب احیاء العلوم میں فرمایا ہے کہ بہت لمبی داڑھی میں علماء کا اختلاف ہے سو اگر کوئی شخص اپنی داڑھی مٹھی میں پکڑے اور زائد بال کاٹ دے تو اس

میں کوئی حرج نہیں ۔ یہ کام حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور تابعین کی ایک جماعت نے کیا ہے اور اس کو امام شعبی اور ابن سیرین نے اچھا قرار دیا ہے۔ لیکن حسن بصری اور قتادہ اور اُن کے پیروکاروں نے اسے ناپسند کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ عافیت اسی میں ہے کہ داڑھی کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا داڑھیاں بڑی کرو اور پہلا قول ہی ظاہر مذہب ہے کیونکہ بے پناہ لمبی داڑھی حلیہ بگاڑ دیتی ہے۔ اور غیبت کرنے والوں کی زبانیں کھول دیتی ہے۔ فلا باس للا حتراز عنه علی هذه النية۔ سواس نیت سے اس سے بچنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور امام نخعی نے فرمایا مجھے لمبی داڑھی والے عقلمند پر حیرانی ہے کہ وہ کیوں نہیں اپنی داڑھی سے کچھ بال لیتا اور اُسے دو داڑھیوں کے درمیان کر دیتا۔ یعنی لمبی داڑھی اور چھوٹی داڑھی کے درمیان۔ کیونکہ ہر شئے میں میانہ روی اچھی ہوتی ہے۔ و من ثم قيل كلما طالت اللحية نقص العقل۔ اور اسی جگہ کہا گیا ہے کہ جب داڑھی بے حد لمبی ہو جاتی ہے تو عقل گھٹ جاتی ہے۔ (مرقاۃ ص ۲۹۷ ج ۸)۔

مقدارِ لحیہ میں ابوالاعلیٰ مودودی کا موقف اور اس کی تردید

مودودی فرقہ کے پیشوا اور جماعتِ اسلامی کے بانی مبانی ابوالاعلیٰ مودودی نے روایت من سعادة المرء خفة لحيته کو تو دیکھا مگر حدیث واعفوا اللحی کو پسِ پشت ڈال دیا۔ اس وجہ سے وہ خشخشی داڑھی کو مسنون داڑھی کا درجہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔" داڑھی کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی حد مقرر نہیں کی ہے صرف یہ ہدایت فرمائی ہے کہ رکھی جائے۔ آپ اگر داڑھی رکھنے میں فاسقوں کی وضعوں سے پرہیز کریں اور اتنی داڑھی رکھ لیں جس پر عرفِ عام میں داڑھی رکھنے کا اطلاق ہوتا ہے (جسے دیکھ کر کوئی شخص اس شبہ میں مبتلاء نہ ہو کہ شاید چند روز سے آپ نے داڑھی نہیں مونڈی ہے) تو شارع کا منشاء پورا ہو جاتا ہے۔ خواہ اہلِ فقہ کی استنباطی شرائط پر پوری اُترے یا نہ اُترے "اھ بلفظه

(رسائل و مسائل جلد اوّل ص ۱۴۷)۔

مودودی صاحب نے اس عبارت میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (داڑھی کی) کوئی حد مقرر نہیں کی ہے۔ صرف یہ ہدایت فرمائی ہے کہ رکھی جائے۔ "ان کا یہ دعویٰ اُن کی اپنی مندرجہ ذیل عبارت سے باطل ثابت ہوتا ہے۔

"اس معاملہ میں جس روحِ اخلاق وفطرت کو اللہ تعالیٰ ہماری عملی زندگی میں نمایاں دیکھنا چاہتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ مونچھیں کم کی جائیں اور داڑھی بڑھائی جائے۔ اسی کی ہدایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دی ہے اور یہی سنت ہے (رسائل و مسائل ص ۲۵۲ ج اوّل) یعنی اس عبارت میں مودودی صاحب نے خود اعتراف کیا ہے کہ سنت داڑھی رکھنا نہیں بلکہ داڑھی بڑھانا ہے اور اسی کی ہدایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دی ہے۔ لہٰذا اُن کا یہ دعویٰ کہ داڑھی رکھ لینے سے شارع کا منشا پورا ہو جاتا ہے ان کا غلط دعویٰ ہے۔
اور مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ "آپ داڑھی رکھنے میں فاسقوں کی وضعوں سے پرہیز کریں اور اتنی داڑھی رکھ لیں جس پر عرف عام میں داڑھی رکھنے کا اطلاق ہوتا ہے تو شارع کا منشاء پورا ہو جاتا ہے اُن کی نری ضلالت ہے کیونکہ آدمی جب تک قبضہ کی مقدار داڑھی بڑھا نہ لے گا وہ فاسقوں کی وضع سے پرہیز کرنے والا قرار نہیں دیا جائے گا۔ ولہذا خشخشی داڑھی سے شارع کے منشاء کے پُورا ہونے کا دعویٰ سراسر باطل ہے۔
واللہ لا یھدی القوم الفاسقین مقام غور ہے کہ اگر خشخشی داڑھی مسنون داڑھی ہوتی اور اس سے شارع کا منشاء پورا ہو جانا ممکن ہوتا تو خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام حد شرع سے کم داڑھی رکھنے کو ہلاکت خیز باتوں میں شمار نہ فرماتے حالانکہ آپ نے داڑھی کترانے کو ان میں شمار فرمایا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ **عشر خصال عملها قوم لوط بها اهلكوا و تزيدها امّتي بخلّةٍ اتيان النّسآء بعضهم بعضاً الیٰ ان قال و شرب الخمور و قصّ اللحية و طول الشارب.** یعنی دس باتیں ہیں جن کی وجہ سے لوط علیہ السلام کی قوم ہلاک کی گئی۔ اور میری اُمت اُن باتوں پر ایک اور بات کا اضافہ کرے گی اور وہ عورتوں کا ایک دوسرے سے شہوت رانی کرنا ہے۔ پھر یہاں تک فرمایا اور شرابوں کا پینا اور داڑھی کا کاٹنا اور مونچھیں بڑھانا۔ رواہ ابن عساکر عن الحسن مرسلاً (جامع صغیر ص ۶۰ ج ۱)۔
ملا علی قاری قص اللحیۃ کی شرح میں لکھتے ہیں۔ **و قص اللحية من صنع الاعاجم و هو اليوم شعار كثير من المشركين كالا فرنج والهنوذ و من لا خلاق له في الدين من الطائفة القلندرية** ۔ یعنی داڑھی کاٹنا عجمیوں کے طریقہ سے ہے اور آج کل یہ مشرکین کا شعار ہے مثلاً انگریز، ہندو اور وہ قلندری ٹولہ جس کا دین میں کوئی حصہ نہیں (مرقاۃ ص ۴ ج ۲)۔ اور امام نووی اس کے ماتحت لکھتے ہیں۔ وکان من عادۃ الفرس قص اللحیۃ فنھی الشرع عن ذلک۔ یعنی داڑھی کاٹنا پارسی لوگوں کا طریقہ تھا اس وجہ سے شرع نے اس سے منع کیا اور یہی امام دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔ **وقد ذكر العلماء في**

اللحیۃ اثنی عشرۃ خصلۃ مکروھۃ بعضھا اشدّ قبحاً من بعض ۔اور علمائے امت نے داڑھی میں بارہ مکروہ باتیں ذکر کی ہیں اُن میں سے بعض بعض کی نسبت سے زیادہ بری ہیں۔ پھر یہاں تک لکھا کہ السابعۃ الزیادۃ فیھا و النقص منھا اور ساتویں بُری بات داڑھی کا بہت زیادہ لمبا کرنا اور اُسے حد شرع سے کم کرنا ہے۔(شرح مسلم شریف)۔

الحمدللہ علماء کرام کی ان عبارات سے روزِ روشن کی طرح روشن ہوگیا کہ قبضہ کی مقدار سے داڑھی کم کرنا شرعاً ناجائز اور طریقہ مشرکین ہے ولہٰذا خشخشی داڑھی سے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منشاء ہرگز پورا نہیں ہوتا۔ مودودی صاحب نے دائیں بائیں دیکھے بغیر جو کچھ ذہن میں آیا لکھ دیا۔ اس لیے ان کے لکھے پر سُنّی مسلمان ہرگز ہرگز کان نہ رکھیں ورنہ گمراہی میں مبتلاء ہوں گے۔ وکارِ ما نصیحت بُود کردیم۔ واللہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم۔

اور مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ "خواہ اہل فقہ کی استنباطی شرائط پر پُوری اُترے یا نہ اُترے" بھی سراسر گمراہی ہے۔ کیونکہ قبضہ بھر داڑھی کا ثبوت قرآن وسنت اور اجماع کرام کے اجماع سے ہے نہ کہ فقہا کرام کے استنباط واستدلال سے اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

مودودی صاحب کی ایک اور عبارت

مودودی صاحب دوسرے مقام پر داڑھی کی مقدار کے بارہ میں لکھتے ہیں "پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارہ میں کوئی حد مقرر نہیں کی اور صرف عام ہدایات دے کر ہم کو چھوڑ دیا تو اس سے یہ بات خود بخود ظاہر ہوتی ہے کہ جو روحِ اخلاق وفطرت اس معاملہ میں مطلوب ہے اس کا منشاء پُورا کرنے کے لیے صرف اتنی بات کافی اور ضروری ہے کہ آدمی داڑھی رکھے اور مونچھ کم کرے۔ اگر کوئی مقدار بھی اس کے ساتھ ضروری ہوتی اور اُس مقدار کا قائم کرنا بھی حضور کے مشن کا کوئی جزو ہوتا تو آپ ہرگز اُس کے تعین میں کوئی کوتاہی نہ کرتے۔ مجمل حکم دینے پر اکتفاء کرنا اور تعین سے اجتناب کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ شریعت اس معاملہ میں لوگوں کو آزادی دینا چاہتی ہے کہ وہ اعفاء لحیہ (داڑھی بڑھانے) اور قص شارب (مونچھیں کاٹنے) کی جو صورت اپنے مذاق اور صورتوں کے تناسب کے لحاظ سے مناسب سمجھیں اختیار کریں" (رسائل ومسائل ص۲۵۲ جلد اوّل)

مودودی صاحب کی اس عبارت کا سیدھا سادہ جواب یہی ہے کہ بالفرض اگر اعفاء لحیۃ کا حکم مجمل مانا جائے تو اس مجمل حکم کی تفصیل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل شریف سے فرما دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبضہ کی مقدار سے داڑھی کو کبھی بھی کم نہ کرنا ثابت کرتا ہے کہ قبضہ بھر داڑھی سنت مؤکدہ ہے کہ اس کا تارک فاسقِ معلن اور سخت گناہگار ہے اللہ تعالیٰ حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باقی رہا مودودی صاحب کا یہ لکھنا کہ "رہا یہ استدلال کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی رکھنے کا حکم دیا اور اُس حکم پر خود ایک خاص طرز کی داڑھی رکھ کر اس کی عملی صورت بتا دی۔ لہٰذا احادیث میں حضور کی جتنی داڑھی مذکور ہے اتنی ہی اور ویسی ہی داڑھی رکھنا سنت ہے تو یہ ویسا ہی استدلال ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ حضور نے ستر عورت کا حکم دیا اور ستر چھپانے کے لیے ایک خاص طرز کا لباس استعمال کر کے بتا دیا۔ لہٰذا اسی طرز کے لباس سے ستر پوشی کرنا سنت ہے۔ اگر یہ استدلال درست ہے تو میرے نزدیک آج تبعین سنت سے کوئی شخص بھی اس سنت کا اتباع نہیں کر رہا ہے" (رسائل و مسائل جلد اوّل ص ۲۵۴)۔

یہ بھی مودودی صاحب کی غلط فہمی کی بناء پر ہے کیونکہ اولاً شارع علیہ السلام نے ستر چھپانے کے لیے کسی ایک ہی وضع قطع کو جملہ مسلمانوں پر لازم نہیں فرمایا اور نہ ہی اپنی خاص وضع قطع کے لباس کے تارک کو کوئی وعید سُنائی بخلاف داڑھی کے کہ آپ نے داڑھی کاٹنے کو دس ہلاکت خیز باتوں میں شمار فرمایا ولہٰذا مودودی صاحب کا یہ قیاس کرنا قیاس مع الفارق کی قسم سے ہے اور قیاس مع الفارق باطل ہوتا ہے۔ ثانیاً مودودی صاحب کا یہ قیاس کرنا اُس وقت درست مانا جاتا جبکہ شارع علیہ السلام نے خود ہمیشہ ایک طرز کا لباس پہنا ہوتا حالانکہ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں مختلف اوضاع کے لباس پہنے ہیں بخلاف داڑھی کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبضہ کی مقدار سے کم داڑھی زندگی میں کبھی نہیں رکھی۔ بلکہ آپ ہمیشہ اُسی مقدار کو کاٹتے تھے جو قبضہ سے زائد ہوتی تھی۔ جیسا کہ علمائے شارحین حدیث کی عبارات ابھی گزری ہیں۔ ثالثاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ سعید میں اُن کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مختلف اوضاع کے لباس پہنتے تھے مگر سرکار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اس سے منع نہ فرماتے تھے۔ اس سے ثابت ہُوا کہ لباس میں کوئی ایک طرز شرعاً مطلوب نہیں تھی کہ اُس پر سارے مسلمانوں کو پابند بنا دیا جاتا بخلاف داڑھی کے کہ جملہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کم از کم قبضہ کی مقدار داڑھیاں رکھی ہیں۔ مودودی صاحب یہ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے کہ صحابہ کرام میں سے کسی ایک فرد نے بھی اپنی داڑھی کٹا کر قبضہ کی مقدار سے کم

کرائی تھی۔اور سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی چھوٹی داڑھی دیکھ کر انکار نہ فرمایا تھا۔ حاتـــــوا برھانکم ان کنتم صادقین فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی و قودھا الناس و الحجارة اعاذنا اللہ تعالیٰ منھا بفضلہٖ ومنّہ و کرمہٖ۔آمین۔

آخری گزارش

سنی حنفی بھائیوں سے آخر میں ہم یہ گزارش کرتے ہیں کہ مودودی صاحب کی مندرجہ بالا قسم کی عبارتیں نری ضلالت و جہالت ہیں۔ مسلمان ان کا اعتبار نہ کریں۔ ایک قبضہ کی مقدار داڑھی رکھ کر سنتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کریں اور ثواب عظیم حاصل کریں۔ خشخشی داڑھی یا فیشنی داڑھی سے ہرگز شرع شریف کا منشاء پورا نہیں ہوتا۔ خدائے کریم جلّ شانہٗ ہر مسلمان کو مسنون داڑھی کی سعادتِ عظمٰی سے سرفراز فرمائے۔آمین۔

(۱۵رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پانچواں مقالہ

مسئلہ بالوں کو مہندی لگانے کا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ داڑھی اور سر کے بالوں کو مہندی سے رنگنا شرعاً کیسا ہے؟ بعض لوگ ہاتھ پاؤں کو مہندی لگانے پر قیاس کر کے اسے ممنوع جانتے ہیں؟ بیّنوا توجروا۔

(حاجی محمد یوسف دکاندار بازار سہنسہ آزاد کشمیر)

الجواب بتوفیق الملک الوھاب عزّوجل۔ اس مسئلہ کے بارہ میں پہلے چند احادیث مُبارکہ لکھی جاتی ہیں، پھر عباراتِ فقہاءِ کرام نقل کی جائیں گی۔ وباللہ التوفیق۔

پہلی حدیث

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علیکم بالحناء فانّہ ینوّر رؤوسکم و یطھّر قلوبکم و یزید فی الجماع و ھو شاھد فی القبر۔ تُم پر (بالوں کو) مہندی لگانا لازم ہے۔ کیونکہ وہ تمہارے سروں میں روشنی، تمہارے دلوں میں صفائی اور قوتِ جماع میں زیادتی پیدا کرتی ہے۔ اور وہ قبر میں گواہ ہے۔ رواہ ابن عساکر وضعّفہٗ جلال الدین السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۶۳ ج ۲

دوسری حدیث

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اختضبوا بالحناء فانّہ طیّب الریح و یسکن الروع۔ مہندی سے بال رنگو کیونکہ وہ عمدہ خوشبو والی ہے اور ڈر کو سکون دینے والی ہے۔ رواہ الاربعۃ والحاکم فی الکنٰی وسکت عنہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۳ ج ۱

تیسری حدیث

انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اختضبوا بالحناء فانّہ یزید فی شبابکم و جمالکم و نکاحکم۔ مہندی سے بال رنگو کیونکہ وہ تمہارے لیے جوانی ہے اور

تمہاری خوبصورتی ہے اورتمہاری قوتِ جماع کو قائم رکھنے والی ہے رواہ البزار وابونعیم فی الطب والسیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۳ ج ۱۔

چوتھی حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کانّی انظر الیٰ لحیۃ ابی قحافۃ کانّہا ضرام عرفج یعنی من شدّۃ الحمرۃ گویا میں ابوقحافہ کی داڑھی کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ سُرخی کی شدت کی وجہ سے سُرخ بھٹی ہے۔ (کتاب الآثار ص ۳۱۸)

پانچویں حدیث

انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اوّل من اختضب بالحناء ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ سب سے پہلے جس نے بالوں کو مہندی سے رنگا وہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ (نزہتہ المجالس جلد دوم ص ۴۷)

چھٹی حدیث

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا مومن جب اپنی قبر میں اس حال میں داخل ہوتا ہے کہ اُس کے بال مہندی سے رنگے ہُوں تو اُس کے پاس منکر ونکیر آتے ہیں اور اُس سے کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کون ہے؟ تیرے نبی کون ہیں؟ پھر منکر فرشتہ نکیر فرشتہ سے کہتا ہے مومن پر نرمی کر۔ کیا تُو ایمان کا نُور (بالوں کی سُرخی) نہیں دیکھتا؟ (الحاوی للفتاویٰ ص ۳۸)۔ (نزہتہ المجالس جلد دوم ص ۴۷)۔

ساتویں حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اُس کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے۔ فرمایا کیا تو مُسلمان نہیں؟ اُس نے کہا۔ ہاں۔ فرمایا بالوں کو (مہندی سے) رنگو۔

(نزہتہ المجالس جلد ۲ ص ۷۵) (الحاویٔ للفتاویٰ ص ۳۸ ج ۲)

آٹھویں حدیث

روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اختضبوا فانّ الملائکة یستبشرون بخضاب المؤمن ۔ بالوں کو (مہندی سے) رنگو کیونکہ فرشتے مومن کے خضاب (مہندی کے رنگ) کی وجہ سے خوشخبری سناتے ہیں۔ (نزہتہ المجالس جلد دوم ص ۷۵) (الحاوی للفتاویٰ ص ۳۸ ج ۲)۔

نویں حدیث

کتاب ربیع الابرار میں نبی علیہ السلام سے مروی ہے۔ علیکم بالحناء فانّه خضاب الاسلام یصفی البصر و یذھب الصداع و یسکن الدوخة ۔ تم پر مہندی لازم ہے کیونکہ وہ اسلام کا خضاب ہے۔ نظر کو صاف کرتی، سر کے درد کو دور کرتی اور خوف کو سکون میں بدلتی ہے۔ (نزہتہ المجالس جلد دوم ص ۷۵)۔

دسویں حدیث

لقطۃ المنافع میں حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا اللہ کی راہ میں ایک درہم خرچ کرنے کا بدلہ سات سو درہم ہیں اور داڑھی کے خضاب (مہندی) میں ایک درہم خرچ کرنا سات لاکھ درہم کے برابر ہے۔ (نزہتہ المجالس جلد دوم ص ۷۵) (الحاوی للفتاویٰ ص ۳۸ ج ۲)

گیارھویں حدیث

امام صفوری لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کو کہا گیا۔ کاش آپ بالوں کی سفیدی کو بدل دیتے تو فرمایا خضاب زینت ہے اور نبی علیہ السلام سے مروی ہے کہ تم پر خضاب لازم ہے کیونکہ وہ تمہارے دشمن کو زیادہ ڈرانے والا اور تمہاری عورتوں کو زیادہ رغبت دلانے والا ہے اور آپ نے فرمایا علیکم بالحناء فانّه خضاب الاسلام و یصفی البصر و یذھب الصداع و ایاکم والسواد ۔ تم پر مہندی سے بال رنگنا لازم ہے۔ کیونکہ وہ اسلام کا خضاب ہے اور نظر کو صاف کرتا ہے اور دردِ سر کو دور کرتا ہے اور سیاہی سے بال رنگنے سے بچو۔

(نزہتہ المجالس جلد دوم ص ۷۵)

بارھویں حدیث

امام محمد بن حسن حضرت عثمان بن عبداللہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کا جوڑا لے آئیں حالانکہ وہ مہندی سے رنگا ہوا تھا۔ (کتاب الآثار ص ۲۱۷)۔

تیرھویں حدیث

امام محمد بن حسن حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث ہمارا ہم نشین تھا اور اُس کی داڑھی اور سر سفید تھے۔ ایک دن وہ اس حال میں آیا کہ اُس کے بال سُرخ تھے۔ لوگوں نے کہا یہ بات زیادہ اچھی ہے اُس نے کہا بلاشبہ میری (روحانی) ماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گذشتہ رات اپنی ایک لونڈی نخیلہ کو میرے پاس بھیج کر مجھ کو یہ پختہ حکم دیا کہ میں بال رنگوں پھر اُس نے مجھے خبر دی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رنگا کرتے تھے۔ (مؤطا امام محمد ص ۳۹۲)

چودھویں حدیث

ابورمثہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حال میں آیا کہ آپ پر دو سبز چادریں تھیں اور اُن کے بالوں پر سفیدی غالب تھی اور وہ مہندی سے رنگے ہُوئے تھے۔ رواہ الحاکم و اصحاب السنن (التعلیق المجد علیٰ مؤطا امام محمد ص ۳۹۲)

پندرھویں حدیث

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بال (مہندی سے) رنگے ہیں تو فرمایا۔ ہاں (التعلیق المجد ص ۳۹۲)

سولھویں حدیث

حضرت عثمان بن عبداللہ بن موھب سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہُوا تو انہوں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند بال نکالے اس حال

میں کہ وہ مہندی اور کتم سے رنگے ہُوئے تھے۔ رواہ احمد وابن ماجۃ (حک العیب ص ۱۱)۔

سترھویں حدیث

انہی عثمان بن عبداللہ سے انہی مُوئے مبارک کی نسبت صحیح بخاری شریف میں مروی ہے۔ انّ امّ سلمۃ ارتہ شعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم احمر۔ بلاشبہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اُنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مُوئے مبارک سُرخ رنگ والے دکھائے (حک العیب ص ۱۱)۔

اٹھارھویں حدیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ پیلا رنگ مومن کا خضاب ہے سُرخ رنگ مسلمانوں کا خضاب اور سیاہ رنگ کافر کا خضاب ہے۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر و الحاکم فی صحیحہ و صححہ' السیوطی فی جامع الصغیر ص ۵۰ ج ۲ (بہار شریعت ص ۲۰۶ ج ۱۶)

انیسویں حدیث

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک آدمی گزرا جس نے بالوں کو مہندی سے رنگا تھا۔ فرمایا یہ کتنا اچھا ہے؟ پھر دوسرا آدمی گزرا جس نے مہندی اور کتم سے بالوں کو رنگا تھا۔ فرمایا یہ اُس سے زیادہ اچھا ہے۔ پھر تیسرا آدمی گزرا جس نے زردی سے بالوں کو رنگا تھا۔ فرمایا یہ ان سب سے زیادہ اچھا ہے۔

رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ ص ۱۰۱ ج ۲) (بہار شریعت ص ۲۰۵ ج ۱۶)۔

بیسویں حدیث

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ' سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا احسن ما غیر تم بہ الشعر الحناء و الکتم۔ بہترین چیز جس سے تم اپنے بالوں کا سفید رنگ بدلو مہندی یا کتم ہے۔ یعنی مہندی لگائی جائے یا کتم رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی (بہار شریعت ص ۲۰۵ حصہ شانزدہم)

اکیسویں حدیث

امام سیوطی روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے پہلے جس نے مہندی اور کتم سے بالوں کو رنگا ابراہیم ہیں اور سب سے پہلے جس نے بالوں کو سیاہ کیا فرعون ہے۔

رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس و ابن نجار و ضعفہ السیوطی

(جامع صغیر ص ۱۱۳ ج ۱) (بہار شریعت ص ۲۰۶ ج ۱۶)

نوٹ: پانچویں حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے مہندی سے ابراہیم علیہ السلام نے بالوں کو رنگا اور اس حدیث میں ہے سب سے پہلے مہندی اور کتم سے ابراہیم علیہ السلام نے بالوں کو رنگا۔ مگر ان دونوں حدیثوں میں تضاد نہیں کیونکہ خالص مہندی خالص سُرخ رنگ دیتی ہے اور مہندی اور کتم۔ سُرخ مائل بسیاہی رنگ دیتے ہیں۔ بس دونوں حدیثوں کا منشاء ایک ہی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے بالوں کو سُرخ کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بائیسویں حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے سفید بال گننا چاہتا تو گن لیتا اور آپ نے بالوں کی سفیدی کو بدلا نہیں ہے ہاں حضرت ابوبکر نے مہندی اور کتم سے اور حضرت عمر نے صرف مہندی سے بالوں کو رنگا ہے **رواہ الشیخان فی صحیحہما** (مشکوٰۃ ص ۱۰۳ ج ۲)

تئیسویں حدیث

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **یٰـا معشـر الانصار احمروا او اصفروا و خالفوا اھل الکتاب** ۔ اے انصار کی جماعت۔ بالوں کو سُرخ کردو یا زرد کرو اور اہلِ کتاب کی مخالفت کرو۔

رواہ احمد فی مسندہ (التعلیق المجد ص ۳۹۲)

چوبیسویں حدیث

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے کہ رُسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انّ احسن ما غیرتم به هذا الشیب الحناء و الکتم۔ بلاشبہ بہترین چیز جس سے تم اپنے بالوں کی اس سفیدی کو بدلو مہندی اور کتم ہے رواہ احمد والاربعۃ وابن حبان وصححہٗ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۸۷ ج ا۔ مشکوٰۃ ص ۱۰۱ ج ۲)

پچیسویں حدیث

حضرت کریمہ بنت ھمام سے مروی ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مہندی کے خضاب کے بارہ میں مسئلہ دریافت کیا تو فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن میں اسے پسند نہیں کرتی کیونکہ میرے حبیب اس کی بُو کو پسند نہیں فرماتے تھے (مشکوٰۃ ص ۱۰۲ ج ۲)۔

ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں اور ظاہر یہی ہے کہ اس سے مراد سر کو مہندی لگانا ہے ورنہ امہات المومنین اپنے ہاتھوں میں مہندی لگاتی تھیں تو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ناپسند نہیں فرماتے تھے۔ آنے والی حدیث میں جو وجہ بیان ہُوئی ہے اُس کی وجہ سے (حاشیہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۲ ج ۲)۔

الحمدللہ ان پچیس احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بالوں کی سفیدی بدلنا پسند ہے اور اُسے اس سفیدی کو سیاہی سے بدلنا ناپسند اور سُرخی یا زردی سے بدلنا پسند ہے۔ اب اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لیے ہم فقہائے امت کے اقوال بھی پیش کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

امام نووی کا ارشاد

شیخ محی الدین نووی شافعی کتاب روضۃ الاحباب میں فرماتے ہیں خضاب الشعر الشائب بحمرة او صفرة سنة و بالسواد حرام و قيل مكروه و اما خضاب اليدين و الرجلين فمستحب في حق النساء حرام في حق الرجال الالعذر سفید بالوں کو سرخ یا زرد رنگ سے رنگنا سنت ہے اور انہیں سیاہ رنگ سے رنگنا حرام ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور ہاتھوں اور پاؤں کو رنگنا عورتوں کے حق میں مستحب اور مردوں کے حق میں حرام ہے جبکہ بے عذر کے بغیر ہو۔

(نزھۃ الناظرین ص ۴۵)

امام محمد بن حسن کا ارشاد

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مشہور شاگرد امام محمد بن حسن فرماتے ہیں۔ لا نری بالخضاب بالوسمة والحناء و الصفرة باساً و ان ترکه ابیض فلا باس بذلک کل ذلک حسن۔ سفید بالوں کو وسمہ یا مہندی یا زردی سے رنگنے میں کوئی حرج نہیں اور بالوں کے سفید رہنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ یہ دونوں صورتیں اچھی ہیں۔ (مؤطا امام محمد ص ۳۹۲)

(تنبیہ) وسمہ نیل کے پتوں کا نام ہے اس کے تنہا خضاب سے سیاہ رنگ پیدا نہیں ہوتا بلکہ سیاہی مائل سبز رنگ پیدا ہوتا ہے ہاں اگر پہلے بالوں کو مہندی سے رنگیں پھر وسمہ سے رنگیں تو اس صورت میں یہ خالص سیاہ رنگ دیتا ہے۔ یہ دوسری صورت ممنوع ہے۔ (التعلیق الممجد ص ۳۹۲)

اعلیٰ حضرت کا ایک فتویٰ

مسئلہ: داڑھی کو وسمہ یا مہندی لگانا چاہیے یا نہیں؟

جواب: وسمہ لگانا حرام ہے۔ مہندی جائز بلکہ سنت ہے۔ (عرفان شریعت ص ۹)

(تنبیہ) یہاں وسمہ سے مراد وہ وسمہ ہے جو خالص سیاہ رنگ پیدا کرے اور اگر وہ سیاہی مائل سبز رنگ پیدا کرے تو اس کے جواز میں شک نہیں خود اعلیٰ حضرت حک العیب میں فرماتے ہیں "الحاصل مدار کار رنگ پر ہے۔ اگر بالفرض خالص مہندی سیاہ رنگ لاتی وہ بھی حرام ہوتی اور خالص نیل زرد یا سُرخ رنگ دیتا وہ بھی جائز ہوتا۔ یونہی مہندی اور نیل کا میل یا کوئی اور بلا ہو جو کچھ سیاہ رنگ لائیں سب حرام ہیں" واللہ تعالیٰ اعلم۔ (حک العیب ص ۱۴)۔

مہندی اور کتم کے خضاب کے رنگ کے بارہ میں اعلیٰ حضرت کی تحقیق

مہندی اور کتم بالوں کو لگائے جائیں تو جو رنگ دیتے ہیں اس کے بارہ میں اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں" بلکہ وہ جو صحیح حدیث میں وارد کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حناء و کتم سے خضاب فرماتے ہیں ہرگز مفید نہیں کہ بتصریح علماء وہ خضاب سیاہ رنگ نہ دیتا تھا بلکہ سرخی لاتا جس میں سیاہی کی جھلک ہوتی۔ سُرخ رنگ کا قاعدہ ہے کہ جب نہایت قوت کو پہنچتا ہے تو ایک شان سیاہی کی دیتا ہے۔ ایسا خضاب بلاشبہ

جائز بلکہ محمود جس کی تعریف خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول رواہ احمد والا ربعۃ وابن حبان عن ابی ذر رضی اللہ عنہ۔ شیخ محقق نور اللہ مرقدہ شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں بصحت رسیدہ است کہ امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خضاب میں کردبحناء وکتم کہ نام گیاہ است لیکن رنگ آن سیاہ نیست بلکہ سُرخ مائل بسیاہی است۔ اس کے قریب فاسی نے جمع الوسائل شرح شمائل شریف ترمذی اور امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری شریف میں تصریح فرمائی اور قول راجح وتفسیر جمہور کہ کتم نیل کا نام ہی نہیں بلکہ وہ ایک اور پتی ہے کہ رنگ میں سُرخی رکھتی ہے اور شکل میں برگ زیتون کے مشابہ جسے لوگ حناء یا نیل سے ملا کر خضاب بناتے ہیں۔ علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں۔ **الکتم بفتح الکاف و المثنات الفوقیۃ نبت یشبہ الزیتون یخلط بالوسمۃ و یختضب بہ** ۔ اور اسی میں ہے۔ **الکتم بفتحتین نبت فیہ حمرۃ یخلط بالحناء و الوسمۃ فیختضب بہ**۔ اور ابھی شرح مشکوٰۃ سے گذرا کہ رنگ آں سیاہ نیست۔

اقول بلکہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ خود حدیثوں سے ثابت کرسکتا ہے کہ حنا وکتم کے خضاب کا رنگ سُرخ ہوتا ہے۔ صحیح بخاری و مسند احمد و سنن ابن ماجہ میں عثمان بن عبد اللہ بن وہب سے مروی کہ میں حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مُوئے مبارک (جو اُن کے پاس تبرکات شریفہ میں رکھے تھے۔ جس بیمار کو اُس کا پانی دھو کر پلاتیں فوراً شفا پاتا تھا) نکالے مہندی اور کتم سے رنگے ہُوئے تھے انہی عثمان بن عبد اللہ بن وہب سے انہی مُوئے مُبارک کی نسبت صحیح بخاری شریف میں مروی کہ اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اُنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مُوئے مُبارک سُرخ رنگ کے دکھائے۔ ثابت ہوا کہ حنا وکتم نے سُرخ رنگ دیا بلکہ اسی حدیث میں امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دوسری روایت یُوں ہے شعراً مخضوبا بالحناء والکتم یعنی ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے مُوئے مبارک سُرخ رنگ کے دکھائے جن پر حناء وکتم کا خضاب تھا تو واضح ہُوا کہ کتم اگرچہ کسی چیز کا نام ہو مگر روایات مذکورہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی نسبت سیاہ خضاب کا گمان کرنا یا اس سے نیل اور حنا ملے ہُوئے کو مطلقاً جائز سمجھ لینا محض غلط ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعض صاحبوں نے خضاب وسمہ وحنا کی روایات تو دیکھیں اور اُن کا مطلب اصلاً نہ سمجھا۔

(حک العیب فی حرمۃ تسوید الشیب ص ۱۰)

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ مبارکہ میں مہندی لگانے کے بارہ میں ایک فتویٰ موجود ہے۔

ہم اسے افادۂ عامۃ المسلمین کے لیے یہاں نقل کرتے ہیں وباللہ التوفیق۔

سوال:۔ایک شخص نے اپنی داڑھی اور اپنے ہاتھ پاؤں کو مہندی سے رنگا۔ کیا اُس کے لیے یہ بلاضرورت جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا مرد اور عورت اس میں برابر ہیں یا نہیں؟ اور کیا اس بارہ میں کوئی سنّت شریفہ وارد ہوئی ہے؟

الجواب: **خضاب الشعر من الراس و اللحیة بالحناء جائز للرجل بل سنّة صرّح به النووی فی شرح المھذّب نقلاً عن اتفاق اصحابنا لما ورد فیه من الا حادیث الصحیحة** ۔سر اور داڑھی کے بال مہندی سے رنگنا مرد کے لیے جائز بلکہ سنّت ہے۔اس کے سنّت ہونے کی تصریح امام نووی نے شرح المہذب میں کی ہے۔اس حال میں کہ اُنہوں نے اس پر اپنے اصحابِ شافعیہ کا اتفاق نقل فرمایا ہے کیونکہ اس بارہ میں صحیح حدیثیں وارد ہُوئی ہیں۔

اُن صحیح حدیثوں میں سے ایک وہ حدیث ہے جسے امام بخاری و امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **ان الیھود و النصاریٰ لا یصبغون فخالفوھم** ۔یہود و نصاریٰ بال رنگتے نہیں تو تم اُن کی مخالفت کرو۔اور امام مسلم نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو بارگاہِ نبوت میں لایا گیا حالانکہ اُن کے سر اور داڑھی کے بال کاہی کی طرح سفید تھے سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **غیّروا ھذا و اجتنبوا السواد** اس کو تبدیل کرو اور سیاہی سے بچو۔

رہا ہاتھوں پاؤں کو مہندی سے رنگنا تو یہ شادی شدہ عورت کے لیے مستحب ہے اور مردوں پر حرام ہے مگر ضرورت کے وقت ایسے ہی شرح المہذب میں فرمایا اور فرمایا مردوں کے لیے اس کے حرام ہونے کی دلیل وہ حدیث ہے جسے ابوداؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مُخنّث آیا جس نے مہندی سے اپنے ہاتھ پاؤں رنگے ہُوئے تھے۔فرمایا اس کا کیا ماجرا ہے؟ عرض کیا گیا یا رسول اللہ یہ عورتوں سے مشابہت کرتا ہے۔اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو اُسے نقیع کی طرف نکال دیا گیا۔

اور اس پر دلیل وہ حدیث بھی ہے جسے صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا گیا ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو زعفران لگانے سے منع فرمایا۔امام نووی نے فرمایا اس ممانعت کی علّت رنگ ہے خوشبو نہیں۔کیونکہ مردوں کا خوشبو لگانا شرعاً پسندیدہ امر ہے اور مہندی اس علّتِ ممانعت میں زعفران کی طرح ہے اور وہ حدیثیں جن سے شادی شدہ عورتوں کے مہندی لگانے کا استحباب ثابت ہوتا ہے بہت ہی مشہورہ معروفہ ہیں" (الحاوی للفتاوی ص ۴۷ ج ۱)

سُرخ مسنون داڑھی میں دو سو شہیدوں کا ثواب

الحمد للہ یہاں تک جو کچھ ہم نے لکھا ہے اس سے داڑھی اور سر کے بالوں میں مہندی لگانے کا صرف جواز ہی ثابت نہیں ہُوا بلکہ اس کا سنت ہونا ثابت ہُوا ہے ثم الحمد للہ علیٰ ذلک۔ یہ صرف صحابہ اور بزرگانِ دین ہی کی سنت نہیں بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی سنت ہے لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس منافع بخش سنت پر عمل کریں۔ آج کل کے دَور میں جس طرح مسنون داڑھی مُردہ سنت ہے اسی طرح بالوں کو مہندی لگانے کی سنت بھی مُردہ ہو چکی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک سنت زندہ کرنے والے کو ایک سو شہید کا ثواب ملتا ہے تو مسنون داڑھی رکھ کر اُسے مہندی لگانے والے مُسلمان کو دو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ امام بیہقی نے کتاب الزھد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **من تمسک بسنّتی عند فساد اُمتی فله اجر مائة شهید** ۔ جو شخص میری اُمت کے فساد کے وقت میری سنت کو پکڑے اُس کے لیے ایک سو شہید کا ثواب ہے۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان باب الاعتصام بالسنۃ فصل ثانی)

شیخ محقق اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ کسیکہ چنگ زند و عمل کند بسنتِ من نزد فسادِ اُمتِ من و بیروں آمدن ایشاں از سنت و تقصیر کردن در آن پس مر اُو را است مزد و ثواب صد شہیداں کنایت ست از یافتن غایت جهد و مشقت در آن و وصول کمال فضیلت و ثواب بر آن۔ یعنی یہ حدیث اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ فسادِ امت کے وقت سنت پر عمل کرنے والے کو بہت سخت مشقت اٹھانی پڑے گی اس لیے اُسے اس پر کمال درجہ کا ثواب ملے گا۔ (اشعۃ اللمعات ص ۱۴۴ ج ۱)۔

ہاتھ پاؤں کی مہندی پر بالوں کی مہندی کو قیاس کرنا درست نہیں

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذکورہ بالا فتویٰ مُبارکہ سے معلوم ہُوا کہ شرع شریف میں مردوں کے لیے مہندی سے ہاتھ پاؤں رنگنے ناجائز ہیں لیکن اس سے سر اور داڑھی کے بال رنگنا جائز بلکہ سنت ہے اس لیے ہمارے علاقہ کے لوگوں کا داڑھی کی مہندی کو ہاتھ پاؤں کی مہندی پر قیاس کرنا غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ دین حق کے احکام سمجھنے اور اُن پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے آمین۔

(۱۵ رجب ۱۴۱۳ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چھٹا مقالہ

سفید عمامہ کی فضیلت

(دلائل کی روشنی میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ رسولہٖ محمدٍ و الہ وصحبہ و اجمعین

اما بعد اس مختصر رسالہ میں ''سفید عمامہ کی فضیلت'' ''دلائل کی روشنی میں'' بیان کی گئی ہے اللہ تعالیٰ اسے ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفید لباس پہننے کا حکم دیا

(۱) حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ارشاد فرمایا۔ علیکم بالبیاض من الثیاب فلیلبسہا احیآء کم و کفنوا فیہا موتاکم فانہا من خیر ثیابکم. تم پر سفید لباس کا پہننا لازم ہے پس چاہیے کہ تمہارے زندہ لوگ اسے پہنیں اور تم اس میں اپنے مردوں کو کفن دو کیونکہ یہ تمہارے بہترین لباس میں سے ہے۔ (سنن نسائی جلد دوم ص ۲۹۷)۔

امام جلال الدین سیوطی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ رواہ احمد والنسائی والحاکم عن سمرہ وھذا حدیث صحیح۔ اس حدیث کو امام احمد و نسائی و حاکم نے سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور یہ حدیث صحیح ہے۔ (جامع صغیر جلد دوم ص ۶۳)

(نوٹ) امام سیوطی کی روایت میں فلیلبسہا کی بجائے فیلبسہا ہے مگر دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اور انہی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا البسوا من ثیابکم فانہا اطہر و اطیب و کفنوا فیہا موتاکم۔ تم اپنے سفید کپڑے پہنو کیونکہ وہ زیادہ پاکیزہ اور زیادہ پاک ہیں۔ اور ان میں اپنے مردوں کو کفناؤ (سنن نسائی جلد دوم ص ۲۹۷)

امام محی الدین نووی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں رواہ النسائی والحاکم وقال حدیث صحیح۔ اس حدیث کو نسائی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (ریاض الصالحین ص ۳۲۵)

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ البسوا من ثیابکم البیض فانہا خیر ثیابکم و کفنوا فیہا موتاکم و ان خیر اکحالکم الاثمد یجلو البصر و ینبت الشعر۔ تم اپنے سفید کپڑے پہنو کیونکہ وہ تمہارے بہترین کپڑے ہیں۔ اور ان میں اپنے مردوں کو کفن دو۔ اور تمہارا بہترین سرمہ اثمد ہے کہ وہ نظر کو تیز کرتا ہے اور بال اُگاتا ہے۔ (سنن ابی داؤد جلد دوم ص ۲۰۶)

امام محی الدین نووی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں رواہ ابوداؤد والترمذی وقال حدیث حسن صحیح اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(ریاض الصالحین ص ۳۲۶)

اور امام ابن الھمام لکھتے ہیں واسنادہ صحیح وصححہ الحاکم وفی الباب عن ابن عباس عندالشافعی واحمد واصحاب السنن الاالنسائی بلفظ البسوا من ثیابکم و کفنوا فیھا موتاکم واخرجہ ابن حبان والحاکم والبیھقی بمعناہ وصحح حدیث ابن عباس القطان والترمذی وابن حبان وفی الباب ایضاً عن عمران ابن الحصین عندالطبرانی یدل علیٰ مشروعیة لبس البیاض وتکفین الموتی بہ لعلة کونہ اطھر من غیرہ واطیب۔

اس حدیث کے اسناد صحیح ہیں اور باب میں امام شافعی احمد اور نسائی کے علاوہ اصحاب نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے نسائی نے اس حدیث کو مطلق ثیاب کے لفظوں سے روایت کیا ہے اور اس حدیث کو اسی کے معنی کے ساتھ ابن حبان حاکم اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے اور ابن القطان ترمذی اور ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور اس باب میں طبرانی نے حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ سے بھی ایک حدیث روایت کی ہے اور یہ حدیث سفید کپڑا پہننے کی مشروعیت (جواز) پر دلالت کرتی ہے اور اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اس میں میت کو کفنانا جائز ہے کیونکہ سفید رنگ کا کپڑا دوسرے رنگوں کے کپڑوں کی نسبت زیادہ پاکیزہ اور ستھرا ہوتا ہے۔

(حاشیہ سنن ابی داؤد جلد دوم ص ۲۰۶)

اور اس حدیث کے بارہ میں مولانا سید ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں رواہ ابوداؤد وروی الترمذی وصححہ وابن ماجۃ الی موتاکم۔

اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا اور اسے ترمذی نے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی اور یہ حدیث ابن ماجہ نے الی موتاکم کے الفاظ تک روایت کی ہے۔

(جامع الرضوی ص ۷۹۹)

(۴) اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان من خیر ثیابکم البیاض فالبسوھا احیاء کم و کفنوا فیھا موتاکم۔

بلاشبہ تمہارے بہترین کپڑوں میں سے سفید کپڑے ہیں سو تم وہ اپنے زندوں کو پہناؤ اور اپنے مردوں کو کفناؤ۔

(رواہ الطبرانی فی الجامع الصغیر جامع الرضوی ص ۷۹)

(۵) امام جلال الدین سیوطی حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث کو امام احمد ترمذی نسائی ابن ماجہ اور حاکم سے ان لفظوں کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ البسوا الثیاب البیض فانها اطهر واطیب وکفنوا فیها موتاکم سفید کپڑے پہنو کیونکہ وہ زیادہ پاکیزہ اور زیادہ ستھرے ہوتے ہیں۔ اور ان میں اپنے مردوں کو کفن دو امام سیوطی نے اس حدیث کی صحت بیان کی ہے۔ (جامع صغیر جلد اول ص ۶۲)

(نوٹ) یہ حدیث مشکوۃ شریف جلد دوم صفحہ نمبر ۹۵ پر موجود ہے۔

(۶) امام ابن ماجہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مندرجہ بالا روایت کو ان لفظوں میں روایت کرتے ہیں۔ خیر ثیابکم البیاض فالبسوها و کفنوا فیها موتاکم۔ تمہارے بہترین سفید کپڑے ہیں سو تم انکو پہنو اور اپنے مردوں کو کفن دو۔

(سنن ابن ماجہ جلد دوم ص ۲۵۵)

(۷) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ انّ احسن مما زرتم اللہ بہ فی قبورکم ومساجدکم البیاض۔ بہترین چیز جس کے ساتھ تم اپنی قبروں میں اور اپنی مسجدوں میں اللہ تعالیٰ سے ملو سفید رنگ کا لباس ہے۔

(مشکوۃ شریف جلد دوم ص ۹۸۔ سنن ابن ماجہ ص ۲۵۵ جلد دوم)

اس حدیث کے بارہ میں امام سیوطی لکھتے ہیں رواہ ابن ماجہ عن ابی الدرداء و هذا حدیث ضعیف۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور یہ حدیث ضعیف ہے۔ (جامع صغیر ص ۸۷ جلد اوّل)

نوٹ

ضعیف حدیث فضائل اعمال میں معتبر ہوتی ہے لہذا اس کا ضعف ہمیں کچھ ضرر نہیں دے گا۔ واللہ اعلم۔

(۸) امام ابن ماجہ نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا احادیث ان لفظوں میں روایت کی ہے

البسوا ثیاب البیاض فانھا اطھر واطیب سفید لباس پہنو کیونکہ وہ زیادہ پاکیزہ اور زیادہ سُتھرا ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ جلد دوم ص ۲۵۵)

الحمد للہ ان آٹھ احادیث مبارکہ سے روز روشن کی طرح روشن ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید رنگ کے لباس کو سب سے زیادہ اچھا سب سے زیادہ پاکیزہ اور سب سے زیادہ ستھرا قرار دیا ہے اسی وجہ سے آپ نے عام مسلمانوں کو زندگی میں اور موت کے بعد اسے پہننے کا حکم ارشاد فرمایا اور یہی وجہ ہے کہ پہلے زمانہ میں بزرگ لوگ سفید لباس اور سفید عمامہ پہنتے تھے اور آج بھی اکثر بزرگان دین علمائے کرام اور مشائخ عظام کا یہی معمول ہے کہ وہ سفید رنگ کا لباس اور عمامہ پہنتے ہیں۔ کما ھو المشاھد فی البلاد واللہ تعالیٰ اعلم۔

علماء نے سفید لباس کے استحباب کی تصریح فرمائی ہے

چونکہ احادیث صحیحہ میں سفید رنگ کے لباس کی فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں اور اس کے پہننے کی ترغیب دی گئی ہے اس لئے ہمارے فقہاء کرام نے بھی سفید لباس کو زیادہ محبوب اور مستحب اور باقی رنگوں کے لباس کو جائز قرار دیا ہے چنانچہ

(۱) فقیہ ابواللیث علیہ الرحمہ کی کتاب بستان کی شرح میں ہے کہ رنگوں میں زیادہ مستحب رنگ سفید ہے (سبز عمامہ پر اعتراضات کا محاسبہ مؤلفہ مولانا ظریف القادری صاحب گوجرانوالہ بحوالہ کشف الالتباس فی مسائل اللباس صفحہ نمبر ۲۔۳)

(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں بہترین لباس سفید است بہترین لباس سفید ہے۔
(ضیاء القلوب فی لباس المحبوب ص ۷ بحوالہ سبز عمامہ اور مصافحہ ص ۸)

(۳) امام ابن النجیم حنفی فرماتے ہیں۔ صاحب کنز الدقائق نے کفن کا رنگ بیان نہیں کیا کیونکہ تمام رنگ جائز ہیں۔ لیکن سفید رنگ زیادہ محبوب ہے۔ (البحر الرائق ص ۱۷۶ ج ۲)

(۴) امام عبدالرحمٰن صفوری لکھتے ہیں **افضل الثیاب یوم الجمعة البیاض لقولہ صلے اللہ علیہ وسلم البسوا من ثیابکم البیاض فانھا اطیب واطھر وکفنوا فیھا موتاکم رواہ الترمذی قال فی الاحیاء لبس السواد لیس من السنة بل کرہ جماعة النظر الیہ۔** جمعہ کے دن سب سے اچھا لباس سفید رنگ کا لباس ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اپنے سفید

رنگ کے لباس پہنو کیونکہ وہ زیادہ پاکیزہ اور زیادہ ستھرا ہیں اور اس میں اپنے مردوں کو کفن دو اس حدیث کو محدث ابوعیسیٰ ترمذی نے روایت کیا۔ امام غزالی نے فرمایا سیاہ لباس پہننا سنت نہیں ہے بلکہ علماء کی ایک جماعت نے اس کی طرف دیکھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (نزھتہ المجالس جلد اول صفحہ نمبر ۱۳۳)

(۵) امام اجل محی الدین نووی نے کتاب مستطاب ریاض الصالحین میں رنگ دار لباسوں کے بیان کے لئے جو باب باندھا ہے اس کے ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں **باب استحباب الثوب البیض و جواز الاخضر و الاصفر و الاسود** یہ باب ہے اس بارہ میں کہ سفید لباس مستحب ہے اور سرخ اور، سبز، زرد اور سیاہ رنگ کا لباس جائز ہے۔ (ریاض الصالحین ص ۳۲۵)

الحمد للہ:۔ امام محی الدین نووی کے الفاظ مبارکہ نے اس مسئلہ کا دوٹوک فیصلہ فرما دیا کہ سُرخ، سبز، زرد اور سیاہ رنگ کا لباس جائز ہے اور سفید رنگ کا لباس مستحب ہے یعنی سفید لباس کے علاوہ جو لباس سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیب تن فرمایا وہ جائز ہے اور وہ بیان جواز کے لئے تھا اصل سنت سفید رنگ کا لباس پہننا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (تنبیہ) علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں۔

ویستحب الابیض و کذالاسود لانہ شعار بنی العباس و دخل علیہ الصلوٰۃ والسلام مکۃ وعلیٰ راسہ عمامۃسوداء ولبس الاخضر سنۃ کمافی الشرعۃ اھ من الملتقٰی و شرحہ. اور سفید لباس مستحب ہے اور اسی طرح سیاہ لباس بھی ہے کیونکہ یہ بنی عباس کا شعار ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے وقت مکہ میں اس حال میں داخل ہوئے تھے کہ آپ کے سر اقدس پر سیاہ عمامہ تھا اور سبز لباس کا پہننا سنت ہے جیسا کہ کتاب شرعتہ الاسلام سے ملتقی اور اس کی شرح میں نقل کیا گیا ہے۔ (ردالمحتار جلد پنجم ص ۲۴۷)

اس عبارت میں سبز لباس کو سنت قرار دینا یہ بعض علماء کا قول ہے لیکن مفتی بہ قول وہی ہے جو ہم نے اوپر ذکر کیا کہ سنت سفید لباس ہے باقی رنگوں کے لباس صرف درجہ جواز میں ہیں بدین وجہ امام صدر الشریعہ رحمتہ اللہ علیہ نے شامی کی اس عبارت کا ترجمہ ان لفظوں میں فرمایا۔ سفید کپڑے بہتر ہیں کہ حدیث میں اس کی تعریف آئی ہے اور سیاہ کپڑے بھی بہتر ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن جب مکہ معظمہ میں تشریف لائے تو سر اقدس پر سیاہ عمامہ تھا سبز کپڑوں کو بعض کتابوں میں سنت لکھا ہے۔ (ردالمحتار) (بہار شریعت ص ۴۷ ج ۱۶)

سفید رنگ کے لباس کو ماہنامہ رضائے مصطفٰے نے بھی سُنت مانا ہے

اہل سنت و جماعت کے ترجمان ماہنامہ رضائے مُصطفٰے گوجرانوالہ نے سفید لباس اور سفید عمامہ کو سنت مانا

ہے اور اس کے احیاء پر سو شہیدوں کا ثواب ملنے کا مژدہ سُنایا ہے چنانچہ اس میں ایک مضمون بعنوان "ہفت روزہ اہل حدیث لاہور کا ایک قابل توجہ مضمون،، عمامہ شریف،، ٹوپی پوش مولویوں اور ننگے سر نماز پڑھنے والے وہابیوں کی توجہ کے لئے" موجود ہے جس میں مضمون نگار لکھتا ہے۔

سفید لباس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھا ارشاد گرامی ہے سفید کپڑے پہنا کرو اس لئے کہ وہ بہت پاک اور پسندیدہ ہیں اور سفید کپڑوں میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔ (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

اشد ضروری ہے کہ منبر و محراب سے عمامہ کو رواج دینے اور مقبول عام بنانے کے لئے خواص و عوام الناس کو اس کا احساس دلایا جائے تا کہ ہمارے معاشرے میں اس کی قدر و منزلت ہو کہ اس کی نسبت براہ راست سرور کائنات سے ہے جن کے نورانی طریقوں میں ہماری دنیاوی اور اخروی کامیابی اور جن کی ایک سنت مطہرہ اپنانے سے دوسری سنتوں کے اپنانے کے راستے کھل جاتے ہیں۔

عمامہ و داڑھی

تجربہ شاہد ہے کہ داڑھی رکھنے اور مونچھیں کٹوانے اور عمامہ باندھنے سے مغربی لباس ترک کرنا آسان ہو جاتا ہے اور دل میں اسلام کی عظمت آجاتی ہے بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کی فکر ہوتی ہے اور طبیعت اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی سے بچنے کے لئے چوکس ہو جاتی ہے مرد کے چہرے کی زینت داڑھی سے ہے اور سر کی زینت عمامہ سے ہے دراصل عمامہ سر کا تاج ہے اسے چھوڑنا تاج و تخت سے دستبردار ہونا ہے جو کہ ایک مسلمان کا شیوہ نہیں ہوتا۔ لہذا آئیے آج ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بسری سنت کو زندہ کر کے سو شہیدوں کے ثواب کے مستحق بنیں۔ عمامہ شریف اور پورا لباس سفید یا کم از کم لباس کا کچھ حصہ سفید خود استعمال کریں اور ان دونوں چیزوں کو فروغ دیں۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث لاہور یکم مارچ ۱۹۸۵ء) (ماہنامہ رضائے مصطفٰے بابت رجب المرجب ۱۴۰۵ھ)

سفید عمامہ اصل سُنت مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں دستار مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات سفید بودوگاہے دستار سیاہ واحیانا سبز۔ (ضیاء القلوب فی لباس المحبوب، مطبع مجتبائی ص ۳)

(ترجمہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دستار مبارک اکثر (اوقات میں) سفید ہوتی تھی اور کبھی سیاہ رنگ

کی ہوتی تھی اور کبھی سبز رنگ کی ہوتی تھی۔ (سبز عمامہ پر اعتراضات کا محاسبہ مؤلفہ مفتی محمد ظریف القادری گوجرانوالہ صفحہ نمبر ۱۱ سبز عمامہ اور مصافحہ مؤلفہ سید ریاض الحسن شاہ صاحب حیدر آباد سندھ صفحہ نمبر ۷)

شیخ محقق علی الاطلاق رحمتہ اللہ علیہ کی اس عبارت نے سفید عمامہ کی اصل سنت ہونے کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ سیاہ اور سبز دستار کا پہننا آپ سے کبھی کبھار ثابت ہوا ہے اور یہ بیان جواز کے لئے تھا نہ کہ اصل سُنت ہونے کے لئے واللہ تعالیٰ اعلم

سفید ٹوپی بھی سُنت مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ اکثر اوقات میں سفید ٹوپی اور کبھی کبھار دوسرے رنگ کی ٹوپی پہنتے تھے چنانچہ محدث ابن الجوزی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ کان رسول اللہ صلی علیہ وسلم یلبس قلنسوۃ بیضاء۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی پہنا کرتے تھے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (سر اقدس) پر سفید ٹوپی دیکھی۔ (الوفاء باحوال المصطفےٰ ص ۵۶۷)

سفید عمامہ علماء و مشائخ کا معمول رہا ہے

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید لباس پسند تھا آپ نے اسے اکثر اوقات میں زیب تن فرمایا اس کو بہترین لباس قرار دیا اور زندوں اور مردوں کے حق میں اس کے پہننے کا حکم ارشاد فرمایا اس لئے قدیم علماء و مشائخ سفید لباس او سفید عمامہ کو پہنتے چلے آئے ہیں عارف باللہ نابلسی رحمتہ اللہ علیہ قمطراز ہیں۔

(ترجمہ) اور اپنا نسب بدلنے کے قبیل سے یہ بھی ہے کہ سیدزادی کی اولاد جو غیر سید سے ہے۔ خالص سبز عمامہ اس نیت سے باندھے کہ وہ ایسا کرنے سے اپنے غیر سید باپ دادا سے اپنا نسب منقطع کرنے اور اپنے سید نانا سے اپنا نسب جوڑنے کا قصد کرے اور اگر سیدزادی کی یہ اولاد خالص سبز عمامہ نہ باندھے بلکہ سفید عمامہ میں کوئی ایسی علامت اختیار کرے جس سے اس کا سیدزادی کی اولاد ہونا ثابت ہوتا ہوتا کہ لوگ اس کا احترام کریں اور اُس کی بے ادبی سے بچیں تو یہ اپنا نسب بدلنے کے قبیل سے نہیں ہوگا جبکہ خالص سبز عمامہ کا نجیب الطرفین سیدوں کے لئے اور سفید عمامہ میں مخصوص علامت کا سیدزادی کی اولاد کے لئے شعار ہونا لوگوں کے عرف و عادت کی بناء پر ہو ورنہ ان دونوں کی شرع میں کوئی اصل نہیں علامہ عبدالرؤف مناوی شرح جامع صغیر میں

فرماتے ہیں کہ امام ذہبی نے کہا ہے کہ سبز علامت کے لیے شرع میں کوئی اصل نہیں بلکہ سلطان شعبان کے حکم سے یہ ۷۷۳ھ میں حادث ہوئی۔

امام عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد نے صاف صاف بتادیا کہ ۷۷۳ھ تک اکثر مسلمانوں اور ان کے مشائخ وعلماء کا عام لباس سفید رنگ کے کپڑے اور سفید رنگ کا عمامہ تھا۔ سلطان شعبان نے اس سن میں حکم دیا تو سبز عمامہ نجیب الطرفین سادات نے اس لئے باندھنا شروع کیا کہ لوگ اس عمامہ کو دیکھ کر ان کا ادب بجالائیں اور اُن کی بے ادبی سے بچیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک انوکھی تحقیق

حضرت مولانا مفتی ظریف القادری صاحب مدرس ومفتی جامعہ حنفیہ سراج العلوم گوجرانوالہ نے ،،سبز عمامہ کے جواز واستحباب پر اعتراضات کا علمی وتحقیقی محاسبہ" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اس کتاب کے صفحہ نمبر ۲۰ پر آپ لکھتے ہیں۔

سوال:۔ کیا سفید رنگ کا عمامہ پہننا کسی صریح اور صحیح حدیث سے ثابت ہے؟ '

جواب:۔ ماہنامہ البر کے مضمون نگار نے سفید رنگ کے عمامہ کو ہی مسنون ثابت کرنے کے لئے اِدھر اُدھر سے بعض علماء کے اقوال کا سہارا تو لیا مگر ایک بھی حدیث ایسی پیش نہیں کر سکے جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح طور پر سفید رنگ کا عمامہ پہننا یا پہننے کا حکم ارشاد فرمانا ثابت ہو۔ بلکہ اس کے برعکس مضمون کو بڑھانے کے لیے سیاہ عمامہ کے بارے متعدد روایات نقل فرمادیں حالانکہ سیاہ عمامہ زیر بحث نہ تھا نہ ہے ہم اس سوال کا جواب محترم مضمون نگار کے ذمہ چھوڑتے ہیں کیونکہ وہ سفید عمامہ ہی کو سنت قرار دینے کے لئے کافی تحقیق کر چکے ہیں بہر حال بندہ ناچیز کے فی الحال علم میں ایسی کوئی روایت نہیں جس میں واضح طور پر سفید عمامہ کا ذکر ہو۔ (اھ بلفظہ التمام)

مفتی صاحب موصوف سے ہم جواباً عرض کرتے ہیں کہ اولاً ہم نے ابتداء میں جو آٹھ حدیثیں پیش کی ہیں اگرچہ یہ مطلق سفید لباس کے بارہ میں ہیں لیکن مطلق لباس میں چونکہ عمامہ بھی داخل ہے اور اس کو آپ نے بھی اپنی اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۸ کے ان لفظوں میں مانا ہے "اور لباس میں بھی داخل ہے" تو پھر سفید عمامہ کے بارہ میں حدیث کی موجودگی کے انکار کی وجہ کیا ہے؟

ثانیاً آپ نے اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۱ پر شیخ محقق علی الاطلاق کی کتاب ضیاء القلوب سے یہ خود نقل کیا ہے کہ

دستار مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات سفید بود وگاہے دستار سیاہ واحیانا سبز پھر اس کا ترجمہ ان لفظوں میں کیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دستار مبارک اکثر سفید ہوتی تھی اور کبھی سیاہ اور کبھی سبز رنگ کی ہوتی تھی شیخ کی اس عبارت کو آپ نے اپنے اس سوال کے جواب میں پیش کیا ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز عمامہ استعمال فرمایا ہے؟ تو شیخ کی یہی عبارت ہمارے اس سوال کا جواب بھی بنتی ہے کہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر اوقات میں سفید عمامہ استعمال فرمایا، الحاصل اس عبارت میں اگر آپ کا مدعا ثابت ہوسکتا ہے تو اسی سے ہمارا مدعا بھی حاصل ہوتا ہے پھر آپ کا سفید عمامہ کے متعلق ایسی حدیث کا مطالبہ کرنا جس سے واضح طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفید رنگ کا عمامہ پہننا یا پہننے کا حکم ارشاد فرمانا ثابت ہو بے جا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

ثالثاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید لباس پہننے کا حکم فرمایا اور اس کو بہترین لباس قرار دیا تو اس سے یہی قرین قیاس ہے کہ آپ نے خود بھی عمامہ سمیت اپنا لباس اکثر اوقات میں سفید ہی پہنا ہوگا اس لئے سفید عمامہ کے لئے کسی خاص نص کا مطالبہ بیکار ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ایک تشویشناک خبر

ماہنامہ ماہ طیبہ سیالکوٹ رقم طراز ہے دعوت اسلامی کی تبلیغ کا اثر دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت پر بھی ہو گیا۔ دیوبندی تبلیغیوں کو آپ دیکھیں گے کہ انہوں نے بھی سروں پر پگڑیاں باندھ لی ہیں جبکہ وہ پہلے عمامہ کی سنت سے غافل تھے۔ یہ سہرا دعوت اسلامی کے سر پر ہے۔ دیوبندیوں کی پگڑیاں سفید اور دعوت اسلامی کی پگڑیاں سبز رنگ کی ہیں۔ (ماھنامہ مذکورہ بالا بابت دسمبر ۱۹۹۴ء صفحہ نمبر ۵)

مقام غور

ہے کہ دعوت اسلامی نے اصل مسنون رنگ کو چھوڑ کر سبز رنگ کو عمامہ میں اختیار کیا تو اصل مسنون رنگ (سفید رنگ) ہمارے مخالفین کے حصہ میں آگیا۔ اے کاش اگر دعوت اسلامی پہلے دن ہی سے سفید عمامہ کو اپنا شعار بناتی تو اُس کے مبلغین کو سنت عمامہ کا ثواب بھی ملتا۔ اور ہمارے مخالفین کے حصہ میں بھی اصل سنت نہ آتی۔ اور نہ مخالفین کو سبز عمامہ پر طنز وطعنہ کا موقع ملتا۔

(۱۱ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ساتواں مقالہ

رسالہ: استنجاء کے شرعی احکام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین وعلیٰ الھم واصحابھم اجمعین. برادر طریقت حضرت مولانا محمد محفوظ چشتی سلمہ القوی ناظم اعلیٰ دارالمطالعہ جماعت اہل سنت چکسواری ضلع میرپور آزاد کشمیر کی فرمائش پر یہ رسالہ استنجاء کے شرعی احکام لکھا گیا۔ اللہ کریم جل شانہٗ اسے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین۔

استنجاء کی فضیلت

استنجاء کی فضیلت قرآن مجید سے ثابت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ فِیْہِ رِجَالٌ یحبون اَنْ یَّتَطَھَّروا ط واللّٰہ یُحِبُّ الْمُطَّھِرِیْنَ ٥ اس (مسجد قباء کے آس پاس) میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور ستھرے لوگ اللہ کو پیارے ہیں۔ (پ ۱۱۔۲)

شانِ نزول

یہ آیت مسجد قبا والوں کے حق میں نازل ہوئی۔ اس کے نزول پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابیوں سے پوچھا کہ تم کیسی طہارت کرتے ہو کہ ربّ تعالیٰ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم اوّلاً ڈھیلوں سے پھر پانی سے استنجاء کرتے ہیں فرمایا ٹھیک ہے۔ (نور العرفان ص ۳۲۴)
اور تفسیر مدراک میں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے انصار کی جماعت اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف کی ہے سو وہ کیا کام ہے جو تم وضو اور پاخانہ کے وقت کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم ٹٹی پیشاب پھرنے کے بعد تین پتھروں سے صفائی کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد پانی سے استنجاء کرتے ہیں۔ یہ سُن کر آپؐ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ (حاشیہ جلالین ص ۱۶۷)
اور تفسیر صاوی میں ہے۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ خدا کی قسم ہم اس کے سوا کچھ نہیں جانتے کہ ہمارے پڑوس میں رہنے والے یہودی لوگ پانی سے استنجاء کیا کرتے تھے تو ہم بھی ایسا کرتے ہیں۔ اور بزار کی روایت میں ہے کہ انہوں نے عرض کیا۔ ہم پتھر استعمال کرنے کے بعد پانی استعمال کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ھُوَ ذلک فعلیکموہ۔ یہی وہ پاکی ہے جس کو اللہ نے سراہا ہے۔ سو تم پر یہ پاکی لازم ہے۔

(صاوی ص ۱۴۴ ج ۲)

اس آیت کریمہ سے پانی سے استنجاء کرنے کی فضیلت بخوبی معلوم ہوتی ہے۔اللہ کریم ہمیں عمل کی توفیق عنایت فرمائے۔(آمین)

استنجاء کا مفہوم

پیشاب اور ٹٹی کے راستے پر جو پلیدی ہو اسے زائل کرنے کا نام استنجاء ہے۔
(حاشیہ شلبی علی التبیین ص ۷۶ ج ۱)

استنجاء کی قسمیں

استنجاء کی پانچ قسمیں ہیں۔دو قسم کا استنجاء واجب ہے۔(۱) جنابت یا حیض یا نفاس کے غسل کے وقت استنجاء کرنا تاکہ پلیدی اس کے جسم پر نہ پھیلے (۲) جب پلیدی اپنے مخرج سے نکل کر اس سے آگے بڑھے خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ استنجاء کرنا واجب ہے۔یہ امام محمد کا قول ہے اور اسی میں زیادہ احتیاط ہے اور شیخین کے نزدیک جب مقدار ایک درہم بڑھے گی تو استنجاء واجب ہوگا (۳) جب پلیدی مخرج سے نہ بڑھے تو استنجاء کرنا سنت ہے۔(۴) جب پیشاب کیا ہو اور ٹٹی نہ کی ہو تو آلۂ تناسل کا استنجاء مستحب ہے (۵) جب صرف بدبودار ہوا خارج ہوئی ہو تو استنجاء کرنا بدعت ہے اسی طرح کتاب الاختیار شرح المختار میں مذکور ہوا۔
(فتاوی عالمگیری ص ۵۰ ج ۱)

وہ جگہیں جہاں قضائے حاجت ممنوع ہے

ان جگہوں میں ٹٹی یا پیشاب کرنا مکروہ ہے (۱) پانی میں اگر چہ بہہ رہا ہو (۲) دریا یا کنوئیں یا تالاب یا چشمے کے کنارے پر (۳) پھلدار درخت کے نیچے (۴) فصل والے کھیت میں (۵) سایہ میں جہاں لوگ بیٹھتے ہوں (۶) مسجد کے قرب و جوار میں (۷) چوپایوں کے باندھنے کی جگہ میں (۸) لوگوں کے راستے میں (۹) ہوا کے چلنے کی سمت میں (۱۰) چوہے یا سانپ یا چیونٹی کے سوراخ میں (۱۱) شگاف میں (۱۲) ایسی جگہ جس پر کوئی گزرتا ہو یا بیٹھتا ہو (۱۳) راستے کے قرب و جوار میں (۱۴) کسی قافلے کے قرب و جوار میں (۱۵) کسی خیمہ کے آس پاس میں (۱۶) بلند جگہ میں کہ پیشاب بہہ کر قدموں کو پلید کرے۔اور

اسی طرح (۱۷) عید گاہ کے پہلو میں (۱۸) قبرستان میں (۱۹) وضو گاہ (۲۰) اور غسل خانے میں قضائے حاجت کرنا بھی مکروہ ہے۔ (بہار شریعت ص۱۱۲ ج ۲)

(۲۱) اور ہڈی یا مینگنی پر قضائے حاجت مکروہ ہے (درمختار ص۲۵۲ ج ۲)

(۲۲) جنازہ گاہ کے آس پاس قضائے حاجت بھی مکروہ ہے۔ (طحطاوی علی المراقی ص ۳۰)

کن چیزوں سے استنجاء کرنا جائز ہے

قضائے حاجت کے بعد ٹی پیشاب کی پلیدی دور کرنے کے لئے ہر وہ شئے استعمال کرنا جائز ہے جو بے قیمت بیکار پاک ہو کہ پلیدی کی رطوبت کو جذب کر کے موضع نجاست کو صاف کر دے۔ ڈھیلا ہو یا پتھر، مٹی ہو یا پرانا کپڑا، زمین ہو یا دیوار سب برابر ہیں۔ کذا فی الفتاوی الرضویہ ص۱۴۳ ج ۲

کن چیزوں سے استنجاء کرنا منع ہے

ہڈی، کھانے کی شئے، گوبر، پکی اینٹ، ٹھیکری، شیشہ، کوئلے، جانوروں کے چارہ سے اور ایسی چیز سے جس کی کچھ قیمت ہو اگر چہ آدھ پیسہ ہی ان سب چیزوں سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔ یونہی کاغذ سے استنجاء کرنا منع ہے اگر چہ اس پر کچھ لکھا نہ ہو یا ابوجہل ایسے کافر کا نام لکھا ہو اور جس ڈھیلے سے ایک بار استنجاء کر لیا ہو اسے دوبارہ کام میں لانا مکروہ ہے مگر اس کی دوسری کروٹ پاک ہو تو اس سے استنجا کر سکتا ہے۔

(بہار بشریعت ۱۱۴ ج ۲)

قضائے حاجت کی دعائیں

جب پاخانہ کو جائے تو مستحب ہے کہ جائے حاجت سے باہر یہ پڑھ لے۔ بسم اللّٰہ اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث پھر نکلنے کے بعد یہ دعا پڑھے غفرانک الحمدلله الذی اذھب عنی مایوذینی وامسک علیّ ماینفعنی (بہار شریعت ص۱۱۲ ج ۲)

ڈھیلوں سے استنجاء کرنے کا طریقہ

پاخانہ کے بعد مرد کے لئے ڈھیلوں کے استعمال کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ گرمی کے موسم میں پہلا ڈھیلا

آگے سے پیچھے کو لے آئے اور دوسرا ڈھیلا پیچھے سے آگے کو لے آئے اور تیسرا ڈھیلا آگے سے پیچھے کو لے جائے اور سردی کے موسم میں اس کے برعکس کرے یعنی پہلا ڈھیلا پیچھے سے آگے کو لے جائے اور دوسرا ڈھیلا آگے سے پیچھے کو لائے اور تیسرا ڈھیلا پیچھے سے آگے کو لے آئے اور عورت سردی اور گرمی کے موسم میں اُسی طرح کرے جس طرح مرد گرمی میں کرتا ہے یعنی پہلا ڈھیلا آگے سے پیچھے کو لے جائے اور دوسرا ڈھیلا پیچھے سے آگے کو لے آئے اور تیسرا ڈھیلا آگے سے پیچھے کو لے آئے۔

(ھکذا فی التبیین للزیلعی ص ۷۷ ج ۱)

پیشاب گاہ کے استنجاء کا طریقہ

مرد اپنے آلۂ تناسل کو بائیں ہاتھ سے پکڑے اور پتھر وغیرہ پر اسے گزارے یہاں تک کہ پیشاب کی تری خشک ہو جائے نہ ہی آلۂ تناسل کو اور نہ ہی پتھر کو دائیں ہاتھ سے پکڑے۔

(کذا فی حواشی الطحطاوی علی المراقی ص ۲۶)

پانی سے استنجاء کرنے کا طریقہ

پاخانہ کے بعد پانی سے استنجاء کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ کشادہ ہو کر بیٹھے اور آہستہ آہستہ پانی ڈالے اور انگلیوں کے پیٹ سے دھوئے اور انگلیوں کے سرے نہ لگیں اور پہلے بیچ والی انگلی اونچی رکھے پھر جو انگلی اس سے متصل ہے۔اس کے بعد چھنگلی اونچی رکھے اور مبالغہ سے دھوئے تین انگلیوں سے زیادہ کے ساتھ طہارت نہ کرے اور آہستہ آہستہ ملے یہاں تک کہ پلیدی کی چکنائی زائل ہو جائے۔

(بہار شریعت ص ۱۱۵ ج ۲)

استنجاء کے ضروری مسائل

(۱) پیشاب کرنے کے بعد جس کو یہ احتمال ہے کہ کوئی قطرہ باقی رہ گیا ہے یا قطرہ پھر آئے گا اس پر استبراء یعنی پیشاب کرنے کے بعد اگر قطرہ رکا ہوا ہو تو گر جائے واجب ہے۔استبراء ٹہلنے سے ہوتا ہے یا زمین سے پاؤں مارنے سے یا داہنے پاؤں کو بائیں پر اور بائیں کو داہنے پر رکھ کر زور کرنے یا بلندی سے نیچے اترنے یا نیچے سے بلندی پر چڑھنے یا کھنگارنے یا بائیں کروٹ پر لیٹنے سے ہوتا ہے اور استبراء اس وقت تک

کرے کہ دل کو اطمینان ہو جائے اور یہ استبراء کا حکم مردوں کے لئے ہے۔عورتیں فارغ ہونے کے بعد تھوڑی دیر وقفہ کر کے طہارت کریں۔ (بہار شریعت ص ۱۱۵ ج ۲)

(۲) ڈھیلوں کی کوئی مقرر مقدار سنت نہیں بلکہ جتنے ڈھیلوں سے صفائی ہو جائے اتنے استعمال کرے البتہ مستحب یہ کہ وہ طاق ہوں اور کم از کم تین ڈھیلے ہوں (نور الایضاح)

(۳) جب تک بیٹھنے کے قریب نہ ہو کپڑا بدن سے نہ ہٹائے اور نہ حاجت سے زیادہ بدن کھولے۔

(بہار شریعت ص ۱۱۲ ج ۲)

(۴) قضائے حاجت کے وقت دونوں پاؤں کشادہ کر کے بائیں پاؤں پر زور دے کر بیٹھے تاکہ جلد فارغ ہو سکے۔ (بہار شریعت)

(۵) کھڑے ہو کر یا لیٹ کر یا ننگے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے نیز ننگے سر پاخانہ پیشاب کو جانا بھی مکروہ ہے۔

(۶) اپنے ساتھ ایسی چیز لے جانا جس پر کوئی دعا یا اللہ و رسول یا کسی بزرگ کا نام لکھا ہو۔ممنوع ہے۔

(بہار شریعت)

(۷) کوئی متبرک کاغذ بٹوے یا جیب میں رکھ کر یا گلے میں یا بازو پر تعویز باندھ کر ٹٹی خانہ میں جانا جائز ہے۔ (واللہ اعلم)

(۸) پیشاب کرتے وقت کسی قسم کی گفتگو کرنا مکروہ ہے اور دو آدمیوں کا قضائے حاجت کے وقت آپس میں گفتگو کرنا اور زیادہ سخت ہے۔ہاں عذر کے وقت گفتگو کرے تو ممانعت نہیں۔یوں ہی استنجاء خشک کرتے وقت گفتگو کرنا بھی منع ہے۔

(۹) پاخانہ یا پیشاب پھرتے وقت یا استنجاء کرتے وقت قبلہ کو منہ یا پیٹھ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔اگرچہ عمارت کے اندر ہو پھر اگر بھولے سے قبلہ کو منہ کر کے بیٹھ گیا ہو اور یاد آجائے تو قبلہ سے منہ پھیر لینا مستحب ہے۔بشرطیکہ ایسا کرنا ممکن ہو۔ورنہ کوئی حرج نہیں۔

(۱۰) بچے کو پاخانہ پیشاب پھیرانے والے کو مکروہ ہے کہ وہ اس بچے کا منہ قبلہ کو کرے ورنہ یہ شخص گناہگار ہوگا۔اکثر عورتیں اس بات کا خیال نہیں رکھتیں۔

(۱۱) پاخانہ پیشاب پھرتے وقت سورج اور چاند کی طرف نہ منہ ہو نہ پیٹھ کہ یہ دونوں اللہ کی عظیم نشانیوں میں

سے ہیں۔

(۱۲) پانی سے استنجاء کرنا افضل ہے بشرطیکہ پردہ میں پانی سے استنجاء کرنا ممکن ہو اور اگر اس کے لئے بے پردگی ہوتی ہو تو پھر پتھر سے ہی استنجاء کر لے اور پانی سے استنجاء نہ کرے اور افضل یہ ہے کہ پتھر سے استنجاء کرنے کے بعد پانی سے استنجاء کرے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ سلف صالحین کے زمانے میں پانی سے استنجاء مستحب تھا مگر ہمارے زمانے میں سنت ہے اور بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ پانی سے استنجاء ہر دور میں سنت ہے اور یہی قول صحیح مفتی بہ ہے۔ (فتاوی ہندیہ ص ۴۸ ج ۱)

(۱۳) خود نیچی جگہ بیٹھنا اور پیشاب کی دھار اونچی جگہ گرانا ممنوع ہے۔ (بہار شریعت ص ۱۱۴ ج ۲)

(۱۴) اگر استنجاء کرنے کے بعد اکثر شیطانی وسوسہ آتا ہو تو اس کی طرف توجہ نہ دے جیسا کہ نماز میں حکم ہے اور اپنی میانی پر تھوڑا سا پانی چھڑک دے تاکہ اگر کوئی تری دیکھے تو اس پر محمول کر سکے۔

(فتاوی عالمگیری ص ۴۹ ج ۱)

(۱۵) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پانی سے استنجاء کرتے وقت پہلے ٹٹی کی جگہ کو پھر پیشاب کی جگہ کو دھوئے اور صاحبین کے نزدیک پہلے پیشاب کی جگہ کو دھوئے اور علامہ غزنوی صاحبین کے قول پر چلے ہیں اور یہی زیادہ مناسب ہے۔ (فتاوی عالمگیری ص ۴۹ ج ۱)

(۱۶) پانی سے استنجاء کیا تو استنجاء سے فارغ ہونے پر بایاں ہاتھ بھی پاک ہوگیا ہے اسے دوبارہ دھونا زیادہ پاکی اور زیادہ ستھرائی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارہ میں مروی ہے کہ آپ نے دست مبارک استنجاء کرنے کے بعد دھویا اور اسے دیوار سے رگڑا۔ (فتاوی عالمگیری ص ۴۹)

(۱۷) جس شخص کا بایاں ہاتھ نہ ہو اور نہ کوئی ایسا شخص موجود ہو جو اس کے دائیں ہاتھ پر پانی ڈالے تو استنجاء نہ کرے اور اگر جاری پانی پر ہو تو دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔ (فتاوی عالمگیری ص ۴۶)

(۱۹) ایسی سخت زمین پر جس سے پیشاب کی چھینٹیں اڑ کر آئیں۔ پیشاب کرنا ممنوع ہے۔ ایسی جگہ کو کرید کر نرم کر لے یا گڑھا کھود کر پیشاب کرے۔ (بہار شریعت ص ۱۱۴ ج ۲)

(۲۰) استنجاء کرتے وقت چھینک یا سلام یا آذان کا جواب زبان سے نہ دے اور اگر چھینک مارے تو زبان سے الحمد للہ نہ کہے بلکہ دل میں کہہ لے۔ (بہار شریعت ص ۱۱۴)

(۲۱) استنجاء کے وقت پاخانہ کا مقام سانس کے زور سے نیچے کو دبا کر رکھیں اور خوب اچھی طرح دھوئیں کہ

دھونے کے بعد ہاتھ میں بو باقی نہ رہے۔ پھر کسی پاک کپڑے سے پونچھیں اور کپڑا پاس نہ ہو تو بار بار ہاتھ سے پونچھیں کہ تری برائے نام رہ جائے۔ (بہار شریعت ص ۱۱۳ ج ۲)

(۲۲) قبل یا دبر سے نجاست نکلے تو ڈھیلوں سے استنجاء کرنا سنت ہے اور اگر صرف پانی سے ہی استنجاء کر لے تو بھی جائز ہے۔ مگر مستحب یہ ہے کہ ڈھیلے سے استنجاء کرنے کے بعد پانی سے استنجاء کرے۔

(بہار شریعت ص ۱۱۳ ج ۲)

(۲۳) ڈھیلوں سے طہارت اس وقت کفایت کرے گی جبکہ نجاست سے [illegible] ن کے آس پاس کی جگہ ایک درہم سے زیادہ آلودہ نہ ہو اور اگر درہم سے زیادہ جگہ پر پلیدی لگ جائے تو [illegible] پانی سے استنجاء کرنا واجب ہے۔ (بہار شریعت س ۱۱۲ ج ۲)

(۲۴) پرائی دیوار سے استنجاء کے ڈھیلے لینا جائز نہیں اگرچہ وہ مکان اس کے کرایہ میں ہو۔

(بہار شریعت ص ۱۱۲ ج ۲)

(۲۵) زمزم شریف کے پانی سے استنجاء کرنا مکروہ ہے اور ڈھیلا نہ لیا ہو تو ناجائز ہے۔

(بہار شریعت ص ۱۱۵)

(۲۶) وضو کے بچے ہوئے پانی سے استنجاء کرنا خلاف اولیٰ ہے۔ (بہار شریعت ص ۱۱۵ ج ۲)

(۲۷) پاک ڈھیلے دائیں جانب رکھنا اور کام میں لانے کے بعد بائیں جانب رکھ دینا اس طرح پر کہ جس رخ میں نجاست لگی ہو نیچے ہو مستحب ہے۔

(بہار شریعت ص ۱۱۵ ج ۲)

(۲۸) سردیوں میں گرمیوں کی نسبت دھونے میں زیادہ مبالغہ کرے اور اگر سردیوں میں گرم پانی سے استنجاء کرے تو اسی قدر مبالغہ کرے جتنا گرمیوں میں۔ مگر گرم پانی سے استنجاء کرنے میں اتنا ثواب نہیں جتنا سرد پانی سے اور مرض کا بھی احتمال ہے۔

(۲۹) روزے کی حالت میں نہ زیادہ پھیل کر بیٹھے اور نہ مبالغہ کرے۔

(بہار شریعت ص ۱۱۵)

(۳۰) ریتلے پتھر سے استنجاء خشک کرنا ہو تو استنجاء خشک کرتے وقت یہ خیال رکھے کہ پیشاب والے ریت کے ذرات جوتی میں جمع نہ ہوں اور نہ کپڑوں کو لگیں۔ واللہ اعلم۔

استنجاء کے آداب

جب انسان بیت الخلاء یعنی ٹٹی خانے میں جانے کا ارادہ کرے تو مستحب ہے کہ وہ کپڑے نہ پہن کر جائے جن میں وہ نماز پڑھے گا ورنہ پوری پوری کوشش کرے کہ کپڑوں پر پلیدی اور مستعمل پانی نہ لگے اور سر پر کپڑا باندھ لے اور داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے۔ بسم اللہ اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث واعوذبک من الرجس الخبیث المخبث الشیطان اور مکروہ ہے کہ وہ بیت الخلاء میں ایسی انگوٹھی پہن کر جائے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام یا قرآن مجید کی کوئی آیت وغیرہ لکھی ہوئی ہو۔ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں اندر داخل کرے اور بیٹھے اور کھڑے ہوکر بے پردگی نہ کرے اور دونوں پاؤں کے درمیان کشادگی رکھے اور بائیں پہلو پر زور ڈال کر بیٹھے اور بیت الخلاء میں گفتگو نہ کرے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے، اور نہ زبان سے ذکر الٰہی کرے اور نہ چھینک آنے پر الحمد اللہ کہے اور اگر کسی کو چھینکتے سنے تو اس کی چھینک کا جواب بھی نہ دے اور نہ آذان کا جواب دے اور نہ بلا وجہ اپنی شرمگاہ کو دیکھے اور نہ پیٹ سے خارج ہونے والی شئے کو دیکھے اور نہ پیشاب پر تھوکے اور نہ ناک سنکے اور نہ کھنگار ڈالے اور نہ ادھر اُدھر دیکھنے میں کثرت کرے اور نہ اپنے بدن سے کھیلے اور نہ چھت کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے اور جلد سے فارغ ہونے کی کوشش کرے۔ پیشاب پر زیادہ دیر نہ بیٹھے کہ اس سے بواسیر اور کلیجے کی مرض عارض ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ لقمان علیہ السلام سے مروی ہے۔ پھر جب فارغ ہوکر کھڑا ہو تو یہ دعا پڑھے۔

الحمد اللہ الذی اذھب عنی الاذی وعافانی اور دایاں پاؤں نکال کر بیت الخلاء سے نکلے۔

(بحرالرائق ص ۲۴۳ ج ۱)

(۵ شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آٹھواں مقالہ

وضو کے ضروری مسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ خالق السموات والارضین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ نبیہ الامی و علیٰ الہٖ و اصحابہ اجمعین اما بعد۔ برادرِ طریقت حضرت مولانا محمد محفوظ چشتی حیدری سلمہ ربہٗ القوی ناظم اعلیٰ دار المطالعہ جماعت اہل سنت چکسواری ضلع میرپور آزاد کشمیر کی فرمائش پر افادۂ عامۃ المسلمین کے لیے یہ مقالہ "وضو کے ضروری مسائل" ترتیب دینے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے اللہ کریم جل شانہٗ اسے ہم سب کے لیے صدقہ جاریہ بنائے آمین۔

جاننا چاہیے کہ پانچ اوقات کی نماز ہر بالغ مسلمان مرد و زن پر فرض عین ہے۔ نماز کی صحت کی شرائط میں سے ایک شرط طہارت بدنی ہے یعنی نمازی کے جسم کا حدث اور جنابت سے پاک ہونا شرط ہے حدث دور کرنے لیے وضو اور جنابت دور کرنے کے لیے غسل کیا جاتا ہے اور پانی کی عدم موجودگی کے وقت تیمم سے حدث و جنابت دور کی جاتی ہے اس مقالے میں ہم صرف وضو کے ضروری مسائل عرض کرتے ہیں و باللہ التوفیق۔

وضو کی تعریف

حدث دور کرنے کی نیت سے ہاتھ، چہرہ اور پاؤں کا دھونا اور سر کا مسح کرنا وضو کہلاتا ہے۔

وضو کے فرائض وضو میں چار باتیں فرض ہیں (۱) ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا (۲) سارے چہرے کا دھونا (۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا (۴) پاؤں کا ٹخنوں سمیت دھونا (عامہ کتب فقہ)

وضو کے واجبات وضو میں کوئی بات واجب نہیں ہے (درمختار)

وضو کی سنتیں وضو میں یہ باتیں سنت ہیں (۱) ثواب کی نیت کرنا (۲) بسم اللہ شریف پڑھنا (۳) ابتدائے وضو میں ہاتھوں کو گٹوں تک دھونا (۴) کلی کرنا (۵) ناک میں پانی چڑھانا (۶) مسواک کرنا اگرچہ انگلی کے ساتھ ہو (۷) داڑھی کا خلال کرنا (۸) ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا (۹) ہاتھوں، چہرے اور دونوں پاؤں کو تین تین بار دھونا (۱۰) ایک بار سارے سر کا مسح کرنا (۱۱) دونوں کانوں کا مسح کرنا (۱۲) ترتیب سے وضو کرنا (۱۳) اعضاء کو پے در پے دھونا (۱۴) دائیں

ہاتھ میں برتن پکڑ کر دائیں پاؤں کی انگلیوں پر پانی ڈالنا اور اسے بائیں ہاتھ سے مل کر تین مرتبہ دھونا پھر بائیں پاؤں کی انگلیوں پر پانی ڈال کر اسے دھونا (۱۵) ہاتھوں اور پاؤں کو دھوتے وقت انگلیوں سے ابتداء کرنا (۱۶) سر کے اگلے حصہ سے مسح کی ابتداء کرنا (۱۷) پہلے کلّی کرنا پھر ناک میں پانی چڑھانا (۱۸) غیر روزہ دار کا کلّی اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۶ ج ۱) (۱۹) داڑھی کے جو بال چہرہ کے دائرہ سے نیچے ہیں ان کا مسح کرنا۔ (بہار شریعت ص ۱۸ ج ۲) (۲۱) دھوتے وقت اعضاء کو ملنا (۲۲) پانی میں فضول خرچی نہ کرنا (۲۳) پانی چہرہ پر نہ مارنا (۲۴) عورت کا اپنی فرج خارج کو دھونا (درمختار ج ۱ ص ۹۱)

وضو کے بعض مستحبات

وضو کی بعض مستحب باتیں یہ ہیں۔ (۱) دائیں جانب سے ابتداء کرنا (۲) بیک وقت دونوں رخسارے دھونا (۳) بیک وقت دونوں کانوں کا مسح کرنا (۴) گردن کا مسح کرنا (۵) قبلہ رو بیٹھ کر وضو کرنا (۶) اونچی جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنا (۷) وضو کا پانی پاک جگہ پر گرانا (۸) اپنے ہاتھ سے وضو کا پانی بھرنا (۹) دوسری نماز کے لئے پانی بھر کر رکھ دینا (۱۰) وضو کرتے وقت دوسرے سے مدد نہ لینا (۱۱) ڈھیلی انگوٹھی وغیرہ کو حرکت دینا (۱۲) وقت آنے سے پہلے وضو کر لینا (۱۳) اطمینان سے وضو کرنا (۱۴) کپڑوں کو وضو کے پانی سے بچانا (۱۵) کانوں کا مسح کرنا (۱۶) مٹی کے برتن میں پانی بھر کر وضو کرنا (۱۷) لوٹا بائیں جانب رکھ کر وضو کرنا (۱۸) دائیں ہاتھ سے کلّی کرنا (۱۹) دائیں ہاتھ سے ناک میں پانی چڑھانا (۲۰) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا (۲۱) ناک میں بائیں ہاتھ کی چھنگلی ڈالنا (۲۲) پاؤں کو بائیں ہاتھ سے دھونا (۲۳) چہرہ دھوتے وقت ماتھے کے سرے پر پانی پھیلا کر ڈالنا تاکہ اُوپر کا حصہ دُھل جائے (۲۴) چہرہ کو دونوں ہاتھوں سے دھونا (۲۵) ہاتھ پاؤں دھونے میں انگلیوں سے شروع کرنا (۲۶) چہرے ہاتھ اور پاؤں کی مقرر حد سے زیادہ جگہ کو دھونا (۲۷) ہر عضو کو دھو کر اس پر ہاتھ پھیر دینا تاکہ بوندیں کپڑوں پر نہ پڑیں (۲۸) ہلکے برتن سے وضو کرنا (۲۹) وضو کی نیت زبان سے کرنا (۳۰) ہر عضو کے وقت بسم اللہ پڑھنا (۳۱) وضو کے خاتمہ پر کلمہ شہادت پڑھنا (۳۲) ہر عضو کی دُعا پڑھنا (۳۳) وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا (۳۴) وضو کی کچھ تری باقی رہنے دینا (۳۵) وضو کرنے کے بعد ہاتھ نہ جھٹکنا (۳۶) وضو کے بعد میانی پر پانی چھڑک دینا (۳۷) تحیۃ الوضو کی دو رکعت پڑھنا (بہار شریعت ج ۲ ص ۱۹)

وضو کی دُعائیں

وضو کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھے کلی کرتے وقت اَللّٰھُمَّ اَعِنِّی عَلٰی تِلَاوَۃِ الْقُراٰنِ وَذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ پڑھے ناک میں پانی چڑھاتے وقت اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِی رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ وَ لَا تُرِحْنِیْ رَائِحَۃَ النَّارِ پڑھے۔ چہرہ دھوتے وقت اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِی یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْہٌ" پڑھے۔

دایاں بازو دھوتے وقت اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَاباً یسیراً پڑھے. بایاں بازو دھوتے وقت اَللّٰھُمَّ لَا تُعْطِنِی کِتَابِی بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَآءِ ظَھْرِی پڑھے. سَر کا مسح کرتے وقت اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ عَرْشِکَ یَوْمَ لاظِلَّ الاظل عَرْشِکَ پڑھے. اور کانوں کا مسح کرتے وقت اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ پڑھے. گردن کا مسح کرتے وقت اَللّٰھُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ پڑھے. دایاں پاؤں دھوتے وقت اَللّٰھُمَّ اجعل ذَنْبِی مَغْفُوْرًا وَسَعْیِی مَشْکُوْرًا وَتِجَارَتِیْ لَنْ تَبُوْرَ پڑھے یا سب جگہوں پر درود شریف ہی پڑھتا جائے۔ اور درود شریف پڑھنا ہی بہتر ہے اور جب وضو سے فارغ ہو تو کلمہ شہادت پڑھے اور سورہ قدر پڑھے اور سُبْحَانَکَ اَللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ اور اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ واجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ پڑھے. (بہار شریعت ص ۲۱ ج ۲)

وضو کے مکروہات

وضو میں یہ باتیں مکروہ ہیں (۱) عورت کے غسل یا وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا (۲) پلید جگہ بیٹھ وضو کرنا (۳) وضو کا پانی پلید جگہ گرانا (۴) مسجد کے اندر وضو کرنا (۵) لوٹے میں مستعمل پانی کے قطرے ٹپکانا (۶) پانی میں تھوکنا (۷) پانی میں سنکنا (۸) قبلہ کی طرف تھوکنا یا کھنگار ڈالنا یا کلی کا پانی پھینکنا (۹) بلا حاجت دنیاوی گفتگو کرنا (۱۰) زیادہ پانی خرچ کرنا (۱۱) اتنا پانی خرچ کرنا کہ کوئی سنت ادا نہ ہو (۱۲) چہرہ پر پانی مارنا (۱۳) چہرہ پر پانی ڈالتے وقت پھونکنا (پھونکیں مارنا) (۱۴) ایک ہاتھ سے چہرہ دھونا (۱۵) گلے کا مسح کرنا (۱۶) بائیں ہاتھ سے کلی کرنا (۱۷) بائیں ہاتھ سے ناک میں پانی چڑھنا (۱۸) دائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا (۱۹) اپنے لیے کوئی لوٹا مخصوص کر لینا (۲۰) جس کپڑے سے استنجاء خشک کیا ہو اس سے وضو کے اعضاء پونچھنا (۲۲) دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنا (۲۳) وضو کرتے وقت

ہونٹ یا آنکھیں زور سے بند رکھنا جب کہ ہونٹ اور آنکھوں کے فرض حصّوں تک پانی پہنچ جائے (۲۴) ہر سنّت کا ترک بھی مکروہ ہے (۲۵) تین بار سے زیادہ کسی عضو کو دھونا (۲۶) بلا ضرورت وضو کرتے وقت دوسرے سے مدد لینا۔ (درمختار ص ۹۷ ج ۲)

وضو توڑنے والی باتیں: یہ باتیں وضو توڑتی ہیں۔

(۱) پاخانہ بیٹھنا (۲) پیشاب پھرنا (۳) مرد یا عورت کے اگلے یا پچھلے راستہ سے ودی یا مذی یا منی یا کیڑا یا کنکری وغیرہ کا نکلنا (۴) ٹٹی کی راہ سے بدبودار ہوا کا خارج ہونا (۵) جسم کی کسی بھی جگہ سے خون، پیپ زرد پانی وغیرہ کا نکل کر ایسی جگہ کی طرف بہنا جس کی طہارت وضو یا غسل میں فرض ہوتی ہے (۶) کھانے یا پانی یا صفراء وغیرہ کی منہ بھر کرتے کرنا (۷) لیٹ کر یا کسی ایسی شئے کی ٹیک یا تکیہ یا سہارا لے کر سونا کہ وہ ہٹائی جائے تو وہ گر پڑے (۸) بے ہوش ہو جانا (۹) پاگل ہو جانا (۱۰) نشہ والا ہو جانا (۱۱) غشی کا چھا جانا (۱۲) رکوع و سجود والی نماز میں بالغ کا قہقہہ لگانا (۱۳) آلۂ تناسل کو تندی کی حالت میں عورت کی شرم گاہ سے مس کرنا جبکہ پردہ حائل نہ ہو (۱۴) تھوک پر خون کے رنگ کا غالب آ جانا (بہار شریعت ص ۲۴ ج ۲)

وضو نہ توڑنے والی باتیں

ان باتوں سے وضو نہیں ٹوٹتا (۱) بلا حائل مرد یا عورت کا اپنے آلۂ تناسل یا قُبل یا دُبر کو ہاتھ لگانا (۲) آلۂ تناسل میں روئی بھری ہونے کی حالت میں اُس روئی کے اندرونی حصہ کا پیشاب سے تر ہو جانا (۳) بے بغیر خون کا ظاہر ہو جانا (۴) خون نکلے بغیر چمڑے کا کٹ کر گرنا (۵) کیڑے کا زخم یا کان یا ناک سے نکلنا بشرطیکہ اس کے جسم پر تری نہ ہو (۶) غیر محرم عورت کو بلا حائل چھونا (۷) بلغم کی قے اگرچہ منہ بھر ہو (۸) کھانے یا پانی کی قے جبکہ منہ بھر نہ ہو (۹) سرین جما کر بیٹھنے والے کا نیند کے غلبہ سے اِدھر اُدھر جھومنا (۱۰) سجدہ یا رکوع میں مسنون حالت میں سو جانا (مراقی الفلاح ص ۵۱) (۱۱) آنسو بہا کر رونے اور بچے کو دودھ پلانے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا کیوں کہ آنسو اور دودھ پاک ہوتے ہیں اور پاک شئے کے خروج سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وہ کام جن کیلئے وضو کرنا فرض ہے

نماز پڑھنے کے لئے اگرچہ نفل نماز ہو یا سجدہ تلاوت ہو یا نماز جنازہ ہو (۲) قرآن مجید کو ہاتھ میں پکڑنے

کے لئے باوضو ہونا فرض ہے۔ (بہار شریعت ص۲۲ ج ۲)

وہ کام جن کیلئے وضو کرنا واجب ہے

بیت اللہ شریف کا طواف کرنے کے لئے وضو کرنا واجب ہے۔ (بہار شریعت)

وہ کام جن کیلئے وضو کرنا سنت ہے

غسل جنابت سے پہلے وضو کرنا (۲) جنبی شخص کیلئے کھانے پینے سے پہلے وضو کرنا (۳) آذان کہنے کے لئے وضو کرنا (۴) اقامت کہنے کے لئے وضو کرنا (۵) خطبہ جمعہ پڑھنے کے لئے وضو کرنا (۶) خطبہء عیدین پڑھنے کے لئے وضو کرنا (۷) روضہ نبوی کی زیارت کے لئے وضو کرنا (۸) عرفہ میں وقوف کے لئے وضو کرنا (۹) صفا مروہ کے مابین سعی کرنے کے لئے وضو کرنا سنت ہے (بہار شریعت ص۲۲ ج ۲)

وہ کام جن کیلئے وضو کرنا مستحب ہے

سونے سے پہلے وضو کرنا (۲) جاگنے کے بعد وضو کرنا (۳) میت کو نہلانے کے بعد وضو کرنا (۴) جنازہ اُٹھانے کے بعد وضو کرنا (۵) اپنی بیوی سے جماع کرنے سے پہلے وضو کرنا (۸) علم دین پڑھنے کے لئے وضو کرنا (۹) علم دین پڑھانے کے لئے وضو کرنا (۱۰) جمعہ وعیدین کے خطبوں کے علاوہ خطبہ کے لئے وضو کرنا (۱۱) دینی کتب چھونے کے لئے وضو کرنا (۱۲) اپنی شرمگاہ کو چھونے کے بعد وضو کرنا (۱۳) جھوٹ بولنے کے بعد وضو کرنا۔ (۱۴) گالی دینے کے بعد وضو کرنا (۱۵) فحش لفظ زبان سے نکالنے کے بعد وضو کرنا (۱۶) کافر سے بدن چھوٗ جانے کے بعد وضو کرنا (۱۷) صلیب کو چھوٗنے کے بعد وضو کرنا (۱۸) بت کو چھوٗنے کے بعد وضو کرنا (۱۹) کوڑھی یا سفید داغ والے کو چھوٗنے کے بعد وضو کرنا (۲۰) بدبودار بغل کھجلانے کے بعد وضو کرنا (۲۱) نماز سے باہر قہقہہ لگانے کے بعد وضو کرنا (۲۲) فحش لٹریچر پڑھنے کے بعد وضو کرنا (۲۳) اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنا (۲۴) کسی عورت کے بدن سے اپنے بدن کا بلا حائل مس ہو جانے کے بعد وضو کرنا (۲۵) وضو پر وضو کرنا جبکہ دوسری مجلس میں کیا جائے۔

(بہار شریعت و بحر الرائق وغیرہ)

وضو کرنے کا طریقہ

نمازی استنجاء کرنے کے بعد پاک بلند جگہ پر بیٹھے۔اپنی بائیں جانب پانی کا لوٹا رکھ کر وضو کی نیت کرے۔بسم اللہ پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھ تین مرتبہ گھٹیوں تک دھوئے پھر دائیں ہاتھ میں پانی لے کر منہ میں ڈالے۔اگر مسواک موجود ہو تو مسواک سے ورنہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے مسواک کرے اور غرغرہ کر کے حلق تک منہ کے ہر ہر حصہ پر سے پانی گزارے تین کلیاں کرنے کے بعد اپنے دائیں ہاتھ سے ناک میں پانی چڑھائے اور سانس کھینچ کر پانی ناک کے دونوں نتھوں کے ہر حصہ پر سے گزارے بائیں ہاتھ کی چھنگلی نتھوں میں ڈال کر ناک کی صفائی کرے اور بائیں ہاتھ سے ناک کو جھاڑے۔تین مرتبہ ناک میں پانی چڑھانے کے بعد پیشانی سے ٹھوڑی تک اور ایک کان کی لَو سے دوسرے کان کی لَو تک چہرے کو دھو کر ہر ہر بال پر سے تین مرتبہ پانی گزارے تاکہ کوئی بال برابر جگہ خشک نہ رہ جائے، ناک کے قریب آنکھ کے کوؤں میں بھی پانی پہنچائے۔پھر دایاں بازو کہنیوں سمیت تین تین مرتبہ دھوئے اور کوئی جگہ بال برابر خشک نہ رہے۔پھر اسی طرح بایاں بازو دھوئے پھر سر کا مسح اس طرح کرے کہ انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے سوا ایک ہاتھ کی باقی تین انگلیوں کے سرے دوسرے ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے سروں سے ملائے اور پیشانی کے بالوں پر انہیں رکھ کر گدی تک اس طرح لے جائے کہ ہتھیلیاں سر سے جدا رہیں اور سر کے درمیانی حصہ کا مسح پوری طرح ہو جائے۔پھر گدی سے ہتھیلیوں کے ساتھ سر کی دونوں طرفوں کا مسح کرتے ہوئے انہیں پیشانی تک لے آئے پھر شہادت کی انگلیوں کے پیٹوں سے دونوں کانوں کے اندرونی حصوں کا مسح کرے، پھر انگوٹھوں کے پیٹوں سے دونوں کانوں کی بیرونی سطح کا مسح کرے۔پھر دایاں پاؤں تین مرتبہ ٹخنوں سمیت دھوئے اور یہ خیال رکھے کہ ایڑیوں کی کوئی جگہ خشک نہ رہے۔پھر بایاں پاؤں اسی طرح دھو کر وضو ختم کرے اور کلمہ شہادت پڑھے اور ہر عضو کی جو دعائیں لکھی گئی ہیں، وہ اپنے اپنے موقع پر پڑھتا جائے۔وضو کرتے وقت ہرگز ہرگز دنیاوی گفتگو نہ کرے واللہ اعلم بالصواب۔

وضو کے ضروری مسائل

(۱) لوٹے کی ٹونٹی نہ زیادہ تنگ ہو اور نہ زیادہ کشادہ تاکہ پانی ضرورت سے زیادہ نہ نکلے (۲) بہت سے لوگ یوں کرتے ہیں کہ ناک یا آنکھ یا بھوؤں پر پانی کا چلو ڈال کر سارے چہرہ کو تیل کی طرح چپڑ لیتے ہیں اور سمجھتے

ہیں کہ اس سے چہرہ دُھل گیا ہے۔ حالانکہ اس سے فرض ادا نہیں ہوتا بلکہ ہر بال پر سے پانی بہانا ضروری ہے (۳) غسلِ جنابت سے پہلے وضو کیا ہو تو غسل کے بعد دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اُسی وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے (۴) بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ رونے یا گرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے حالانکہ ان دونوں سے وضو نہیں ٹوٹتا (۵) بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ وضو جب تک یاد رہے باقی رہتا ہے اور جب اس کا تصور زائل ہو جائے تو ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ خیال درست نہیں ہے بلکہ جب تک وضو ٹوٹنے کا یقین نہ ہو جائے محض شک سے وضو نہیں ٹوٹتا (۶) بعض بے وضو لوگ لوٹے میں پانی ڈالتے وقت یا لوٹا بھر کر اُٹھاتے وقت ہاتھ پانی میں ڈال دیتے ہیں اس سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے۔ ایسے پانی سے وضو درست نہیں ہوتا یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے مگر اس سے اکثر لوگ غافل ہیں (۷) بعض لوگ مسجد کے لوٹوں میں بچا ہوا پانی گرا کر تازہ پانی بھرتے ہیں یہ فضول خرچی ہے اس سے بچنا چاہئے (۸) وضو کے دوران دنیاوی گفتگو ہرگز نہ کی جائے ورنہ ثواب میں کمی آئے گی (۹) کسی عضو کے دھونے کے معنی یہ ہیں کہ اس عضو کے ہر حصے پر سے کم از کم دو بوندیں پانی بہہ جائے۔ بھیگ جانے یا تیل کی طرح پانی سے چپڑ لینے یا ایک آدھ بوند بہہ جانے کو دھونا نہیں کہیں گے نہ اس سے وضو صحیح ہو اور نہ غسل اس امر کا لحاظ بہت ضروری ہے، لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور اپنی نمازوں کو ضائع کرتے ہیں (۱۰) بہت سے لوگ بازو دھوتے وقت سارے بازو کو تیل کی طرح چپڑ لیتے ہیں پھر چلو میں پانی لے کر بازو پر ڈالتے ہیں اس سے بازو کے بعض حصے پر سے پانی نہیں گزرتا۔ ایسا نہیں کرنا چاہئے بلکہ لوٹے کی ٹونٹی سے پانی بازو کے ہر ہر حصہ پر سے گزارنا چاہئے۔ (۱۱) عوام میں مشہور ہے کہ وضو جوان کا سا نماز بوڑھوں کی سی ہونی چاہئے۔ یعنی وضو جلدی کریں۔ ایسی جلدی بھی نہ کریں کہ جس سے کوئی سنت یا مستحب چھوٹ جائے۔ (۱۲) بعض لوگ وضو کر کے فوراً مسجد میں داخل ہو جاتے ہیں اور وضو کے قطرے مسجد میں گراتے ہیں۔ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ بلکہ اعضاء خشک کر کے مسجد میں داخل ہونا چاہئے (۱۳) اعضاء وضو کو کپڑے سے مکمل طور پر خشک نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ بعض نمی عضووں پر رہنے دینی چاہئے کہ یہ میزان میں رکھی جائے گی (۱۴) عوام میں مشہور ہے کہ گھٹنا یا ستر کھلنے یا اپنا یا پرایا ستر دیکھنے سے وضو جاتا رہتا ہے۔ یہ محض بے اصل بات ہے۔ (۱۵) چلو میں پانی لینے کے بعد پیٹ سے ہوا خارج ہوئی تو یہ پانی مستعمل ہو جانے کی وجہ سے بے کار ہو گیا ہے اسے پھینک دینا چاہئے۔ (۱۶) میانی میں تری دیکھی مگر یہ معلوم نہیں ہے کہ پانی ہے یا پیشاب تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس کی طرف توجہ نہ کرے کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نواں مقالہ

طبّی و شرعی نقطۂ نظر سے مسواک کی فضیلت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ محمد واٰلہٖ و اصحابہٖ اجمعین امّا بعد: انسان کا مُنہ قرآن کا راستہ ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی تلاوت زبان سے کی جاتی ہے اور زبان مُنہ میں ہوتی ہے۔ اس وجہ سے شرع شریف نے مُنہ کی صفائی کی خصوصی تاکید کی ہے۔ اس مختصر مقالہ "طبی وشرعی نقطۂ نظر سے مسواک کی فضیلت" میں ہم نے اسی بارہ میں ضروری معروضات عرض کی ہیں اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

مسواک کی فضیلت میں احادیث مبارکہ موجود ہیں

مسواک کے مسائل واحکام بیان کرنے سے پہلے مسواک کی فضیلت میں چند احادیث ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں۔ وباللہ التوفیق

(۱) امام بخاری ومسلم حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لولا ان اشق علی امّتی لامرتھم بتاخیر العشاء و بالسواک عند کل صلوٰۃ۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امت پر شاق ہوگا تو میں ان کو نماز عشاء کی تاخیر اور ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا امر فرما دیتا۔ (یعنی فرض کر دیتا) (مشکوٰۃ ص ۴۱ ج ۱)

(۲) امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے صحیح اسناد کے ساتھ اور بخاری نے کتاب الصوم میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لولا ان اشق علیٰ امتی لامرتھم بالسواک عند کل وضوء. اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امت پر شاق ہوگا تو میں ان کو ہر وضوء کے ساتھ مسواک کرنے کا امر فرما دیتا۔ (مرقاۃ المفاتیح ص ۲ ج ۲)

(۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ السواک مطھر للفمّ مرضاۃ للربّ۔ مسواک کرنا مُنہ کی صفائی اور ربّ کی رضا کا سبب ہے۔ رواہ الشافعی واحمد والدرامی والنسائی والبخاری فی صحیحہ بلا اسناد (مشکوٰۃ ص ۴۱ جلد اوّل)

(وصححہ الجلال السیوطی فی الجامع الصغیر ص ۳۸ ج ۲)

(۴) طبرانی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا۔ السواک یطیب الفم و یرضی الرب ۔مسواک کرنا منہ کو صاف کرتا ہے اور رب کو راضی کرتا ہے۔(جامع صغیرہ جلد دوم ص ۳۸)۔

(۵) امام جلال الدین سیوطی حضرت حسان بن عطیہ سے مرسلاً روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا السواک نصف الایمان والوضؤ نصف الایمان ۔مسواک کرنا ایمان کا نصف حصہ ہے اور وضو ایمان کا نصف حصہ ہے۔(حسنہ فی الجامع الصغیر ص ۳۸ ج ۲)

(۶) ابو نعیم حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا السواک واجب و غسل الجمعۃ واجب علی کل مسلم۔ مسواک کرنا لازم ہے اور جمعہ کے دن نہانا ہر مسلمان پر لازم ہے۔(حسنہ فی الجامع الصغیر ص ۳۸ ج ۲)

(۷) ابو نعیم حضرت عبداللہ بن جراد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا السواک من الفطرۃ ۔مسواک کرنا فطرت سے ہے یعنی ان باتوں سے ہے جن کا حکم ہر شریعت میں دیا گیا تھا۔ حسنہ فی الجامع الصغیر ص ۳۸ ج ۲)

(۸) امام دیلمی مسند الفردوس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ السواک شفاء من کل داء الا السام والسام الموت ۔مسواک کرنا ہر بیماری سے شفا ہے سوائے موت کے۔(حسنہ فی الجامع الصغیر ص ۳۸ ج ۲)

(۱۰) مشکوۃ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ دس چیزیں فطرت سے ہیں۔ مونچھیں کترانا۔ داڑھی بڑھانا۔ مسواک کرنا۔ ناک میں پانی ڈالنا۔ ناخن تراشنا۔ انگلیوں کی چنٹیں دھونا۔ بغل کے بال دُور کرنا۔ مُوئے زیرِ ناف مونڈنا۔ استنجاء کرنا اور کُلّی کرنا۔(بہار شریعت حصہ دوم ص ۱۲)

(۱۱) طبرانی اوسط میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ السواک مطھرۃ للفم مرضاۃ للرب و مجلاۃ للبصر۔ مسواک کرنا منہ کو پاکیزگی بخشنے والا رب کو راضی کرنے والا اور نظر کو قوت دینے والا عمل ہے۔(صحیح البھاری ص ۳۶)

(۱۲) حضرت ابوھریرہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا السواک یزید الرجل فصاحۃ۔ مسواک کرنا مرد کو فصاحت میں زیادہ کرتا ہے۔(ضعفہ فی الجامع الصغیر ص ۳۸ ج ۲)

(۱۳) امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذا قام احدکم من اللیل فلیستک فان احدکم اذا قرء فی صلوٰۃ وضع ملک فاہ علی فیہ و لا یخرج من فیہ شئی الاّ دخل فم الملک ۔ جب تم میں سے کوئی رات کے وقت نماز کے لیے اٹھنے کا ارادہ کرے تو اُسے مسواک کر لینی چاہیے کیونکہ تم میں سے کوئی جب نماز میں قرآن پڑھتا ہے تو فرشتہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھ دیتا ہے۔ اور اس کے منہ سے کوئی شئے نہیں نکلتی مگر وہ فرشتے کے منہ میں چلی جاتی ہے۔ (صحیح البہاری ص ۳۷)

(۱۴) دیلمی مسند الفردوس میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا السواک سنۃ فاستا کوای وقت شئتم ۔ مسواک کرنا سنت ہے جس وقت چاہو مسواک کرو (حسنۂ فی الجامع الصغیر ص ۳۸ ج ۲)

مسواک سنن انبیاء سے ہے

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اربع من سنن المرسلین الحیاء و التعطر و السواک و النکاح ۔ چار کام انبیاء کی سنتوں سے ہیں۔ حیاء کرنا، خوشبو لگانا۔ مسواک کرنا اور نکاح کرنا۔ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ ص ۴۱ جلد اوّل)

مسواک کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول شریف

(۱) شریح بن حانی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوتے تھے تو وہ سب سے پہلے کونسا کام شروع کرتے تھے تو آپ نے فرمایا۔ مسواک کرنا۔ (مشکوٰۃ ص ۴۱ ج ۱)

(۲) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ نماز تہجد کے لیے اٹھتے تو آپ اپنے دانتوں کو مسواک سے ملتے تھے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۱ ج ۱)

(۳) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن اور رات میں سو کر بیدار نہ ہوتے تھے مگر وضو کرنے سے پہلے مسواک کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۱ ج ۱)

(۴) حضرت ابوامامہ باہلی روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا ماجاءنی جبرائیل علیہ السلام قط الاّ امرنی بالسواک ۔ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام ہرگز نہیں آئے مگر اس حال میں

کہ آپ نے مجھے مسواک کا امر دیا۔ لقد خشیت ان احفی مقدم فیَّ ۔ مجھے اس بات کا خوف ہُوا کہ میں اپنے منہ کا اگلا حصّہ چھیل دوں گا۔ (مشکوٰۃ جلد اوّل ص ۴۱)

(۵) حضرت خزیمہ بن ثابت فرماتے ہیں ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یستاک فی اللیل مراراً ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میں کئی مرتبہ مسواک کرتے تھے۔ رواہ ابن ابی شیبۃ صحیح البہاری ص ۳۸)۔

(۶) حضرت بریدہ بن خصیب اسلمی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے گھر میں بیدار ہوتے تو بریرہ نامی اپنی لونڈی کو آواز دے کر مسواک منگا کرتے تھے۔

(رواہ ابن ابی شیبہ صحیح البہاری ص ۳۸)

(۷) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی رات میں نہ سوتے اور نہ رات گزارتے یہاں تک کہ مسواک کر لیتے تھے۔ رواہ ابن عساکر (صحیح البہاری ص ۳۸)

(۸) ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وضو کا پانی اور مسواک رکھ دی جاتی تھی۔ پھر جب آپ بیدار ہوتے تو قضائے حاجت فرماتے پھر مسواک کرتے۔

(صحیح البہاری ص ۳۹)۔

امّت کو مسواک کا خصوصی حُکم

(۱) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ السواک سنة فاستاکوا ای وقت شئتم ۔ مسواک کرنا سنّت ہے سو تم جس وقت چاہو مسواک کرو۔ (حسنہ الجلال السیوطی فی الجامع الصغیر الجلد الثانی ص ۳۸)۔

(۲) سلیمان بن صرد روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ استاکوا و تنظفوا و اوتروا فانّ اللہ عز و جل وتر یحب الوتر ۔ مسواک کرو اور صفائی اختیار کرو اور کام طاق مرتبہ کرو کیونکہ اللہ طاق ہے طاق کو پسند فرماتا ہے۔ رواہ ابن ابی شیبۃ (صحیح البہاری ص ۳۹)

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اکثرت علیکم فی السواک ۔ میں نے تمہیں کثرت سے مسواک کرنے کا حکم دیا ہے۔ رواہ الامام احمد۔ (صحیح البہاری ص ۴۰)

(۴) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لولا ان اشق علی امتی لامرتھم عند کل صلوٰۃ بوضوء و کل وضوء بسواک۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امت پر شاق ہوگا تو میں اُنہیں ہر نماز کے ساتھ وضو کرنے اور ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دے دیتا۔ رواہ النسائی (صحیح البہاری ص ۴۰)۔

انگلی سے مسواک کرلینا

حضرت عمر بن عوف مزنی فرماتے ہیں کہ جب مسواک نہ ہوتو انگلیاں مسواک کے قائم مقام ہوتی ہیں۔ رواہ ابونعیم (صحیح البہاری ص ۴۲)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یجزی من السواک الاصابع۔ انگلیاں مسواک کے قائم مقام ہوتی ہیں۔ رواہ البیھقی (صحیح البہاری ص ۴۳)

مسواک کے منافع جلیلہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ مسواک میں دس خوبیاں ہیں۔ منہ کو پاک کرتی ہے۔ مسوڑوں کو مضبوط کرتی ہے۔ نظر کو تیز کرتی ہے۔ بلغم دُور کرتی ہے۔ دانتوں کی زردی دور کرتی ہے۔ سنت کی ادائیگی کا باعث بنتی ہے۔ فرشتوں کو خوش کرتی ہے۔ رب کو راضی کرتی ہے۔ نیکیوں میں زیادتی پیدا کرتی ہے۔ اور معدہ کو درست کرتی ہے۔ رواہ ابوالشیخ فی الثواب وابونعیم فی کتاب السواک وضعفہ السیوطی فی الجامع الصغیر ص ۷۸ الجلد الثانی۔

اور حاکم کی روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسواک میں دس خوبیاں ہیں۔ منہ کو پاک کرنے والی ہے۔ رب کو راضی کرنے والی ہے۔ شیطان کو غصہ دلانے والی ہے۔ فرشتوں کو محبت بخشنے والی ہے۔ مسوڑوں کو مضبوط کرتی ہے۔ نظر کو تیز کرتی ہے۔ اور نیکیاں ستر گنا کرتی ہے اور دانتوں کو سفید کرتی ہے۔ دانتوں کی زردی دور کرتی ہے۔ اور معدہ میں کھانے کی خواہش پیدا کرتی ہے۔ (صحیح البہاری ص ۳۷)

شیخ تقی الدین حلبی لکھتے ہیں کہ شیخ محاملی رحمۃ اللہ علیہ نے مسواک کے یہ تیرہ فائدے ذکر کیے ہیں۔ مسواک منہ کو پاک بناتی ہے۔ رب کو راضی کرتی ہے۔ دانتوں کو سفید بناتی ہے۔ مُنہ کی بدبُو دُور کرتی ہے۔ مسوڑوں

کو مضبوط کرتی ہے۔ دانتوں کا رنگ نکھارتی ہے۔ زبان کو جاری کرتی ہے ذہنیت کو بڑھاتی ہے۔ رطوبت کاٹتی ہے۔ نظر کو تیز کرتی ہے۔ بالوں کی سفیدی میں دیری لاتی ہے۔ کمر کو سیدھا کرتی ہے۔ اجر وثواب بڑھاتی ہے۔ اور ہمارے شیخ علامہ سراج الدین بلقینی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب التدریب میں یہ دو فائدے بھی بڑھائے ہیں کہ رُوح نکلنے میں آسانی پیدا کرتی ہے اور موت کے وقت کلمۂ شہادت یاد دلاتی ہے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۵۹)۔

مسواک سے نماز کا ثواب بڑھ جاتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **تفضل الصلوٰۃ التی یستاک لھا علی الصلوٰۃ التی لایستاک لھا سبعین ضعفاً** ۔ نماز جس کے لیے مسواک کی جائے اُس نماز پر جس کے لیے مسواک نہ کی جائے ستر گنا فضیلت رکھتی ہے۔ رواہ البیھقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ ص ۴۱ ج ۱)

(۲) حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **رکعتان بسواک خیر من سبعین رکعۃ بغیر سواک** ۔ مسواک کے ساتھ دو رکعتیں مسواک کے بغیر ستر رکعتوں سے بہتر ہیں۔ رواہ الدارقطنی (صحیح البھاری ص ۳۷)

(۳) اور ابن حبان کی روایت کے لفظ یہ ہیں۔ **الرکعتان بعد السواک احبّ الیّ من سبعین رکعۃ قبل السواک** ۔ مسواک کے بعد دو رکعتیں پڑھنا میرے نزدیک مسواک سے پہلے ستر رکعتیں پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے۔ (صحیح البھاری ص ۳۸)

مسواک کے اوصاف

مسواک نہ بہت نرم ہو نہ سخت اور پیلو یا زیتون یا نیم وغیرہ کڑوی لکڑی کی ہو۔ میوے یا خوشبودار پھول کے درخت کی نہ ہو۔ چھنگلیا کے برابر موٹی اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی ہو۔ اتنی چھوٹی بھی نہ ہو کہ مسواک کرنا دشوار ہو۔ جو مسواک ایک بالشت سے زیادہ ہو اس پر شیطان بیٹھتا ہے۔ مسواک جب قابل استعمال نہ رہے تو اُسے دفن کر دیں یا کسی جگہ احتیاط سے رکھ دیں کہ کسی ناپاک جگہ نہ گرے کہ ایک تو آلۂ ادائے سنت ہے اس کی تعظیم چاہیے دوسرے آب دہن مسلم ناپاک جگہ ڈالنے سے خود محفوظ رکھنا چاہیے

اسی لیے پاخانہ میں تھوکنا علماء نامناسب لکھتے ہیں۔ (بہار شریعت ص ۱۷ ج ۲)
(تنبیہ) اگر مسواک موجود نہ ہو یا کسی کے دانت نہ ہوں تو دائیں ہاتھ کی انگلی کفایت کرتی ہے۔
(اشعۃ اللمعات جلد اوّل ص ۲۱۱)۔

مسواک کرنے کا طریقہ

مسواک کم از کم تین تین مرتبہ دائیں بائیں اوپر نیچے کے دانتوں میں کرنی چاہیے اور ہر مرتبہ مسواک کو دھونا چاہیے۔ مسواک دائیں ہاتھ سے کرے اور اس طرح ہاتھ میں لے کہ چھنگلیا مسواک کے نیچے اور بیچ کی تین انگلیاں اوپر اور انگوٹھا سرے پر نیچے ہو مٹھی نہ باندھے۔ دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کرے لمبائی میں نہیں۔ چت لیٹ کر مسواک نہ کرے۔ پہلے داہنی جانب کے اوپر کے دانت مانجے پھر بائیں جانب کے اوپر کے دانت پھر داہنی جانب کے نیچے کے پھر بائیں جانب کے نیچے کے۔ جب مسواک کرنا ہو تو اُسے دھو لے۔ یونہی فارغ ہونے کے بعد دھو ڈالے اور زمین پر پڑی نہ چھوڑ دے بلکہ کھڑی رکھے اور ریشہ کی جانب اوپر ہو۔ (بہار شریعت حصہ دوم ص ۱۷)

مسواک کا شرعی حکم

امام علی قاری لکھتے ہیں۔ قال ابن الھمام الحق ان السواک من مستحبات الوضوء ای لامن سننہ کما ذکرہ الجمھور ویستحب فی خمسۃ مواضع اصفرار السن و تغیر الرائحۃ والقیام من النوم والقیام الی الصلوٰۃ و عند الوضوء ۔امام ابن الھمام نے کہا ہے کہ حق بات یہ ہے کہ مسواک وضو کے مستحبات میں سے ہے یعنی اس کی سنتوں سے نہیں جیسا کہ جمہور علماء نے ذکر کیا۔ اور مسواک کرنا پانچ جگہوں میں مستحب ہے۔ جب دانت پیلے ہو جائیں۔ جب مُنہ سے بُو آنے لگے۔ جب نیند سے بیدار ہو۔ جب نماز کا ارادہ کرے اور وضو کے وقت (مرقاۃ جلد دوم ص ۳)
اور علامہ شامی لکھتے ہیں۔ قال فی امداد الفتاح ولیس السواک من خصائص الوضوء فانہ یستحب فی حالات منھا تغیر الفم و القیام من النوم والی الصلوٰۃ و دخول البیت والاجتماع بالناس و قراءۃ القرآن لقول ابی حنیفہ ان السواک من سنن الدین فتستوی فیہ الاحوال کلھا اہ صاحب امداد الفتاح نے فرمایا اور مسواک کرنا وضو کے خصائص سے

نہیں کیونکہ وہ چند اور حالات میں بھی مستحب ہے۔ مثلاً جب مُنہ میں بو پیدا ہو جائے، نیند سے اٹھنے کے وقت۔ نماز کا قصد کرنے کے وقت۔ گھر میں داخل ہونے کے وقت، لوگوں سے ملاقات کرنے کے وقت اور قرآن مجید کی تلاوت کے وقت کیونکہ امام اعظم ابو حنیفہ نے فرمایا ہے کہ مسواک دین کی سنتوں سے ہے پس اس میں تمام احوال برابر ہیں۔ (ردالمختار جلد اوّل ص ۸۴)۔

بحالتِ روزہ مسواک جائز ہے

امام ابن عابدین شامی فرماتے ہیں روزہ دار کے لیے مسواک کرنا مکروہ نہیں بلکہ مسنون ہے اگر چہ وہ شام کے وقت کرے یا پانی سے بھگوئی ہوئی مسواک سے کرے۔ یہ مسئلہ کتاب نہایہ میں صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کیونکہ حدیث شریف اگر یہ بات میری امت پر شاق نہ ہوتی تو میں ان کو ہر وضو کے وقت اور ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم فرما دیتا کا عموم ظہر، عصر اور مغرب کی نمازوں کے لیے مسواک کرنے کو شامل ہے۔ امام شافعی زوال کے بعد روزہ دار کے لیے مسواک کرنا مکروہ قرار دیتے ہیں۔ (ردالمختار جلد دوم ص ۱۲۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں مسواک کیا کرتے تھے

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مالا احصی یتسوک وھو صائم۔ میں نے ان گنت مرتبہ دیکھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں مسواک کرتے ہیں۔ رواہ الترمذی وابوداؤد (مشکوٰۃ جلد اوّل ص ۱۵۹)

اس حدیث کے نیچے امام علی قاری لکھتے ہیں قال المظھر لا یضر السواک للصائم فی جمیع النھار بل ھو سنۃ عند اکثر اھل العلم و بہ قال مالک و ابو حنیفۃ لانہ مطھر وقال ابن عمر یکرہ بعد الزوال لان خلوف الصائم اثر العبادۃ والخلوف یظھر عند خلو المعدۃ من الطعام و خلو المعدۃ یکون عند الزوال غالباً وازالۃ اثر العبادۃ مکروہ و بہ قال الشافعی و احمد ولنا ماروی ابن ماجہ والدار قطنی من حدیث عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خیر خصال الصائم السواک و روی ابن حبان عن ابن عمر قال کان صلی اللہ علیہ وسلم یستاک آخر النھار و ھذا

ھو الصحیح ۔ شیخ مظہر نے کہا ہے کہ روزہ دار کو پورے دن میں مسواک کرنا نقصان نہیں دیتا بلکہ یہ اکثر علماء کے نزدیک سنت ہے اور یہی امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔ کیونکہ مسواک منہ کو پاک کرنے والی ہے۔ اور حضرت ابن عمر نے فرمایا زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے کیونکہ روزہ دار کے منہ کی بُو عبادت کا اثر ہے اور یہ معدہ کے خالی ہونے کے وقت پیدا ہوتی ہے اور معدہ غالباً زوال کے بعد خالی ہوتا ہے۔ اور عبادت کا اثر زائل کرنا مکروہ ہوتا ہے۔ یہ امام شافعی اور امام احمد کا قول ہے۔ ہماری دلیل حضرت عائشہ کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ دار کا بہترین کام مسواک کرنا ہے اور یہ حدیث ہے کہ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن کے آخری حصہ میں مسواک کیا کرتے تھے اور یہی قول صحیح ہے۔ اھ ملتقطاً (مرقاۃ حصہ ۴ ص ۲۶۷)۔

سفر میں مسواک اپنے پاس رکھنا سنّت ہے

سیّدنا غوث اعظم فرماتے ہیں اور مستحب یہ ہے کہ انسان سفر و حضر میں اپنے ساتھ یہ سات چیزیں رکھے۔ اللہ کے تقویٰ اور بھروسہ کے بعد صفائی۔ زینت۔ سرمہ دانی۔ کنگھی۔ مسواک۔ قینچی۔ بال درست کرنے والی لکڑی۔ اور تیل کی شیشی۔ لانہ روی فی حدیث عائشة رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما کان یفوتہ ذلک حضراً و سفراً ۔ کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت میں ہے کہ یہ چیزیں سفر و حضر میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جُدا نہ ہوتی تھیں۔ (غنیۃ الطالبین حصہ اوّل ص ۱۷)

الحمدللہ۔ یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے مسواک کی اہمیت وفضیلت بخوبی معلوم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سنت پر عمل کرنے کی توفیق بخشے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲۱ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دسواں مقالہ

غسل کا مسنون طریقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله ربّ العالمین و الصلوٰة و السلام علیٰ جمیع الانبیاء و المرسلین و علیٰ الهم و اصحابهم اجمعین امابعد: برادرِ طریقت حضرت مولانا محمد محفوظ چشتی جلالپوری سلمہٗ ربہ القوی ناظمِ اعلیٰ دارالمطالعہ جماعتِ اہل سنّت چکسواری ضلع میرپور آزاد کشمیر کی فرمائش پر یہ مقالہ "غسل کا مسنون طریقہ" لکھنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے اللہ کریم جل شانہٗ اسے صدقۂ جاریہ بنائے آمین۔

غسل کا مفہوم

لغتِ عرب اور اصطلاحِ شرع میں سارے جسم کو دھونے اور ہر بال پر سے پانی گزارنے کا نام غسل ہے۔ (البحرالرائق ص ۴۵ ج ۱)

غسل کی فضیلت

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تم جس شئے کے ذریعہ سے پاکیزگی حاصل کرسکو پاکیزگی حاصل کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزگی پر اسلام کی بنیاد رکھی ہے۔ اور جنّت میں سوائے ہر پاکیزگی والے کے کوئی شخص داخل نہ ہوگا۔ (اصحیح البھاری ص ۹۷ ج ۱)

(۲) اور حضرت امّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "اسلام پاکیزہ چیز ہے سو جنت میں سوائے پاکباز کے کوئی شخص داخل نہ ہوگا۔" (اصحیح البھاری ۹۷ ج ۱)

(۳) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "بلا شبہ اللہ تعالیٰ نیکوکار پاکیزگی والے کو پسند فرماتا ہے۔" (اصحیح البھاری ص ۹۷ ج ۱)

(۴) اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "بلاشبہ جمعہ کے دن نہانا البتہ گناہوں کو بالوں کی جڑوں سے پوری طرح نکال دیتا ہے۔" (جامع صغیر ص ۸۳ ج ۱)

(۵) اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص جمعہ کے روز غسل کرے وہ آئندہ جمعہ تک پاکی میں رہتا ہے۔" (جامع صغیر ص ۱۴۵ ج ۲)

(۶) اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے روز غسل کرے اُس کے گناہ اور اُس کی خطائیں مٹادی جاتی ہیں۔ پھر جب وہ جمعہ پڑھنے کو چلنے لگتا ہے تو اُس

کے لیے اُس کے ہر قدم کے بدلے بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔" (الصحیح البیھاری ص ۱۲۵ ج ۱)

غسلِ جنابت کا ترک موجبِ عذاب ہے

امام ابو داؤد حضرت علی کرم اللہ وجہہ' سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص جنابت کے غسل میں ایک بال کی جگہ دھوئے بغیر چھوڑے گا۔ اُس کے ساتھ آگ میں ایسا ایسا کیا جائے گا۔ "یعنی اُسے عذاب دیا جائے گا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اسی وجہ سے میں نے اپنے سر کے بالوں سے دُشمنی کی ہے۔" یعنی سر کے بال منڈوا ڈالے ہیں کہ بالوں کی وجہ سے کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے۔ آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۵ ج ۱۔

جنابت میں رہنا بے برکتی کا سبب ہے

امام ابوداؤد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ' سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا۔
"فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں (جاندار کی) تصویر ہو اور نہ اس گھر میں داخل ہوتے ہیں جس میں کتا ہو اور نہ اس گھر میں داخل ہوتے ہیں جس میں کوئی جنبی ہو۔" (الصحیح البیھاری ص ۱۳۳ ج ۱)

تنبیہ

مسلمان اس ارشادِ نبوی میں غور کریں اور یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ آج کل ہمارے گھروں میں خیر و برکت کی کمی کی یہی تو وجہ ہے کہ ہمارے گھروں میں جانداروں کے فوٹو ہوتے ہیں یا ہمارے گھروں میں کتوں کی موجودگی ہوتی ہے یا ہم سستی کی وجہ سے غسل جنابت کو چھوڑے رہتے ہیں۔ اگر آج مسلمان ان تینوں کاموں سے پرہیز کریں تو ہمارا ملک خیر و برکت کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل عنایت فرمائے۔

اقسامِ غسل

امام حسن شرنبلالی فرماتے ہیں غسل کی دو قسمیں ہیں غسل باطن اور غسل ظاہر۔ غسل ظاہر غسل باطن کے بغیر مفید نہیں ہوتا اور غسلِ باطن سے مراد دل کو خلوصِ نیت، کھوٹ، حسد اور بُغض سے دوری اور ماسوا اللہ سے پاکی سے آراستہ کرنا ہے۔" (مراقی الفلاح ص ۵۹)۔

غسل کے فرائض

غسل جنابت میں گیارہ اعضاء کا دھونا فرض ہے۔ (۱) مُنہ کا دھونا۔ (۲) ناک کا دھونا۔ (۳) سارے بدن کا دھونا۔ (۴) اُس قلفہ کی اندرونی جگہ کا دھونا جس کا کھولنا آسان ہو۔ (۵) ناف کی اندرونی جگہ کا دھونا (۶) نہ ملے ہوئے سوراخ کا دھونا (۷) مرد کے بالوں کی مینڈھیوں کے اندرونی حصّہ کا دھونا اگر چہ ان کے کھولنے میں حرج ہو۔ (۸) داڑھی کے بالوں کے چمڑا کا دھونا اگر چہ وہ گھنی ہو۔ (۹) مونچھوں کے بالوں کے چمڑے کا دھونا (۱۰) بھوؤں کے بالوں کے چمڑے کا دھونا (۱۱) عورت کے لیے فرج خارج کا دھونا۔ (مراقی الفلاح ص ۵۵)

غسل کے واجبات

غسل میں کوئی شے واجب نہیں جیسا کہ وضو اور تیمم میں کوئی شے واجب نہیں۔ (ردالمحتار ص ۱۱۵ ج ۱)

غسل کی سنتیں

غسل میں یہ باتیں سنت ہیں (۱) غسل کی نیت کرنا۔ (۲) ابتدائے غسل میں گٹوں تک دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھونا۔ (۳) جائے استنجاء کو دھونا اگر چہ اُس پر نجاست نہ لگی ہوئی ہو۔ (۴) بدن پر نجاست لگی ہو تو نہانے سے پہلے اُسے دھونا (۵) نماز کا سا وضو کرنا (۶) بدن پر پہلی مرتبہ پانی ڈالنے کے بعد اُسے تیل کی طرح چپڑنا تاکہ بال بال پر سے پانی بہہ سکے (۷) تین مرتبہ دائیں کندھے پر پانی ڈالنا (۸) پھر بائیں کندھے پر تین مرتبہ پانی ڈالنا۔ (۹) پھر سر اور سارے بدن پر تین دفعہ پانی ڈالنا۔ (۱۰) پھر جائے غسل سے ہٹ کر پاؤں دھونا۔ (۱۱) نہانے میں قبلہ کو رُخ نہ کرنا جبکہ بے پردہ نہا رہا ہو۔ (۱۲) سارے بدن پر ہاتھ پھیرنا۔ (۱۳) جسم کو ملنا۔ (۱۴) ایسی جگہ نہانا جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔ (۱۵) کسی سے کلام نہ کرنا۔ (۱۶) غسل کے دوران کوئی دُعا زبان سے نہ پڑھنا۔ (۱۷) ترتیب سے غسل کرنا یعنی پہلے ہاتھ گٹوں تک دھونا پھر جائے استنجاء کو دھونا پھر بدن کی نجاست دُور کرنا پھر نماز کا سا وضو کرنا پھر بدن پر تیل کی طرح پانی چپڑنا پھر دائیں کندھے پر پانی ڈالنا پھر بائیں کندھے پر پانی ڈالنا پھر سر اور پورے جسم پر پانی ڈالنا پھر جائے غسل سے ہٹ کر پاؤں دھونا۔ (بہار شریعت ص ۳۶ ج ۲)

غسل کے مکروہات:

غسل میں وہی باتیں مکروہ ہیں جو وضو میں مکروہ ہوتی ہیں اور اُن کی تفصیل ہمارے رسالہ وضو کے ضروری مسائل میں ملاحظہ فرمائیں۔علاوہ ازیں جائے غسل میں زبان سے دُعا کا پڑھنا بھی مکروہ ہے۔(مراقی الفلاح ص ۵۷)

فرض غسل

(۱) جنابت دور کرنے کے لئے غسل کرنا فرض ہے۔ (۲) حیض کا خون بند ہونے پر غسل کرنا فرض ہے۔ (۳) اور نفاس کا خون بند ہونے پر غسل کرنا فرض ہے۔(عامہ کتب فقہ حنفی)

غسل فرض کرنے والی باتیں

اِن باتوں سے غسل فرض ہوتا ہے۔(۱) جسم کے ظاہر کی طرف منی کا نکلنا بشرطیکہ وہ اپنی جائے قرار سے شہوت کے ساتھ جُدا ہوئی ہو۔(۲) حشفہ یا حشفہ کی مقدار ذکر کا کسی زندہ انسان کے قبل یا دبر میں داخل ہو کر چُھپنا۔(۳) مردہ عورت یا چوپائے سے وطی کے سبب سے منی کا خارج ہونا (۴) سونے سے بیدار ہونے کے بعد پتلے پانی کا پایا جانا بشرطیکہ اس کا آلۂ تناسل سونے سے پہلے منتشر نہ تھا۔(۵) نشے یا بے ہوشی سے افاقہ کے بعد اس تری کا موجود ہونا جسے وہ منی خیال کرتا ہو (۶) عورت کے ماہواری خون (حیض) کا بند ہونا (۷) بچہ پیدا ہونے کے بعد جو خون آئے اس کا منقطع ہونا۔(مراقی الفلاح س ۵۴)

وہ باتیں جن سے غسل فرض نہیں ہوتا

ان باتوں سے غسل فرض نہیں ہوتا (۱) مرد یا عورت کی اگلی راہ سے مذی یا ودی کا نکلنا۔(۲) بے تری دیکھے خواب میں احتلام ہونا (۳) نفاس کا خون دیکھے بغیر بچہ جننا (۴) آلۂ تناسل پر ایسا کپڑا لپیٹ کر وطی کرنا جو لذت کے پائے جانے میں رکاوٹ پیدا کرے بشرطیکہ انزال نہ ہو (۵) دُبر میں دوائی پچکاری کے ذریعہ داخل کرنا (۸) کنواری سے وطی کرنا جبکہ اس کا پردہ بکارت قائم رہے اور انزال نہ ہو۔

میت کو نہلانا صحیح العقیدہ مسلمان فوت ہو جائے تو اُسے غسل دینا فرض علی الکفایہ ہے اگر کوئی ایک

شخص غسل دے دے گا۔ تو سب سے ادا ہو جائے گا اور اگر کوئی بھی اُسے غسل نہ دے گا تو سب گناہگار ہوں گے۔ تغسیل میت کے شرعی احکام انشاء اللہ مسائل جنازہ میں لکھے جائیں گے۔

مسنون غسل

یہ غسل مسنون ہیں (۱) نماز جمعہ پڑھنے کے لئے غسل کرنا سنت ہے (۲) نماز عید الفطر پڑھنے کے لئے غسل کرنا سنت ہے (۳) نماز عید البقر پڑھنے کے لئے غسل کرنا سنت ہے (۴) حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے غسل کرنا سنت ہے (۵) وقوف عرفہ کے لئے غسل کرنا سنت ہے۔ (مراقی الفلاح ص ۵۷)

مستحب غسل یہ غسل مستحب ہیں (۱) پاکیزگی کی حالت میں کافر مُسلمان ہوا تو اس کے لئے غسل کرنا مستحب ہے (۲) پندرہ برس کی عمر پُوری ہونے کی وجہ سے بالغ ہونے پر غسل کرنا مستحب ہے (۳) جنون یا نشے یا بے ہوشی سے افاقہ پانے والے کا نہانا مستحب ہے (۴) پچھنے لگوانے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔ (۵) میت کو نہلانے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے (۶) لیلتہ البراۃ کی رات میں غسل کرنا مستحب ہے (۷) لیلتہ القدر کی رات میں غسل کرنا مستحب ہے۔ (۸) حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے شہر میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ (۹) مزدلفہ میں ٹھہرنے کی غرض سے غسل کرنا مستحب ہے۔ (۱۰) مکہ شریف میں داخل ہونے کے وقت غسل کرنا مستحب ہے۔ (۱۱) نماز کسوف پڑھنے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے (۱۲) نماز خسوف پڑھنے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ (۱۳) نماز استسقاء پڑھنے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ (۱۴) خوف عارض ہونے کے وقت نوافل پڑھنے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے (۱۵) بے پناہ اندھیرا دن کے وقت چھا جائے تو اس وقت نوافل پڑھنے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ (۱۶) سخت آندھی چلنے کے وقت نوافل پڑھنے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے (۱۷) توبہ کرنے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ (۱۸) سفر سے واپسی پر غسل کرنا مستحب ہے (۱۹) مستحاضہ کا غسل کرنا جبکہ استحاضہ کا خون منقطع ہو جائے مستحب ہے (۲۰) جس شخص کو بے گناہ قتل کیا جا رہا ہو اس کا غسل کرنا مستحب ہے۔ (۲۱) جس شخص کے جسم پر نجاست لگے اور اُسے جائے نجاست کا علم نہ ہو تو اس کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔

(مراقی الفلاح ص ۵۸)

غُسل کا مسنون طریقہ

غسل کرنے والا باپردہ جگہ میں تہبند وغیرہ باندھ کر قبلہ رُو بیٹھے اور اگر ننگا نہانا چاہے تو قبلہ رو نہ بیٹھے، طہارت کی نیت کرے پھر دونوں ہاتھ گٹوں تک تین مرتبہ دھوئے پھر استنجاء کرے پھر جسم پر نجاست حقیقیہ لگی ہوئی ہو تو اُسے دور کرے پھر نماز کے وضو کا سا وضو کرے پھر دائیں کندھے پر تین مرتبہ پانی ڈالے پھر بائیں کندھے پر تین مرتبہ پانی ڈالے پھر سر پر تین مرتبہ پانی ڈالے پھر باقی تمام بدن پر تین بار پانی ڈالے اور ہر بار جسم کو ملے تاکہ بال بال پر سے پانی گزر جائے۔ (درمختار ص ۱۱۵ ج ۱) اور اگر پانی جمع ہونے کی جگہ میں کھڑا تھا تو وہاں سے ہٹ کر اپنے دونوں پاؤں دھوئے (مراقی الفلاح)

غسل کے ضروری مسائل

(۱) دانتوں کی جڑوں یا کھڑکیوں میں کوئی شئے جو پانی بہنے سے روکے جمی ہو تو اس کا چھڑانا ضروری ہے۔ بشرطیکہ اس کے چھڑانے میں ضرر اور حرج نہ ہو۔ جیسے چھالیہ کے دانے یا گوشت کے ریشے اور اگر اس کے چھڑانے میں ضرر اور حرج ہو جیسے بہت پان کھانے سے دانتوں کی جڑوں میں جو چونا جم جاتا ہے یا عورتوں کے دانتوں میں مسی کی ریخیں کہ ان کے چھیلنے میں دانتوں یا مسوڑوں کی مضرت کا اندیشہ ہے تو معاف ہے (بہار شریعت ص ۳۴ ج ۲)

(۲) اگر بہتے پانی مثلاً دریا وغیرہ میں نہایا تو تھوڑی دیر میں رُکنے سے تین بار دھونے اور ترتیب اور وضو یہ سب غسل کی سنتیں ادا ہو گئیں اور اس کی بھی ضرورت نہیں کہ تین بار اعضاء کو حرکت دے۔ (بہار شریعت)

غسل میں احتیاط کی جگہیں

حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ اکثر عوام بلکہ پڑھے لکھے لوگ یہ کرتے ہیں کہ سر پر پانی ڈال کر بدن پر ہاتھ پھیر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس سے غسل ہو گیا۔ حالانکہ بعض اعضاء ایسے ہیں کہ جب تک ان کی خاص طور پر احتیاط نہ کی جائے وہ نہیں دُھلیں گے اور غسل نہ ہوگا۔ لہذا بالتفصیل بیان کیا جاتا ہے۔ اعضائے وضو میں جو مواضع احتیاط ہیں ہر عضو کے بیان میں اُن کا ذکر کر دیا گیا اُن کا یہاں لحاظ ضروری ہے اور ان کے علاوہ خاص غسل کی ضروریات یہ ہیں۔

(۱) سر کے بال گندھے نہ ہوں تو ہر بال پر جڑ سے نوک تک پانی بہنا ضروری ہے اور گندھے ہوں تو مرد پر فرض ہے کہ ان کو کھول کر جڑ سے نوک تک پانی بہائے اور عورت پر صرف جڑ تر کر لینا ضروری ہے کھولنا ضروری نہیں ہاں اگر چوٹی اتنی سخت گندھی ہوئی ہو کہ کھولے بغیر جڑیں تر نہ ہوں گی تو اس کا کھولنا ضروری ہے۔

(۲) کانوں میں بالی وغیرہ زیوروں کے سوراخ کا بھی وہی حکم ہے جو ناک میں نتھ کے سوراخ کا حکم وضو کے بیان میں ہوا یعنی اگر بالی کا سوراخ بند ہو تو اس میں پانی بہانا فرض ہے اور اگر تنگ ہو تو پانی ڈالنے میں نتھ کو حرکت دے ورنہ ضروری نہیں۔

(۳) بھوؤں اور مونچھوں اور داڑھی کے بال کا جڑ سے نوک تک اور ان کے نیچے کی کھال کا دھلنا ضروری ہے۔

(۴) کان کا ہر پرزہ اور اُس کے سوراخ کا منہ دھلنا ضروری ہے۔

(۵) کانوں کے پیچھے کے بال ہٹا کر پانی بہانا ضروری ہے۔

(۶) ٹھوڑی اور گلے کا جوڑ کہ چہرہ اٹھائے بغیر نہ دھلے گا اُسے اٹھا کر دھونا ضروری ہے۔

(۷) بغلیں ہاتھ اٹھائے بغیر نہ دھلیں گی لہذا انہیں ہاتھ اٹھا کر دھونا ضروری ہے۔

(۸) بازو کا ہر پہلو دھونا ضروری ہے۔

(۹) پیٹھ کا ہر ذرہ دھونا ضروری ہے۔ ۱۰۔ پیٹ کی بلیٹں اٹھا کر دھونا ضروری ہے (۱۱) ناف کو انگلی ڈال کر دھونا جبکہ پانی بہنے میں شک ہو ضروری ہے (۱۲) جسم کا ہر رونگٹا جڑ سے نوک تک دھونا ضروری ہے۔ (۱۳) ران اور پیڑو کے جوڑ کا خیال رکھنا ضروری ہے جبکہ بیٹھ کر نہائے۔ (۱۵) دونوں سرین کے ملنے کی جگہ خصوصاً جب کہ کھڑے ہو کر نہائے دھونا ضروری ہے (۱۶) رانوں کی گولائی احتیاط سے دھونا ضروری ہے (۱۷) یونہی پنڈلیوں کی کروٹیں اور ذکر انثیین کے ملنے کی سطحیں بے جدا کئے نہ دھلیں گی لہذا ان کو خیال سے دھوئے (۱۸) انثیین کی سطح زیریں جوڑ تک بھی احتیاط سے دھوئے۔ (۱۹) انثیین کے نیچے کی جگہ جڑ تک بھی احتیاط سے دھوئے۔ (۲۰) جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اگر اُس کی کھال چڑھ سکتی ہو تو چڑھا کر دھوئے اور کھال کے اندر پانی چڑھائے عورتوں پر خاص یہ احتیاطیں ضروری ہیں۔ (۱) ڈھلکی ہوئی پستان کو اٹھا کر دھوئے (۲) پستان وشکم کے جوڑ کی تحریر کو دھوئے (۳) فرج خارج کا ہر گوشہ اور ہر ٹکڑا نیچے اور اوپر خیال سے دھوئے ہاں فرج داخل میں انگلی ڈال کر دھونا مستحب ہے واجب نہیں۔ (۴) ماتھے پر افشاں چنی ہو تو اسے چھڑانا ضروری ہے۔ (بہار شریعت تصرف یسیر) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گیارھواں مقالہ

تیمّم کیسے کیا جاتا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد لله ربّ العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین وعلیٰ الھم واصحابھم اجمعین امابعد. برادر طریقت حضرت مولانا محمد محفوظ چشتی ناظم اعلیٰ دارالمطالعہ جماعت اہل سنت چکسواری ضلع میر پور آزاد کشمیر کی فرمائش پر رسالہ" تیمم کیسے کیا جاتا ہے؟" لکھنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔ اللہ کریم اسے صدقہ جاریہ بنائے آمین

تیمّم کا مفہوم

پانی پر قدرت نہ ہونے کی حالت میں طہارت حاصل کرنے کی نیت سے ہاتھ پاک مٹی پر مار کر چہرے اور بازوؤں پر پھیرنے کا نام تیمم ہے کذا قال فی الفتاوٰی الرضویہ ص ۶۲۸ ج ۱

تیمّم اِس امّت کے خصائص سے ہے

تیمم صرف امت محمدیہ کے لئے مشروع ہوا پہلی امتوں کے لئے نہ تھا۔ امام زین الدین حنفی فرماتے ہیں۔ پھر جاننا چاہیے کہ تیمم امت محمدیہ کے سوا کسی امت کے لئے مشروع نہیں ہوا اور اس میں رخصت دو طرح سے ثابت ہوئی۔ آلہ یعنی پانی کی حیثیت سے کیونکہ پاک مٹی کو طہارت بخش قرار دیا گیا حالانکہ وہ پلیدی پھیلانے والی ہے نہ اکھاڑنے والی اور طہارت کے محل کی حیثیت سے کیونکہ وضو کے بعض اعضاء پر مسح کو کافی قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ کتاب المستصفی میں فرمایا۔ (البحر الرائق ص ۱۳۸ ج ۱)

تیمّم کے فرائض

تیمم میں تین فرض ہیں۔ (۱) پاکی کی نیت کرنا۔ (۲) سارے چہرہ پر ہاتھ پھیرنا (۳) دونوں بازوؤں کا کہنیوں سمیت مسح کرنا۔ (بہار شریعت ص ۶۵ ج ۲)

تیمّم کے ارکان:

تیمم کے دو رکن ہیں۔ (۱) دو ضربیں لگانا۔ ایک چہرہ پر مسح کرنے کے لئے اور دوسری بازوؤں پر مسح کرنے کے لئے۔ (۲) بازوؤں پر مسح کرنے میں بازوؤں میں ساری جگہ کو گھیرنا تاکہ ہاتھ بال بال پر

سے گزر جائے۔(درمختار ص ۱۶۹ ج ۱)

تیمّم کے واجبات

وضو کی طرح تیمم میں کوئی شے واجب نہیں واللہ اعلم۔

تیمّم کی سنتیں

تیمم میں یہ باتیں سنت ہیں۔(۱) بسم اللہ شریف پڑھنا (۲) ہاتھوں کو مٹی پر ملنا (۳) ضرب لگاتے وقت انگلیوں کو کشادہ رکھنا۔(۴) ضرب لگانے کے بعد ہاتھوں کو جھاڑنا (۵) زمین پر ہاتھ رکھ کر لوٹ دینا (۶) پہلے چہرہ اور پھر بازووں کا مسح کرنا (۷) پے در پے چہرہ اور بازووں کا مسح کرنا (۸) داڑھی کا خلال کرنا (۹) ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال کرنا جبکہ غبار پہنچ گیا ہو اور اگر غبار نہ پہنچا ہو مثلاً پتھر وغیرہ کسی چیز پر ہاتھ مارا جس پر غبار نہ ہو تو انگلیوں کا خلال فرض ہے۔(۱۰) ہتھیلیوں کے پیٹ سے ضرب لگانا (۱۱) ہاتھ مٹی میں رکھ کر آگے لے جانا پھر پیچھے لے آنا (۱۲) پہلے دائیں بازو کا مسح کرنا پھر بائیں بازو کا۔(۱۳) حدیثوں میں مسح کرنے کی جو کیفیت منقول ہے اُس کے مطابق مسح کرنا۔(درمختار ص ۱۷۰ ج ۲)

تیمّم صحیح ہونے کی شرطیں

تیمم صحیح ہونے کے لئے ان باتوں کی موجودگی شرط ہے۔(۱) تیمم کرنے والے کا صحیح العقیدہ مسلمان ہونا۔(۲) پانی کی عدم موجودگی یا اُس کی موجودگی میں عدم قدرت کا پایا جانا (۳) مٹی پر ہاتھ سے ضرب لگانا (۴) طہارت کی نیت کرنا (۵) چہرہ اور بازووں کے بال بال پر مسح کرنا کہ کوئی جگہ مسح سے محروم نہ رہے۔(۷) مٹی یا مٹی کی جنس پر ضرب لگانا (۸) مٹی کا پاکی بخش ہونا۔(درمختار ص ۱۷۰ ج ۱)

نیّتِ تیمّم کے صحیح ہونے کی شرطیں

تیمم کی نیت کے صحیح ہونے کے لئے ان باتوں کا پایا جانا شرط ہے۔(۱) تیمم کرنے والے کا مسلمان ہونا (۲) تیمم کرنے والے کا عقل مند ہونا (۳) جس شئے کی نیت کر رہا ہے اُس کا علم ہونا (مراقی الفلاح ص ۶۰)

کیسے تیمم سے نماز درست ہوتی ہے؟

نماز اُس تیمم سے جائز ہوگی جو پاک ہونے کی نیت سے یا کسی ایسی عبادت مقصودہ کے لئے ہو جو طہارت کے بغیر جائز نہ ہو سو اگر مسجد میں جانے یا نکلنے یا قرآن مجید چھونے یا اذان و اقامت کہنے یا سلام کرنے یا

سلام کا جواب دینے یا قبروں کی زیارت کرنے یا میت دفن کرنے یا بے وضو شخص نے قرآن مجید زبانی پڑھنے کے لئے تیمم کیا تو ان سب صورتوں میں اس تیمم سے نماز جائز نہیں ہوگی بلکہ جس عبادت کے لئے تیمم کیا گیا اس کے سوا کوئی عبادت بھی اُس تیمم سے جائز نہیں۔ ہاں اگر جنبی شخص نے زبانی قرآن مجید پڑھنے کے لئے تیمم کیا ہو تو اس سے نماز پڑھ سکتا ہے مگر سجدۂ شکر کی نیت سے جو تیمم کیا ہو اس سے نماز نہ ہوگی۔ اسی طرح دوسرے کو تیمم کا طریقہ بتانے کے لئے جو تیمم کیا ہو اس سے بھی نماز جائز نہیں۔ (بہار شریعت ص ۶۵ ج ۲)

پانی پر قدرت نہ ہونے کی صورتیں

پانی پر قدرت نہ ہونے کی چند صورتیں ہیں (۱) ایسی بیماری کہ وضو یا غسل سے اس بیماری سے دیر میں تندرست ہونے کا صحیح اندیشہ ہو خواہ یوں کہ اس نے خود آزمایا ہے کہ جب وضو یا غسل کرتا ہے تو وہ بیماری بڑھ جاتی ہے یا کسی مسلمان اچھے لائق حکیم نے جو ظاہر اً فاسق نہ ہو کہہ دیا ہو کہ اس بیماری میں نقصان کرے گا۔ محض اپنے ہی خیال ہی خیال میں بیماری بڑھنے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرنا جائز نہیں یونہی کافر یا فاسق طبیب کے کہنے کا بھی کچھ اعتبار نہیں۔ (۲) ایسی جگہ میں ہونا کہ وہاں چاروں طرف ایک ایک میل کے اندر پانی کی موجودگی کا پتہ نہ ہو۔ اگر ایک میل کے اندر پانی کی موجودگی کا غالب گمان ہو تو پانی کی تلاش واجب ہے۔ تلاش کے بعد نہ ملے تو تیمم کرلے۔ (۳) اتنی سردی ہو کہ نہانے سے مرجانے یا بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہو اور لحاف وغیرہ کوئی ایسی چیز اُس کے پاس نہ ہو کہ جسے نہانے کے بعد اوڑھے اور سردی کے ضرر سے بچے اور نہ آگ اُس کے پاس ہو جس کو تاپ سکے تو اس حالت میں تیمم جائز ہے (۴) ایسی جگہ میں ہو کہ وہاں دشمن کا خوف ہے کہ اگر اُس نے دیکھ لیا تو اُسے مار ڈالے گا یا اُس کا مال چھین لے گا یا اُس غریب نادار کا قرضخواہ ہے کہ وہ اُسے قید کرادے گا یا پانی کے پاس سانپ ہے کہ وہ اُسے کاٹ کھائے گا یا شیر ہے اُسے پھاڑ کھائے گا یا بدکار شخص ہے اور یہ عورت یا مرد اپنی بے آبروئی کا صحیح گمان رکھتا ہے تو ان سب صورتوں میں بھی تیمم جائز ہے۔ (۵) جنگل میں ہے اور کنویں پر ڈول رسی نہیں کہ پانی نکال سکے تو اس صورت میں بھی تیمم جائز ہے۔ (۶) پیاس کا خوف ہے یعنی اُس کے پاس پانی تو موجود ہے مگر وضو یا غسل کے اندر اُسے خرچ کرے تو خود یا کوئی دوسرا مسلمان یا اپنا یا کسی دوسرے مسلمان کا جانور اگرچہ وہ کتا ہی کیوں نہ ہو جس کا پالنا جائز ہے پیاسا رہ جائے گا یا اپنی یا ان چیزوں میں سے کسی کی پیاس خواہ فی الحال موجود ہو یا آئندہ اس کے لاحق ہونے کا اندیشہ ہو کہ وہ راہ ایسی دور ہو کہ دور تک پانی کا پتہ نہیں

تو اس صورت میں بھی تیمم جائز ہے۔(۷) پانی مہنگا ملتا ہو۔یعنی وہاں کے حساب سے جو قیمت پانی کی ہونی چاہیئے اُس سے دوگنا قیمت مانگتا ہے اِس صورت میں بھی تیمم جائز ہے۔اور قیمت میں اتنا فرق نہیں تو تیمم جائز نہیں ہے(۸) یہ گمان ہو کہ اگر میں پانی تلاش کرتا رہا تو قافلہ نظروں سے غائب ہو جائے گا یا ریل گاڑی چھوٹ جائے گی تو اِس میں بھی تیمم جائز ہے۔(۹) یہ گمان ہو کہ اگر وہ وضو یا غسل کرتا رہا تو عیدین کی نماز فوت ہو جائے گی۔خواہ یوں کہ امام نماز عید پڑھ کر فارغ ہو جائے گا یا زوال کا وقت داخل ہو جائے گا تو ان دونوں صورتوں میں بھی تیمم جائز ہے۔(۱۰) غیر دلی کو وضو یا غسل کرتے رہنے سے نماز جنازہ کے فوت ہو جانے کا خوف ہو تو اُسے بھی تیمم جائز ہے۔(بہار شریعت ص ۶۰ ج ۲)

کن چیزوں سے تیمّم جائز ہے

تیمم اُسی چیز سے جائز ہے جو مٹی کی جنس سے ہو اور وہ یقینی پاک ہو یعنی جو شئے زمین سے حاصل ہوتی ہو اور وہ نہ آگ میں جل کر راکھ بنتی ہو اور نہ پگھلتی یا نرم ہوتی ہو وہ مٹی کی جنس سے ہے۔اُس سے تیمّم جائز ہے مثلاً ریتا ۔چونا۔سرمہ۔ہڑتال۔گندھک۔مُردہ سنگ۔گیرو۔پتھر۔زبرجد۔فیروزہ۔عقیق۔زمرد وغیرہ جواہر سے تیمم جائز ہے اگر چہ اس پر مٹی کا غبار نہ ہو۔پکی اینٹ۔چینی کے برتن جس پر کسی چیز کی رنگت ہو جو جنس زمین سے ہے جیسے گیرو گھڑیا مٹی یا وہ چیز جس کی رنگت جنس زمین سے تو نہیں مگر برتن پر اُس کا جرم نہ ہو صرف رنگت ہو تو ان دونوں صورتوں میں اس سے تیمم جائز ہے۔اور اگر وہ جنس زمین سے نہ ہو اور اس کا جرم برتن پر ہو تو اس سے تیمم جائز نہیں۔اور شورہ جو ہنوز پانی میں ڈال کر صاف نہ کیا گیا ہو اُس سے بھی تیمم جائز ہے۔ورنہ نہیں۔اور جو نمک پانی سے بنتا ہے اس سے تیمم جائز نہیں اور جو کان سے نکلتا ہے جیسے سیندھا نمک اس سے تیمم جائز ہے۔مٹی یا پتھر جل کر سیاہ ہو جائے تو اس سے تیمم جائز ہے یونہی اگر پتھر جل کر راکھ ہو جائے تو اس سے بھی تیمم جائز ہے۔بھیگی مٹی سے بھی تیمم جائز ہے جبکہ مٹی غالب ہو۔چونے کی دیوار پر تیمم جائز ہے۔(بہار شریعت ص ۶۸ ج ۲)

اور سنگ مرمر سے بھی تیمم جائز ہے واللہ اعلم اور کپڑے وغیرہ پر مٹی کا جو غبار پڑا ہو اس سے بھی تیمم جائز ہے۔واللہ اعلم

کن چیزوں سے تیمّم جائز نہیں

جو چیز آگ سے جل کر راکھ ہو جاتی ہو جیسے لکڑی گھاس وغیرہ یا پگھل جاتی ہو یا نرم ہو جاتی ہو جیسے چاندی،سونا،تانبا،پیتل،لوہا وغیرہ دھاتیں کیونکہ یہ زمین کی جنس سے نہیں لہذا ان سے تیمم جائز نہیں۔

ہاں اگر یہ دھاتیں کان سے نکال کر پگھلائی اور صاف نہ کی گئیں کہ ان میں مٹی کی آمیزش باقی ہے تو ان سے تیمم جائز ہے اور جو شئے مٹی کی جنس سے نہ ہو اگر اُس پر پاک گردوغبار پڑا ہو کہ ضرب لگانے سے اُس کا اثر ہاتھوں میں ظاہر ہوتا ہے تو اس غبار سے تیمم جائز ہے۔ اور مشک، عنبر، کافور اور لوبان سے تیمم جائز نہیں یونہی موتی سیپ اور گھونگھے سے بھی تیمم جائز نہیں اگرچہ پسے ہوں اور ان چیزوں کے چونے سے تیمم جائز نہیں۔ راکھ اور سونے چاندی فولاد وغیرہ کے کشتوں سے بھی تیمم جائز نہیں اگر خاک میں راکھ مل جائے اور خاک زیادہ ہو تو اُس سے تیمم جائز ہے ورنہ نہیں۔ اور مصنوعی مُردہ سنگ سے تیمم جائز نہیں اور مونگے یا اُس کی راکھ سے بھی تیمم جائز نہیں (بہار شریعت ص ۴۹ ج ۲)

تیمّم کیسے کیا جاتا ہے

تیمم کرنے والا گھڑی یا چھلہ انگشتری اُتار کر اور آستین چڑھا کر قبلہ رخ بیٹھے اور بسم اللہ شریف پڑھ کر طہارت کی نیت کرے۔ پھر پاک مٹی یا مٹی کی جنس پر اپنے ہاتھ مارے درآن حالیکہ ان کی انگلیاں کشادہ ہوں اگر ہاتھوں کو زیادہ گردوغبار لگ جائے تو انہیں جھاڑے اور اس ضرب سے سارے چہرہ کا مسح کرے کہ بال بال پر سے ہاتھ پھر جائے۔ اور عموماً منہ بند کرنے کی حالت میں ہونٹوں کا جو حصہ ظاہر رہتا ہے اس پر بھی ہاتھ پھرے غرضیکہ وضو میں چہرہ کی جو جگہیں دھونی فرض ہوتی ہیں تیمم میں اُن سب جگہوں پر ہاتھ پھرنا ضروری ہے۔ پھر اسی طرح دوسری ضرب لگا کر پہلے بائیں ہاتھ سے دائیں بازو کا کہنیوں سمیت مسح کرے پھر دائیں ہاتھ سے بائیں بازو کا کہنیوں سمیت مسح کرے پھر انگلیوں میں انگلیاں ڈالے تاکہ اُن کے اندر کی جگہ کا مسح بھی ہو جائے واللہ اعلم اور ہاتھوں کے مسح میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے علاوہ چاروں انگلیوں کا پیٹ دائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے اور انگلیوں سے دہنے ہاتھ کے پیٹ کو مس کرتا ہوا گٹے تک لائے اور بائیں انگوٹھے کے پیٹ سے داہنے انگوٹھے کی پشت کو مسح کرے یونہی دائیں ہاتھ سے بائیں بازو کا مسح کرے اور اگر ایک دم سے پوری ہتھیلی اور انگلیوں سے مسح کر لیا تو تیمم ہو گیا خواہ کہنی سے انگلیوں کی طرف لائے یا انگلیوں سے کہنی کی طرف لے جائے مگر پہلی صورت میں خلاف سنت ہوگا۔ (بہار شریعت ص ۶۷ ج ۲)

تنبیہ

تیمم میں سر اور پاؤں کا مسح نہیں ہے۔ (بہار شریعت ص ۶۷ ج ۲)

لطیفہ میرے استاد محترم حضرت مولانا محمد شفیع حیدری سجادہ نشین نارہ شریف تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی نے ایک دفعہ بیان فرمایا کہ جن دنوں لیاقت علی خان قتل کیے گئے تھے ہم ان دنوں لاہور شہر میں رہتے تھے۔وہاں اُن کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ایک آفیسر صاحب اپنے چہرے بازووں سر اور پیروں پر خوب گردوغبار ڈالے ہوئے شریک نماز ہوئے۔نماز کے بعد لوگوں نے ان کا یہ حال دیکھ کر کہا۔صاحب! شاید آپ کو لیاقت علی خان کے قتل سے بہت ہی زیادہ صدمہ پہنچا ہے اسی لئے تو آپ کا یہ حال ہے۔وہ بولے مجھے صدمہ تو عام لوگوں جتنا ہی ہوا ہے مگر میں نے یہ مسئلہ سن رکھا تھا کہ نماز جنازہ تیار ہو تو تیمم کر لینا چاہیے۔ آج میں نے اسی مسئلہ پر عمل کیا ہے۔الغرض اِن صاحبوں کو مسئلہ تو آتا تھا مگر مسئلے پر عمل کرنے کا طریقہ نہیں آتا تھا اس لئے ہر مسلمان پر شرعاً لازم ہے کہ وہ تیمم کا طریقہ سیکھے اور بوقت ضرورت اس سے کام لے۔واللہ ولی التوفیق۔

غسل کے لئے تیمّم کرنا

جس شخص پر غسل فرض ہو اور نہانے پر قدرت نہ رکھتا ہو تو اسے تیمم کرنے کی اجازت ہے۔وضو اور غسل دونوں کا تیمم ایک ہی طرح کیا جاتا ہے یعنی صرف چہرے اور بازووں کا مسح کافی ہے۔سارے جسم پر مسح کرنے کی ضرورت نہیں واللہ اعلم۔

پانی کی موجودگی میں تیمّم کرنا

جن عبادتوں کے لئے وضو شرط نہیں بلکہ مستحب ہے اُن کی ادائیگی کے لئے پانی کی موجودگی اور اُس پر قدرت ہونے کی صورت میں بھی تیمم کرنا جائز ہے۔لیکن اس تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے مثلاً سلام کا جواب دینے یا درود شریف وغیرہ وظائف پڑھنے یا طہارت پر سونے یا بے وضو شخص کو مسجد میں جانے یا زبانی قرآن پڑھنے کے لئے تیمم جائز ہے اگرچہ پانی پر قدرت ہو۔وقت اتنا تنگ ہو گیا کہ وضو یا غسل کرے گا تو نماز قضاء ہو جائے گی تو چاہیے کہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر وضو یا غسل کر کے اعادہ کرنا لازم ہے۔(بہار شریعت ص ۶۴ ج ۲)

جس پر نہانا فرض ہے اسے بغیر ضرورت مسجد میں جانے کے لئے تیمم کرنا جائز نہیں ہاں اگر مجبوری ہو جیسے ڈول رسی مسجد میں ہو اور کوئی ایسا نہیں جو لا دے تو تیمم کر کے جائے اور جلد سے جلد لے کر نکل آئے۔

(بہار شریعت ص ۶۴)

امام حصکفی فرماتے ہیں کہ فقہائے حنفیہ نے فرمایا ہے کہ اگر بے وضو شخص نے مسجد میں داخل ہونے یا قرآن مجید سے دیکھ کر تلاوت کرنے یا قرآن مجید کو چھونے یا اُسے لکھنے یا اُس کی تعلیم دینے یا قبور کی زیارت کرنے یا مریض کی تیمارداری کرنے یا میت دفن کرنے یا آذان یا اقامت کہنے یا اسلام قبول کرنے یا سلام دینے یا سلام کا جواب دینے کے لئے تیمم کیا تو عام علماء کے نزدیک اس تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ بخلاف اس تیمم کے جو نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کے لئے کیا گیا ہو اسی طرح ہمارے شیخ خیر الدین رملی نے اپنے فتاوی میں لکھا ہے۔ (درمختار ص ۱۷۹ ج ۱)

یا ایسی عبادت ہے جس کا بدل موجود نہیں اور وضو یا غسل کرنے میں اُس کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ مثلاً نماز جنازہ یا نماز عیدین یا نماز خوف یا نماز کسوف یا نماز استسقاء ان سب کے لئے پانی پر قدرت ہوتے ہوئے تیمم کرنا جائز ہے۔ اور امام صدر الشریعہ فرماتے ہیں "میت نہلاتا ہو اور کوئی ایسا شخص موجود نہیں جس کے لئے اس کا چھونا جائز ہے تو اس صورت میں پانی کی موجودگی میں اُسے تیمم کرایا جائے گا۔ (بہار شریعت ص ۶۴ ج ۲)

وضو میں مشغول ہوگا تو ظہر یا مغرب یا عشاء یا جمعہ کی پچھلی سنتوں کا یا نماز چاشت کا وقت جاتا رہے گا۔ تو تیمم کر کے پڑھ لے۔ (بہار شریعت ص ۶۲ ج ۲)

تیمّم توڑنے والی باتیں

جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے یا غسل فرض ہوتا ہے ان سے تیمم بھی جاتا رہے گا۔ اور علاوہ ان کے پانی پر قادر ہونے سے بھی تیمم ٹوٹ جائے گا۔ (بہار شریعت ص ۷۰ ج ۲)

تیمّم کے ضروری مسائل

(۱) یہ جو مشہور ہے کہ مسجد کی دیوار یا زمین سے تیمم ناجائز یا مکروہ ہے غلط ہے۔ (بہار شریعت ص ۷۰ ج ۲)

(۲) بے وضو شخص کے اکثر اعضائے وضو میں یا جنبی شخص کے اکثر بدن میں زخم ہو یا چیچک نکلی ہو وہ تیمم کرے ورنہ عضو یا بدن کا جو حصہ اچھا ہو اسے دھوئے اور زخم کی جگہ پر مسح کرے اور بوقت ضرر زخم کے آس پاس کی جگہ کا بھی مسح کرے اور اگر مسح بھی ضرر کرتا ہو تو اس عضو پر کپڑا ڈال کر اس کپڑے پر مسح

کرے۔(بہار شریعت ص۶۰ ج ۲)

(۴)اگر پانی ٹھنڈا یا نقصان پہنچاتا ہو تو گرم پانی سے وضو کرے تیمم جائز نہیں ہاں اگر گرم پانی نہ ملتا ہو تو تیمم کرلے۔

(۵)اگر پانی کے ایک میل کی مسافت کے اندر موجود ہونے کا گمان غالب ہو تو اسے تلاش کرنا واجب ہے ورنہ واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔

(۶)اگر اپنے ساتھی کے پاس پانی موجود ہے اور یہ گمان ہے کہ وہ مانگے پر دے دے گا تو بغیر مانگے تیمم جائز نہیں۔ پھر اگر پانی نہ مانگا اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور نماز کے بعد مانگا تو اس نے دے دیا یا بے مانگے اس نے خود دے دیا تو وضو کر کے نماز کا اعادہ کرے اور اگر مانگا اور اس نے نہ دیا تو نماز ہوگئی اور اگر نماز کے بعد نہ ہی مانگا جس سے اس کے دینے یا نہ دینے کا حال کھلتا اور نہ اس نے خود دیا تو نماز ہوگئی اور اگر دینے کا گمان غالب نہیں اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو بھی یہی صورتیں ہیں کہ بعد کو پانی دے دیا تو وضو کر کے نماز کا اعادہ کرے ورنہ نماز ہوگئی۔(بہار شریعت ص۶۱ ج ۲)

(۷)قیدی کو قید خانے والے وضو نہ کرنے دیں تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور اس کا اعادہ کرے اور اگر دشمن یا قید خانہ والے نماز نہ پڑھنے دیں تو اشارہ سے پڑھے پھر اُس کا اعادہ کرے۔

(بہار شریعت ص۶۲ ج ۲)

(۸)پانی موجود ہے مگر آٹا گوندھنے کی ضرورت ہے جب بھی تیمم جائز ہے اور شوربے کی ضرورت کے لئے تیمم جائز نہیں۔(بہار شریعت ص۶۲ ج ۲)

(۹)بدن یا کپڑا اس قدر نجس ہے کہ مانع جواز نماز ہے اور پانی صرف اتنا ہے کہ چاہے تو وضو کرلے یا اس کو پاک کرلے دونوں کام نہیں ہو سکتے تو پانی سے نجس بدن یا کپڑے کو پاک کرلے پھر وضو کے لئے تیمم کرے۔(بہار شریعت ص۶۳ ج ۲)

(۱۰)مسافر کو راہ میں رکھا ہوا پانی ملے تو اگر کوئی وہاں ہے تو اُس سے دریافت کرے اگر وہ کہے کہ یہ پانی صرف پینے کیلئے ہے تو تیمم کرے اس سے وضو جائز نہیں چاہے کتنا ہی ہو اور اگر اس نے کہا کہ یہ پانی پینے اور وضو کرنے کے لئے ہے تو اب تیمم جائز نہیں اور اگر کوئی ایسا نہیں جو بتا سکے اور پانی تھوڑا ہو تو تیمم کرے اور زیادہ ہو تو وضو کرے۔(بہار شریعت ص۶۳ ج ۲)

(۱۱) مسجد میں سویا تھا اور احتلام ہو گیا تو آنکھ کھلتے ہی جہاں سویا تھا وہیں فوراً تیمم کر کے باہر نکل آئے تاخیر حرام ہے۔ (بہار شریعت ص ۶۴ ج ۲)

(۱۲) اگر کوئی ایسی جگہ ہے کہ نہ وہاں پانی ملتا ہے اور نہ پاک مٹی کہ تیمم کرے تو اسے چاہیے کہ نماز کے وقت میں نمازی کی صورت بنائے یعنی تمام حرکاتِ نماز بلا نیت نماز بجالائے۔ (بہار شریعت ص ۶۵ ج ۲)

(۱۳) اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ وضو کرتا ہے تو پیشاب کے قطرے ٹپکتے ہیں اور تیمم کرے تو نہیں ٹپکتے تو اسے لازم ہے کہ تیمم کرے۔ (بہار شریعت ص ۶۵ ج ۲)

(۱۴) بیمار بے دست و پا شخص اپنے آپ تیمم نہیں کر سکتا تو اسے کوئی دوسرا شخص تیمم کرا دے اور اس وقت تیمم کرانے والے کی نیت کا اعتبار نہیں بلکہ اس شخص کی نیت کا اعتبار ہے جسے تیمم کرایا جا رہا ہے۔

(بہار شریعت ص ۶۶ ج ۲)

(۱۵) چہرہ کا مسح کرتے وقت داڑھی اور مونچھوں اور بھوؤں کے بالوں پر ہاتھ پھیرا جانا ضروری ہے۔ بھوؤں کے نیچے اور آنکھوں کے اوپر جو جگہ ہے اور ناک کے حصہ زیریں کا خیال نہ رکھیں گے تو ان پر ہاتھ نہ پھرے گا اور تیمم نہ ہوگا۔ (بہار شریعت ص ۶۶ ج ۲)

(۱۶) مونچھ کے بال اتنے بڑھ گئے کہ ہونٹ چھپ گئے تو ان بالوں کو اٹھا کر ہونٹ پر ہاتھ پھیرے بالوں پر ہاتھ پھیرنا کافی نہیں۔ (بہار شریعت ص ۶۶ ج ۲)

(۱۷) اگر چہرہ یا بازوؤں کے مسح میں ہاتھ کی ایک یا دو انگلیوں سے مسح کیا تو تیمم نہ ہوا اگرچہ تمام عضو پر پھیر لیا ہو۔ (بہار شریعت ص ۶۸ ج ۲)

(۱۸) تیمم ہوتے ہوئے دوبارہ تیمم نہ کرے۔ (بہار شریعت ص ۶۸ ج ۲)

(۱۹) مسافر کا ایسی جگہ سے گزر ہوا کہ ہر طرف کیچڑ ہی ہے اور پانی بھی نہیں پاتا کہ وضو یا غسل کرے اور کپڑے میں بھی غبار نہیں تو اسے چاہیے کہ کپڑا پاک کیچڑ سے سان کر سکھائے اور اس سے تیمم کرے اور اگر وقت جاتا ہو تو مجبوری کی وجہ سے کیچڑ ہی سے تیمم کر لے جب کہ پانی پر مٹی غالب ہو۔ (بہار شریعت ص ۶۹ ج ۲)

(۲۰) گدے اور دری وغیرہ پر غبار ہے تو اس سے تیمم کر سکتا ہے اگرچہ وہاں مٹی موجود ہو جب کہ غبار اتنا ہو کہ ہاتھ پھیرنے سے انگلیوں کا نشان بن جاتا ہو۔ (بہار شریعت ص ۷۰ ج ۲)

(۱۴ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ)

بسم الله الرحمن الرحیم

بارھواں مقالہ

نماز کے برکات وثمرات اور بے نماز کی سزائیں

رحمت ربِّ دو عالم میں بسائے گی نماز

اے مسلماں پڑھ نمازیں بخشوائے گی نماز
رحمت ربِّ دو عالم میں بسائے گی نماز
قبر کی اندھیریوں میں کام آئے گی نماز
گرمی روز قیامت سے بچائے گی نماز
ربِّ اکبر کے عذابوں سے چھڑائے گی نماز
وارثِ خُلدِ بریں تجھ کو بنائے گی نماز
اپنے بیگانے بنے ہوں گے ترے جس دن عدوّ
خیر خواہ بن کر تجھے اُس دن بھلائے گی نماز
بے نمازی رو رہے ہوں گے خدا کے سامنے
جب قیامت میں نمازی کو ہنسائے گی نماز
بے نمازی ساتھ ہوں گے کافروں کے حشر میں
غافلوں کو خوب اُس دن یاد آئے گی نماز
مارا مارا پھرتا ہے تو جستجوئے رزق میں
پڑھ نمازیں تیری روزی کھینچ لائے گی نماز
اے مسلماں ہوش کر تُو سوچ اپنی بہتری
منزلِ مقصود پہ تجھ کو پہنچائے گی نماز
زندگی بھر خوب پڑھ قاسمؔ نمازیں شوق سے
تیرا بیڑا پار محشر میں لگائے گی نماز
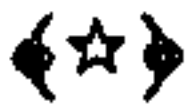
❖✩❖

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولہٖ محمّد والہ واصحابہ اجمعین

امـــابـعـــد آج کل اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت نماز پنجگانہ کی ادائیگی سے لاپرواہی کا شکار ہے۔ بوڑھے، جوان، مرد، عورتیں اسی مرض میں مبتلا دیکھے جاتے ہیں۔ کوئی خوش نصیب ہی گھر ایسا ہوگا جس کے سب بالغ افراد پانچ وقت کی نماز فرض کے پابند ہوں گے اکثر گھروں کا تو یہ حال ہے کہ اُن میں کوئی ایک بھی پکا نمازی نہیں اور اکتے دکتے گھر ایسے ہیں جن کے بعض افراد بعض اوقات کی نماز پڑھ لیتے ہیں۔

پھر مزید افسوس کی بات یہ ہے کہ جو مسلمان نمازی سمجھے جاتے ہیں وہ بھی نماز کو صحیح طریقہ سے با آداب ادا نہیں کرتے۔ عجلت پسندی نماز میں اختیار کرتے ہیں تو ارکان نماز کو صحیح طور پر ادا نہ کرنے کی وجہ سے نمازوں کا بیڑا غرق کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے نمازی وہ فوائد وثمرات حاصل نہیں کر سکتے جو اللہ تعالیٰ نے دنیا وآخرت میں نمازیوں کے لئے نماز میں رکھے ہوئے ہیں۔

نماز میں لاپرواہی اور بے احتیاطی کی وجہ نماز کے برکات وثمرات سے مسلمانوں کی لاعلمی ہے۔ ورنہ دیکھا جاتا ہے کہ انسان جس کام کے فوائد وثمرات جانتا ہے اور اُس کے ترک کے نقصانات سے بھی باخبر ہوتا ہے اُس کو اچھی طرح بجالاتا ہے۔ بدیں وجہ ہم نے مسلمانوں کو نماز پنجگانہ کی ترغیب دینے کے لئے یہ مختصر رسالہ ''نماز کے برکات وثمرات'' لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے شرف مقبولیت بخشے اور اس کے ذریعہ سے بے نماز مسلمانوں کو نماز پنجگانہ کی ادائیگی کا جذبہ اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نماز کی فرضیت واہمیت

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ حشر کے دن بندوں سے ایمان کے بعد تمام عملوں میں سب سے پہلے نماز کا حساب لے گا۔ اگر نماز کا حساب درست نکلا تو بندہ کامیاب ہوگا۔ ورنہ شرمسار اور خسارہ پانے والا ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ بیشک سب سے پہلے جس عمل کا حساب بندے سے لیا جائیگا وہ اُس کی نماز ہے پھر اگر نماز درست ہوئی تو وہ کامیاب ہو جائے گا۔ اور اگر وہ خراب نکلی تو وہ نامراد ہوگا۔ رواہ ابوداؤد عن ابی هریرہ رضی اللہ عنہ (مشکوٰۃ جلد اوّل صفحہ نمبر ۱۰۸)۔

اسی مفہوم کو ایک فارسی شاعر نے اپنے اس شعر میں بیان کیا ہے۔

؎ روزِ محشر کہ جاں گداز بود　　اولیں پرسشِ نماز بود

یعنی محشر کا وہ دن جو جان پگھلانے والا ہو گا اُس میں سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ اسی مفہوم میں بعض اُردو شعراء کے اشعار بھی ہدیۂ ناظرین کیے جاتے ہیں۔

؎ نماز پوچھے گا روزِ محشر ہر اک سے پہلے خدائے اکبر

؎ خدارا اُس دن کا خوف کھاؤ نماز پڑھ لو نماز پڑھ لو

قیامت میں ہو گی نمازوں کی پرسش　　نہ کام آئے گی حشر میں حیلہ سازی

بروزِ حشر بگڑی بنائے گا مولا　　نمازیں کریں گی وہاں کار سازی

نمازیں ہیں معراج اے اہلِ ایماں　　گناہگار ہے وہ جو ہے بے نمازی

خدا کی قسم اہلِ بیت و صحابہ　　بزرگ و مقدس تھے سارے نمازی

بے نماز کا حشر

امام احمد و دارمی و بیہقی شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ نمازیں ہیں جو شخص ان کی محافظت (پابندی) کریگا وہ اُس کے لئے قیامت کے دن نور، راہنما اور نجات ہوں گی۔ اور جو ان کی محافظت نہ کرے گا اُس کے لئے وہ نہ نور ہوں گی، نہ راہنما اور نہ نجات ہوں گی۔ **وکان یوم القیامۃ مع فرعون وقارون وھامان وابیّ بن خلف**۔ اور وہ قیامت کے روز فرعون، قارون۔ ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہو گا۔
(مشکوٰۃ جلد اوّل ص۵۴)

تنبیہ

ان چاروں کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ انسان نماز سے یا تو سلطنت کے غرور میں غافل ہو جاتا ہے یا دولت کے سبب سے یا ملازمت و مرتبہ و وجاہت کے سبب سے یا تجارت و دکانداری کے سبب سے۔ اس لئے ان چاروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ چاروں ایسی ہی صورتوں سے تباہ و برباد ہوئے۔ اب جو شخص ان صورتوں میں سے کسی ایک صورت کے سبب سے نماز نہیں پڑھے گا اُس کا حشر ان کے ساتھ ہو گا۔ نہ اتعالیٰ ہم سب کو ان کے ساتھیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین (ہفت روزہ رضوان لاہور ۷ جون ۱۹۵۲ء)

بے نمازی ساتھ ہوں گے کافروں کے حشر میں　　غافلوں کو خوب اس دن یاد آئے گی نماز
بے نمازی رو رہے ہوں گے خدا کے سامنے　　جب قیامت میں نمازی کو ہنسائے گی نماز

نماز جنت کی کنجی ہے

امام مسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت،،(بہار شریعت جلد سوم ص ٦)

یہی ہے خلدِ بریں کی چابی اسی میں ہے سب کی کامیابی
نہ مومنو اِس سے دل چراؤ، نماز پڑھ لو، نماز پڑھ لو

خالص خدا کے واسطے پڑھتا ہے جو نماز　　جنت کی اُسکو چابی دلاتی نماز ہے
ہر بندگی سے رب کو پیاری ہے یہ نماز　　یہ بات ہر بشر کو سکھاتی نماز ہے
کرتا ہے صدق دل سے جو بندہ رکوع سجود　　نار سقر سے اُس کو بچاتی نماز ہے

نماز حشر کے دن پُر انُور رہو گی

امام ابوداؤد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔بشر المشائین فی الظلم الی المساجد بالنور التام یوم القیامۃ یعنی جو لوگ اندھیروں میں مسجد کی طرف چلنے والے ہیں اُن کو یہ بشارت دو کہ اُن کے لئے قیامت کے دن پُر انور ہے۔(سنن ابی داؤد ص ۸۳ ج ۱)

اے عزیزو فرض ہے ہر طرح سے تُم پر نماز
ہے یہ واجب سرخرو مسجد میں ہو پڑھ کر نماز
ہے بہت تاکید قرآں میں،نہیں ہوتی معاف
شادی ہو یا غم کسی حالت میں مومن پر نماز

نمازی جنّت میں داخل ہوگا

امام نسائی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،پانچ نمازیں ہیں،اللہ تعالیٰ نے اُنکو بندوں پر فرض فرمایا پس جو شخص اُن کو اس حال میں ادا کرے گا کہ ان کی کسی

جزءکو ان کے حق کو حقیر جانتے ہوئے ضائع نہ کرے گا تو اُس کے لئے اللہ کے پاس عہد ہے کہ وہ اُسے جنّت میں داخل کرے اور جو اُن کو ادا نہ کرے گا اُس کے لئے اللہ کے پاس کوئی عہد نہیں اگر وہ چاہے تو اُسے عذاب دے اور اگر چاہے تو اُسے جنّت میں داخل کرے (جامع صغیر ص ۶ ج ۲ وصحہ)

جنت میں مکاں اپنا بناتے ہیں نمازی — مسجد میں بڑے شوق سے آتے ہیں نمازی
معبود بھی خوش ہوتا ہے محبوب بھی راضی — سجدے کے لئے سر کو جھکاتے ہیں نمازی
حوریں ہیں لیئے ہاتھ میں ہر رنگ کے میوے — پھل اپنی نمازوں کا یہ پاتے ہیں نمازی
حوران جناں کہتی ہیں اکبر سے کہ سرکار — لو تم بھی چلو خلد میں جاتے ہیں نمازی

نماز بخشش کا ذریعہ ہے

امام احمد و ابوداؤد حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،، پانچ نمازیں اللہ نے فرض کیں جس نے اچھی طرح وضو کیا اور وقت میں پڑھیں اور رکوع وخشوع پُورا کیا تو اُس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمۂ کرم میں عہد کرلیا ہے کہ اُسے بخش دے گا اور جس نے یہ نہ کیا اُس کے لئے عہد نہیں چاہے اُسے بخش دے اور چاہے اسے عذاب کرے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۳ ج ۱)

اے مسلماں پڑھ نمازیں بخشوائے گی نماز — رحمت ربّ دو عالم میں بسائے گی نماز
قبر کی اندھیریوں میں کام آئے گی نماز — گرمی روز قیامت سے بچائے گی نماز
اپنے بیگانے بنے ہونگے ترے جس دن عدو — خیر خواہ بن کر تجھے اُس دن بہلائے گی نماز
آکے گھیریں گی تجھے جب آخرت کی سختیاں — اپنے دامن میں تجھے اُس دن سلائے گی نماز
مارا مارا پھرتا ہے تو جستجوئے رزق میں — پڑھ نمازیں تیری روزی کھینچ لائے گی نماز

نماز میں سات آسمانوں کے فرشتوں کی عبادت موجود ہے۔

نماز میں سات آسمانوں کے فرشتوں کی عبادت موجود ہے۔ آسمان اوّل کے فرشتے قیام میں۔ آسمان دوم کے رکوع میں۔ آسمان سوم کے سجدہ میں۔ آسمان چہارم کے قعدہ میں، آسمان پنجم کے تسبیح میں، چھٹے آسمان کے تہلیل میں اور ساتویں آسمان کے تمجید میں ہیں جب مومن بندہ دو رکعت نماز ان مذکورہ افعال واذکار سے ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے تو اُس بندے کے نامۂ اعمال میں سات آسمان کے فرشتوں کی گنتی کے

مطابق نیکیاں لکھی جاتی ہیں امام نجم الدین عمر نسفی رحمۃ اللہ علیہ خصائل میں فرماتے ہیں کہ زمینوں کو بھی اس پر قیاس کرنا چاہیے، کیونکہ درخت اور مینار اور پہاڑ قیام میں چار پائے رکوع میں، حشرات الارض سجدہ اور دیواریں اور ٹیلے اور کاہ اور ریگ وغیرہ قعدہ میں ہیں (صلوٰۃ مسعودی)

بحوالہ (ہفت روزہ رضوان لاہور، ۷ جون ۱۹۵۲ء)

نماز کی پچیس ۲۵ برکتیں

مولانا عبدالعزیز صاحب خطیب مزنگ لاہور لکھتے ہیں۔ نماز میں یہ برکتیں ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (۱) نماز پڑھنے سے خدا تعالیٰ خوش ہوتا ہے (۲) فرشتے پیار کرتے ہیں (۳) نماز انبیاء کی سنت ہے (۴) نماز معرفت ہے (۵) نماز ایمان کی جڑ ہے (۶) نماز اجابتِ دُعا ہے (۷) نماز باعثِ قبولیتِ ایمان ہے (۸) نماز سے رزق میں برکت ہوتی ہے (۹) نماز سے بدن میں راحت ہے (۱۰) نماز دشمن کے لئے اوزار ہے (۱۱) نماز شیطان کو ناخوش کرتی ہے (۱۲) نماز منکر و منکیر کے لئے جواب ہے (۱۳) نماز ملک الموت کے سامنے سفارشی ہوگی (۱۴) نماز قبر میں روشنی ہے (۱۵) نماز نیچے بچھونا ہے (۱۶) نماز قیامت تک قبر میں مونس و غم خوار ہوگی (۲۰) نماز وہ نور ہے جو آگے آگے چلتا ہو گا۔ (۲۱) نمازی اور دوزخ کے درمیان نماز پردہ ہوگی (۲۲) نماز خدا کے سامنے حجت ہوگی (۲۳) نماز ترازو میں ثقل ہوگی (۲۴) نماز پل صراط سے گزار دے گی (۲۵) نماز جنت کی کنجی ہے کیونکہ اس میں تسبیح تحمید، تقدیس، تعظیم، قرأۃ اور دُعا ہے لہٰذا افضل الاعمال ہے۔ (بستان العارفین مصنفہ فقیہ ابولیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ مصری ص ۱۰۱ بحوالہ ہفت روزہ رضوان لاہور ۷ جون ۱۹۵۲ء صفحہ نمبر ۱۷)

چشم رسول پاک کا تارہ نماز ہے — مومن کی زندگی کا سہارا نماز ہے
بحر حوادثات زمانہ میں مومنو — اللہ کے کرم کا اک کنارا نماز ہے
ہوں کیوں غذائے روح کے بھوکے نہ اس سے شاد — دنیائے معرفت کا سہارا نماز ہے

نماز میں نو کرامتیں ہیں

امام ابن حجر روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ من حفظ الصلوٰت الخمس لوقتها و داوم علیها اکرم اللہ بسبع کرامات اوّلها ان یحبّہ

اللّٰہ ویکون بدنہ صحیحاً وتحرسہ الملائکۃ وتنزل البرکۃ فی دارہ ویظھر علی وجھہ سیماء الصالحین ویلین اللّٰہ قلبہ ویمّر علی الصراط کالبرق اللامع وینجیہ اللّٰہ من النار وینزلہ اللّٰہ فی جوار الذین لاخوف علیھم ولاھم یحزنون. جو شخص پانچ نمازوں کی محافظت اُن کے وقت میں کرتا ہے اور اُن پر ہمیشگی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے نو کرامتوں سے نوازتا ہے۔

پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ اُس سے محبت رکھتا ہے۔ دوسری یہ کہ اُس کا بدن تندرست ہوتا ہے، تیسری یہ کہ اُس کی پہرہ داری فرشتے کرتے ہیں چوتھی یہ کہ اُس کے گھر میں برکت نازل ہوتی ہے۔ پانچویں یہ کہ اُس کے چہرہ پر نیکوں کی علامت ظاہر ہوتی ہے۔ چھٹی یہ کہ اللہ اس کا دل نرم کر دیتا ہے ساتویں یہ کہ وہ پُل صراط سے چمکدار بجلی کی طرح گزرے گا آٹھویں یہ کہ اسے اللہ دوزخ سے نجات بخشے گا۔ نویں یہ کہ اللہ اُسے اُن لوگوں کے پڑوس میں بسائے گا جن پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے، یعنی اولیاء اللہ۔ (منبہات ابن حجر عسقلانی ص ۶۸ مطبوعہ مکتبہ مجتبائی دہلی ہند)

جبین عبادت جھکاتے چلو تم ۔۔۔ حقائق کے پردے اُٹھاتے چلو تم
ہر اک شئے کو نیچا دکھاتے چلو تم ۔۔۔ عبادت کے پرچم اُڑاتے چلو تم
راہِ حق میں سر کو کٹاتے چلو تم ۔۔۔ قرینے وفا کے سکھاتے چلو تم
ہر اک گام پہ سجدۂ بندگی ۔۔۔ نقوش محبت بناتے چلو تم
وہی ذات واحد ہو پیش نظر ۔۔۔ توہّم کے پردے اُٹھاتے چلو تم
جھکاؤ جھکاؤ جبین نیاز ۔۔۔ ہر اک بزم کو جگمگاتے چلو تم
سناؤ فدا نغمۂ لا الٰہ ۔۔۔ نئی طرز سے آج گاتے چلو تم

(نتیجہ فکر جناب غلام وارث فدا تلمیذ صبا حسنی ہفت روزہ رضوان ۷ جون ۱۹۵۲ء)

نماز میں دس خوبیاں ہیں

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الصلوٰۃ عماد الدین وفیھا عشر خصال زین الوجہ ونور القلب وراحۃ البدن واُنس فی القبر ومنزل الرحمۃ ومفتاح السمآء وثقل المیزان ومرضاۃ الربّ وثمن الجنّۃ

وحجاب من النار ومن اقامها فقداقام الدین ومن ترکھا فقد ھدم الدین

نماز دین کا ستون ہے اور اس میں دس خوبیاں ہیں۔(۱) چہرے کی زینت (۲) دل کی روشنی (۳) بدن کا آرام (۴) قبر کا سکون (۵) رحمت کا نزول (۶) آسمان کی چابی (۷) ترازوے اعمال کا بوجھ (۸) اللہ تعالیٰ کی رضامندی (۱۰) دوزخ کا پردہ اور جس شخص نے اسے قائم کیا اُس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اسے چھوڑ دیا اُس نے دین کو چھوڑ دیا۔(منبہات ابن حجر ص ۸۳ مطبوعہ مکتبہ مجتبائی دہلی)

ٹھکانہ گور ہے تیرا عبادت کچھ تو کر راقب
کہاوت ہے کہ خالی ہاتھ گھر جانا نہیں اچھا

مسلمان نماز پنجگانہ کی ادائیگی کے ان عظیم برکات وثمرات پر غور کریں اور انہیں حاصل کرنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہیں۔نماز میں غفلت برتنا دنیا وآخرت کا بہت بڑا خسارہ ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں نمازی بنائے۔آمین

ترک نماز کی دنیاوی سزائیں

جو شخص نماز میں سُستی کرتا ہے وہ دُنیا میں ان پانچ سزاؤں کا مستحق ہے۔(۱) اُس کی عمر میں برکت نہ رہے گی (۲) اُس کے چہرہ سے نیک لوگوں کے آثار مٹا دیئے جائیں گے یعنی اس کے چہرہ پر نحوست برسے گی (۳) اُس کو نفلی عمل کا ثواب نہ ملے گا۔(۴) اس کی دعا آسمان تک نہ اُٹھے گی یعنی مقبول نہ ہوگی۔(۵) نیک لوگوں کی دعا میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔(ہفت روزہ رضوان لاہور بابت ۷ جون ۱۹۵۲ء صفحہ نمبر ۱۴)

بے نمازی کے لیے مرنے کے وقت کی سزائیں

(۱) بے نماز ذلیل ہوکر مرے گا (۲) بھوکا مرے گا۔(۳) پیاسا مرے گا ایسا پیاسا کہ دنیا کے سمندروں کا پانی اُس کو پلایا جائے تو پھر بھی اس کی پیاس نہ بجھے گی۔

(ہفت روزہ رضوان ص ۱۴ بابت ۷ جون ۱۹۵۲ء)

بے نماز کے لئے قبر کی سزائیں

(۱) بے نماز پر قبر تنگ ہوگی یہاں تک کہ اِدھر کی پسلیاں اُدھر اور اُدھر کی پسلیاں ادھر ہو جائیں گی۔

(۲) اُس کی قبر میں آگ بھر جائے گی۔ رات دن آگ کے انگاروں پر لوٹ پوٹ ہوتا رہے گا۔

(۳) اس کی قبر میں اس پر ایک اژدہا مسلط کیا جائے گا۔ اس کا نام گنجا شجاع ہے۔ اس کی آنکھیں آگ کی طرح کی ہیں۔ اور اس کے ناخن لوہے کے ہیں۔ ہر ایک ناخن کا طول ایک روز کی مسافت ہے۔ میت سے باتیں کرے گا اور کہے گا کہ میں گنجا شجاع ہوں اور اس کی آواز بجلی کی مسافت کی مانند ہوگی وہ کہے گا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تجھے نماز صبح کو سورج نکلنے کے بعد تک ضائع کرنے پر ماروں اور میں تجھے نماز ظہر کو عصر کے وقت تک ضائع کرنے کے سبب ماروں اور نماز عصر کو مغرب کے وقت تک ضائع کرنے کی وجہ سے ماروں اور نماز مغرب کو نماز عشاء تک ضائع کرنے کی وجہ سے ماروں اور نماز عشاء کو فجر کی نماز تک ضائع کرنے کی وجہ سے ماروں۔ جب وہ اُس کو ایک ضرب لگائے گا تو وہ زمین میں ستر گز دھنس جائے گا۔ وہ قبر میں ہمیشہ قیامت ہونے تک عذاب دیا جائے گا۔ (درۃ الناصحین بحوالہ رضوان مذکورہ بالا ص ۱۵)

بے نمازی کے لیے حشر کی سزائیں

نماز میں سستی کرنے والے کے لیے حشر کی تین سزائیں یہ ہیں۔

(۱) حساب کی سختی (۲) خدا تعالیٰ کا غضب (۳) دوزخ میں داخل ہوگا۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ میدان محشر میں اُٹھے گا کہ اُس کے چہرہ پر تین سطریں لکھی ہوئی ہوں گی۔ (۱) اے اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار۔ (۲) اے اللہ تعالیٰ کے حق کو ضائع کرنے والے (۳) جس طرح تو نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کا حق ضائع کیا اسی طرح تو آج اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہوگا۔ راوی حدیث پندرھویں سزا بیان کرنا بھول گیا خدا جانے وہ کتنی بڑی سزا ہوگی۔

(زواجر ابن حجر ص ۱۱۱ ج ۱ بحوالہ رضوان مذکورہ بالا)

(۴) بے نماز توریت انجیل زبور اور قرآن شریف میں ملعون ہے۔ اور جماعت میں نماز نہ پڑھنے والا ایسی حالت میں زمین پر چلتا ہے کہ زمین اُس پر لعنت کرتی ہے۔

(درۃ الناصحین ص ۵۵ بحوالہ ہفت روزہ رضوان لاہور بابت ۷ جون ۱۹۵۲ء)

اعاذنا اللّٰہ تعالیٰ من عذابہ فی الدنیا والآخرۃ آمین.

سخت تمہات آئیں بے نمازی کے لئے ہے سخت ذلت اے عزیز بے نمازی کے لئے

بے نمازی کے لئے جہنّم میں سزائیں

امام احمد اور بیہقی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے سستی کے سبب سے ایک نماز ترک کر دی گویا اسکی دنیا اور جو کچھ اُس میں ہے اُس سے چھین لیا گیا۔ اور جس نے سستی سے چار نمازیں قضاء کیں تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو طینۃ الخبال پلائے گا۔ عرض کیا گیا۔ طینۃ الخبال کیا ہے؟ فرمایا دوزخ والوں کا نچوڑ یعنی خون اور پیپ (ہفت روزہ رضوان مذکورہ بالا صفحہ نمبر ۵۰)

(۲) کتاب مجالس الابرار اور احسن المواعظ ص ۱۳۷ میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من ترک الصلوة متعمد أحتی مضیٰ وقتها عذب فی النار حقباً والحقب ثمانون سنة والسنة ثلاثة مائة وستون يوماً كل يوم مقداره الف سنة. جس نے جان بوجھ کر ایک نماز نہ پڑھی یہاں تک کہ اُس کا وقت گزر گیا۔ وہ دوزخ میں کئی حقبے عذاب دیا جائے گا۔ اور ایک حقبہ اسی سال کا اور ایک سال ۳۶۰ دن کا اور ہر ایک دن ایک ہزار سال کا ہوگا۔

(ہفت روزہ رضوان بابت ۷ جون ۱۹۵۲ء صفحہ نمبر ۵۰)

تنبیہ

اس حساب سے ایک حقبہ دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس کا ہوا۔ اور ایسے بہت سے حقبے جن کی تعداد اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اس شخص کو عذاب دیا جائے گا جس کی ایک نماز قضا ہو گئی اور وقت گذر گیا۔ تو جو لوگ ساری ساری عمر نماز نہیں پڑھتے اُن کا کیا حال ہوگا۔

بھائیو: غور کرو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے ہمیں دوزخ سے بچائے اور ہر قسم کی نیکی کی توفیق دے۔ آمین۔ نیز سرکش لوگوں کو بہت سے حقبے عذاب دینے کا ذکر قرآن شریف میں بھی آیا ہے۔ نماز نہ پڑھنے سے بڑھ کر اور کونسی سرکشی ہے۔ (ہفت روزہ رضوان مذکورہ بالا)

بے نمازی کا نام دوزخ کے دروازہ پر لکھا جاتا ہے:

محدث ابو نعیم حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور نے فرمایا۔ جس نے قصداً نماز چھوڑی جہنم کے دروازہ پر اُس کا نام لکھ دیا جاتا ہے۔ (بہار شریعت حصہ سوم ص ۹)

بے نمازی کفر کے قریب پہنچ جاتا ہے

بہت سی ایسی حدیثیں آئی ہیں جن کا ظاہر یہ ہے کہ قصداً نماز کا ترک کفر ہے اور بعض صحابہ کرام مثلاً امیر المومنین حضرت فاروق اعظم وعبد الرحمن بن مسعود وعبد اللہ بن عباس وجابر بن عبد اللہ ومعاذ بن جبل وابو ہریرہ وابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنھم کا یہی مذہب تھا اور بعض ائمہ مثلاً امام احمد واسحاق بن راہویہ وعبد اللہ بن مبارک وامام نخعی کا بھی یہی مذہب تھا۔ اگرچہ ہمارے امام اعظم ودیگر ائمہ نیز بہت سے صحابۂ کرام اس کی تکفیر نہیں کرتے پھر بھی یہ کیا تھوڑی بات ہے کہ ان جلیل القدر حضرات کے نزدیک ایسا شخص کافر ہے۔ (بہار شریعت حصہ سوم ص ۱۰)

بے نماز مسلمانوں سے آخری گذارش

قرآن شریف کی آیات اور احادیث کی روایات سے واضح طور پر ثابت ہے کہ نماز پنجگانہ فرض عین ہے۔ اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر اور اسے سستی اور غفلت سے چھوڑنے والا فاسق یعنی بے دین بہت بڑا گناہگار ہے اتنا بڑا گناہ جو کسی کا خون کرنے۔ شراب پینے اور سور کھانے سے بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی سزا اور غضب کا باعث ہے اور دنیا وآخرت میں ذلت کا سبب ہے۔ (ہفت روزہ رضوان مذکورہ بالا ص ۴۶)

ایسے عظیم فریضہ خداوندی کی ادائیگی میں ہرگز ہرگز غفلت اور سستی سے کام نہ لیں۔ پانچ وقت میں نماز با جماعت کی ادائیگی سے اللہ اور اس کے رسول راضی ہوں گے۔ اور دنیا وآخرت کی برکتیں اور کامیابیاں بھی نصیب ہوں گی۔ اور دو جہاں میں عزت بھی ملے گی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح مقبول نمازیں پڑھنے کی توفیق بخشے آمین ثم آمین۔ کار ما نصیحت بود کردیم۔

(۲۸ رمضان ۱۴۱۵ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تیرھواں مقالہ

قضاء نمازوں کے مسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ خالق السموات والارضین و الصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ الامین و علیٰ الہ و اصحابہ اجمعین امّا بعد: اِس مختصر مقالہ میں "قضاء نمازوں کے ضروری مسائل" لکھے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین۔

مومنوں پر نماز فرض ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **ان الصلوٰۃ کانت علیٰ المؤمنین کتاباً موقوتاً۔** بے شک نماز مسلمانوں پر وقت بندھا ہُوا فرض ہے (پ ۵ رکوع ۱۲)۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہُوئے ایک یہ کہ مسلمانوں پر نماز فرض ہے۔ اور دوسرا یہ کہ ہر نماز کو اپنے وقت میں ادا کرنا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بلا عذر نماز چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے

امام علاؤلدین حصکفی فرماتے ہیں۔ **ھی فرض عین علی کل مکلف بالاجماع فرضت فی الاسرآء قبل الھجرۃ بسنۃ و نصف و کانت قبلہ صلاتین قبل طلوع الشمس و قبل غروبھا و یکفر جاحدھا بثبوتھا بدلیل قطعی و تارکھا عمداً مجانۃ ای تکاسلاً فاسق یحبس حتی یصلی۔** یعنی نماز پنجگانہ ہر مکلّف پر بالاجماع فرض عین ہے۔ اور وہ ہجرت سے ڈیڑھ سال قبل معراج شریف کے موقع پر فرض کی گئی اور اس سے پہلے مسلمانوں پر نماز فجر اور نماز عصر فرض تھیں۔ اور نماز کی فرضیت کا منکر کافر ہے کیونکہ اس کی فرضیت دلیل قطعی سے ثابت ہے اور سستی کی بناء پر نماز چھوڑنے والا فاسق ہے اُسے نماز کا پابند بننے تک قید رکھا جائے گا۔ (درمختار ص ۲۵۸ ج ۱)

اور یہی امام اپنی اسی کتاب میں لکھتے ہیں۔ **التاخیر بلا عذر کبیرۃ لا تزول بالقضاء بل بالتوبۃ او الحج۔** نماز پنجگانہ کی ادائیگی میں تاخیر کرنا یعنی اُسے اپنے وقت میں ادا نہ کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ اور نماز فوت شدہ کی قضاء پڑھنے سے تاخیر کا گناہ معاف نہیں ہوتا بلکہ توبہ یا حج سے معاف ہوتا ہے۔

(درمختار ص ۵۳۴ ج ۱)

صاحب بہار شریعت لکھتے ہیں۔ "بلا عذر شرعی نماز قضاء کر دینا بہت سخت گناہ ہے۔ اس پر فرض ہے کہ اس کی قضاء پڑھے اور سچے دل سے توبہ کرے۔ توبہ یا حج مقبول سے گناہ تاخیر معاف ہو جائے گا (درمختار)

(بہار شریعت حصہ چہارم ص ۴۱)

بلا عذر نماز چھوڑنے پر وعیدیں

بلا عذر شرعی نماز پنجگانہ کے ترک پر قرآن و حدیث میں سخت سخت وعیدیں آئی ہیں۔ یہاں بعض ذکر کی جاتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

آیات کریمہ

(۱) **واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین** ۔ اور نماز قائم کرو اور مشرکوں سے نہ ہو۔ (پ ۲۱ رکوع ۷)

"اس سے معلوم ہوا کہ نماز نہ پڑھنا عملی شرک ہے اور جن بزرگوں نے ترک نماز کو کفر قرار دیا ہے ان کی دلیل یہی آیت کریمہ ہے (نور العرفان ص ۶۵۰)

(۲) **و اذا قیل لھم ارکعوا لا یرکعون ویل یومئذ للمکذبین** ۔ اور جب ان سے کہا جائے کہ نماز پڑھو تو نماز نہیں پڑھتے۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔ (پ ۲۹۔ رکوع ۲۲)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز بڑی اہم عبادت ہے کہ اس کے ترک پر کفار کو بھی عذاب ہوگا

(نور العرفان ص ۹۲۸)

(۳) **فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات فسوف یلقون غیاً** اور ان (پیغمبروں) کے پیچھے ان کی جگہ وہ نامراد آئے جنہوں نے نمازیں گنوائیں اور اپنی خواہشات کے پیچھے ہوئے تو عنقریب وہ دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے۔ (پ ۱۶ رکوع ۷)

غی جہنم میں ایک وادی ہے جس کی گرمی اور گہرائی سب سے زیادہ ہے۔ اس میں ایک کنواں ہے جس کا نام **ھبھب** ہے۔ جب جہنم کی آگ بجھنے پر آتی ہے تو اللہ عزوجل اس کنوئیں کا منہ کھول دیتا ہے اس سے وہ بدستور بھڑکنے لگتی ہے۔ یہ کنواں بے نمازوں، زانیوں، شرابیوں، سود خوروں اور ماں باپ کو ایذا دینے والوں کے لیے ہے۔ (بہار شریعت حصہ سوم ص ۳)

(۴) **کل نفس بما کسبت رھینۃ الا اصحاب الیمین ۔ فی جنات یتساءلون عن المجرمین ما سلککم فی سقر. قالوا لم نک من المصلین** ۔ ہر جان اپنے عمل میں گرفتار ہو

گی مگر دائیں طرف والے باغوں میں مجرموں سے پوچھیں گے۔ تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی؟ وہ کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے (پ۲۹ رکوع ۱۶)

(۵) **فویل للمصلین الذین هم عن صلاتهم ساهون. الذین هم یرآئون** ۔ تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں وہ جو دکھاوا کرتے ہیں (پ۳۰ رکوع ۳۲)

یہ آیات مدینہ میں ابن ابی وغیرہ منافقین کے حق میں نازل ہوئیں جو عقیدت سے نہیں بلکہ مسلمانوں کے دکھاوے کو کبھی کبھی نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ (نور العرفان ص ۹۸۹)

(۶) **ان المنافقین یخادعون الله و هو خادعهم و اذا قاموا الی الصلوٰة قاموا کسالیٰ یرآءون الناس و لایذکرون الله الّا قلیلاً** ۔ بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا اور وہ جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو جی ہارے سے لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو نہیں یاد کرتے مگر تھوڑا (پ۵ رکوع ۱۸)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں سستی کرنا منافقت کی علامت ہے اور اس سستی کی مختلف صورتیں ہیں۔ بلا وجہ مسجد میں حاضر نہ ہونا، بلا وجہ جماعت سے الگ نماز پڑھنا، مسجد میں جماعت کے بعد پہنچنا، ٹوپی یا کرتہ کے بغیر نماز پڑھنا اور ارکان نماز کو درستی سے ادا نہ کرنا (نور العرفان ص ۱۵۹)

(۷) **ولا یاتون الصلوٰة الّا وهم کسالیٰ** ۔ اور منافقین نماز کو نہیں آتے مگر ہارے جی سے (پ۱۰ رکوع ۱۳)

(۸) **یوم یکشف عن ساق و یدعون الی السجود فلا یستطیعون خاشعة ابصارهم ترهقهم ذلة و قد کانوا یدعون الی السجود و هم سالمون** ۔ جس دن ایک ساق (پنڈلی) کھولی جائے گی اور سجدہ کو بلائے جائیں گے تو سجدہ نہ کر سکیں گے۔ نگاہیں نیچی کیے ہوئے ان پر خواری و ذلت چڑھ رہی ہوگی۔ بے شک وہ دنیا میں سجدہ کے لیے بلائے جاتے تھے جب تندرست تھے۔

(پ۲۹ رکوع ۴)

بخاری شریف میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ **یکشف ربنا عن ساقه فیسجد له کل مومن و مؤمنة و یبقیٰ من کان یسجد فی الدنیا ریآء و سمعة فیذهب یسجد فیعود ظهره طبقا**

واحد اً۔ ہمارا رب (قیامت کے دن) اپنی ساق کھولے گا تو ہر مرد وزن مومن اسے سجدہ کرے گا۔ اور جو لوگ دُنیا میں ریا کاری اور شہرت کے لیے سجدہ کیا کرتے تھے وہ باقی رہ جائیں گے پھر وہ سجدہ کا ارادہ کریں گے تو ان کی پیٹھیں تختہ بن جائیں گی (اور وہ سجدہ نہ کرسکیں گے)۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۴۰۷ جلد چہارم)

احادیث مبارکہ

(۱) محدث حاکم حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے میری امت پر سب سے پہلے پانچ نمازیں فرض کیں اور ان کے نیک اعمال میں سے جو چیز سب سے پہلے اٹھائی جائے گی وہ پانچ نمازیں ہیں اور ان کے اعمال میں سے جس چیز کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ پانچ نمازیں ہیں سو جو کوئی ان میں سے کچھ ضائع کرے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا دیکھو۔ کیا تمہیں میرے اس بندے کی کوئی نفل نماز ملتی ہے جس سے تم اس کے فرضوں کی کمی پوری کرو گے؟ اور یہ حکم اللہ کی رحمت وعدل کی بناء پر ہوگا۔ پھر اگر کوئی نفل نماز مل گئی تو وہ میزان میں رکھی جائے گی اور اُسے کہا جائے گا۔ جنت میں خوش وخرم داخل ہو جا۔ **و ان لم یوجدله شئی من ذلک امرت الزبانیة فاخذ وا بیده و رجلیه ثم قذف به فی النّار**۔ اور اگر اس کے لیے اس میں سے کوئی شئے نہ پائی گئی تو دوزخ کے داروغوں کو کہا جائے گا کہ اسے اس کے ہاتھ اور پاؤں سے پکڑ کر دوزخ میں ڈال دو (جامع صغیر ص ۱۱۳ جلد اوّل)

(۲) محدث ضیاء حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندے سے قیامت کے دن اس کے جس عمل کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے سو اگر نماز درست ہُوئی تو اس کے سب اعمال درست ہوں گے اور اگر اس کی نماز میں بگاڑ ہوا تو اس کے سب اعمال میں بگاڑ ہوگا۔ رواہ الجلال السیوطی وحسنہٗ (جامع صغیر جلد اوّل ص ۱۱۲)۔

(۳) ابوداؤد اور بیہقی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں۔ جو شخص اچھی طرح سے وضو کرے گا اور اُنہیں ان کے وقت میں پڑھے گا اور ان کے رکوع اور سجدہ کو پورا کرے گا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر اس بات کا عہد ہے کہ وہ اسے بخش دے۔ **ومن لم یفعل فلیس علی اللہ عهد ان شآء غفر لهٗ و ان شآء**

عذبہ۔ اور جو کوئی ایسا نہ کرے گا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر کوئی عہد نہیں۔ اگر وہ چاہے گا تو اُسے بخشے گا اور اگر چاہے گا تو عذاب دے گا (جامع صغیر جلد دوم ص ۶۔ وصححہ' السیوطی و صاحب المشکوٰۃ ص ۵۳ ج ا وقال رواہ احمد و ابو داؤد و روی مالک والنسائی نحوہ)

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز کا ذکر فرمایا۔ تو فرمایا جو شخص نمازوں کی پابندی کرے گا۔ نمازیں اس کے لئے قیامت کے دن روشنی اور دلیل اور نجات بنیں گی و **من لم یحافظ علیها لم تکن له نوراً ولا برهاناً و ولا نجاة و کان یوم القیامة مع قارون و فرعون و هامان و ابی ابن خلف**۔ اور جو شخص نمازوں کی پابندی نہیں کرے گا۔ نمازیں اس کے لیے روشنی و دلیل اور نجات نہ بنیں گی اور وہ قیامت کے روز قارون، فرعون، ھامان اور ابی ابن خلف کے ساتھ ہوگا۔ رواہ احمد والداری والبیہقی فی شعب الایمان۔

(مشکوٰۃ جلد اوّل ص ۵۴)۔

(۵) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے جانی دوست یعنی رسول اللہ ﷺ نے وصیت فرمائی کہ اللہ کا شریک کسی چیز کو نہ ٹھہرا اگرچہ تُو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے اور جلا دیا جائے اور تو ہرگز فرض نماز قصداً (بے عذر شرعی) نہ چھوڑ کہ جو کوئی اسے چھوڑ دیتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذمہ اٹھ جاتا ہے۔ اور تو ہرگز شراب نہ پی کہ وہ ہر بُرائی کی چابی ہے۔ رواہ ابن ماجہ (مشکوٰۃ۔ جلد اوّل۔ ص ۵۴)۔

(۶) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ **الصلوٰۃ عماد الدین فمن اقامها فقد اقام الدین و من ترکها فقد هدم الدین**۔ نماز دین کا مرکزی ستون ہے سو جو اسے قائم کرے وہ اپنے دین کو قائم کرتا ہے اور جو اسے گرا دے وہ اپنے دین کو گراتا ہے۔ (منیۃ المصلی)۔

(۷) طبرانی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ **من ترک الصلوٰة متعمداً فقد کفر جهاراً**. **صححه' الجلال السیوطی**۔ جو شخص جان بوجھ کر نماز ترک کر دے وہ کھلم کھلا کفر یعنی ناشکری کرتا ہے۔ (جامع صغیر جلد دوم۔ ص ۱۶۸)۔

(۸) طبرانی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ رسول ﷺ نے فرمایا۔ **من ترک صلوٰة لقی الله و هو علیه غضبان**۔ جو شخص نماز ترک کر دے وہ اس حال میں اللہ سے ملے گا کہ وہ اس پر ناراض ہوگا۔ حسّنہ' السیوطی (جامع صغیر۔ جلد دوم ص ۱۶۸)

(۹) مسلم "ابوداؤد" ترمذی اور ابن ماجہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ **بین الرجل و بین الشرک و الکفر ترک الصلوٰۃ** ۔مرد اور شرک وکفر کے درمیان نماز کا چھوڑ دینا ہے۔صنفہ السیوطی (جامع صغیر جلد اوّل۔ص ۱۲۶)۔

(۱۰) مسلم انہی سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ **بین العبد و بین الکفر ترک الصلوٰۃ** بندے اور کفر کے درمیان نماز کا چھوڑ دینا ہے۔(مشکوٰۃ جلد اوّل۔ص ۵۳)

(۱۱) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ **العهد الذی بیننا و بینهم الصلوٰۃ فمن ترکها فقد کفر** ۔ہمارے اور ان کے مابین عہد نماز ہے سو جو شخص اسے چھوڑ دے وہ کفر کرتا ہے۔رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجہ۔(مشکوٰۃ ص ۵۳ ج ۱)۔

(۱۲) ابونعیم ابوسعید رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔جس نے قصداً نماز چھوڑی جہنم کے دروازے پر اس کا نام لکھ دیا جاتا ہے۔(بہار شریعت حصہ سوم۔ص ۹)

(۱۳) شیخین نے عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔جس دین میں نماز نہیں اس میں کوئی خیر نہیں (بہار شریعت حصہ سوم۔ص ۹)

(۱۴) بیہقی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔جس نے نماز چھوڑی اس کا کوئی دین نہیں۔نماز دین کا ستون ہے۔(بہار شریعت حصہ سوم ص ۹)۔

(۱۵) بخاری ومسلم وامام مالک نافع رحمۃ اللہ علیہ سے راوی کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے صوبوں کے حاکموں کے پاس یہ فرمان بھیجا۔ **ان اهم امورکم عندی الصلوٰۃ من حفظها و حافظ علیها حفظ دینه و من ضیّعها فهُو لمَا سواه اضیع** ۔تمہارے سب کاموں سے اہم کام میرے نزدیک نماز ہے جس نے اس کی محافظت کی اور محافظت کرائی اس نے اپنا دین محفوظ رکھا اور جس نے اسے ضائع کیا وہ دوسرے کاموں کو بدرجۂ اولیٰ ضائع کرے گا۔

(بہار شریعت ص ۹ ج ۳) (مشکوٰۃ فی باب المواقیت)

(۱۶) ابن ماجہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **لیس بین العبد والشرک الا ترک الصلوٰۃ فاذا ترکها فقد اشرک** بندے اور شرک کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہوگی مگر یہی بات کہ نماز چھوڑ دے پھر جب وہ نماز چھوڑ دیتا ہے تو شرک کرتا ہے **صححه السیوطی**

(جامع صغیر ص ۱۳۵ ج ۲)

مسلمان ان آٹھ آیتوں اور سولہ حدیثوں کو بغور پڑھیں اور اندازہ کریں کہ بلا عذر شرعی جان بوجھ کر نماز ترک کر دینا کتنا سخت گناہ ہے اور آخرت میں اس کا کتنا بڑا وبال نماز چھوڑنے والے کے سر پر پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پانچ وقت کا نمازی بنائے۔ آمین۔

چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضاء فرض ہے

پنجگانہ نمازوں میں سے جو نماز بلا عذر شرعی یا عذر شرعی سے چھوٹ جائے اُس کی قضاء پڑھنا شرعاً فرض ہے۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ **من نسی صلوٰۃ او نام عنھا فکفار تھا ان یصلیھا اذا ذکرھا و فی روایۃ لا کفارۃ لھا الا ذلک** ۔ جو شخص نماز کو بھول جائے یا نماز سے سو جائے تو اس نماز کا کفارہ یہی ہے کہ وہ اسے ادا کرے جس وقت اسے وہ یاد آئے اور دوسری روایت میں ہے کہ اس کا کفارہ نہیں مگر یہی (کہ اس کی قضاء پڑھ لی جائے) متفق علیہ وقال الجلال السیوطی رواہ احمد والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وھذا حدیث صحیح۔

(جامع صغیر ج ص ۸۲۔ مشکوٰۃ فی کتاب الصلوٰۃ فی تعجیلھا۔ جلد اوّل ص ۵۶)

اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ فاذا نسی احد کم صلوٰۃ او نام عنھا فلیصلھا اذا ذکرھا فان اللہ تعالیٰ قال و اقم الصلوٰۃ لذکری** ۔ سوتے میں اگر نماز جاتی رہی تو قصور نہیں۔ قصور تو بیداری میں ہے۔ سو جب تم میں سے کوئی نماز بھول جائے یا اس سے سو جائے تو وہ اسے اُس وقت ادا کرے جس وقت اُسے یاد آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے نماز میری یاد کے لیے قائم کرو۔

رواہ مسلم (مشکوٰۃ جلد اوّل ص ۵۶)۔

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ ان تؤخر صلاۃ حتّٰی یدخل وقت صلاۃ اخری** نیند میں قصور نہیں۔ سوائے اس کے نہیں کہ قصور بیداری میں ہے اور وہ یہ کہ ایک نماز کی ادائیگی میں اتنی تاخیر کرے کہ دوسری نماز کا وقت داخل ہو جائے۔ رواہ احمد وابن حبان فی صحیحہ وصححہ الجلال السیوطی (جامع صغیر ص ۱۳۷ ج ۲)

کیا تارک نماز کافر ہے؟

"بلا عذر نماز چھوڑنے پر وعیدیں" کے ضمن میں ہم نے جو حدیثیں نقل کی ہیں ان میں سے بعض سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جو مسلمان فرض نماز بلا عذر قصداً چھوڑے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اس بارہ میں علمائے امت کا اختلاف ہے۔ ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔ "اور کتاب شرح السنۃ میں ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر کوئی فرض نماز چھوڑے اس کی تکفیر میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بے نماز کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز کا ترک کفر ہے۔ حضرت عبداللہ بن شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ صحابہ سوائے نماز کے اور کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں مانتے تھے۔ حضرات حماد بن زید، مکحول۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک بے نماز مرتد کے حکم میں ہے۔ مگر وہ دائرۂ اسلام سے نہیں نکلتا اور اصحاب رائے کا کہنا ہے کہ بے نماز قتل نہ کیا جائے بلکہ اُسے نماز کا پابند بننے تک قید رکھا جائے۔ اور یہی امام زہری کا بھی قول ہے۔ امام علی قاری فرماتے ہیں **و نعم الرای رای ابی حنیفة اذ الا قوال باقیھا ضعیفة ثم من التاویلات ان یکون مستحلاً لترکھا او ترکھا یؤدی الی الکفر فان المعصیة برید الکفر او یخشی علی تارکھا ان یموت کافراً او فعله شابه فعل الکافر** ۔ اور بہترین رائے امام ابوحنیفہ کی رائے ہے کیونکہ باقی تمام اقوال ضعیف ہیں۔ اور جن حدیثوں کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکِ نماز کفر ہے ان کی تاویلیں اس طرح کی جاسکتی ہیں کہ ترکِ نماز اس وقت کفر ہے جب اسے حلال جانا جائے یا نماز کا ترک کفر کی طرف لے جاتا ہے کیونکہ نافرمانی کفر کا قاصد ہوتا ہے یا نماز کے تارک کے کفر پر خاتمہ کا خوف ہے یا تارک نماز کا یہ فعل کافر کے فعل کے مشابہ ہے۔ (مرقاۃ جلد دوم۔ ص ۱۱۳)۔

صاحب بہار شریعت لکھتے ہیں۔ "بہت سی ایسی حدیثیں آئیں جن کا ظاہر یہ ہے کہ قصداً نماز کا ترک کفر ہے اور بعض صحابہ مثلاً امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم، عبدالرحمٰن بن عوف، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ، معاذ بن جبل، ابو ہریرہ اور ابوالدرداء رضی اللہ عنھم کا یہی مذہب تھا اور بعض اُئمہ امام احمد بن حنبل و اسحاق بن راھویہ، عبداللہ بن مبارک اور امام نخعی کا بھی یہی مذہب تھا۔ اگرچہ ہمارے امام اعظم و دیگر ائمہ نیز بہت سے صحابۂ کرام اس کی تکفیر نہیں کرتے پھر بھی یہ کیا تھوڑی بات ہے کہ ان جلیل

القدر حضرات کے نزدیک ایسا شخص کافر ہے۔" (بہار شریعت۔حصہ سوم۔ص ۱۰)

بے نماز کے عدم کفر کی دلیل

امام اعظم وغیرہ بزرگان دین کی اس مسئلہ میں دلیل وہ حدیث ہے جس میں سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا و **من لم یفعل فلیس علی اللہ عھدان شآء غفر لہ و ان شآء عذّبہ** اور جو کوئی یہ نہ کرے گا یعنی اس طرح نماز نہ ادا کرے گا اُس کے لیے اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر کوئی عہد نہیں اگر وہ چاہے گا تو اُسے بخش دے گا اور اگر چاہے گا تو اسے عذاب دے گا۔ رواہ احمد وابوداؤد وصاحب المشکوٰۃ ص ۵۳ ج وروی مالک و النسائی نحوہ وصححہ الجلال السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۶ ج ۲

اس مسئلہ پر اس حدیث سے استدلال کے بارہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔ ودرین حدیث دلیل ست برآنکہ تارک صلوٰۃ کافر نیست ومرتکب کبیرہ واجب نیست تعذیب وے ومخلد نیست درنار چنانکہ مذہب اہل سنت و جماعت است۔ اور اس حدیث میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ نماز کا تارک کافر نہیں ہے اور کبیرہ گناہ کے ارتکاب کرنے والے کے لیے عذاب واجب نہیں ہے اور نہ وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

(اشعۃ اللمعات جلد اوّل ص ۲۸۱)

استدلال کی وجہ

اس حدیث سے اس مسئلہ پر استدلال کی وجہ کی وضاحت یہ ہے کہ کافر کی بخشش نہ ہوگی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ان اللہ لا یغفران یشرک بہ و یغفر مادون ذلک لمن یشآء**۔ بلاشبہ اللہ شرک (کفر) کی بخشش نہ کرے گا اور اس سے کم درجہ کا گناہ جس کے لیے چاہے گا بخشے گا۔ جب اس حدیث میں تارک نماز کی بخشش اللہ کی مشیعت پر موقوف بتائی گئی ہے تو ثابت ہوا کہ ترک نماز کفر نہیں بلکہ کفر سے کم درجہ کا کبیرہ گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

تنبیہ

سعودی حکومت کے مفتی عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کے فتاویٰ میں لکھا ہے۔ "سوال۔ میں نے بہت سے

لوگ دیکھے جو حج کا فرض ادا کرتے ہیں لیکن نماز کا فرض ادا نہیں کرتے تو کیا کہا جائے گا کہ ان لوگوں نے حج ادا کیا یا نہیں؟ کیونکہ وہ نماز کو ادا نہیں کرتے حالانکہ نماز اسلام کا مرکزی ستون ہے۔

الجواب:۔ جو شخص نماز ترک کردے حالانکہ نماز اس پر فرض ہے تو اگر اس کا یہ ترک نماز کی فرضیت کے انکار کی بناء پر ہے تو بالاجماع اس کی تکفیر کی جائے گی اور اگر یہ ترک بر بنائے سستی اور لاپرواہی ہے تو علماء کے دو قول ہیں۔ ان دو قولوں میں صحیح قول یہ ہے کہ اس کی تکفیر کی جائے گی اور اس کے حج کے صحیح ہونے یا نہ ہونے کے بارہ میں بھی انہی دو قولوں پر دار و مدار ہوگا۔"

(فتاویٰ تتعلق باحکام الحج والعمرۃ والزیارۃ ص ۱۰)

سعودی مفتی کا یہ فتویٰ حنفی مذہب کے خلاف ہونے کی وجہ سے ہمارے نزدیک غیر معتبر ہے۔ بلاشبہ بے نماز کا حج صحیح ہے ہاں نماز کے ترک کا گناہ اپنی جگہ لازم ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

نماز قضاء کرنے کے عذر

وقتی نماز قضاء کرنے کے یہ عذر ہیں مثلاً

(۱) مسافر کو چور اور ڈاکوؤں کا صحیح اندیشہ ہے تو اس وجہ سے وقتی نماز قضاء کر سکتا ہے بشرطیکہ کسی طرح نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو اور اگر سوار ہے اور سواری پر نماز پڑھ سکتا ہے اگرچہ چلنے ہی کی حالت میں یا بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے تو عذر نہ ہُوا۔ یُونہی اگر قبلہ کو منہ کرتا ہے تو دُشمن کا سامنا ہوتا ہے۔ تو جس رُخ بن پڑے پڑھ لے نماز ہو جائے گی ورنہ نماز قضاء کرنے کا گناہ ہوگا (ردالمختار)

(۲) جنائی (بچہ جننے والی عورت) نماز پڑھے گی تو بچہ کے مر جانے کا اندیشہ ہے۔ نماز قضاء کرنے کے لیے یہ عذر ہے۔ بچہ کا سر باہر آ گیا اور نفاس سے پیشتر وقت ختم ہو جائے گا تو اس حالت میں بھی اس کی ماں پر نماز پڑھنا فرض ہے۔ نہ پڑھے گی تو گنا ہگار ہوگی۔ کسی برتن میں بچہ کا سر رکھ کر جس سے اس کو صدمہ نہ پہنچے نماز پڑھے۔ مگر اس ترکیب سے پڑھنے میں بچہ کے مر جانے کا اندیشہ ہو تو تاخیر معاف ہے بعد نفاس اس نماز کی قضاء پڑھے گی (ردّالمختار)

(۳) سوتے میں یا بھولے سے نماز قضاء ہو گئی تو اس کی قضاء پڑھنا فرض ہے البتہ قضاء کا گناہ نہیں مگر بیدار ہونے اور یاد آنے پر اگر وقت مکروہ نہ ہو تو اسی وقت قضا پڑھ لے تاخیر مکروہ ہے۔ ہاں اگر نماز کا وقت داخل

ہونے کے بعد سو گیا پھر وقت نکل گیا تو قطعاً گناہگار ہوا جبکہ جاگنے پر صحیح اعتماد یا جگانے والا موجود نہ ہو بلکہ فجر میں دخول وقت سے پہلے بھی سونے کی اجازت نہیں ہوسکتی جبکہ اکثر حصہ رات کا جاگنے میں گذرا اور ظن ہے کہ اب سو گیا تو آنکھ نہ کھلے گی۔

(۴) حالت جنون میں مجنون کی جو نمازیں فوت ہوئیں اچھے ہونے کے بعد ان کی قضاء واجب نہیں جبکہ جنون نماز کے چھ وقت تک برابر رہا ہو (عالمگیری)

(۵) ایسا مریض کہ اشارہ سے بھی نماز نہیں پڑھ سکتا اگر یہ حالت پورے چھ وقتوں تک رہی تو اس حالت میں جو نمازیں فوت ہوئیں ان کی قضاء واجب نہیں (عالمگیری) (بہار شریعت حصہ چہارم۔قضاء نماز کا بیان)۔

کونسی نماز کی قضاء فرض ہے

فرض نماز کی قضاء پڑھنا فرض ہے اور واجب نماز کی قضاء پڑھنا واجب اور سنت نماز کی قضاء پڑھنا سنت ہے یعنی وہ سنتیں جن کی قضاء ہے۔مثلاً فجر کی سنتیں جبکہ فرض بھی فوت ہو گیا ہو اور ظہر کی پہلی سنتیں جبکہ ظہر کا وقت باقی ہو (درمختار۔ردالمحتار)۔

جو نماز جیسی فوت ہوئی اس کی قضاء ویسی ہی پڑھی جائے گی مثلاً سفر میں نماز قضاء ہوئی تو چار رکعت والی نماز دو ہی پڑھی جائے گی اگرچہ اقامت کی حالت میں پڑھے اور حالت اقامت میں فوت ہوئی تو چار رکعت والی کی قضاء چار رکعت ہے اگرچہ سفر میں پڑھے (عالمگیری)۔

پانچوں فرضوں میں باہم اور فرض و وتر میں ترتیب ضروری ہے کہ پہلے فجر کی قضاء پڑھے پھر ظہر کی پھر عصر کی پھر مغرب کی پھر عشاء کی پھر وتر کی قضا پڑھے۔خواہ یہ سب قضاء ہوں یا بعض ادا اور بعض قضاء ہوں مثلاً ظہر کی نماز قضاء ہو گئی تو فرض ہے کہ اس کی قضاء پہلے پڑھے پھر عصر کی نماز ادا کرے یا وتر قضاء ہو گئے تو واجب ہے کہ پہلے وتروں کی قضاء پڑھے پھر فجر کی نماز ادا کرے۔اگر قضاء نماز یاد ہوتے ہوئے وقتی پڑھے گا تو یہ ناجائز ہے۔(عالمگیری)

چھ نمازیں جس کی قضا ہو گئیں کہ چھٹی نماز کا وقت ختم ہو گیا تو اس پر ترتیب فرض نہیں رہی اب اگرچہ باوجود وقت کی گنجائش اور یاد کے وقتی پڑھے گا ہو جائے گی خواہ وہ سب ایک ساتھ قضاء ہوئیں یا متفرق طور پر قضاء ہوئیں۔(درمختار)۔جب چھ نمازیں قضاء ہونے کے سبب سے ترتیب ساقط ہو گئی تو ان میں سے اگر بعض

پڑھ لیں کہ اب چھ سے کم رہ گئیں تو ترتیب عود نہ کرے گی یعنی ان میں سے اگر دو باقی ہوں تو باوجود یاد کے وقتی نماز ہو جائے گی۔ البتہ اگر سب قضائیں پڑھ لیں تو اب پھر صاحب ترتیب ہو گیا کہ اب اگر کوئی نماز قضاء ہو گی تو بشرائط سابق اسے پڑھ کر وقتی پڑھے گا ورنہ نہ ہو گی (درمختار)

باوجود یاد اور گنجائش وقت کے جو وقتی نماز پڑھے گا اس کا فساد موقوف ہے۔ اگر وقتی نمازیں پڑھتا رہا اور قضاء رہنے دی تو جب وقتی اور قضاء دونوں مل کر چھ ہو جائیں گی یعنی چھٹی نماز کا وقت ختم ہو جائے گا تو وہ سب نمازیں صحیح ہو جائیں گی اور اگر اس درمیان میں قضاء نماز پڑھ لی تو سب وقتی نمازیں نفل ہو گئیں اب ان سب کی قضاء پڑھے۔ (درمختار)

جس کے ذمہ میں قضاء نمازیں ہوں۔ اگرچہ ان کا پڑھنا جلد سے جلد واجب ہے مگر بال بچوں کی خورد ونوش اور اپنی ضروریات کی فراہمی کے سبب تاخیر جائز ہے۔ تو کاروبار بھی کرے اور جو وقت فرصت کا ملے اس میں قضاء پڑھتا رہے یہاں تک کہ قضاء نمازیں سب ادا ہو جائیں (درمختار)

قضاء نمازیں نوافل سے اہم ہیں یعنی جس وقت نفل پڑھتا ہے انہیں چھوڑ کر ان کے بدلے قضائیں پڑھے کہ بری الذمہ ہو جائے۔ البتہ تراویح اور بارہ رکعتیں سنت مؤکدہ کی نہ چھوڑے۔

(ردالمحتار) (کلھا من بہار شریعت ملتقطاً)

قضاء نمازوں اور وقتی نماز میں ترتیب لازم ہے۔ اس ترتیب کے ساقط ہونے کے تین سبب ہیں۔ (۱) وقتی نماز کے وقت کا تنگ ہونا۔ (۲) قضاء نمازیں بھول کر وقتی نماز پڑھ لینا۔ (۳) قضاء نمازوں کا چھ ہو جانا (مراقی الفلاح ص ۲۸۶)

اگر وقت میں اتنی گنجائش نہیں کہ وقتی اور سب قضائیں پڑھ لے تو وقتی اور قضاء نمازوں میں جس کی گنجائش ہو پڑھے۔ باقی میں ترتیب ساقط ہے (شرح وقایہ) (بہار شریعت)

ترتیب کے لئے مطلق وقت کا اعتبار ہے۔ مستحب وقت ہونے کی ضرورت نہیں تو جس کی عصر کی نماز قضاء ہو گئی اور آفتاب زرد ہونے سے پہلے ظہر سے فارغ نہیں ہو سکتا مگر آفتاب ڈوبنے سے پہلے دونوں پڑھ سکتا ہے تو ظہر پڑھ لے پھر عصر پڑھے (ردالمحتار) (بہار شریعت)

قضاء نماز یاد نہ رہی اور وقتیہ پڑھ لی پڑھنے کے بعد یاد آئی تو وقتیہ ہو گئی اب قضاء پڑھ لے اور اگر وقتیہ پڑھنے کے دوران قضاء نماز یاد آئی تو وقتیہ نفل بن گئی۔ قضاء پڑھنے کے بعد دوبارہ پڑھے۔ (بہار شریعت)

اگر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز قضاء ہوگئی تو اب ظہر کی نماز کی قضاء پڑھے۔

قضاء نماز کے مکروہ اوقات

طلوع آفتاب، غروب آفتاب اور نصف النہار ان تین وقتوں میں کوئی نماز جائز نہیں نہ فرض نماز نہ واجب اور نہ نفل۔ نہ ادا اور نہ قضاء یونہی سجدہ تلاوت وسجدہ سہو بھی ناجائز ہے البتہ اس روز اگر عصر کی نماز نہیں پڑھی تو اگرچہ آفتاب ڈوبتا ہو پڑھ لے مگر اتنی تاخیر کرنا حرام ہے۔ حدیث میں اس کو منافق کی نماز فرمایا گیا ہے۔ طلوع سے مراد آفتاب کا کنارہ ظاہر ہونے سے اس وقت تک ہے کہ اس پر نگاہ خیرہ ہونے لگے جس کی مقدار آفتاب کا کنارہ چمکنے سے ۲۰ منٹ تک ہے۔ نصف النہار سے مراد نصف النہار شرعی سے نصف النہار حقیقی تک ہے۔ یعنی طلوع فجر سے غروب آفتاب تک آج جو وقت ہے اس کے برابر برابر دو حصے کریں پہلے حصہ کے ختم پر ابتدائے نصف النہار شرعی ہے اور اس وقت سے آفتاب ڈھلنے تک وقت استواء وممانعت ہر نماز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ و بہار شریعت۔ نماز کے وقتوں کا بیان حصہ سوم ص ۲۱)

(تنبیہ) بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جو نماز قضاء ہو جائے اسے دوسرے دن اس کے وقت میں قضا پڑھیں مثلاً آج فجر کی نماز قضاء ہوگئی تو اسے کل فجر کے وقت میں قضاء پڑھیں گے۔ یہ خیال غلط ہے۔ صرف اوقات مکروہہ میں قضاء نماز نہ پڑھی جائے۔ اور کوشش ہونی چاہئے کہ جلد از جلد قضاء نماز پڑھ لی جائے کیونکہ زندگی کا پتہ نہیں ہوتا۔ بہار شریعت میں ہے۔ قضاء کے لئے کوئی وقت معین نہیں عمر میں جب پڑھے گا بری الذمہ ہو جائے گا مگر طلوع وغروب اور زوال کے وقت میں نہ پڑھے کہ ان وقتوں میں نماز جائز نہیں۔ (عالمگیری)

قضاء نمازوں کی نیت

اگر ایک جنس کی متعدد نمازیں قضاء ہوں تو نیت میں تعین کرنا ضروری ہے مثلاً فجر کی چند نمازیں ذمہ میں ہوں تو نیت میں کہے کہ میرے ذمہ میں فجر کی جتنی نمازیں قضاء ہیں ان میں سے سب سے پہلی کی نیت کرتا ہوں یا کہے ان میں سے سب سے آخری کی نیت کرتا ہوں۔ مراقی الفلاح میں ہے۔ **واذا کثرت الفوائت یحتاج لتعیین کل صلاۃ فاذا اراد تسہیل الامر علیہ نوی اول ظہر علیہ ادرک وقتہ ولم یصلہ اوان شاء نوی آخرہ فیقول اصلی آخر ظہر ادرکتہ ولم اصلہ بعد** اور جب

قضاء نمازیں زیادہ ہو جائیں تو ہر نماز کی تعیین کی ضرورت ہوگی۔ پھر جب وہ اس امر کی آسانی چاہے تو نیت میں کہے کہ سب سے پہلی وہ ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور اُسے ادا نہیں کیا اس کی ادائیگی کی نیت کرتا ہوں یا اگر چاہے تو یوں کہے کہ آخری ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور اُسے ادا نہیں کیا اس کی ادائیگی کی نیت کرتا ہوں۔ (مراقی الفلاح مدنی ص ۲۸۹)

عمر بھر کی قضاء نمازیں

اگر کسی شخص نے عمر بھر نمازیں چھوڑے رکھیں اور اب ان کی قضاء پڑھنا چاہے تو اگر مرد ہے تو نابالغی کے بارہ سال اور عورت ہے تو نابالغی کے ۹ سال (طحطاویہ علی المراقی مدنی ص ۲۸۵) نکال کر باقی عمر کی سب فرض و وتر نمازوں کی قضاء پڑھے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ اسے اپنی عمر کا صحیح علم ہو اور اگر صحیح علم نہ ہو تو اتنے سالوں کی نمازیں پڑھے کہ سب کی ادائیگی ہو جانے کا یقین ہو جائے۔ امام احمد طحطاوی لکھتے ہیں۔ **من لایدری کمیة الفوائت یعمل باکبر رأیه فان لم یکن له رأی یقضی حتی یتیقن انه لم یبق علیه شئی** ۔ جو شخص قضاء نمازوں کی تعداد کا علم نہیں رکھتا وہ اپنی غالب رائے کے مطابق نمازیں قضاء پڑھے اور اگر غالب رائے موجود نہ ہو تو اتنی نمازیں پڑھے کہ اُسے کوئی نماز باقی نہ رہ جانے کا یقین ہو جائے۔ (حاشیہ طحطاویہ علی المراقی ص ۲۹۰)

میّت کی نمازوں کا فدیہ

جس کی نمازیں قضاء ہوگئیں اور اس کا انتقال ہوگیا تو اگر وہ وصیت کر گیا اور مال بھی چھوڑا تو اس کے مال کی ایک تہائی سے ہر فرض و وتر کے بدلے نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو تصدق کریں اور مال نہ چھوڑا اور ورثاء فدیہ دینا چاہیں تو کچھ مال اپنے پاس سے یا قرض لے کر مسکین پر تصدق کر کے اس کے قبضہ میں دے دیں پھر مسکین اپنی طرف سے اُسے ان پر ہبہ کر دے اور یہ قبضہ بھی کریں پھر مسکین کو دے دیں اور یونہی لوٹ پھیر کرتے رہیں یہاں تک کہ سب کا فدیہ ادا ہو جائے۔ اور اگر مال چھوڑا مگر وہ ناکافی ہے جب بھی یہی عمل کریں اور اگر وصیت نہ کی اور ولی اپنی طرف سے بطور احسان فدیہ دینا چاہے تو دے دے (درمختار۔ ردّ المحتار) (بہار شریعت حصہ چہارم ص ۴۷)

جمعۃ الوداع میں قضائے عمری کا اصل مقصد

جمعۃ الوداع کے دن کئی لوگ نوافل قضائے عمری پڑھتے ہیں۔ بعض لوگ اس کو حرام اور بدعت کہتے ہیں اور بعض سمجھتے ہیں کہ عمر بھر جو نمازیں ادا نہیں کی گئیں وہ اسی میں ادا ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ نہ یہ نماز حرام و بدعت ہے اور نہ اس ایک نماز کے پڑھنے سے باقی تمام نمازیں معاف ہو جاتی ہیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ جس شخص کی فرض نمازیں قضاء ہو گئی ہوں اور وہ ان قضاء نمازوں کو پڑھ لے پھر جمعۃ الوداع کے دن نوافل قضائے عمری اس طرح پڑھے کہ بارہ رکعتیں پڑھے ہر دو رکعتوں میں سلام پھیرے۔ اور ہر رکعت میں بعد فاتحہ شریف کے آیت الکرسی ایک بار۔ سورۃ اخلاص ایک بار سورۂ فلق ایک بار اور سورۃ الناس ایک بار پڑھے تو اس نماز سے وہ گناہ معاف ہو جائے گا جو نمازیں اوقات کے اندر نہ پڑھنے سے ذمہ میں باقی رہ گیا تھا۔ اس کو مختصر الاحیاء میں ذکر کیا گیا ہے۔ تفسیر روح البیان جلد ثالث ص ۴۔ بحوالہ ماہنامہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ بابت رمضان ۱۴۰۴ھ) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳۱ دسمبر ۲۰۰۵ء بمطابق ۲۸ ذوالقعدہ ۱۴۲۶ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چودھواں مقالہ

جماعتِ نمازِ پنجگانہ کی شرعی اہمیت

پڑھ نمازیں باجماعت کھول جنت اے عزیز

پڑھ نماز پنجگانہ با جماعت اے عزیز
دے گا بدلے میں خدائے پاک جنت اے عزیز

خلد جنت کی ہے چابی باجماعت ہر نماز
پڑھ نمازیں با جماعت کھول جنت اے عزیز

اک نماز با جماعت بڑھ کہ ہے پچیس سے
پڑھ نمازیں مسجدوں میں باجماعت اے عزیز

تجھ کو دوزخ سے بچائے گی نماز باجماعت
چھوڑ غفلت پڑھ نمازیں با جماعت اے عزیز

کام دے گی ایک دن تجھ کو قبر میں یہ نماز
پڑھ نمازیں با جماعت با محبت اے عزیز

سب سے پہلے ہو گا محشر میں نمازوں کا سوال
پڑھ نمازیں دے گا رب پاک عزت اے عزیز

بار بار اللہ تعالیٰ دے رہا ہے یہ حکم
پڑھ نماز پنجگانہ با جماعت اے عزیز

سخت تنبیہات آئیں بے نمازی کے لیے
بے نمازی کے لیے ہے سخت ذلت اے عزیز

قاسم نا چیز کی بھی ہے نصیحت یہ تجھے
زندگی بھر پڑھ نمازیں با جماعت اے عزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

الحمد لله الّذی خلقنا بشرا وّجعلنا مؤمناوّ مُسلماً اُمّة رسُوله الّذی بعثه' الیٰ الخلق کآفة بشیراوّ نذیراوّ الصّلوٰةُ والسّلام علیه و علیٰ آله و اصحابه ابداً ابدًا امّا بعدُ الله ربُّ العِزّت جلّ جلاله قرآن میں ارشادفرماتا ہے۔

آیات مبارکہ

(۱)وَ اقیموا الصّلوٰة وَ اٰتُو الزّکاة وارکعُوا مع الرّاکعین (پ۱رکوع۵)۔اورنماز قائم رکھو اورزکوٰة دواوررکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔(کنزالایمان)۔

(۲)اورفرماتا ہے یا مریم اقنُتی لربّک و اسجدی و ارکعی مع الرّاکعین (پ۳رکوع۱۳) اے مریم اپنے ربّ کے حضورادب سے کھڑی ہواوراس کے لیے سجدہ کراوررکوع والوں کے ساتھ رکوع کر (کنزالایمان)۔

(۳)اورفرماتا ہے و اذا کنت فیهم فا قمت لهم الصّلوٰة فلتقُم طائفة'' منهم معک ولیاخُذوا اسلحتهم. فاذا سجدُوا فلیکُو نوا من ورآئِکُم و لتاتِ طائفة'' اُخریٰ لم یُصلّوا فلیصَلّوا مَعکَ وَ لیا خُذُوا حِذرهم و اسلحتهُم ج ودّا الّذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم و اُمتعتکم فیمیلُون علیکم میلة و احدة (پ۵رکوع۱۲)۔

اوراے محبوب جب تُم اُن میں تشریف فرماہو پھرنماز میں اُن کی امامت کروتو چاہیے کہ اُن میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہواوراپنے ہتھیار لیے رہیں پھر جب وہ سجدہ کرلیں تو ہٹ کرتمہارے پیچھے ہو جائیں۔اور اب دوسری جماعت آئے جواس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اب وہ تمہارے مقتدی ہوں اور چاہیے کہ اپنی پناہ اوراپنے ہتھیار لیے رہیں۔اور کافروں کی تمنا ہے کہ کہیں تم اپنے ہتھیاروں اوراپنے اسباب سے غافل ہوجاؤ تو ایک دفعہ تم پر جھک پڑیں (کنزایمان)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز باجماعت ایسی ضروری ہے کہ ایسی سخت جنگ کی حالت میں بھی کسی سے جماعت معاف نہ کی گئی۔افسوس اُن پر جو بلاوجہ جماعت چھوڑدیتے ہیں (نورالعرفان)۔

احادیث مقدسہ: متعدداحادیث میں جماعت کے ترک پرسخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ہم اُن میں سے

بعض کو یہاں ذکر کرتے ہیں تاکہ ترکِ جماعت کی قباحت و شناعت پر مزید روشنی پڑ جائے و باللہ تعالیٰ التوفیق و بیدہ اَزمۃ التحقیق و لا حول و لا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

(۱) احمد و ابوداؤد و نسائی و ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا من ثلاثۃٍ فی قریۃ و لا بدو لا تُقام فیھم الصّلاۃ الّا و قد استحوذ علیھم الشیطانُ فعلیک بالجماعۃ فا نّما یأکُل الذئبُ القاصیۃ۔ کسی گاؤں یا بادیہ (جنگل) میں تین شخص بستے ہوں اور نماز قائم نہ کی جائے یعنی جماعت سے نماز نہ پڑھی جائے تو اُن پر شیطان مسلط ہو گیا سو جماعت کو لازم جانو کہ بھیڑیا اُسی بکری کو کھایا کرتا ہے جو ریوڑ سے دُور ہو۔

(بہارِ شریعت)

(۲) اور ابوداؤد و ابن ماجہ و ابن حبان حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ من سمع المُنادی فلم یمنعہ من اتباعہٖ عُذر'' قالُوا ما العُذر قال '' خوف اومرض '' لم تقبل منہ' الصّلوٰۃُ التی صلّے۔ جس نے آذان سنی اور آنے سے کوئی عذر مانع نہیں اُس کی وہ نماز مقبول نہیں جو اُس نے پڑھی، لوگوں نے عرض کیا عذر کیا ہے؟ فرمایا خوف یا بیماری (بہارِ شریعت)

(۳) اور ابن حبان اور حاکم نے انہی سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے آذان سُنی اور آنے سے کوئی عُذر مانع نہیں اُس کی نماز ہی نہیں (بہارِ شریعت)۔

(۴) اور مشکوٰۃ میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا من سمع النداء فلم یجبہ فلا صلوٰۃ لہ' الّا من عُذر۔ جس نے آذان سنی اور جماعت کو حاضر نہ ہوا اُس کی کوئی نماز نہیں مگر عذر کی وجہ سے (بہارِ شریعت)۔

(۵) اور ابن ماجہ و مشکوٰۃ میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا من ادرکہ الاذان فی المسجد ثم خرج لا لحاجۃ و ھو لا یُرید الرجوع فھو منافق۔ جس نے مسجد میں آذان سُنی اور باہر نکل گیا۔ حالانکہ کسی ضرورت سے نہیں نکلا اور لوٹنے کا ارادہ نہیں رکھتا تو وہ منافق ہے۔

(۶) اور ابوداؤد و نسائی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ انّ المدینۃ کثیرۃ الھوام و السّباع و انا ضریر فھل تجدلی من رُخصۃ۔ یارسول اللہ مدینہ میں

موذی جانور بکثرت ہیں اور میں نابینا ہوں تو کیا مجھے رخصت ہے کہ گھر میں ہی نماز پڑھ لیا کروں؟ فرمایا **ھل تسمع حی علیٰ الصلوٰۃ حَی علی الفلاح.** آیا تم حَی علیٰ الصلوٰۃ، حی علیٰ الفلاح سُنا کرتے ہو۔ عرض کی ہاں یارسول اللہ فرمایا فحی ھلاً۔ تو حاضر ہوا کرو۔ راوی فرماتے ہیں ولم ؔ ؔ ص اور حضور علیہ السلام نے اُنہیں گھر نماز پڑھ لینے کی رُخصت نہ دی۔

(۷) امام احمد و ابوداؤد و نسائی و حاکم و ابن خزیمہ و ابن حبان اپنی صحیح میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ ایک دن صبح کی نماز پڑھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اشاھد فلان آیا فلاں حاضر ہے؟ لوگوں نے عرض کی نہیں۔ پھر فرمایا کیا فلاں حاضر ہے؟ لوگوں نے عرض کی نہیں فرمایا **انّ ھا تین الصلاتین اثقل الصَلوات علیٰ المنافقین ولو تعلمون ما فیھما لا تیتمو ھما و لو حبواً علیٰ الرکب** ۔ یہ دونوں نمازیں (صبح وعشا) منافقین پر بہت گراں ہیں اور اگر وہ جانتے کہ ان میں کیا ثواب ہے تو وہ گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے آتے (بہار شریعت)

(۸) اور امام مالک نے ابوبکر بن سلیمان سے روایت کی کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ الصبح کی نماز میں سلیمان بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھا۔ آپ بازار تشریف لے گئے راستہ میں سلیمان کا گھر تھا۔ اُن کی ماں شفا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا **لم ارسلیمان فی ا لصبح** ۔ صبح کی نماز میں میں نے سلیمان کو نہیں پایا۔ اُنہوں نے کہاؤہ رات بھر نماز پڑھتے رہے پھر اُنہیں نیند آ گئی۔ آپ نے فرمایا **لان اشھد صلوٰۃ الصبح فی جماعۃ احبّ الیّ من أن اقُوم لیلۃً** ۔ صبح کی نماز جماعت سے پڑھوں یہ میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں رات بھر قیام کروں (بہار شریعت)۔

(۹) اور مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ نے روایت کی کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **لقد رایتنا و ما یتخلّف عن الصّلوٰۃ الّا مُنافق قد علم نفاقہ او مریض یمشی بین رجلین حتی یاتی الصّلوۃ و قال انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنا سُنن الھُدی وان من سنن الھدیٰ الصّلوۃُ فی المسجد الّذی یوذن فیہ** ۔ ہم نے اپنے آپ کو اس جماعت میں دیکھا کہ نماز سے پیچھے نہیں رہتا مگر کھلا منافق یا بیمار اور بیمار کی یہ حالت ہوتی تھی کہ دو شخصوں کے درمیان میں چلا کر نماز کو لاتے اور فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سنن الھدی کی تعلیم فرمائی اور جس مسجد میں آذان ہوتی ہے اُس میں باجماعت نماز پڑھنا سنن الھدی سے ہے (بہار شریعت)۔

(۱۰) اور مشکوٰۃ شریف میں انہی سے ہے کہ وہ فرماتے ہیں من سرّہٗ ان یلقی اللہ غداً مسلماً فلیحافظ علیٰ ھذہٖ الصّلوات الخمس حیثُ یُنادیٰ بھنّ فانّ اللہ شرع لنبیکم سُنن الھدیٰ و لو انکم صلّیتم فی بیوتکم کما یُصلّی ھذا المُتخلف فی بیتہٖ لتر کتم سُنّۃ نبیکم ولو تر کتم سُنۃ نبیکم لضللتم ۔ جسے یہ اچھا معلوم ہو کہ وہ کل خدا تعالیٰ سے مسلمان ہونے کی حالت میں ملے تو وہ پانچوں نمازوں پر محافظت کرے جب اُن کی اذان کہی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے لیے سنن الھدی مشروع فرمائی ہیں اور یہ سنن الھدی میں سے ہے اور اگر تم نے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لی جیسے یہ پیچھے رہ جانے والا اپنے گھر میں نماز پڑھ لیا کرتا ہے تو تم نے اپنے نبی کی سنت چھوڑ دی اور اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے (بہار شریعت)

(۱۱) اور امام احمد حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا لولا ما فی البیوت من النساء و الذریۃ اقمتُ صلوٰۃ العشاء و امرت فتیانی یحرقون ما فی البیوت بالنار ۔ اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں نماز عشاء قائم کرتا اور اپنے نوجوانوں کو یہ حکم کرتا کہ وہ (جماعت ترک کرنے والوں کے) گھروں میں تمام چیزیں جلا دیں (مشکوٰۃ)۔

(۱۲) اور بخاری اور مسلم شریف میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا و الذّی نفسی بیدہٖ لقد ھممتُ ان آمُر بحطب فیحطب ثم امر بالصلوٰۃ فیوذن لھا ثم امر رجلاً فیوم الناس ثم اخالف الیٰ رجال فاحرق علیھم بیوتھم و الّذی نفسی بیدہ لو یعلم احد ھم انہ یجد عرقاً سمینا او مرماتین حسنتین لشھد العشاءَ ۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ ایندھن جمع کرنے کا حکم دوں تو وہ جمع کیا جائے پھر نماز کے قائم کرنے کا حکم دوں تو آذان دی جائے پھر ایک آدمی کو حکم دوں تو وہ لوگوں کی امامت کرائے پھر میں اُن لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں تو اُن پر اُن کے گھروں کو جلا دوں ۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر اُن میں سے کوئی ایک یہ جانے کہ اُسے عشاء کی نماز میں ایک موٹی رگ یا دو اچھے اچھے پائے بکری کے (کھانے کو) ملیں گے تو وہ ضرور عشاء کی نماز میں حاضر ہو۔

(۱۳) اور مشکوٰۃ اور مسلم میں ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے پاس ایک اندھا آیا اور اُس نے عرض کی یا

رسول اللہ میرا کوئی قائد نہیں جو مجھے مسجد تک لے جایا کرے پھر اُس نے آپ سے اپنے گھر میں نماز پڑھ لینے کی رخصت مانگی تو آپ نے اُسے رخصت دے دی پھر جب وہ مُڑ کر چلا تو آپ نے اُس کو بلایا اور فرمایا **ھل تسمع النداء بالصلوٰۃ** ۔آیا آذان سُنا کرتے ہو؟ اُس نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا فاً جب تو حاضر ہوا کرو۔

(۱۴) اور مشکوٰۃ و مسلم میں ہے کہ ایک دفعہ مسجد میں آذان ہوئی تو ایک آدمی باہر نکل گیا حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر فرمایا اس شخص نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔

(۱۵) مرقاہ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا **لا صلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد** ۔مسجد کے ہمسایہ کی کوئی نماز نہیں مگر مسجد میں۔

(۱۶) مکاشفۃ القلوب میں ہے **من سمع النّداء و لم یجبہ لم یُرد خیراً و لم یرد بِہٖ خیر**'' ۔ جس نے موذن کو سُنا اور نماز کو حاضر نہ ہوا تو اُس نے نہ بہتری کا ارادہ کیا اور نہ اُس کے ساتھ بہتری کا ارادہ کیا گیا۔

(۱۷) نیز اسی میں ہے حضرت ابوھریرہ کا اپنا ارشاد ہے **لأن تملأ اُذُن ابنِ آدم رصاصاً مذاباً خیرلہ من ان یسمع النداء ثم لا یجیب** ۔کسی انسان کے کان پگھلائے ہوئے سیسے سے بھرے جائیں تو یہ اس بات سے بہتر ہے کہ وہ اذان سن کر نماز میں حاضر نہ ہو۔

(۱۸) اسی میں ہے کہ حضرت میمون بن مہران سے روایت ہے کہ آپ ایک مسجد میں تشریف لائے تو آپ کو معلوم ہوا کہ لوگ نماز باجماعت سے فارغ ہو چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا **انا للہ و انا علیہ راجعون** البتہ اس ایک نماز (باجماعت) کی فضیلت کا مل جانا عراق کی بادشاہی مل جانے سے میرے نزدیک محبوب تر ہے۔

(۱۹) اور اسی میں ہے **روی ان السلف کانو یعزون انفسھم ثلاثۃ ایام اذافاتتھم التکبیرۃ الاولیٰ ویعزون سبعاً اذافاتتھم الجماعۃ** ۔اور روایت ہے کہ بے شک سلف صالحین کا معمول تھا کہ اگر اُن کی تکبیر اُولی فوت ہو جاتی تھی تو وہ تین دن تک اور اگر ایک جماعت فوت ہو جاتی تھی تو سات دن تک غم منایا کرتے تھے۔

تنبیہ

سبحان اللہ ہمارے اسلاف کا تو نماز کی جماعت بلکہ تکبیر اولیٰ کے فوت ہو جانے پر یہ حال تھا۔ اور آج ہم ہیں کہ تکبیر اولی تو در کنار جماعت بلکہ سرے سے نماز کے فوت ہونے پر غم منانا تو در کنار غم کا تصور تک بھی نہیں کرتے انا للہ و انا الیہ راجعون۔

الحمد للہ۔ یہاں تک جو ارشادات و فرمودات ذکر کیے گئے ان سے یہ بخوبی واضح ہو گیا ہے کہ جماعت کا ترک حضور علیہ السلام اور اُن کے صحابہ کو بہت ہی ناپسند اور معیوب تھا اور اس میں اُنہیں اتنا بڑا دینی و اخروی خسارہ نظر آتا تھا کہ جس کے برابر دُنیا کا کوئی بڑے سے بڑا نقصان نہیں ہو سکتا۔

جماعت پنجگانہ کا شرعی حکم

ہر مُسلمان عاقل بالغ آزاد قادر علی الجماعۃ پر پنجگانہ نماز کی جماعت واجب ہے بلا عذر ایک بار بھی چھوڑنے والا گناہگار اور مستحق سزا ہے اور کئی بار ترک کرنے والا تو فاسق اور مردود الشہادۃ ہے اور اُسے سخت سزا دی جائے گی اور اگر اُس کے پڑوسیوں نے باوجود علم کے سکوت کیا تو وہ بھی گنہگار ہونگے۔ دُرّ مختار میں ہے۔

والجماعة سُنّة مُوکّدة للرّجال قال الزّاھدی أرادُوا بالتّاکید الوجُوب و اقلُّھا اثنان واحد" مع الامام و لو مُمیز اً او ملکاً او جنّیاً فی مسجدٍ اوغیرہٖ و قیل واجبة" علیه العامة.

(ترجمہ) اور مردوں کے لیے جماعتِ نماز پنجگانہ سنّت مؤکدہ ہے امام زاہدی نے کہا ہے کہ اس قول میں سنّت مؤکدہ سے مراد واجب ہے۔ اور جماعت کا یہ حکم اُس وقت ہے جب دو نمازی موجود ہُوں ایک امام اور ایک مقتدی اگرچہ مقتدی نابالغ ہو یا بشکل انسانی فرشتہ ہو یا جن ہو اور کہا گیا ہے کہ نماز پنجگانہ کی جماعت واجب ہے اور اکثر ائمہ کا یہی قول ہے۔ الحاصل مسلمان اللہ عزوجل اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات پڑھیں سمجھیں اور حتی الوسع نماز با جماعت ادا کریں۔ اس سے شرعی واجب بھی ادا ہوگا اور نماز کا ثواب بھی زیادہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو با جماعت نماز پڑھنے کی توفیق بخشے آمین۔

(۲۰ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرھواں مقالہ

امام کیسا ہونا چاہیے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

الحمد للہ ربّ العالمین و الصّلوٰۃ و السّلام علیٰ خیر الاوّلین و الاٰخرین و علیٰ جمیع عباد اللہ الصّالحین امّا بعدُ۔ ہمارے علاقے میں جب کوئی سنی مسلمان فوت ہوتا ہے تو مساجد کے لاؤڈ سپیکروں میں اس کی وفات اور نماز جنازہ کے وقت کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ عوام علاقہ نماز جنازہ کی ادائیگی کے لیے مقررہ وقت پر جمع ہو جاتے ہیں اور ورثائے میت کی اجازت سے کسی عالم دین کی اقتداء میں نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ بعض دفعہ یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ اس موقع پر بعض بدمذہب مولویوں کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے کہہ دیا جاتا ہے اور سنّی لوگ بھی اُس کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ اس صورت میں نماز جنازہ سرے سے ادا ہی نہیں ہوتی۔ اور نہ مسلمانوں کے ذمہ سے فرضیت ساقط ہوتی ہے۔ اس لیے ضرورت تھی کہ اس مسئلہ کی نزاکت سے سنّی مسلمانوں کو آگاہ کر دیا جائے۔ پس اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ہم نے یہ رسالہ لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت بخشے اور اسے مسلمانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

سُنیوں کا امام کیسا ہونا چاہیے؟

سُنی صحیح العقیدہ مسلمان نماز پنجگانہ، نماز جمعہ، نماز عیدین، نماز تراویح، نماز جنازہ وغیرھا میں صرف صحیح العقیدہ سُنی شخص کو اپنا امام بنائیں۔ یعنی جو توحید و رسالت پر ایمان رکھنے کے ساتھ ساتھ عظمتِ انبیا و رسل و ملائکہ و اولیاء و علماء و صلحاء کا قائل ہو، کسی صحیح العقیدہ شیخ طریقت کے ہاتھ پر بیعت ہو۔ صفاتِ محبوبانِ خدا مثلاً علمِ غیب وغیرہا کا معتقد ہو۔ نعرۂ رسالت اور صلاۃ وسلام کو جائز کہتا ہو۔ بزرگانِ دین امام اعظم ابو حنیفہ، سیّدنا غوث اعظم محبوب سبحانی، مجدّد الف ثانی، خواجہ معین الدین چشتی، داتا گنج بخش اور اعلیٰ حضرت بریلوی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مسلکِ حق کا پابند ہو، گیارہویں تیجہ، چہلم، عرس، انگوٹھے چومنا، حیلہ اسقاط، کفنی، آذان علی القبر وغیرہا معمولاتِ اہل سنت کو مستحسن قرار دیتا ہو۔ مختصر یہ کہ وہ اہلِ بدعت وہوا سے مجتنب اور علاماتِ اہل سنت سے متصف ہو۔ عملاً فاسق فاجر معلن نہ ہو۔ صاحب علم وتقویٰ ہوتا کہ لوگ اُس کی اقتداء میں رغبت رکھتے ہوں۔

سُنّی امام کی فضیلت

مذکورہ بالا اوصافِ حمیدہ کے حامل امام کی اقتداء میں نماز بڑی فضیلت رکھتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "اگر تمہیں یہ بات اچھی لگے کہ تمہاری نماز مقبول ہو تو وہ شخص تمہاری امامت کرائیں جو تم میں سب سے اچھے ہیں" (جامع صغیر جلد اوّل ص ۱۰۶)

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا "اگر تمہیں یہ بات اچھی لگے کہ تمہاری نماز مقبول ہو تو تمہارے علماء تمہاری امامت کرائیں۔ کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے ربّ کے مابین سفیر ہوتے ہیں۔ (جامع صغیر ص ۱۰۶ جلد اوّل)

اور تیسرے مقام پر فرمایا "تم اپنے بہترین لوگوں کو اپنا امام بناؤ کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے ربّ کے مابین سفیر ہوتے ہیں" (صحیح البہاری ص ۴۵۹)

اور چوتھی روایت میں ارشاد فرمایا "اگر تمہیں یہ بات بھلی لگے کہ تمہاری نماز پاکیزہ ہو تو تم اپنے بہترین لوگوں کو آگے بڑھاؤ یعنی امام بناؤ" (صحیح البہاری ص ۴۵۹)

ان ارشادات عالیہ متبرکہ مقدسہ سے معلوم ہوا کہ نماز کی عنداللہ مقبولیت وصحت ودرستگی کے لیے امام کا صحیح العقیدہ صاحبِ علم وتقویٰ ہونا ضروری ہے۔ اسی وجہ سے شبِ معراج آقائے دو جہاں فخرِ کون ومکاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو امامتِ انبیآء کا منصب جلیل عطا ہوا۔ اور آپ زندگی بھر امامت کراتے رہے۔ مرض الوفاۃ میں خیر الصحابہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق ارشاد فرمایا "مُرُوا ابا بکر ان یُصَلی بالناس" ابوبکر کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں (مشکوٰۃ شریف جلد اوّل ص ۹۳)۔

اور اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مسلمان میت پر بذاتِ خود نماز پڑھایا کرتے تھے اور اگر آپ سے نماز جنازہ پڑھائے بغیر صحابہ کسی مسلمان کو دفنا دیتے تو آپ انھیں ایسا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے اور ارشاد فرماتے یہ قبریں اندھیروں سے بھری ہوتی ہیں۔ میری نماز ان کے رہنے والوں کے لیے نور بنتی ہے۔ اوکما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ یہاں تک کہ منافقین کا جنازہ بھی آپ ہی سے پڑھوایا جاتا تھا چنانچہ جب سردار منافقین ابن ابی فوت ہوا تو اس کا راسخ الاعتقاد بیٹا سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کی۔ چونکہ ابھی تک آپ کو منافقین کا جنازہ پڑھنے سے مِن جانب اللہ منع نہیں کیا گیا تھا اس لیے آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے تبرکات بھی عطا

فرمائے چنانچہ حاشیہ نور العرفان علیٰ کنز الایمان آیت کریمہ **ولا تصلّ علیٰ احدٍ منھم مات ابداً ط** کے تحت فرمایا" جب عبداللہ بن ابی منافق مر گیا تو اس کے بیٹے عبداللہ نے عرض کیا کہ حضور اس پر جنازہ کی نماز پڑھیں، اور اپنی قمیض اس کو عطا فرمادیں۔ کیونکہ وہ یہ وصیت کر گیا تھا اور اس وقت تک منافقوں کی نماز جنازہ سے منع بھی نہیں کیا گیا تھا۔ نیز حضور کو یہ خبر تھی کہ اس سے ایک ہزار کافر ایمان لائیں گے۔ حضرت عمر نے اس کے خلاف رائے دی۔ مگر حضور نے اس میت کو اپنی قمیض بھی دیدی۔ اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی۔ تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس کے بعد ایک ہزار آدمی یہ دیکھ کر کہ ایسا مردود بھی حضور کے لباس سے برکت چاہتا ہے ایمان لے آئے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات قمیض، لعاب شریف وغیرہ قبر میں بھی مومن کے کام آتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ کافر منافق کو کوئی تبرک آخرت میں فائدہ نہیں دے گا تیسرے یہ کہ مردے کے کفن یا قبر میں متبرک چیزیں رکھنا تا کہ قبر کا عذاب دفع ہو۔ جائز بلکہ سنت ہے۔ چوتھے یہ کہ اس خوف سے کہ یہ متبرک چیزیں مردے کی آلائش سے خراب ہوں گی یہ متبرک چیزیں رکھنا نہ چھوڑے آب زمزم پیتے ہیں اور معلوم ہے کہ پیٹ میں جا کر پیشاب بن جاتا ہے غرضیکہ آیت وحدیث سے مردے کو کفنی دینا اور غلاف کعبہ میں دفن کرنا ثابت ہے۔

بدمذہب امام

جب یہ واضح ہو گیا کہ سنی میت کی نماز جنازہ کے لیے سنی امام کا ہونا ضروری ہے تو اب بدمذہب امام کے بارہ میں حضرت مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث سید ابوالبرکات احمد شاہ صاحب قادری قدس سرہ العزیز بانی حزب الاحناف لاہور کا یہ فتویٰ مبارکہ ملاحظہ فرمائیں اور بدعقیدہ لوگوں کی اقتداء میں اپنی نمازیں برباد نہ کریں۔

فتویٰ مبارکہ

سوال

امامت کس کس شخص کی جائز ہے اور کس کس کی ناجائز اور مکروہ اور سب سے بہتر امامت کس کی ہے؟

جواب: جو قرأت غلط پڑھتا ہو، جس سے معنی فاسد ہوں یا وضو صحیح نہ کرتا ہو یا جز و دین سے کسی ضروری چیز کا منکر ہو، جیسے وہابی دیو بندی، رافضی (شیعہ) غیر مقلد، نیچری، قادیانی، چکڑالوی، خاکساری پرویزی، مودودی وغیرھم ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور جس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو جیسے تفضیلیہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کو سب سے افضل بتاتے ہیں۔ یا تفسیقیہ کہ بعض صحابہ کرام مثل امیر معاویہ، عمرو بن عاص، ابو موسیٰ اشعری مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کو برا کہتے ہیں ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمہ مکروہ ہے کہ انھیں امام بنانا گناہ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ اور جتنی نمازیں ان کے پیچھے پڑھی ہوں ان سب کا پھر پڑھنا واجب ہے اور انہی کے قریب ہے فاسق معلن مثلاً داڑھی منڈا یا خشخشی رکھنے والا یا داڑھی کترواکر حد شرع سے کم کرنے والا یا کندھوں سے نیچے عورتوں جیسے بال رکھنے والا، خصوصاً وہ جو چوٹی گندھوائے اور اس میں موباف ڈالے یا ریشمی کپڑا پہنے یا مغرق ٹوپی کلاہ یا ساڑھے چار ماشہ سے زائد کی انگوٹھی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا ایک نگ کی دو انگوٹھیاں اگرچہ وہ دونوں مل کر ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی ہوں پہنے یا سود خور یا ناچ دیکھنے والا ان سب کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اور جو فاسق معلن نہیں یا قرآن عظیم میں ایسی غلطی کرتا ہے جو مفسد نماز نہیں یا نابینا یا جاہل یا ولد الزنا یا امرد یا جذامی یا برص والا یا غسل میت کا پیشہ کرے جس سے لوگ کراہت ونفرت کرتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کہ پڑھنی خلاف اولیٰ ہے۔ بخلاف ان کے پہلی دو قسم والوں کے کہ اگرچہ (وہابی، مرزائی، شیعہ، مودودی وغیرھم) عالم تبحر ہی ہوں حکم کراہت رکھتا ہے۔ مگر جہاں جمعہ وعیدین اک ہی جگہ ہوتے ہوں اور ان کا امام بدعتی (جس کی بدعت حد کفر کو نہ پہنچی ہو) فاسق معلن ہے اور دوسرا امام نہ مل سکتا ہو، وہاں ان کے پیچھے جمعہ وعیدین پڑھ لیں بخلاف قسم اوّل مثل دیوبندی، وہابی وغیرھم کے کہ نہ ان کی نماز نماز ہے اور نہ ان کے پیچھے نماز نماز ہے۔ بالفرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امام نہ مل سکتا ہو تو جمعہ وعیدین کا ترک فرض ہے۔ جمعہ کے بدلے ظہر پڑھے اور عیدین کا کچھ عوض نہیں۔ امام اسے کیا جائے جو حنفی المذھب، صحیح العقیدہ، متبع سلف صالحین، صحیح الطہارۃ صحیح القرأۃ ہو۔ مسائل نماز وطہارت کا عالم غیر فاسق ہو۔ نہ اس میں کوئی ایسا جسمانی یا روحانی عیب ہو جس سے لوگوں کو نفرت ہو، یہی اس مسئلہ کا اجمالی جواب ہے۔

اور تفصیل کے لیے بہار شریعت حصہ سوم و چہارم اور نفی العار اور احکام شریعت ملاحظہ کیجیے۔ فقط"
(ہفت روزہ رضوان لاہور بابت ۷ جون ۱۹۵۲ء صفحہ نمبر ۲۱)

الحمد للہ اس فتویٰ متبرکہ سے اظہر من الشمس ہوا کہ بد مذہب فرق باطلہ وہابیہ، دیوبندیہ، روافض، خوارج مرزائیہ، خاکساریہ، پرویزیہ اور مودودیہ وغیرہم کے پیچھے ہم اہل سنت احناف کی نماز سرے سے ہوتی ہی نہیں۔ ایسوں کو امام بنانا اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا گناہ کبیرہ ہے۔ ان کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نمازوں کی قضاء فرض ہے۔ نہ ان کی نماز شرعاً نماز ہے نہ ان کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نماز نماز ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت کو اس نازک ترین مسئلہ میں احتیاط برتنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

بد مذہب کی پڑھائی ہوئی نماز جنازہ سے فرض کفایہ ادا نہیں ہوتا

جب یہ معلوم ہو گیا کہ بد مذہب بدعقیدہ لوگوں کی نہ نماز نماز ہے اور نہ ان کی اقتداء میں نماز نماز ہے تو ظاہر ہے کہ بد مذہب امام کی پڑھائی ہوئی نماز جنازہ سے فرضیت علی الکفایہ مسلمانوں کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگی۔ اور جس جس مسلمان نے اس کی موت کی خبر سنی خواہ وہ اس نماز میں شریک ہوا یا نہیں اس فرض علی الکفایہ کا تارک ہوگا اور میت مسلمان سنی صحیح العقیدہ کا بے نماز جنازہ پڑھے دفن لازم آئے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔ چنانچہ اس بارہ میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت الشاہ الحافظ القاری الامام العلامہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس اللہ سرہ کے یہ فتاویٰ ملاحظہ فرمائیں اور اپنے اموات کے جنازہ کی نماز کو برباد ہونے سے بچائیں۔

فتاویٰ متبرکہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ وہابی امام کے پیچھے اہل سنت و جماعت کی اقتداء خواہ پنجگانہ یا تراویح یا جمعہ یا عیدین یا نوافل یا نماز جنازہ درست ہے یا کیا حکم ہے؟

الجواب: وہابی کے پیچھے کوئی نماز فرض خواہ نفل کسی کی نہیں ہو سکتی، نہ اس کے پڑھنے سے نماز جنازہ ادا ہو۔ اگرچہ نماز جنازہ میں جماعت و امامت شرط نہیں، لہٰذا اگر عورت امام اور مرد مقتدی ہے تو نماز جنازہ کا فرض ادا ہو جائے گا۔ کیونکہ اس صورت میں اگرچہ مقتدیوں کی اس عورت کے پیچھے نماز نہ ہوئی مگر خود اس عورت کی تو ہو گئی اور اسی قدر فرض کفایہ کی ادا کے لیے کافی ہے۔ مگر وہابی کی نماز خود باطل ہے۔ لانہ لا دین لہٗ ولا صلوٰۃ لمن لا دین لہٗ (کیونکہ وہابی کا کوئی دین نہیں اور جس شخص کا کوئی دین نہ ہو اس کی کوئی نماز نہیں) تو نہ

اس کی اپنی ہوسکتی ہے، اور نہ اس کے پیچھے کسی کی ہوسکتی ہے۔ اگرچہ اس کا مقتدی اس کا ہم مذہب ہی ہو۔ یا کسی قسم کا بدمذہب ہو۔ سنی تو سنی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۲۸۱ ج ۳)

اور اعلیٰ حضرت دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں "بارہا یہ بتایا گیا ہے کہ وہابی لوگوں کے پیچھے نماز باطل ہے۔ اور خود ان کی اپنی نماز بھی باطل ہے۔ وہ (وہابی لوگوں کی نماز) نماز ہی نہیں لغو حرکات ہیں۔ مسلمان اسی وقت اپنی جماعت قائم کریں اور جماعت نہ ملے تو تنہا پڑھیں۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۲۸۲ ج ۳)

الغرض سنی مسلمان علمائے اہل سنت کے یہ ارشادات عالیہ سنیں سمجھیں اور ان پر عمل کریں۔ ہرگز ہرگز کسی وہابی وغیرہ بدمذہب کو اپنا امام نہ بنائیں۔ اگر وہابی مولوی کے سوا کوئی صالح امامت شخص نہ ملے تو تنہا اپنی اپنی نماز پڑھیں۔ اور اس بدعقیدہ مولوی کی اقتداء میں اپنی نماز ضائع نہ کریں۔

بدمذہب مولوی کو سنّیوں کی امامت سے گریز کرنا چاہیے

اگر وہابی وغیرہم بدمذہب مولوی سنی مسلمانوں کے خیرخواہ ہوتے تو وہ نماز جنازہ میں خود کسی سنی عالم دین کو امامت کے لیے کہتے اور خود اس کی اقتداء کرتے۔ کیونکہ سنی کی امامت سے سنیوں کی نماز صحیح ہوتی ہے اور خود اس کے اپنے عقیدہ میں اس کی اپنی نماز بھی صحیح ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر بداعتقاد لوگوں کو سنی امام کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھا جاتا ہے۔ پس اس صورت میں سب مسلمان فرض کفایہ سے بری الذمہ بھی ہوجاتے اور فتنہ وفساد کا اندیشہ بھی نہ ہوتا لیکن اس کے برعکس یہ فتنہ انداز لوگ اہلسنت میں گھلے ملے رہتے ہیں۔ اور ان کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح وہ ایسی میت کی نماز جنازہ پڑھا کر خود مشرک و بدعتی بنیں جس پر وہ ساری عمر مشرک و بدعتی ہونے کا فتوٰی لگاتے رہے ہیں۔ اے اللہ ہمارے بھولے بھالے سنی بھائیوں کو سمجھ عطا فرما تاکہ وہ اس نازک مسئلہ میں احتیاط کا پہلو اختیار کیا کریں اور جس کے صحیح العقیدہ ہونے کا پختہ یقین ہو اسے فریضہ امامت سونپ کر اپنی نمازوں کو ضائع ہونے سے بچا سکیں۔ آمین ثم آمین۔

ناپسندیدہ امام

ہر صحیح العقیدہ سنی مسلمان وہابیہ زمانہ سے دلی نفرت رکھتا ہے اور یہ نفرت اس کی بداعتقادی کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا یہ نفرت بوجہ شرعی ہے۔ لہٰذا وہابی مولویوں کو سنیوں کا امام بننے سے اس وجہ سے بھی گریز کرنا چاہیے کہ سنی ان سے وجہ شرعی سے نفرت رکھتے ہیں اور ایسے شخص کا امام بننا شرعاً ممنوع بلکہ مکروہ ہے حضور صلی اللہ

علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ان تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے بلند نہیں ہوتی بھاگا ہوا غلام یہاں تک کہ واپس آ جائے۔ عورت جس کے خاوند نے اس سے ناراضگی کی حالت میں رات بسر کی۔ اور اس قوم کا امام جو اس امام سے نفرت رکھتی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۹۲ ج ۱)

اور امام ابوالاخلاص حسن وفائی شرنبلالی کتاب مستطاب مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے لوگوں کو نماز پڑھائی حالانکہ وہ اس سے نفرت رکھتے تھے، تو اس کی تین صورتیں ہیں۔ اگر یہ نفرت اس امام کے فساد عقیدہ یا فساد عمل کی وجہ سے ہے یا اس وجہ سے ہے کہ اس سے افضل شخص موجود تھا اور اس نے نماز پڑھائی تو ان دونوں صورتوں میں کراہت ہے اور اگر یہی افضل ہے اور اس میں فساد عقیدہ یا فساد عمل نہیں تو اس صورت میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ کیونکہ جاہل اور فاسق عالم اور پرہیزگار سے عداوت رکھا کرتا ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تمہیں یہ بات بھلی لگے کہ تمہاری نماز عنداللہ مقبول ہو تو تمہارے علماء تمہارے امام ہونے چاہئیں۔ کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان سفیر ہوتے ہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ تمہارے بہترین لوگ ہی تمہارے امام ہونے چاہئیں۔ اور امام غزالی فرماتے ہیں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام ضامن ہوتے ہیں۔ لہذا مناسب نہیں کہ انسان ایسے لوگوں کا امام بنے جو اس سے نفرت کرتے ہوں"۔ (مختصر احیاء العلوم ص ۲۴) اور امام صدر الشریعہ فرماتے ہیں" کسی شخص کی امامت سے لوگ کسی وجہ شرعی سے ناراض ہوں تو اس کا امام بننا مکروہ تحریمی ہے اور اگر ناراضگی کسی وجہ شرعی سے نہ ہو تو کراہت نہیں، بلکہ اگر وہی احق ہو تو اسی کو امام ہونا چاہیے۔ (بہار شریعت)۔

آخری گزارش

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا خلاصہ مطلب یہی ہے کہ ہم اہلسنت کی نماز ہر باطل مذہب والے کے پیچھے باطل اور برباد ہے خواہ وہ وہابی ہو یا شیعہ، مرزائی ہو یا مودودی یا دیوبندی۔ لہذا سنی مسلمان ہر قسم کی نماز میں صرف اپنے ہم عقیدہ علماء کو امام بنایا کریں۔ اور ہر ایرے غیرے کے پیچھے نماز پڑھ کر اپنی نمازیں برباد نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت کو اس نازک ترین مسئلہ کے سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۸ جمادی الاول ۱۴۰۵ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
سولہواں مقالہ
نماز میں لاؤڈ سپیکر چلانے کی ممانعت کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰه ربّ العالمین و الصلوٰة و السلام علی رسوله محمدٍ و اله و اصحابه اجمعین امّا بعدٗ.

استفتاء:۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ان مسائل کے بارہ میں کہ

(۱) امام فرض نماز پڑھاتے وقت لاؤڈ سپیکر استعمال کرتے ہیں کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

(۲) لاؤڈ سپیکر پر پڑھی گئی نمازیں مکروہ یا فاسد تو نہیں ہوں گی؟

(۳) لاؤڈ سپیکر پر پڑھی ہوئی نمازوں کا لوٹانا ضروری ہے یا نہیں؟

(۴) مقتدی پیش امام کے تابع ہے لہذا سپیکر امام استعمال کر رہا ہے تو مقتدی کیوں ذمہ دار ہے؟

(۵) اگر نماز میں مقتدی زیادہ ہیں تو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق مکبّر کھڑے کرنا سنت ہے۔ کیا سپیکر اس سنت کو پامال نہیں کر رہا ہے لہذا کیا یہ بدعت نہیں؟

(۶) کیا قرآن پاک میں کوئی ایسا حکم موجود ہے کہ ہر نمازی تک امام کی تلاوت کی آواز پہنچانا ضروری ہے؟

(۷) اگر نماز لاؤڈ سپیکر پر نہیں ہوتی تو جن منتظمین یا امام نے اس آلہ کا اہتمام کیا ہے ان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

(مرسلہ محمد اسحٰق) معرفت نیشنل بنک لائبریری مکان نمبر ۱۰۱/۳/۶ لیاقت آباد۔ کراچی نمبر ۱۹ کوڈ نمبر ۷۵۹۰۰

الجواب بتوفیق الملک الوهاب عزّ وجلّ.

(جواب سوال اوّل)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ولا تجهر بصلاتک ولا تخافت بها وابتغ بین ذٰلک سبیلاً۔ (پ ۱۵ رکوع ۱۲)۔ اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو اور نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔ (کنزالایمان ص ۴۶۷)

اس آیت کے شان نزول کے بارہ میں حدیث شریف میں آیا ہے۔ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ ولا تجهر بصلاتک ولا تخافت بها قال نزلت و رسول اللہ

ﷺ مختفی بمکة کان اذا صلّے باصحابه رفع صوتهٗ بالقرآن فاذا سمع المشرکون سبّوا القرآن و من انزله و من جآء به فقال الله تعالیٰ لنبیّه و لا تجهر بصلاتک ای بقراٰتک فیسمع المشرکون فیسبّوا القرآن و لا تخافت بها عن اصحابک فلا تسمعهم وا بتغ بین ذلک سبیلاً۔ (بخاری شریف ص ٦٨٦۔ مسلم شریف ص ٢٠٣ جلد اوّل)۔

یعنی یہ آیت اُس وقت اُتری جب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں پوشیدہ تھے۔ آپ جب اپنے اصحاب کو نماز پڑھایا کرتے تو اپنی آواز مبارک کو قرآن کریم پڑھتے وقت خوب بلند فرمایا کرتے تھے۔ جب کافر آپ کی آواز سنتے تو قرآن کریم کی اور اُس کے اتارنے والے کی اور لانے والے کی شان میں گستاخانہ کلمات بکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک ﷺ کو فرمایا نماز کی قرأت کو اونچا نہ کرو کہ کافر سن لیں گے تو بیہودہ کلمات بکیں گے اور نہ اپنے اصحاب سے اتنا آہستہ پڑھو کہ وہ سن نہ سکیں اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔ صحیحین میں اس شانِ نزول کے ساتھ دوسرا شانِ نزول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ مروی ہے کہ یہ آیت دعاء کے بارہ میں ہے۔ اس دوسرے شانِ نزول کے بارہ میں امام نووی فرماتے ہیں۔ و ذکر تفسیر عائشة ان الآیة نزلت فی الدعآء و اختاره الطبری و غیره لکن المختار الاظهر ما قاله ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما. امام مسلم نے حضرت عائشہ کی تفسیر بھی ذکر کی ہے کہ صلوٰۃ سے مراد دعاء ہے اور اس تفسیر کو امام طبری وغیرہ نے اختیار کیا ہے۔ لیکن مختار اور زیادہ قوی قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کا قول ہے۔ (شرح مسلم شریف ص ٢٠٣ ج اوّل)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس تفسیر کو اکثر مفسرین کرام نے اختیار فرمایا چنانچہ جلالین میں ہے۔ قال تعالیٰ ولا تجهر بصلاتک بقراء تک فیها فیسمعک المشرکون فیسبوک و یسبوا القران و من انزله ولا تخافت تسّر بها لینتفع اصحابک و ابتغ اقصد بین ذلک الجهر و المخافتة سبیلاً طریقاً و سطاً۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور آپ نماز میں قرأت کو زیادہ بلند نہ کریں کہ مشرک لوگ سُن کر آپ کو اور قرآن کو اور اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینے لگیں اور نہ بہت آہستہ کریں تاکہ آپ کے ساتھی نفع حاصل کر سکیں اور جہر و مخافت کے درمیان وسط راستہ اختیار کریں۔ (جلالین ص ٢٤٠)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس تفسیر کو تفسیر خازن میں نقل کرنے کے بعد باقی اقوال کو لفظ قیل سے ذکر کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک مختار قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کا ہے۔ اور اسی

قول کی بناء پر فرماتے ہیں۔ وابتغ ای اطلب بین ذلک سبیلا! ای طریقاً وسطاً بین الجھر و الاخفاء۔ اور جہر واخفاء کے مابین وسط راستہ تلاش کرو۔ (تفسیر خازن ص ۱۸۹ الجزء الرابع)۔

(۳) امام بغوی نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس تفسیر کو اختیار فرمایا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تفسیر کو وقیل سے ذکر فرمایا۔ (معالم التنزیل ۱۸۹ الجزء الرابع)

مفتی نور اللہ نعیمی صاحب لکھتے ہیں۔ "بہت سے مفسرین کرام نے اس صورت کا ذکر اسی شان نزول کے ساتھ فرمایا بلکہ اس شان نزول کی بعض روایات میں بھی تصریح آئی ہے۔ (فتاوی نوریہ ص ۱۱۳ ج ۱)

نماز میں لاؤڈ سپیکر چلانا ممنوع ہے

اس آیت کریمہ کی بناء پر ہمارے جید مستند معتبر علماء اہل سنت نے نماز میں لاؤڈ سپیکر چلانے کو ممنوع قرار دیا ہے۔ بعض حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں۔ "اس آیت سے معلوم ہوا کہ اب لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھانی منع ہے کیونکہ اس میں ضرورت سے زیادہ اونچی آواز نکلتی ہے جو کہ نماز میں ممنوع ہے۔ اس طرح جب مقتدی تھوڑے ہوں تو زیادہ چیخ کر قراءۃ نہ کرے۔ حضور ﷺ جب نماز میں بلند آواز سے قراءۃ فرماتے تھے تو کفار رب کو گالیاں دیتے تھے تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس لئے اب بھی ظہر و عصر میں آہستہ قراءۃ کی جاتی ہے تاکہ مسلمان اس زمانے کی اپنی مجبوری یاد رکھیں۔" (نور العرفان علی کنز الایمان ص ۴۶۷)

(۲) اور حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب لکھتے ہیں۔ "آیت کریمہ کی تفسیر میں ہم نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا بلکہ اکابر علماء و حضرات مفسرین نے ترجمہ و تفسیر کے طور پر جو کچھ ارشاد فرمایا ہے صرف وہ نقل کر دیا ہے۔ نیز آیت مذکورہ سے نماز میں لاؤڈ سپیکر کی ممانعت پر ہم نے ہی استدلال نہیں کیا بلکہ حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی۔ خطیب اعظم مولانا سید محمد صاحب محدث کچھوچھوی محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب علیہم الرحمۃ و مولانا مفتی احمد یار خان صاحب و مولانا مفتی محمد صاحب داد صاحب و مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خان صاحب رضوی و مولانا عبد الحامد صاحب بدایونی وغیرہم کثیر علماء کرام نے آیت کریمہ مذکورہ سے نماز میں لاؤڈ سپیکر کی ممانعت پر استدلال کیا اور اس کی تائید

فرمائی۔ ملاحظہ ہو علماء کرام کا اہم فتویٰ مطبوعہ کراچی لہذا اسے تفسیر بالرائے سے تعبیر کرنا ہرگز صحیح نہیں۔ والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ منہ۔" (رضائے مصطفٰے گوجرنوالہ بابت ۹ ذوالحجہ ۱۳۸۳ھ)

الحمدللہ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے ثابت ہُوا کہ نماز میں لاؤڈ سپیکر چلانا شرعاً منع ہے۔ لہذا نماز میں اسے استعمال کرنے والے شرعی ممنوع کام کے مرتکب ہیں۔ اللہ تعالیٰ بچنے کی توفیق بخشے آمین۔

جواب سوال دوم

چونکہ نماز میں لاؤڈ سپیکر چلانا شرعاً منع ہے اس لئے جس نماز میں لاؤڈ سپیکر چلایا جائے گا وہ ضرور کراہت والی ہوگی۔ ہاں جن مقتدیوں تک امام کے منہ کی اصل آواز پہنچ جاتی ہے ان کی نماز تو کراہت کے ساتھ ادا ہو جاتی ہے لیکن جن تک امام کی آواز لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ ہی سے پہنچتی ہے ان کی نماز فاسد ہے۔ اس بارہ میں چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں۔ آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ سپیکر) سے خطاب سننے میں حرج نہیں مگر اس کی آواز پر رکوع وسجود کرنا مفسد نماز ہے۔

(فتاویٰ امجدیہ جلد دوم ص ۳۸۶ بحوالہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ بابت ۹ ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ)

اور آپ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔ "خطبہ کی حالت میں آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ سپیکر) لگانے میں کوئی حرج نہیں مگر نماز کی حالت میں امام کا اس آلہ کو استعمال کرنا درست نہیں۔ اس آلہ کے ذریعہ سے جن لوگوں نے تکبیرات کی آواز سن کر رکوع وسجود کیا ان کی نمازیں نہیں ہوئیں۔" واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ امجدیہ جلد دوم ص ۹۹۶ بحوالہ رضائے مصطفٰے مذکور بالا)

(۲) اور حضرت مولانا ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں۔ "نماز میں مقتدیوں کو امام کی تکبیرات اور مکبروں کی تکبیرات پر رکوع وسجود ونقل وحرکت کرنا چاہیے نہ کہ لاؤڈ سپیکر کی آواز پر۔ جس نے صرف لاؤڈ سپیکر کی آواز پر رکوع وسجود کیا نہ امام کی آواز پر اور نہ مکبروں کی آواز پر اس کی نماز درست نہیں ہوگی کہ لاؤڈ سپیکر نمازی نہیں تو تلقین خارج صلوٰۃ سے ہوئی۔" (رضائے مصطفٰے مذکور بالا)

(۳) اور حضرت مولانا مفتی اعظم ہند مصطفٰے رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ وقت نماز لاؤڈ سپیکر کا استعمال ہرگز ہرگز نہ ہو۔ اگرچہ وہ ایسا ہو کے خود آواز لے لیتا ہو اس میں آواز ڈالی نہ جاتی ہو۔ اگرچہ تحقیق

سے یہی ثابت ہو کہ اس سے جو آواز مسموع ہوتی ہے وہ متکلم ہی کی آواز ہے۔ ایک مذہب اس بارہ میں یہ بھی ہے کہ وہ آواز غیر ہے اس کو مرجوح رکھا جائے۔ اعتبار متکلم کی اس آواز کا ہے جو اس کے دہن سے نکلی ہو اور فضاء کی ہوا کو متحرک کرتی ہوئی بے کسی اور قوت دافعہ کے کان تک پہنچی۔ وہ آواز جو کسی کاسر سے ٹکرا کر سکون پا گئی اور اس کاسر کی ٹکر کی قوت سے متحرک ہو کر پلٹی اس کا اعتبار نہیں۔ جیسے گنبد سے ٹکرا کر جو آواز پلٹی ہے یا کنوئیں کی پلٹی ہوئی آواز جسے مسموع ہو اس پر سجدہ اس لئے واجب نہیں ہوتا کہ اب یہ جو پلٹی ہوئی آواز ہے یہ اگر چہ وہی دہن قاری سے نکلی ہوئی ہے مگر کاسر سے ٹکرانے کی وجہ سے یہ اس حیثیت کی نہیں رہی۔ اب اس کاسر کی ٹکر کی قوت سے کان تک پہنچتی ہے۔ لاؤڈ سپیکر میں یہ نہیں کہ بجلی کی قوت سے فضا کی ہوائے کاسر جہاں تک دفع ہو گئی ہے بے کسی اور کاسر سے ٹکرائے ہوئے بے اس کاسر کی قوت دفع کے شامل ہوئے محض بجلی کے اس فعل سے کان تک پہنچی ہے۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عندالباری وھو تعالیٰ اعلم۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی کوئی عبارت ایسی نہیں ہے جس سے یہ سمجھا جائے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے نزدیک محض لاؤڈ سپیکر کی آواز پر انتقالات کرنے والے کی نماز درست ہے۔ "واللہ تعالیٰ اعلم"۔ اس فتویٰ پر اکیس علماء اہل سنت کی تصدیقات و دستخط ہیں۔ (رضائے مصطفیٰ مذکور بالا)۔

(۴) اور مولانا مفتی برھان الحق جبل پوری لکھتے ہیں۔ "لاؤڈ سپیکر موجودہ زمانے کی ایجادات سے ہے۔ اس میں جو آواز نکلتی ہے وہ بعینہ امام کی آواز نہیں ہوتی بلکہ اس آواز کی نقل ہوتی ہے۔ جس طرح کسی پہاڑ یا اونچی دیوار سے ٹکرا کر صدا کی صورت میں سنائی دیتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ صدا جو پہاڑ یا دیوار سے ٹکراتی ہے وہ ذرا وقفہ کے ساتھ سنی جاتی ہے اور لاؤڈ سپیکر میں بجلی کی قوت اور آلات کے ذریعہ سے اُسی وقت فوراً بغیر کسی وقفہ کے سنی جاتی ہے۔ اور پہاڑ یا دیوار سے ٹکرا کر صدا براہ راست سنی جاتی ہے۔ لاؤڈ سپیکر میں آواز کو کئی منزلیں طے کرنا پڑتی ہیں۔ منہ سے نکل کر مائک کے پردوں سے ٹکرا کر ایمپلی فائر میں پہنچ کر تار کے ذریعہ لاؤڈ سپیکر میں پہنچ کر اس کے پردوں سے ٹکرا کر منتشر ہوتی ہے۔ ان سب مرحلوں میں امام یا بولنے والے کی اصلی آواز تو تار تار ہو جاتی ہے۔ اس کی نقل در نقل بجلی کے ذریعہ سے سننے والوں تک پہنچتی ہے۔ اس آواز پر جو رکوع و سجود ہوں گے وہ امام کی صحیح آواز پر نہ ہوں گے بلکہ نقلی آواز پر ہوں گے۔ سجدۂ تلاوت جس طرح تلاوت کرنے والے پر واجب ہے اسی طرح سننے والے پر بھی واجب ہے لیکن کوئی شخص ایسی جگہ تلاوت کر رہا ہے کہ اس کی تلاوت کی آواز تو دوسروں کے کانوں تک نہیں پہنچ رہی ہے بلکہ

صرف اس کی صدا کسی دیوار یا بلند چیز سے ٹکرا کر پہنچ رہی ہے تو اس صدا کے سننے والے پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں کیونکہ یہ اصلی آواز نہیں بلکہ آواز کی نقل ہے۔ درمختار میں ہے۔ لاتجب بسماعه من الصدیٰ یعنی آیت سجدہ صدا سے سننے والے پر سجدہ واجب نہیں مراقی الفلاح میں ہے۔ **لاتجب بسماعها من الصدیٰ وهوما یجیبک مثل صوتک فی الجبال والصحاریٰ ونحوها** یعنی آیت سجدہ کو صدا سے سننے پر سجدہ تلاوت واجب نہیں اور صدا وہ جوابی آواز ہے جو تیری آواز کی طرح پہاڑوں اور صحراؤں وغیرھا سے آتی ہے۔ طحطاوی میں ہے۔ فانه لا اجابة فی الصدیٰ وانما هو فی حکایة ۔ یعنی صدا سے کوئی حکم نہیں بلکہ وہ آواز کی نقل و حکایت ہے۔ جب صدا کے ذریعہ سجدہ کی آیت سننے پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں تو نماز میں تکبیر کی صدا پر اقتداء کیسے صحیح اور درست ہو سکتی ہے۔

علاوہ ازیں لاؤڈ سپیکر کا کوئی جزء نماز میں داخل نہیں وہ کلیۃً خارج نماز ہے۔ اور اس کا ریگولیٹر غیر مصلی کے ہاتھ میں ہے۔ مائک ایمپلی فائر اور لاؤڈ سپیکر سب خارجی آلات ہیں۔ نماز سے ان کا ذرا بھی لگاؤ نہیں۔ امام کی تکبیر ایک غیر مصلی چیز کے ذریعہ سے مصلیوں تک پہنچانا مفسد صلوٰۃ ہے۔ علامہ شامی نے تنبیہ ذوی الافہام میں فرمایا **ادخال مالیس من الصلوٰة فی الصلوٰة موجب فساد الصلوٰة** ۔ یعنی نماز میں ایسی چیز کا داخل کرنا جس کا نماز سے کوئی تعلق نہیں نماز کو فاسد کر دینے کا موجب وسبب ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نماز میں شامل نہیں مگر امام کی تکبیر پر اس کی نیابت میں تکبیر پکار رہا ہے اس کی تکبیر پر جو لوگ تحریمہ کہہ کر نیت باندھ لیں گے رکوع وسجود کریں گے ان کی نماز قطعی طور پر نہ ہوگی کیونکہ وہ ایک ایسے شخص کی اقتداء کر رہے ہیں جو خود نماز میں شامل نہیں۔

پھر اگر امام نے تکبیر تحریمہ کہتے وقت یہ کوشش کی کہ مائک اس کی آواز پکڑے اور اس کے ذریعہ سے وہ آواز لاؤڈ سپیکر میں پہنچ کر نمازیوں تک پہنچے تو اس کا یہ فعل خود منافی نماز ہوگا۔ اور امام ہی کی نماز سرے سے فاسد ہو جائے گی تو مقتدیوں کا کیا حال ہوگا۔ پھر اگر درمیان میں بجلی فیل ہوگئی یا تار کا سلسلہ ٹوٹ گیا تو امام رکوع میں ہوگا۔ اور مقتدی قیام میں امام سجدہ میں ہوگا اور مقتدی رکوع میں یہ نماز نہیں ہوئی ایک کھیل ہو گیا۔

نماز بالکل اس طریقہ پر ادا کرنی چاہئے جو طریقہ حضور اکرم ﷺ اور شریعت مطہرہ نے تعلیم فرمایا کہ اگر جماعت کثیر ہو اور امام کی آواز کافی نہ ہو تو چند مکبر اتنے اتنے فاصلہ پر جماعت میں مقرر ہوں کہ ان کی نیت بھی امام ہی کے ساتھ نماز کی ہو اور امام کی تکبیر تسمیع اور سلام کی آواز پر تکبیر تحمید سلام اتنی آواز سے کہیں کہ

دوسری صفوں تک ان کی آواز پہنچے۔ یہ لوگ امام کے نائب اور مبلغ ہوں گے۔ یہاں بھی فقہائے کرام کے ارشادات ہیں کہ جو لوگ امام کی تکبیر پر اس کی نیابت میں تکبیر تحریمہ کہیں ان کی نیت صرف یہ ہو کہ وہ فقط امام کی آواز پر آواز لگا کر دوسروں تک آواز ہی پہنچانا چاہتے ہیں بلکہ آواز لگانے اور تکبیر پکارنے سے پہلے ان کی نیت بھی تحریمہ کی ہو اور تحریمہ کی تکبیر اتنی بلند آواز سے کہیں کہ تحریمہ کی آواز نمازیوں تک پہنچے اگر یہ نیت نہ ہوئی اور صرف لوگوں کو آواز پہنچانا متصور رہا ہے تو اس مکبر کی نہ نماز ہوگی نہ ان لوگوں کی نماز ہوگی جو اس کی تکبیر پر تحریمہ باندھیں گے۔" واللہ تعالیٰ اعلم (رضائے مصطفیٰ مذکور بالا)

(۵) اور مفتی محمد صاحب داد خان صاحب لکھتے ہیں۔

"نماز میں قرأت کے لئے لاؤڈ سپیکر کا استعمال مکروہ و منع ہے۔ کیونکہ قرأت میں ایسا تصنع و تکلف اور زیادہ بلند آواز جو حضور قلب خشیت اور تذلل نماز کے منافی ہے منع ہے۔ اس لئے قرآن مجید نے صاف اعلان فرمایا کہ ولا تجہر بصلاتک یعنی جہری نماز میں نہ تو زیادہ آواز کو بلند کرو اور نہ زیادہ آہستہ بلکہ درمیانی راہ اختیار کرو۔ ایسے صریح احکام کے خلاف اپنی خواہشات نفسانیہ کے مطابق دین متین میں مداخلت کرنا بدیہی البطلان ہے۔ مجمع کثیر میں تبلیغی اغراض حسنہ کے لئے یا مسجد سے باہر آذان مسنون کے لئے لاؤڈ سپیکر کے استعمال کا جواز ہو سکتا ہے۔ **ھذا ما ظھر لی فی ھذا الباب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔** "

(رضائے مصطفیٰ بابت ۹ محرم ۱۳۸۴ھ)

(۶) اور مفتی غلام معین الدین نعیمی لکھتے ہیں۔

"بہر طریق نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال ناروا اور بدعت سیئہ ہے اور مثلیت و غیریت کے اعتبار سے لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ سے رکوع و سجود اور تکبیرات انتقال کرنا مفسد نماز ہے۔" (رضائے مصطفیٰ مذکور بالا)

(۷) اور مفتی عزیز احمد گڑھی شاہو لاہور لکھتے ہیں۔

"جہیر الصوت (لاؤڈ سپیکر) کے متعلق محققین سائنس دانوں کی تحقیق یہ ہے کہ بولنے والے کی آواز میکروفون سے ٹکراتی ہے۔ اور اس ٹکر سے ایک دوسری آواز اسی کی مثل پیدا ہوتی ہے۔ جو خلوق کے کانوں تک پہنچتی ہے۔ جیسے پہاڑ کی صدا۔ گنبد اور کنوئیں کی آواز بولنے والے کی آواز کے ٹکرانے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ مشاہدہ سے بھی ظاہر ہے کہ لاؤڈ سپیکر کی آواز بولنے والے کی آواز کی غیر ہے۔ کیونکہ یہ آواز بولنے والے کی آواز سے کبھی چوگنی کبھی چھ گنی کبھی اس سے کم و بیش ہوتی ہے۔ تو یہ آواز بعینہ بولنے والے کی آواز ہو ہی

نہیں سکتی بلکہ دونوں میں فرق ظاہر ہے۔ اور جبکہ یہ آواز بولنے والے کی آواز کی غیر ہوئی تو اس کی اقتداء سے نماز فاسد ہوگی۔ کیونکہ آلہ مذکورہ نہ امام ہوسکتا ہے نہ امام کا مقتدی بلکہ ایک اجنبی چیز ہے جس کا نماز سے کوئی تعلق نہیں۔ شریعت مطہرہ نے اپنے امام کی یا امام کے مقتدی کی جو اس نماز میں شریک ہو اقتداء کرنے کی اجازت دی ہے اس کے علاوہ کسی خارج کی اقتداء کرنے سے نماز فاسد ہونے کا حکم دیا ہے۔ لہذا آلہ جہیر الصوت کی آواز کی اقتداء بہر صورت ناجائز اور مفسد نماز ہوگی۔ نماز کا معاملہ نہایت اہم ہے۔ اس میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ لاؤڈ سپیکر نماز میں لگانے سے احتراز لازم ہے۔ ہاں خطبہ وتلاوت قرآن کریم ونعت خوانی میں لگانے میں حرج نہیں ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب" (رضائے مصطفیٰ۔ مذکور بالا)

(۸) اور مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خان صاحب لکھتے ہیں۔

"لاؤڈ سپیکر پر اقتداء صلوٰۃ کے عدم جواز میں کسی منصف کو انکار نہیں۔" (رضائے مصطفیٰ۔ مذکور بالا)

(۹) اور مولانا مفتی محمد خلیل کاظمی محدث امروہی لکھتے ہیں۔

"نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال خلاف سنت وبدعت ہے"۔ (رضائے مصطفیٰ۔ مذکور بالا)

(۱۰) اور مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی لکھتے ہیں۔

"یہاں (نماز میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال پر) کوئی وجہ ہی نہیں نکلتی جو اس کو بدعات سے خارج کر دے کہ صراحۃً طریقۂ سنت کی مغیر ہے۔ بس جمہور اہل سنت کے نزدیک اس کے بدعت ہونے میں شک نہیں۔ اس آلہ کے ذریعہ سے جو شخص ارکان نماز ادا کرے گا اس کی نماز نہ ہوگی۔" (رضائے مصطفیٰ مذکو بالا)

(۱۱) اور مولانا عبدالحنان جامع مسجد داتا گنج بخش لاہور لکھتے ہیں۔

"لاؤڈ سپیکر سے پیدا شدہ آواز پر امام کی اقتداء کرنے والے کی نماز ادا نہ ہوگی۔ اور جب اس کی آواز سے فائدہ اٹھانے والے مقتدیوں کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔ فاسد یا باطل ہو جاتی ہے تو واجب ہے کہ اس آلہ کو جمعہ وعیدین وغیرہ میں استعمال کر کے نمازوں کو فاسد و برباد نہ کیا جائے۔ ورنہ امام ومتولی ومجوز ومعاون سب گناہگار ہوں گے۔ اور ان کی دیکھا دیکھی واسطہ در واسطہ قیامت تک جتنے لوگ اس فعل نامشروع برباد شدہ نماز کا ارتکاب کریں گے ان سب کا گناہ بھی ان پر ہوگا۔ اور مرتکبین کے گناہ میں سے کچھ بھی کمی نہ ہو گی جیسا کہ حدیث میں ہے۔ من دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل آثام من تبعہ لاینقص

ذلک من آنا مهم شیئاً. "(رضائے مصطفیٰ۔ مذکور بالا)

(۱۲) اور مولانا محمد رفیع اللہ اجمیری لکھتے ہیں۔

"آلہ نشر الصوت (لاؤڈ سپیکر) کا استعمال نماز میں جائز نہیں اور نہ یہ تکبیر مکبرین کی سنت کے قائم مقام ہو سکتا ہے۔" (رضائے مصطفیٰ۔ مذکور بالا)

(۱۳) اور مولانا آل حسن اشرفی کچھوچھوی لکھتے ہیں۔

"بے شک نماز میں اس آلہ کا استعمال مکبرین والی سنت متواترہ کو مٹا دینے کی وجہ سے بدعت سیئہ ہے اور اجماع امت کے خلاف ہے۔" (رضائے مصطفیٰ۔ مذکور بالا)

(۱۴) اور مولانا سید محمد حسین علی پوری لکھتے ہیں۔

"اگر مقتدی آلہ مکبر الصوت کی آواز پر تکبیر تحریمہ کی بناء اور نماز ادا کریں گے تو نماز فاسد اور واجب الاعادہ ہوگی و التلقن من الغیر مفسد لامحالۃ (عنایۃ)

تکبیرات امام کی تبلیغ کے لئے مکبرین مقرر کیے جائیں جیسا کہ حضور ﷺ اور صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین سے ثابت ہے۔" (رضائے مصطفیٰ۔ مذکور بالا)

(۱۵) اور مولانا محبوب علی صاحب مفتی اعظم بمبئی لکھتے ہیں۔

"نماز میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال سے احتراز و اجتناب لازم و ضروری ہے۔ اس کی اقتداء میں نماز نہ ہوگی۔ مسلمانوں کو نماز میں اس آلہ کے استعمال سے بچنا چاہیے خدا تعالیٰ نیک توفیق عطا فرمائے آمین"۔

(رضائے مصطفیٰ۔ مذکور بالا)

(۱۶) مولانا مفتی محمد امین صاحب فیصل آبادی لکھتے ہیں "فقیر کا مسلک وہی ہے جو کہ آقائے نعمت محدث اعظم پاکستان قدس سرہٗ کا ہے۔ کہ نماز میں لاؤڈ سپیکر ہرگز استعمال نہ کیا جائے۔ مسجد کی انجمن نے جب اصرار کیا تو فقیر نے کہا۔ میں حضرت محدث اعظم پاکستان کا خادم ہوں اس لئے میں نہیں لگاتا"۔

(رضائے مصطفیٰ ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ)

الحمد للہ۔ جید و معتبر و مستند مفتیان اہل سنت کے ان سولہ فتاویٰ مبارکہ سے ثابت ہوا کہ نماز میں لاؤڈ سپیکر چلانا مطلقاً ممنوع و ناجائز ہے۔ امام اور امام کے قریب جو مقتدی کھڑے ہوں گے اور ان تک امام کی اصل آواز پہنچے گی اُن کی نماز کراہت کے ساتھ ادا ہو جائے گی اور جن تک صرف امام کی آواز لاؤڈ سپیکر ہی کے

ذریعہ سے پہنچے گی ان کی نماز فاسد ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔

(جواب سوال سوم)

جن مقتدیوں کی نماز لاؤڈ سپیکر کی وجہ سے اصلاً فاسد ہے ان پر اپنی نماز کا لوٹانا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(جواب سوال چہارم)

چونکہ مقتدی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی نیت کرتا ہے اور اقتداء کی نیت سے اپنی نماز کو امام کی نماز کے تابع بناتا ہے اس لئے امام کی نماز کی خرابی اس کی نماز میں بھی واقع ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ امام کے سہو سے مقتدی پر بھی سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(جواب سوال پنجم)

بلاشبہ نماز میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال سے مکبر کھڑے کرنے کی سنت پائمال ہوتی ہے۔ اور دور دور کے مقتدیوں کی نماز میں فساد آتا ہے اس لئے اس کا استعمال بدعت سیئہ ہے۔ جیسا کہ گذشتہ فتاوی مبارکہ میں سے بعض میں اس کی تصریح بھی گزری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(جواب سوال ششم)

(۱) امام احمد طحطاوی لکھتے ہیں **قالوا والاولیٰ ان لایجهد نفسه بالجهر بل بقدر الطاقة لان اسماع بعض القوم يكفي بحر و نهر و المستحب ان يجهر بحسب الجماعة فان زاد فوق حاجة الجماعة فقد اساء كمالو جهر المصلي بالاذ كار قهستاني عن كشف الاصول** ۔ یعنی فقہائے حنفیہ نے فرمایا ہے کہ امام کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ بلند آوازی سے اپنے آپ کو نہ تھکائے بلکہ بقدر طاقت آواز نکالے کیونکہ بعض مقتدیوں کو سنانا کفایت کرتا ہے جیسا کہ بحر الرائق اور نہر الفائق میں مذکور ہوا۔ اور امام قہستانی نے کتاب کشف الاصول سے یہ نقل فرمایا ہے کہ مستحب ہے کہ امام کو مقتدیوں کے اندازہ پر آواز بلند کرنی چاہیے۔ پھر اگر وہ حاجت جماعت سے زائد آواز نکالے گا تو اساءت کا مرتکب ہوگا جیسا کہ نمازی اگر تسبیحات وغیرہ بلند آوازی سے پڑھے تو اس میں اساءت ہے۔

(طحطاوی ص ۱۶۹)

(۲) بحرالرائق ج ۱ ص ۳۳۵ میں ہے۔ قالوا ولایجهد الامام نفسه بالجهر و فی السراج الوهاج الامام اذاجهر فوق حاجة الناس فقد اسأ۔ اوردرمختار ص ۳۹۳ ج ۱ میں ہے۔ ویجهر الامام وجوباً بحسب الجماعة فان زاد علیه اسأ. (قوله فان زاد علیه اسأ) وفی الزاهدی عن ابی جعفر لو زاد علی الحاجة فهوافضل الااذااجهد نفسه اواذی غیره قهستانی (شامی ص ۳۹۳ ج ۱) دیکھو مدنی طحطاوی ص ۱۶۹ شیخ مصطفیٰ علی الکنز ص ۳۵ اور تبیین ص ۱۲۷ ج ۱ میں ہے ولایجهد نفسه فی الجهر۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام کے لئے ضروری نہیں کہ وہ سب مقتدیوں تک اپنی آواز پہنچائے۔ ہاں اپنی طاقت کے اندازہ اور جماعت کی قلت و کثرت کے اندازہ پر آواز بلند کرے۔ طاقت سے زیادہ آواز بلند کرنے کی ضرورت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(جواب سوال ہفتم)

اگر لاؤڈ سپیکر نماز میں چلایا گیا تو امام اور منتظمین اور مجوزین سب پر اس کا وبال ہوگا۔ مفتی عبدالحنان کے فتویٰ مبارکہ میں ابھی یہ گزرا کہ "ورنہ امام و متولی و مجوز و معاون سب گناہگار ہوں گے۔" واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۳ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ)

بسم الله الرحمن الرحیم

سترھواں مقالہ

نماز عصر اور آج کل کے مسلمان

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم ۝

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین امّابعد. آج کل اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی نماز عصر باجماعت ادا کرنے سے سخت غفلت کا شکار ہیں۔ تقریباً سب مساجد میں نماز عصر کی جماعت میں شامل ہونے والوں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ چونکہ دن کے اختتام کا وقت کاروبار کی سخت مصروفیت کا وقت ہوتا ہے اور اکثر لوگ اپنے باقی ماندہ کام کو ختم کر کے گھروں کو جانے کی فکر میں ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ عصر کی نماز اکثر اپنی دکانوں میں ہی پڑھ لیتے ہیں۔ حالانکہ شرع شریف نے نماز عصر کی عظیم فضیلت بیان کی ہے اور اس کی پابندی اور محافظت کی دوگنا تاکید کی ہے۔ مسلمانوں کو اس نماز کی فضیلت واہمیت سے آگاہ کرنے کیلئے ہم نے یہ مختصر رسالہ لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ. نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے ہو۔

(پ۲ رکوع ۱۵)

تفسیر

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے سب نمازوں کی پابندی ومحافظت کا حکم دیا پھر خصوصیت سے نماز وسطیٰ کی محافظت کا حکم دیا۔ تاکہ لوگ نماز وسطیٰ کی محافظت کے دوسرے حکم کے پیش نظر اس کی محافظت کا خاص خیال رکھیں، نماز وسطیٰ کونسی نماز ہے؟ اس بارہ میں بزرگان دین کے تیس اقوال موجود ہیں۔

(درمختار ص ۲۶۵ ج ۱)

مگر احادیث راجحہ اور عبارات فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے۔ چنانچہ بعض احادیث مبارکہ یہاں تبرکاً پیش کی جاتی ہیں وباللہ التوفیق۔

احادیث مبارکہ

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نماز وسطیٰ نماز عصر ہے۔ **رواہ احمد والترمذی وابن ابی شیبہ وابن حبان والبیھقی والبزار والطیالسی وقال الجلال السیوطی ھذا حدیث صحیح.**

(جامع صغیر ص ۴۸ ج ۲ مشکوٰۃ ص ۵۸ ج ۱)

(۲) اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا آیت حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطیٰ ابتداء میں اِن لفظوں میں نازل ہوئی حافظوا علی الصلوات والصلوۃ العصر (نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور نماز عصر کی) اور ہم نے اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھا جب تک کہ اللہ کو منظور تھا پھر اللہ نے منسوخ فرما کر ان لفظوں میں اتارا۔ **حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ** ۔ پھر ایک شخص زاہر نامی نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ سو کیا نماز وسطیٰ نماز عصر ہے۔ فرمایا۔ میں نے تجھے یہ بتایا ہے کہ یہ آیت کس طرح نازل ہوئی اور اللہ نے اِسے کس طرح منسوخ کیا۔

(تفسیر ابن کثیر ص ۲۹۳ ج ۱) (مسلم شریف ص ۲۲۷ ج ۱)

(۳) اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ احزاب کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **شغلونا عن الصلوٰۃ الوسطیٰ صلوۃ العصر ملأ اللّٰہ بیوتھم وقبورھم نارًا.**
مشرکین نے ہمیں نماز وسطیٰ نماز عصر سے روک دیا اللہ اُن کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھردے۔

(مسلم شریف ص ۲۲۷ ج ۱) (سنن ابی داؤد ص ۵۹ ج ۱، مشکوٰۃ ص ۵۷ ج ۱۔ جامع الرضوی ص ۲۶۵)

(۴) اور مفسر عماد الدین ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے نماز وسطیٰ کے بارہ میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا۔

کنا نراھا الفجر حتی سمعت رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول یوم الاحزاب شغلونا عن الصلوٰۃ الوسطیٰ صلوۃ العصر الحدیث. ہم نماز فجر کو نماز وسطیٰ خیال کرتے تھے یہاں تک کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احزاب کے دن یہ فرماتے ہوئے سنا، انہوں نے ہمیں نماز وسطیٰ نماز عصر سے روکا۔ خدا ان کی قبروں اور پیٹوں یا گھروں کو آگ سے بھردے۔

(تفسیر ابن کثیر ص ۲۹۱ ج ۱)

(۵) اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے غلام ابو یونس کو قرآن مجید کا ایک نسخہ لکھنے کا حکم دیا پھر فرمایا جب تم آیت حافظوا علی الصلوات پر پہنچو تو مجھے اطلاع دینا سو جب میں اس آیت پر پہنچا تو میں نے انہیں اطلاع دی انہوں نے یہ آیت اِن لفظوں میں لکھوائی۔ حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ وصلوۃ العصر و قوموا للہ قٰنِتِیْن ٥ (نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور نماز وسطیٰ اور نماز عصر کی اور اللہ کے لئے ادب سے کھڑے ہو جاؤ) پھر فرمایا میں نے یہ آیت اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

(مسلم شریف ص ۲۲۷ ج ۱)

ان پانچ احادیث متبرکہ سے معلوم ہوا کہ نماز وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے۔ یہی اکثر علمائے صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین اور فقہائے اسلام کا قول ہے۔ چنانچہ مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں۔ وقیل انھا صلوٰۃ العصر قال الترمذی والبغوی وھو قول اکثر علماء الصحابہ وغیرھم وقال القاضی الماوردی ھو قول جمھور التابعین وقال الحافظ ابو عمر ابن عبدالبرّ وھو قول اکثر اھل الاثر وقال ابو محمد عطیہ فی تفسیر ھو ھو قول جمھور الناس. اور کہا گیا ہے کہ نماز وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے امام ترمذی اور امام بغوی رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ اکثر علمائے صحابہ وغیرہم کا قول ہے اور قاضی ماوردی نے فرمایا یہ جمہور تابعین کا قول ہے اور حافظ ابو عمر بن عبدالبرّ نے فرمایا۔ یہ اکثر محدثین کا قول ہے اور محمد بن عطیہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا یہ جمہور لوگوں کا قول ہے (تفسیر ابن کثیر ص ۲۹۱ ج ۱)۔

فقہائے حنفیہ کا مذہب

بھی یہی ہے کہ نماز وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے۔ چنانچہ امام علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں۔ وھی الوسطیٰ علی المذھب۔ اور نماز عصر ہی مختار مذہب حنفی میں نماز وسطیٰ ہے۔ اور امام ابن عابدین شامی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

قولہ وھی الوسطیٰ علی المذھب ای المنقول عن المشا الثلاثۃ۔ ہمارے تینوں اماموں سے منقول یہی ہے کہ نماز عصر نماز وسطیٰ ہے۔ (در مختار ص ۲۶۵ ج ۱)

اورامام ابوجعفر حنفی لکھتے ہیں وھذا قول ابی حنیفة. وابی یوسف و محمد رحمھم اللّٰہ تعالیٰ اور یہی قول ائمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے۔

(شرح معانی الآثار ص ۱۲۰ ج ۱)

وجہ تسمیہ

نماز عصر کو نماز وسطیٰ کہنے کی دو وجہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ نماز رات کی دو نمازوں (مغرب و عشاء) اور دن کی دو نمازوں (فجر وظہر) کے درمیان واقع ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تو انہوں نے صبح کے وقت بطور شکرانہ دو رکعتیں پڑھیں سو یہ فجر کے دو فرض بن گئیں اور ظہر کے وقت قربانی کے فدیہ میں حضرت اسمٰعیل کا دُنبہ ذبح کیا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور شکرانہ چار رکعتیں پڑھیں سو یہ ظہر کے چار فرض بن گئیں اور حضرت عزیر علیہ السلام کو عصر کے وقت زندہ کیا گیا اور ان سے پوچھا گیا کہ آپ کتنی مدت ٹھہرے رہے تو آپ نے فرمایا ایک دن پھر سورج کو دیکھ کر فرمایا ایک دن کا بعض حصہ اور آپ نے شکرانہ کی چار رکعتیں پڑھیں تو وہ عصر کے چار فرض بن گئیں اور حضرت داؤد علیہ السلام کی لغزش مغرب کے وقت معاف کی گئی تو آپ نے چار رکعتیں بطور شکرانہ پڑھنی شروع کیں پھر تھکاوٹ کی وجہ سے تین رکعتیں پڑھ کر بیٹھ گئے۔ اور سلام پھیر دیا سو یہ مغرب کے تین فرض بن گئیں۔ اور عشاء کی نماز سب سے پہلے ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ السلام نے پڑھی اس لئے وہ امت پر فرض ہوگئی اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ نماز وسطیٰ نماز عصر ہے اور یہ معنی ہمارے نزدیک بھی صحیح ہے کیونکہ اگر ان پانچ نمازوں میں سب سے پہلی پڑھی جانے والی نماز فجر کی نماز ہے تو آخری عشاء ہوگی۔ پس پہلی اور آخری کے وسط میں نماز عصر ہی آتی ہے (شرح معانی الآثار ص ۱۲۰ ج ۱)

احادیث فجر وظہر مرجوح ہیں

جن حدیثوں میں آتا ہے کہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نماز وسطیٰ سے مراد نماز فجر یا نماز ظہر لی ہے۔ وہ مندرجہ بالا صریح و واضح حدیثوں کے مقابلہ میں متروک و مرجوح ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث نمبر ۴ کی وجہ سے اس معنی پر معمول ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے نماز وسطیٰ کی تفسیر نماز عصر سے کیے جانے سے پہلے صحابہ اپنے اجتہاد کی بناء پر نماز

وسطیٰ سے مراد نماز فجر یا ظہر لیتے تھے، پھر جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز وسطیٰ کی تفسیر نماز عصر سے فرمادی تو ان کا اِس معنیٰ پر اتفاق ہو گیا۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ ازین حدیث معلوم شد کہ صلوٰۃ وسطیٰ از نام عصر است وقول اکثر علماء از صحابہ وتابعین وابوحنیفہ واحمد وجز ایشان ہمیں است پس در قرآن مجید نیز محمول بریں خواہد بُود۔ دیگر مجال اختلاف نماند وغالبًا اختلافے کہ در اصحاب وتابعین در تعیینِ آن واقع است پیش از شنیدنِ حدیث ورسیدن آن بود باجتہادِ خود کہ در تاویل قرآن کردہ بودند۔ بعد از صحت حدیث متعین شد کہ مراد او نماز عصر است واللہ اعلم۔ اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ صلوٰۃ وسطیٰ نماز عصر کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اکثر صحابہ وتابعین علماء اور امام ابوحنیفہ وامام احمد بن حنبل وغیرہم کا یہی قول ہے۔ سو قرآن مجید میں بھی اِسی معنیٰ پر آیت کو محمول کیا جائے گا۔ تو اختلاف کی گنجائش باقی نہیں رہ جائے گی اور غالبًا صحابہ وتابعین میں جو اختلاف ہے وہ اس حدیث کے سُننے اور اس کے اُن تک پہنچنے سے پہلے تک تھا اور وہ بھی خود آیت قرآن میں ان کی اپنی کی ہوئی تاویل کی وجہ سے تھا۔ حدیث کی صحت کے بعد متعین ہو گیا کہ نماز وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے (اشعۃ اللمعات ص ۳۰۴ ج ۱)۔

خلاصہ بحث

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ نماز وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے
آیت کریمہ حافظوا علی الصلوٰت والصلوۃ الوسطیٰ میں جس نماز کی محافظت کی دوبارتاکید کی گئی ہے وہ نماز عصر ہے ولہذا مسلمان اِس نماز کو مستحب وقت میں باجماعت پڑھنے کا خاص اہتمام فرمائیں اللہ تعالیٰ توفیق بخشے آمین۔

مقام غور

پھر مقام غور ہے کہ غزوۂ خندق میں جب مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز عصر کی ادائیگی سے روکا تو رحمت للعالمین ہونے کے باوجود آپ نے ان کے خلاف یہ سخت دعا فرمائی۔ ملأ اللّٰہ بیوتہم وقبورھم نارًا۔ اللہ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ اس سے مسلمانوں کو اِس نماز کی اہمیت کا اندازہ کر لینا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ جملہ اہل اسلام کو نمازی بنائے اور بالخصوص عصر کی نماز اہتمام سے ادا کرنے کی توفیق بخشے آمین۔

نماز عصر کی فضیلت

صرف یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آیت محافظت میں نماز عصر کی دو مرتبہ تاکید فرمائی ہے اور مشرکین کے روکنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کے دن اس نماز کو ادا نہ کر سکے تو ان کے خلاف سخت دعا فرمائی ہے بلکہ بعض احادیث متبرکہ میں نماز عصر کی عظیم فضیلت بھی بیان کی گئی ہے، چنانچہ حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **لن یلج النار احد صلی قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا**۔ وہ شخص دوزخ میں ہرگز داخل نہیں ہوگا جس نے سورج طلوع ہونے سے پہلے (نماز فجر) اور سورج غروب ہونے سے پہلے (نماز عصر) پڑھی۔

رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص ۵۷ ج ۱)۔

(۲) اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **من صلی البردین دخل الجنۃ**۔ جو شخص دو ٹھنڈی نمازیں (نماز فجر اور نماز عصر) پڑھے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مشکوٰۃ ص ۵۷ ج ۱)

(۳) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اندر رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے ایک دوسرے کے بعد آتے جاتے ہیں وہ نماز فجر اور نماز عصر میں اکٹھے ہوتے ہیں پھر جن فرشتوں نے تُمہارے اندر رات گزاری ہوتی ہے جب وہ آسمانوں کی جانب چلے جاتے ہیں تو ان کا رب ان سے پوچھتا ہے۔ حالانکہ وہ اُنہیں بہتر جانتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا وہ کہتے ہیں **ترکناھم وھم یصلّون واتیناھم وھم یصلون**۔ ہم نے انہیں اس حال میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ہم اُن کے پاس آئے اِس حال میں کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

(مشکوٰۃ ص ۵۷ ج ۱)

نماز عصر کا مکروہ وقت

شاید یہ مسئلہ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ سُورج میں زردی ظاہر ہونے سے اس کے غروب تک کا وقت نماز کے حق میں مکروہ ہے اِس وقت میں سوائے اُس دن کی عصر کے ہر نماز حرام ہے اور اس دن کی نماز عصر ادا تو ہو جاتی ہے مگر اس میں کراہت ہے ولہٰذا مسلمانوں کو مکروہ وقت شروع ہونے سے پہلے پہلے نماز عصر کی

ادائیگی سے فارغ ہوجانا چاہیئے کنز الدائق میں ہے ومنع عن الصلوٰۃ و سجدۃ التلاوۃ وصلوٰۃ الجنازہ عند الطلوع والاستوآء والغروب الاعصر یومہ۔ اورسورج کے طلوع اوراستواءاور غروب کے وقت نماز اورسجدہ تلاوت اور نماز جنازہ سے روکا گیا ہے۔ مگر اس دن کی عصر کی نماز سے۔
(کنزالدقائق)

مکروہ وقت میں نماز پڑھنے کی مذمت

چونکہ غروب آفتاب کا وقت نماز کے حق میں مکروہ ہے اِس لئے اس وقت میں عصر کی نماز پڑھنے کی مذمت شرع شریف نے کی ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تلک صلوٰۃ المنافق یجلس یرقب الشمس حتی اذا اصفرت و کانت بین قرنی الشیطان نقرار بعاً لایذکر اللہ فیھا الاقلیلاً۔ یہ منافق کی نماز ہے کہ وہ سورج کا انتظار کرتے ہوئے بیٹھا رہتا ہے یہاں تک کہ جب سورج زرد ہوجاتا ہے اور شیطان کے دوسینگوں کے درمیان چلا جاتا ہے تو وہ چار چونچیں مارتا ہے اللہ کو ان میں نہیں یاد کرتا مگر تھوڑا۔ (مشکوٰۃ ص ۵۵ ج ۱)
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لاتصلوا عند طلوع الشمس فانھا تطلع بین قرنی الشیطان ویسجد لھا کل کافر ولا عند غروب الشمس فانھا تغرب بین قرنی الشیطان ویسجد لھا کل کافر ولاوسط النھار فان جھنم تسجر عند ذلک۔ سورج طلوع ہوتے وقت نماز نہ پڑھو کیونکہ وہ شیطان کے دوسینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے اور اُسے ہر کافر سجدہ کرتا ہے اور نہ غروب کے وقت نماز پڑھو کیونکہ وہ شیطان کے دوسینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور ہر کافر اُسے سجدہ کرتا ہے اور نہ دن کے وسط میں نماز پڑھو کیونکہ اُس وقت میں دوزخ بھڑکایا جاتا ہے رواہ احمد وغیرہ۔

(جامع الرضوی لمولانا السید ظفر الدین ص ۲۶۸)

نماز عصر کے ترک کی مذمت

یوں تو شرع شریف نے ہر فرض نماز کے ترک پر سخت وعیدیں ذکر کی ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں من ترک الصلوٰۃ متعمدًا فقد کفر جھارًا۔ جو شخص جان بوجھ کر

نماز ترک کردے وہ کھلم کھلا ناشکری کرتا ہے رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ وصححۃ السیوطی فی جامعہ الصغیراور آپ کاارشادگرامی ہے **من ترک صلوٰۃ لقی اللہ وھو علیہ غضبان**۔ جوشخص نماز ترک کردے وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اُس سے ناراض ہوگا۔ رواہ الطبرانی وضعفہ السیوطی فی جامعہ الصغیراور آپ کاارشادگرامی ہے۔ **ان بین الرجل وبین الشرک والکفر ترک الصلوٰۃ**۔ بلاشبہ مرداور کفروشرک کے درمیان نماز چھوڑنا ہے۔ رواہ مسلم عن جابر رضی اللہ عنہ۔ (مشکوٰۃ ص۵۲ ج۱)

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا مجھے میرے دوست یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ تُو نماز فرض کو جان بوجھ کر نہ چھوڑ کیونکہ جو اُسے چھوڑ دے اس سے اللہ کا ذمہ بری ہوجاتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص۵۴ ج۱)

لیکن نماز عصر کے ترک کی اور بھی زیادہ سخت مذمت کی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ **الذی یفوتہ صلوٰۃ العصر فکانّما وتر اھلہ ومالہ** وہ شخص جس کی نماز عصر فوت ہوجائے تو گویا اس کے عیال ومال برباد کردیئے گئے۔ (مشکوٰۃ ص۵۵ ج۱)

اس حدیث کا ایک مفہوم یہ بیان کیا گیا کہ جس شخص کی نماز عصر فوت ہوجائے وہ اتنا خسارا ملنا سمجھے جتنا وہ اپنے عیال ومال کے ضائع ہونے میں خسارا سمجھتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

آخری گزارش

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے۔ ہمارے مسلمان بھائی پڑھیں سمجھیں اور غور فرمائیں کہ شرع شریف کی نظر میں نماز عصر کی پابندی کتنی اہم بات ہے ہم اس عظیم الشان نماز میں غفلت کا شکار ہوکر کتنے بڑے نقصان میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اِس نماز کی اہمیت سمجھنے اور اس کی خوب پابندی سے ادائیگی کرنے کی توفیق بخشے آمین۔

(۲۴ شوال المکرم ۱۴۱۰ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اٹھارہواں مقالہ

چلتی گاڑی میں نماز پڑھنے کا طریقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

الحمد للہ رب العالمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوٰۃ و السلام علی جمیع الانبیآء و المرسلین و علی الھم و اصحابھم اجمعین اما بعد: راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفر اللہ تعالیٰ لہٗ بتاریخ ۴ اپریل ۱۹۸۹ء بروز جمعرات اڈہ لاریاں پیرودھائی راولپنڈی پہنچا تو ایک اچھے خاصے دیندار شخص کو رُکی ہوئی بس کی سیٹ پر بیٹھے ہُوئے اشارہ سے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر سخت تعجب ہُوا کہ آج کل کے اچھے خاصے دیندار اشخاص بھی مسائل شرعیہ سے کس قدر بے خبر اور ناواقف ہیں۔ بدیں وجہ عامۃ المسلمین کے افادہ کے لیے یہ مختصر رسالہ "چلتی گاڑی میں نماز پڑھنے کا طریقہ" ترتیب دینے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

علماء نے گاڑی کو دآبّہ کے حکم میں رکھا ہے

سب سے پہلی بات جو ذہن نشین ہونی چاہیے وہ یہ ہے کہ ہمارے علماء کی تصریحات کے مطابق آج کل کی گاڑیاں اور بسیں دآبہ (سواری کے جانور) کے حکم میں ہیں۔ کشتی کے حکم میں نہیں ہیں چنانچہ امام صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ "گاڑی اور سواری پر نماز پڑھنے کے لیے یہ عذر ہیں"۔ پھر آگے لکھتے ہیں "چلتی ریل گاڑی پر بھی فرض وواجب وسنت فجر نہیں ہو سکتے اور اس کو جہاز اور کشتی کے حکم میں تصور کرنا غلطی ہے کہ کشتی اگر ٹھہرائی بھی جائے جب بھی زمین پر نہ ٹھہرے گی اور ریل گاڑی ایسی نہیں"۔ پھر آگے لکھتے ہیں "جانور اور چلتی گاڑی پر اور اس گاڑی پر جس کا جوا جانور پر ہو بلا عذر شرعی فرض وسنت فجر وتمام واجبات ادا نہیں کر سکتا"۔ (کلھا من بہار شریعت ص ۱۹ ج ۴)

الحمد للہ۔ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی ان تین عبارات سے معلوم ہوا کہ آج کل کی گاڑیاں اور بسیں سواری کے جانور کے حکم میں ہیں۔ پانی میں چلنے والے بحری جہاز اور کشتی کے حکم میں نہیں ہیں۔

اب فقۂ حنفی کی معتبر کتب مبارکہ سے دآبہ پر نماز کے جواز وعدم جواز کے مسائل لکھے جاتے ہیں کہ وہ مسائل عین چلتی گاڑی پر نماز کے جواز وعدم جواز کے مسائل ہوں گے۔ وباللہ التوفیق۔

بے عذر شرعی جانور پر فرض وواجبات وسنت فجر جائز نہیں

امام ابوالاخلاص حسن شرنبلالی لکھتے ہیں۔ "دآبہ پر فرض نماز اور واجب نمازیں مثلاً نماز وتر، نماز

عیدین، نذر مانی ہوئی نماز اور اس نفل کی قضاء نماز جس کو شروع کرنے کے بعد توڑ دیا ہو جائز نہیں ہیں اور اسی طرح نماز جنازہ اور اُس آیت کا سجدہ جسے زمین پر تلاوت کیا ہو (دآبہ پر) جائز نہیں ہیں۔ مگر ضرورت کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرض کے بارہ میں فرمایا۔ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالاً اور کبانا۔ (پھر اگر تمہیں خوف ہو تو پیادہ یا سواری پر نماز فرض پڑھو) اور واجب نمازوں کو فرض کے اس حکم میں ملحق کیا گیا ہے۔ (مراقی الفلاح فصل فی الصلوٰۃ علی الدآبہ ص۲۲۲)

اور اگر یہ نمازیں عذر شرعی کے ساتھ دآبہ پر پڑھی جائیں تو ادا ہو جائیں گی۔ اور ان کا اعادہ بھی واجب نہیں ہوگا۔ امام طحطاوی لکھتے ہیں۔ " کتاب خلاصہ الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ عذر شرعی کی وجہ سے چوپایہ پر فرض نماز پڑھنا جائز ہے پھر اگر چوپایہ کو روکنا ممکن ہے تو اُسے قبلہ رُخ کر کے اشارہ سے نماز پڑھے اور اگر روکنا ممکن نہیں تو جانور کا جدھر رُخ ہے اسی طرف رُخ کر کے نماز پڑھے۔ اگر چہ پیٹھ قبلہ شریف کی طرف ہوتی ہو۔ اسی طرح کتاب غایۃ البیان میں لکھا ہے۔ (حاشیہ مراقی الفلاح ص۲۲۲)
اور امام حسن شرنبلالی فرماتے ہیں۔ ولا تلزمه الاعادة بزوال العذر اور عذر زائل ہونے کی وجہ سے اُس پر نماز کا اعادہ لازم نہیں ہوگا۔ (مراقی الفلاح ص۲۲۲)۔

اور درمختار میں ہے ولا اعادة عليه اذا قدر بمنزلةِ المريض خانيه۔ یعنی فتاویٰ خانیہ میں فرماتے ہیں۔ اور مسافر نے جو نماز عذر شرعی کی وجہ سے دآبہ پر پڑھی اُس کا دہرانا اُس پر واجب نہیں جیسا کہ مریض دورانِ مرض میں اشارہ سے پڑھی ہوئی نمازیں نہیں دہرائے گا۔ (درمختار ص ۵۱۷۔ ج ۱)۔
اس سے معلوم ہوا کہ مسافر اگر شرعی عذر کی وجہ سے چلتی گاڑی پر نماز پڑھے تو جائز ہے اشارہ سے پڑھے گا اور گاڑی جس طرف رُخ کرے گا اُدھر رُخ کرے گا اگر چہ قبلہ کی طرف پیٹھ ہوتی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عذر کی قسمیں

عذر دو قسم کا ہے ایک من جہۃ العباد ہے کہ وہ بندوں کی طرف سے حادث ہوتا ہے اور دوسرا من جہۃ اللہ تعالیٰ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واقع ہوتا ہے۔ دوسری قسم کے عذر کو شرعی عذر کہا جاتا ہے۔ مثلاً ۱۔ مینہ برس رہا ہو۔ ۲۔ اس قدر کیچڑ ہے کہ اتر کر نماز پڑھے تو مُنہ پانی میں دھنس جائے گا یا

کیچڑ میں سن جائے گا یا جو کپڑا بچھایا جائے وہ بالکل لتھڑ جائے گا۔ ۳۔ اس کے ساتھی چلے جائیں گے۔ ۱
۴۔ سواری کا جانور شریر ہے کہ سوار ہونے میں دشواری ہوگی اور مددگار کی ضرورت ہوگی اور مددگار موجود نہیں اور یہی۔ ۵۔ وہ بوڑھا ہے کہ بغیر مددگار اتر چڑھ نہ سکے اور مددگار موجود نہیں ور یہی حکم عورت کا ہے۔ ۶۔ مرض میں زیادتی ہوگی۔ ۷۔ جان مال یا عورت کو آبرو کا اندیشہ ہو۔ درمختار میں ہے

ومن العذر المطروالطين يغيب فيه الوجه و ذهاب الرفقاء و دآبة لا تركب الّا بعناء او بمعين و لو محرماً لان قدرة الغير لا تعتبر (درمختار ص ۵۱۸ ج ۱)۔

اگر ان مذکورہ بالا عذروں میں سے کسی ایک عذر کی وجہ سے چلتی گاڑی میں نماز فرض و واجب و سنت فجر پڑھے تو یہ نمازیں ہو جائیں گی۔ اور اعادہ کی بھی حاجت نہیں ہوگی اور اگر صرف اس وجہ سے نماز چلتی گاڑی میں پڑھے کہ ڈرائیور گاڑی روکنے پر تیار نہیں ہے تو یہ عذر من جھۃ العباد ہوگا۔ اس لیے اس صورت میں نماز کے آخر وقت کا انتظار کرے۔ پھر آخر وقت چلتی گاڑی میں پڑھ لے پھر منزل مقصود پر پہنچ کر اس کا اعادہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اعلیٰ حضرت کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں "فرض اور واجب جیسے وتر و نذر اور ملحق بہ یعنی سنتِ فجر چلتی ریل میں نہیں ہو سکتے۔ اگر ریل نہ ٹھہرے اور وقت نکلتا دیکھے پڑھ لے پھر بعد استقرار اعادہ کرے۔

تحقیق یہ ہے کہ استقرار بالکلیہ ولو بالوسائط زمین یا تابع پر کہ زمین سے متصل باتصال قرار ہو ان نمازوں میں شرط صحت ہے مگر بعذر ولہذا ادا بہ پر بلا عذر جائز نہیں اگرچہ کھڑا ہو کہ دابہ تابع زمین نہیں ولہذا گاڑی پر جس کا جوآ بیلوں پر رکھا ہے اور گاڑی ٹھہری ہوئی ہے جائز نہیں کہ بالکلیہ زمین پر استقرار نہ ہوا۔ ایک حصہ غیر تابع زمین پر ہے ولہذا چلتی کشتی سے زمین پر اگر اترنا میسر ہو تو کشتی میں نماز پڑھنا جائز نہیں بلکہ عند التحقیق اگرچہ کشتی کنارے پر ٹھہری ہو مگر پانی پر ہو زمین تک نہ پہنچی ہو اور یہ کنارے پر اتر سکتا ہے۔ کشتی پر

---

۱ یہ سواری کے ساتھ خاص ہے کہ اونٹوں والے اپنے اپنے اونٹ پر سفر کرتے ہیں گاڑی کا نہیں کہ وہ سب ایک ہی گاڑی میں سفر کرتے ہیں لہذا گاڑی کا حکم علماء نے الگ ذکر فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نماز نہ ہوگی کہ اس کا استقرار پانی پر ہے اور پانی زمین سے متصل باتصال قرار نہیں۔ جب استقرار کی حالتوں میں نمازیں جائز نہیں جب تک استقرار زمین پر اور وہ بھی بالکلیہ نہ ہو تو چلنے کی حالت میں کیسے جائز ہوسکتی ہیں کہ نفسِ استقرار ہی نہیں۔ بخلاف کشتی رواں کے کہ جس سے نزول میسر نہ ہو کہ اُسے روکیں گے بھی تو استقرار پانی پر ہوگا نہ کہ زمین پر ولہذا سیر ووقوف برابر لیکن اگر ریل روک لی جائے تو زمین پر ٹھہرے گی اور مثل تخت ہو جائے گی۔ انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے روکی جاتی ہے اور نمازوں کے لیے نہیں تو منع من جہۃ العباد ہوا اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۶۷ ج ۳)۔

حکیم الامت کا فتویٰ

حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خان صاحب کے فتاویٰ میں ہے۔ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ (۱) چلتی ہوئی ریل پر فرض نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) اگر وقت جارہا ہے اور ریل کے رکنے کی توقع بھی نہیں یا ریل رکتی تو ہے لیکن اتنی کم مدت کہ اُس میں فرض نماز ادا ہونا ممکن نہیں۔ نیز اگر کسی نے پڑھ لی تو کیا کیا جائے؟ (۳) مسافر کا کام اتنا ضروری ہے کہ اگر دوسری گاڑی سے جاتا ہے تو مقصودِ سفر ہی فوت ہو جاتا ہے یا دوسری گاڑی ہی نہیں جاتی تو کیا وہ اپنے سفر کو ملتوی کردے۔ (۴) اگر دوسری گاڑی جاتی ہے یا کام غیر ضروری ہے مثلاً سیر کے لیے جارہا ہے تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟ (۵) اس مسئلہ کو کشتی پر قیاس کرنے میں کیا قباحت ہے؟ (۶) اس مسئلہ کو قافلہ کے مسئلہ پر قیاس کریں جیسے وہاں چلتے اونٹ پر جائز ہے یہاں جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: (۱) نماز فرض واجب اور سنت فجر چلتی ہوئی گاڑی میں ناجائز ہے اور نفل اور دیگر سنن جائز ہیں۔ اس لیے کہ فرائض وغیرہ کے لیے جگہ کا ایک رہنا اور قبلہ کو نمازی کا منہ ہونا شرط ہے اور چلتی ہوئی ریل اور دیگر سواریوں میں یہ دونوں باتیں مفقود ہیں لہذا کسی چلتی ہوئی سواری پر یہ نمازیں جائز نہیں بجز جہاز اور کشتی کے۔ درمختار میں ہے۔

ولو صلّے علی دآبة فی شق محمل و هو یقدر علی النزول لاتجوز الصلوٰۃ علیها و هذه کلّه فی الفرض والواجب بانواعه و سنة الفجر و امّا فی النفل فتجوز علی

المحمل و العجلة مطلقاً اوررڈالمختار میں ہے والحاصل انّ کلّا من اتحاد المکان و استقبال القبلة شرط فی الصلوٰة غیر النافلة (ردالمحتار ـ ص ۵۱۹ ج ۱)

اس صورت میں آخر وقت تک ریل رکنے کا انتظار کرے جب وقت جاتا دیکھے پڑھ لے اور بعد میں بوقت موقع قضاء کرے کہ ریل کا کم ٹھہرنا اُن اعذار میں سے نہیں جن سے نماز سواری پر جائز ہوتی ہے۔

(۳) اس کا جواب اُوپر گزر گیا۔

(۴) اس مجبوری سے سفر غیر ضروری منع نہ ہُوں گے۔ کیونکہ نماز کی صورتیں اس میں ممکن ہیں۔ کما لا یمنع من الجماع فاقد الماء۔

(۵) کشتی پر ریل کا قیاس صحیح نہیں کہ وہ پانی پر چلتی ہے اور ریل زمین پر اور کشتی بھی اگر کنارا پر کھڑی ہو اور اتر نا ممکن ہو تو کشتی میں بھی یہ نمازیں جائز نہیں ہیں۔ عالمگیری میں ہے۔ و ان لم تکن مستقرة و تمکنه الخروج عنها لم تجز الصلوة فیها۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۴۴ ج ۱)

(۶) اونٹ کا حکم بھی یہی ہے کہ نفل نماز اس پر جائز ہے اور فرض وغیرہ ممنوع بلکہ اونٹ تو اگر کھڑا ہو جب بھی اُس پر فرض وغیرہ نمازیں جائز نہیں بخلاف ریل اور دیگر چار پیوں والی گاڑیوں کے کہ اگر وہ کھڑی ہُوں تو ان پر یہ نمازیں جائز ہیں کہ اب وہ مثل تخت کے ہیں۔ لہذا ان کا اونٹ پر قیاس کیسا؟ اور قیاس سے کیا فائدہ؟ (فتاویٰ نعیمیہ ص ۴۴)

سوال

جب چلتی گاڑی میں فرض وغیرہ نمازیں پڑھنا ناجائز ہے تو پھر علماء اس میں یہ نمازیں آخر وقت میں پڑھنے اور بعد میں اعادہ کرنے کا حکم کیوں دیتے ہیں؟

الجواب: فرض نماز کو اس کے وقت میں جس طرح پڑھنا ممکن ہو پڑھ لینا چاہیے تا کہ ترک نماز کا گناہ لازم نہ آئے۔ اب جب اُس نے چلتی گاڑی میں نماز فرض پڑھ لی تو ترک نماز کے گناہ سے بچ گیا پھر چونکہ یہ نماز صحیح ادا نہیں ہوئی اس لیے اعادہ کرے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

نوافل چلتی گاڑی میں بھی پڑھ سکتا ہے

فقہائے حنفیہ کی مندرجہ بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ چلتی گاڑی میں نوافل پڑھنا جائز ہے اور بعد میں ان کا

اعادہ بھی لازم نہیں ہوتا۔ کیونکہ نماز نفل میں شرع شریف نے بعض رعایتیں دی ہیں جو فرض نماز میں نہیں دی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مقیم شخص باوجود قدرت ہونے کے نفل بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے مگر فرض بے عذر شرعی بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ڈرائیور اور کلینر کا حکم

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے۔ یہ حکم مسافروں کے لیے ہے ڈرائیوروں اور کلینروں کے لیے نہیں بلکہ وہ بہر حال فرض و واجب و سنت فجر کی نمازوں کی ادائیگی کے لیے گاڑی روکیں گے۔ اور یہ نمازیں زمین پر ادا کریں گے۔ کیونکہ گاڑی کا روکنا ان کے اپنے اختیار میں ہے۔ ولہذا یہ مسافروں کے حکم میں نہیں ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اڈہ میں رُکی ہوئی بس میں نماز کا حکم

اڈہ میں ٹھہری ہوئی بس میں سیٹ پر بیٹھ کر رکوع وسجود کے اشارہ سے نماز فرض و واجب و سُنتِ فجر بلکہ عندالقدرۃ علی الرکوع والسجود اشارہ سے نماز نفل پڑھنا جیسا کہ ہم نے ایک اچھے خاصے دیندار شخص کو اڈا میں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے ناجائز ہے۔ ضروری ہے کہ مسافر زمین پر قبلہ رُخ ہو کر رکوع وسجود کے ساتھ ہر قسم کی نماز ادا کرے ہاں کھڑی بس کی چھت پر قیام و رکوع وسجود کے ساتھ پڑھے تو حرج نہیں کہ اس صورت میں بس کا چھت تخت کے مثل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

چلتی گاڑی میں نماز پڑھنے کا طریقہ

چونکہ شرعی عذر کے وقت مسافر چلتی گاڑی میں ہر قسم کی نماز اور بے عذر شرعی نفل نماز پڑھ سکتا ہے اس لیے عامۃ المسلمین کی تعلیم کی غرض سے چلتی گاڑی میں نماز پڑھنے کا طریقہ لکھا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔
بس کی سیٹ پر جس طرح بیٹھنا ممکن ہو بیٹھیں اور جوتے اتار کر کنارے رکھ دیں۔ گاڑی جس رُخ کو جا رہی ہے اسی رُخ کو منہ کریں اور نیت کر کے ہاتھ کانوں کے برابر تک اٹھائیں۔ پھر ناف کے نیچے باندھ کر ثناء تعوذ تسمیہ الحمد شریف اور سورۂ اخلاص پڑھیں۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر سر کو جھکا کر سر سے رکوع کا اشارہ کریں پھر سیدھے ہو کر تسمیع وتحمید کہیں پھر رکوع کے اشارہ سے پست تر اشارہ سجدے کے لیے کریں اور رکوع اور سجدہ

کے اشارہ کے وقت ہاتھ کھول کر رانوں پر رکھ دیں۔ پھر باندھ کر اسی طرح دوسری رکعت پوری کریں پھر رانوں پر ہاتھ کر التحیات درود شریف اور دُعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر دیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۷ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انیسواں مقالہ

جمعۃ المبارک کے معمولات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله ربّ العلمين والعاقبة للمُتقين والصلوٰة والسلام علىٰ نبى الانبيآءِ والمرسلين و علىٰ جميع اخوانه من النبيين وِالہ واصحابه وازواجه واحبابه اجمعين.

اس مقالہ مبارکہ "جمعۃ المبارک کے معمولات" میں جمعۃ المبارک کے فضائل و مسائل معتبر و مستند کتب علمائے اہلِ سنّت و جماعت سے نقل کیے گئے ہیں۔ **ربّنا تقبّل مِنّا انّکَ انت السميع العليم.**

جمعہ کی فضیلت

۱۔ جلیل القدر صحابی حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **افضلُ الايّام عند الله يوم الجمعة** اللہ کریم عزّ وجلّ کے نزدیک بہترین دن جمعہ کا دن ہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

۲۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **تُضَاعفُ الحسناتُ يوم الجمعة** جمعہ کے روز نیکیاں بڑھائی جاتی ہیں۔ (طبرانی فی الاوسط)

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جمعہ کا روز میری امّت کی بہترین عید کا دن ہے اور جمعہ کے دن کی دو رکعت نماز غیر جمعہ کے دن کی ایک ہزار رکعت نماز سے افضل ہے۔ اور جمعہ کے روز کی ایک تسبیح غیر جمعہ کے دن کی ایک ہزار تسبیح سے بہتر ہے۔ (دیلمی)

۴۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ **سيّدُ الايّام عند الله يوم الجمعة من يّوم الفطر و النحر** اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور وہ عید الفطر اور عید البقر کے دنوں سے زیادہ عظمت والا ہے (احمد)

۵۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ "بہترین دن جمعہ کا دن ہے اس دن میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور اس دن میں انھیں جنّت میں داخل کیا گیا۔ اور اُس دن میں انھیں جنّت سے نکالا گیا اور قیامت جمعہ کے دن قائم ہوگی" (مسلم شریف)

۶۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **من مات يوم الجمعة كتب الله له اجر شهيد و وقى فتنة القبر** ۔ جو شخص جمعہ کے روز وفات پائے۔ اللہ تعالیٰ اُس کے لیے شہید کا ثواب لکھتا

ہے اور وہ عذاب قبر سے بچایا جاتا ہے۔(نزھۃ الناظرین)

۷۔نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"جو شخص جمعہ کے دن یا اس کی رات میں وفات پائے اُسے عذاب قبر سے بچایا جاتا ہے اور اُس کے لیے اس کا عمل جاری رکھا جاتا ہے"(صحیح بیہاری)

۸۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ ہر جمعہ کے دن چھ سو ہزار گناہ گاروں کو دوزخ سے آزاد فرماتا ہے۔جن کے لیے دوزخ کا عذاب مقرر ہو چکا ہوتا ہے"(صحیح بیہاری)

نماز جمعہ کی فضیلت

ا۔حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **الجمعة الیٰ الجمعة و الصلوٰة الخمس کفارة لما بینهنّ اذا اجتنب الکبائر** ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور پانچ نمازیں اپنے اپنے درمیانی اوقات کے گناہوں کا کفارہ ہیں جبکہ بڑے بڑے گناہوں سے بچا جائے۔(صحیح بیہاری)۔

(۲) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔**المشی الیٰ الجمعة کل قدم منها کعمل عشرین سنة فاذا فرغ من صلوٰة الجمعة اجیز بعمل مائتین سنة** جمعہ کی طرف چلنے میں ہر قدم پر بیس سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔پھر جب وہ نمازِ جمعہ سے فارغ ہوتا ہے تو اُسے دو سو سال کی عبادت کا ثواب عطا ہوتا ہے۔(بیہقی فی شعب الایمان)۔

ترکِ جمعہ کا عذاب

ا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"جو شخص سستی کی بنا پر تین جمعے چھوڑے اللہ تعالیٰ اُس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔(مُسلم شریف)

۲۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص بلا وجہ تین جمعے ترک کرے۔وہ منافق ہے۔(بہار شریعت)۔

۳۔رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"یا تو لوگ جمعہ کی نماز چھوڑنے سے باز آجائیں گے یا اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا تو وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔"(ابن ماجہ)

صدقہ

امام غزالی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں ویستحب الصدقۃ فی ھذا الیوم خاصۃ اس دن (یعنی جمعہ کے دن) میں صدقہ بالخصوص مستحب ہے۔ (مختصر احیاء الدین ص ۴۷)

ایصالِ ثواب

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ "بعض روایات میں آیا ہے کہ جمعہ کی رات میں روح اپنے گھر میں آتی ہے اور وہ دیکھتی ہے کہ آیا اُس کے خویش و اقارب اُس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں یا نہیں" (اشعۃ اللمعات)

صلوٰۃ وسلام

۱۔ حضور پُرنُور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اکثروا الصّلوٰۃ علیّ لیلۃ الجمعۃ و یوم الجمعۃ فمن صلّی علیّ صلّی اللہ علیہ عشراً۔ جمعہ کی رات اور اُس کے دن میں مجھ پر بکثرت درود شریف بھیجو کہ جو کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے"

۲۔ نبیٔ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اکثروا الصّلوٰۃ علیّ یوم الجمعۃ فانّہ مشھود یشھدہ الملائکۃ یعنی جمعہ کے دن میں مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔ کیونکہ اس دن فرشتے حاضری دیتے ہیں۔ (ابن ماجہ)۔

تنبیہ

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اہل سنت کے ہاں نماز جمعہ کے بعد صلوٰۃ وسلام مل کر باآواز بلند پڑھنے کا جو دستور ہے وہ شرعاً جائز و محبوب اور اس امر مطلق میں داخل ہے ولکن الوھابیۃ قوم لا یعقلون.

سفر

حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "اگر جمعہ کے دن سفر کیا اور زوال سے پہلے شہر کی آبادی سے نکل جائے تو حرج نہیں ورنہ ممنوع ہے" (بہار شریعت ص ۱۰۴ ج ۴)

پہلی صف میں بیٹھنا

حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں نماز جمعہ کے لیے پیشتر سے جانا، مسواک کرنا، اچھے اور سفید کپڑے پہننا، تیل اور خوشبو لگانا اور پہلی صف میں بیٹھنا مستحب ہے اور غسل کرنا سنت ہے" (بہار شریعت ص ۱۰۲ ج ۴)

ظہر احتیاطی

حضرت مولانا امجد علی اعظمی فرماتے ہیں "ظہر احتیاطی خاص لوگوں کے لیے ہے جن لوگوں کو فرض جمعہ ادا ہونے میں شک نہ ہو اور عوام اگر ظہر احتیاطی پڑھیں تو انھیں جمعہ ادا ہونے میں شک ہوگا وہ نہ پڑھیں اور اس کی چاروں رکعتیں بھری پڑھی جائیں اور بہتر یہ ہے کہ جمعہ کی پچھلی چار سنتیں پڑھ کر ظہر احتیاطی پڑھیں پھر دو سنتیں اور ان چھ سنتوں میں سنت وقت کی نیت کریں" (بہار شریعت ص ۹۵ ج ۴)

غسل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں انّ الغسل یوم الجمعة یسل الخطا یا من اصول الشعرا ستلالاً بلا شک جمعہ کے روز غسل کرنا گناہوں کو بالوں کی جڑوں سے پوری طرح اکھاڑ کر نکال دیتا ہے (جامع صغیر)۔

روزہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ انّ یوم الجمعة یوم عید و ذکر فلا تجعلوا یوم عید کم یوم صیام و لکن اجعلوا یوم فطر الّا ان تخلطوہ با یام بے شک جمعہ کا دن عید اور ذکر الٰہی کا دن ہے۔ تم اس عید کے دن کو روزہ کا دن نہ بناؤ۔ بلکہ اس کو افطار کا دن بناؤ مگر یہ کہ تم اس کے روزہ کو باقی دنوں کے روزوں سے ملاؤ۔ (جامع صغیر)

نماز فجر با جماعت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لیس من الصلوات صلوٰة افضل من صلوٰة الفجر یوم الجمعةفی الجماعة وما احسب من شهد ها الا مغفوراً لهٗ۔ نمازوں میں سے کوئی نماز جمعہ کے دن کی

فجر کی باجماعت نماز سے افضل نہیں۔اور میرا خیال ہے کہ جو کوئی اس نماز میں حاضر ہوتا ہے۔وہ بخش دیا جاتا ہے۔(جامع صغیر)

تلاوت قرآن مجید

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔من قرأ سورة يسين في ليلة الجمعة غفر له۔جو شخص جمعہ کی شب سورۃ یٰسین کی تلاوت کرے۔اس کی بخشش کر دی جاتی ہے۔(نزہتہ الناظرین ص۸۲ ج ا)

۲۔حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔جو شخص جمعہ کے روز سورۃ کہف تلاوت کرے۔اس کے لئے اگلے جمعہ تک کے اوقات منور کر دیئے جاتے ہیں۔(نزہتہ الناظرین صفحہ ۸۲)

۳۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن سورۃ ہود تلاوت کیا کرو۔

۴۔رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن میں سورۃ دخان کی تلاوت کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے،(نزہتہ الناظرین ص۸۲)

۵۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔جو شخص جمعہ کے دن سورۃ آل عمران کی تلاوت کرے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سورج غروب ہونے تک اس پر رحمتیں بھیجتے رہتے ہیں۔(نزہتہ الناظرین ص۸۲)

قبر والدین کی زیارت

نبی اکرم،نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَن زارقبر والديه او احدهما يوم الجمعة وقرأ عنده يٰسين غفر له۔جو شخص جمعہ کے روز اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے۔اور اس کے پاس سورۃ یاسین کی تلاوت کرے تو اُس کی بخشش کر دی جاتی ہے۔(جامع صغیر)

مزاراتِ اولیاء کی زیارت

حضرت مولانا امجد علی اعظمی لکھتے ہیں۔"زیارت قبور مستحب ہے۔ہر ہفتہ میں ایک دن زیارت کرے۔جمعہ یا جمعرات یا ہفتہ یا سوموار کا دن مناسب ہے اور سب سے افضل روز جمعہ وقتِ صبح ہے۔اولیائے کرام کے مزارات طیبہ پر سفر کر کے جانا جائز ہے وہ اپنے زائر کو نفع پہنچاتے ہیں"(بہار شریعت) نیز جمعہ کے دن روحیں جمع ہوتی ہیں۔لہذا اس میں زیارت قبور کرنی چاہیے(بہار شریعت ص ۱۰۴ جلد چہارم)

صبح کی دُعا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص جمعہ کے دن نماز فجر سے پہلے تین بار کہے **استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الّا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ** اُس کے جملہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اگر چہ وہ سمندر کی جھاگ جتنے ہوں (نزہتہ الناظرین ص ۸۲)۔

ناخن تراشنا

"ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن ناخن ترشوائے اللہ تعالیٰ اُسے دوسرے جمعہ تک بلاؤں سے محفوظ رکھتا ہے اور تین دن زائد یعنی دس دنوں کے لیے اسے محفوظ فرماتا ہے (بہار شریعت ص ۱۹۵ ج ۱۶)۔

موئے زیرِ ناف مونڈھنا

"موئے زیرِ ناف دُور کرنا سنت ہے۔ ہر ہفتہ میں نہانا اور بدن کو صاف ستھرا رکھنا اور موئے زیرِ ناف دُور کرنا مستحب ہے اور بہتر جمعہ کا دن ہے" (بہار شریعت ص ۱۹۷ ج ۱۶)۔

مسواک

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ مسواک کرے اور جمعہ کے دن نہائے اور اگر گھر والوں کا عطر ہو تو اُس سے کچھ بدن پر ملے (جامع صغیر)۔

حجامت حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے **انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقلم اظفارہ و یقص شاربہ یوم الجمعۃ قبل ان یخرج الی الصّلوٰۃ** یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لیے نکلنے سے پہلے ناخن تراشا کرتے تھے اور مونچھیں پست کیا کرتے تھے (صحیح البہاری ص ۵۲۱)

خوشبو

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا **الغسل و الطیّب و اللباس یوم الجمعۃ** ۔ جمعہ کے دن غسل کرنا خوشبو لگانی اور لباس پہننا چاہیے (جامع صغیر)۔

عُمدہ لباس

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص جمعہ کے روز غسل کرے اور بہترین کپڑے پہنے اور اُس کے پاس خوشبو ہو تو اُس سے ملے پھر جمعہ کی نماز پڑھنے آئے۔ اس حال میں کہ وہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے۔ پھر اللہ کی فرض کی ہوئی نماز ادا کرے۔ پھر جب اُس کا امام نکلے تو خاموش رہے۔ یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہو جائے۔ کانت کفارةً لما بینها و بین الجمعة التی قبلها۔ تو اُس کے یہ اعمال اُس جمعہ اور گذشتہ جمعہ کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔ (ابوداؤد)

تیل کنگھی

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "لوگو! جب یہ دن (جمعہ کا دن) آئے تو تم غسل کرو اور جو بہترین تیل اور خوشبو میسر ہو اُسے استعمال کرو (ابوداؤد)۔

تجمیر

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "بلا شبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن مسجد میں جانے کے لیے اپنے کپڑوں کو دھونی دیا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری)۔

عمامہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ انّ الملائکة تصلّی علی العمائم یوم الجمعة بلاشبہ فرشتے اُن لوگوں کے حق میں دُعائے رحمت مانگتے ہیں جو جمعہ کے روز پگڑیاں باندھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ و قال الشیخ عبدُ القادر الجیلانی رحمۃُ اللہ و یتنظّفُ باخذ شعرہ و ظُفرِہٖ و قطع رائحتہٖ الکریھة ویلبس احسن لباسہٖ و افضلُھا البیاض و یعتمّ و یرتدی ۔یعنی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ مسلمان جمعہ کے دن ستھرائی حاصل کرے ناخن تراشنے، بال کاٹنے اور بدبُو دور کرنے کے سبب سے اور وہ عمدہ ترین لباس پہنے اور افضل لباس سفید لباس ہے اور عمامہ باندھے اور چادر اوڑھے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۶۱ ج ۲)

تعطیل جُمعہ

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں "اور اگر کوئی اس بات پر قادر ہو کہ وہ جمعہ کا دن آخرت کے لیے وقف کرے تو اُسے اس روز کوئی دینوی کام نہیں کرنا چاہیے۔ **فمن فعل فانّھا کفارۃ" لِما بین الجمعتین.** پس جو کوئی ایسا کرے اس کا یہ عمل اُس کے دو جمعوں کے مابین کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔(مختصر احیائے دین صفحہ ۴۷)

تبجیر

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں "جلدی جامع مسجد چلا جانا مستحب ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جو شخص پہلی گھڑی میں جامع مسجد کو روانہ ہوا۔ گویا اُس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک اونٹ صدقہ کیا اور جو دوسری گھڑی میں روانہ ہوا گویا اُس نے گائے صدقہ کی اور جو تیسری گھڑی میں روانہ ہوا گویا اُس نے سینگوں والا مینڈھا صدقہ کیا۔ اور جو چوتھی گھڑی میں روانہ ہوا گویا اس نے مرغی صدقہ کی اور جو پانچویں گھڑی میں روانہ ہوا گویا اُس نے انڈا صدقہ کیا۔ **فاذا خرج الامام طویت الصحف و رفعت الاقلام و اجتمعت الملائکۃ عندالمنبر یستمعون الذکر فمن جاء بعد ذلک فانما جاء لحق الصلوۃ لیس لہ' من فضل شئی۔** پھر جب امام خطبہ کے لیے نکلتا ہے تو رجسٹر بند کر دیے جاتے ہیں اور قلمیں اٹھالی جاتی ہیں اور فرشتے خطبہ سننے کے لیے منبر کے پاس جمع ہو جاتے ہیں۔ پس جو شخص اس وقت آیا وہ نماز کا حق ادا کرنے کے لیے آیا اُس کے لیے فضیلت میں سے کوئی شئی نہیں (مختصر احیا الدین ص ۴۷)

ثم قال الغزالی و کان فی القرن الاوّل تری الطرقات سحراً و بعد الفجر مملوئۃ من الناس یمشون فی السرج و یزدحمون فیھا الیٰ الجامع کا یّام العید حتیٰ اندرس ذلک و اوّل بدعۃ احدثت فی الا سلام ترک البکور الیٰ الجامع یوم الجمعۃ فقد قیل انّ النّاس یوم القیامۃ یکونون فی قربھم عند النظر الیٰ وجہ اللہ تعالیٰ علیٰ قدر بکورھم الیٰ الجمعۃ و دخل ابن مسعود رضی الہ تعالیٰ عنہ بکرۃ الی الجامع فرای ثلاثۃ نفرقد سبقوہ بالبکور فاغتم لذلک و جعل یعتب نفسہ و یقول لھا رابع اربعۃ

كذافي مختصرا حياً علوم الدين۔

آذان جمعہ کے بعد خرید وفروخت

پہلی آذان کے ہوتے ہی سعی واجب ہے اور بیع وغیرہ ان چیزوں کا جو سعی الی الجمعہ کے منافی ہوں چھوڑ دینا واجب ہے یہاں تک کہ راستے میں چلتے ہوئے خرید وفروخت کی تو بھی ناجائز ہے۔(بہار شریعت ص۱۰۲ ج۴)۔

نماز جمعہ کے بعد تجارت

تفسیر ابنِ کثیر میں آیت کریمہ فاذا قضیت الصّلوٰۃ کے تحت لکھا کہ بعض سلف صالحین سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایامن باع و اشتریٰ فی یوم الجمعة بعد الصّلوٰہ بارک اللہ لہ' سبعین مرّة ۔ جوشخص جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد خرید وفروخت کرے اللہ تعالیٰ اُس کے لیے ستر مرتبہ برکت نازل فرماتا ہے۔

تنبیہ

بعض دکاندار صلوٰۃ وسلام بلکہ دوسری دُعا سے پہلے مسجد سے چلے جاتے ہیں ایسا کرنا اچھا نہیں بلکہ سب کے ساتھ دُعا اور صلوٰۃ وسلام میں شامل ہونا چاہیے۔

خطبہ میں درود پڑھنا

خطیب جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے تو حاضرین دل میں دُرود شریف پڑھیں خطبہ کے دوران زبان سے پڑھنے کی اجازت نہیں (درمختار، بہارشریعت ص۱۰۲ ج۴)۔

خطبہ کے دوران انگوٹھے چومنا

خطیب جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام اقدس خطبہ میں ذکر کرے تو اس وقت انگوٹھے چومنے کی اجازت نہیں کیونکہ اس وقت خاموش بیٹھنا واجب ہے (واللہ اعلم بالصواب)۔

وظائف بعد از نماز جمعہ

امام غزالی فرماتے ہیں "جب نماز جمعہ سے فارغ ہو جائے تو سات بار الحمد شریف، سات بار سورۂ اخلاص، سات سات بار معوذتین پڑھے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ یہ وظیفہ ایک تعویذ ہے جو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک شیطان سے پناہ کا کام دیتا ہے اور یہ دُعا پڑھے **اللهم یا غنی یا حمید یا مبدی یا رحیم یا ودود اکفنی بحلالک عن حرامک و اغنی بفضلک عمن سواک** اور کہا گیا ہے کہ جو شخص اس دُعا کو پڑھتا رہے گا وہ ضرور ایسی جگہ پہنچ جائے گا جس کا اُسے پہلے سے کوئی علم نہ تھا اور لوگوں سے یکسر بے نیاز ہو جائے گا اور پھر چھ رکعات نماز سنت ادا کرے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہی مقدار منقول ہے (کیمیائے سعادت، باب آداب الجمعہ)

صلوٰۃ التسبیح

امام غزالی فرماتے ہیں "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعہ کے دن صلوٰۃ التسبیح کو ہرگز ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے" (کیمیائے سعادت)۔

اعتکاف

امام غزالی فرماتے ہیں "نماز جمعہ کے بعد اتنی دیر تک جامع مسجد میں معتکف رہے کہ وہ نماز عصر وہیں ادا کر سکے اور وہ شام تک وہیں رہے تو اس میں اور بھی فضیلت ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا ثواب ایک حج اور ایک عمرہ کے برابر ہے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو گھر چلا جائے مگر ذکر الٰہی سے غافل نہ رہے تا کہ جمعہ کی مخصوص قیمتی ساعت اُسے غفلت کی حالت میں نہ پائے اور اس طرح اس کی فضیلت سے محروم نہ رہ جائے۔

(کیمیائے سعادت)۔

ساعتِ اجابت

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے کہ اگر کوئی مسلمان بندہ اُسے پالے اور وہ اس میں اللہ تعالیٰ سے کسی بھلائی کا سوال کرے تو وہ اُسے ضرور دے دیتا ہے" رہا یہ کہ وہ کونسی ساعت ہے تو اس میں بہت سی روایتیں ہیں اُن میں دو قوی ہیں ایک یہ کہ امام کے خطبہ کے لیے بیٹھنے سے ختم نماز تک ہے اور دوسری یہ کہ وہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے (بہار شریعت ص۸٦ ج ۴)۔

عیادت مریض

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص جمعہ کے روز روزہ رکھے، کسی بیمار کی عیادت کرے، کسی مسکین کو کھانا کھلائے، کسی جنازہ کے ہمراہ جائے تو چالیس برس تک اُس کے پیچھے کوئی گناہ نہ لگے گا۔ (جامع صغیر)۔

قیلولہ

حضرت سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نماز جمعہ کے بعد دوپہر کا کھانا کھایا کرتے تھے اور قیلولہ کیا کرتے تھے (صحیح البخاری)۔

جماع

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص جمعہ کے روز اپنی بیوی سے ہمبستری کرے، پھر غسل کرے اور جامع مسجد میں سویرے سویرے چلا جائے۔ اور کوئی بے فائدہ بات نہ کرے تو اُس کے ہر قدم پر اُس کے لیے ایک سال کے روزوں اور نمازوں کا ثواب ہے۔ ثم قال شیخ المشائخ سیدنا الشیخ عبدالقدر الجیلانی نور اللہ مرقدہ و ھذا یستحب عند اھل العلم اتیان الزوجۃ فی یوم الجمعۃ و کان بعض السلف یفعلہ اتباعاً ھذا الحدیث.
(غنیۃ الطالبین ص۶۱ ج ۲)

(۸ صفر المظفر ۱۴۰۰ھ۔)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیسواں مقالہ

نماز اشراق کے فضائل و مسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمّد والہ واصحابہ اجمعین امّابعد.

حدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوشخص فجر کی نماز کے بعد اُسی جگہ مصلّٰے پر بیٹھا رہے اور ذکر میں مشغول رہے اور پھر اشراق کی نماز پڑھے تو اُس کو ایک مقبول حج وعمرہ کا ثواب ملے گا۔ اس حدیث مبارکہ میں چند اُمور کی وضاحت کی درخواست ہے۔

(۱) اس حدیث میں فجر کی نماز سے مراد باجماعت نماز ہے یا نہیں؟

(۲) نماز فجر جماعت سے ادا کی گئی ہے تو آیا وہ شخص جو اشراق پڑھنے کا خواہش مند ہے اپنی جگہ سے اُٹھ کر دیگر حضرات سے مصافحہ کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۳) اشراق کے انتظار میں مسجد کے اندر یا صحن میں چہل قدمی کرسکتا ہے؟

(۴) جہاں فجر کی نماز پڑھی ہے اُس جگہ کو چھوڑ کر کسی اور جگہ تلاوت قرآن کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۵) نماز فجر پڑھ کر گھر جاکر اشراق پڑھے تو کیا وہ شخص حج وعمرہ کا ثواب پائے گا یا نہیں؟

(۶) صحن مسجد میں جاکر تازہ ہوا کے لئے اشراق کا انتظار کرتا ہے تو کیا یہ مناسب ہے؟

(۷) پیروں میں درد کی وجہ سے پیروں کو پھیلانے سے آرام ملتا ہے، تو ایسا شخص مصلّٰے کو چھوڑ کر دوسری جگہ انتظار کرے تو اُس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا یا نہیں؟

(۸) کسی کا وضو بھی ٹوٹا تو کیا ایسا شخص تازہ وضو کے لئے جاسکتا ہے؟

(۹) اشراق کے نفلوں کی کتنی رکعات ہیں؟

(۱۰) کیا کوئی خاص سورت پڑھی جائے یا کوئی بھی؟

(۱۱) سورج کتنے منٹ میں ممنوع اوقات سے باہر آجاتا ہے دس پندرہ یا بیس؟

(۱۲) چاشت کا وقت کب شروع ہوتا ہے۔ براہ مہربانی وضاحت سے جواب عنایت فرمائیں تاکہ عوام الناس غلط فہمی سے نجات حاصل کریں اور ثواب کے پورے پورے حقدار ہوں۔

(نیاز مند محمد اسحاق ۶/۲۵۴)(لیاقت آباد کراچی ۷۵۹۰۰)

الجواب بتوفیق الملک الوهّاب عزّ و جلّ:

نماز اشراق کے متعلق چند احادیث مبارکہ پہلے نقل کی جاتی ہیں پھر مندرجہ بالا سوالات کے جوابات عرض کیے جائیں گے۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **من صلّے فی جماعة ثم قعد یذکر اللّٰه حتّٰی تطلع الشمس ثمّ صلّٰی رکعتین کانت له کاجر حجة وعمرة قال رسول اللّٰه صلے اللّٰه علیه وسلّم تامة تامة تامة.**

جو شخص باجماعت نماز پڑھے پھر ذکر الٰہی کرتے ہوئے بیٹھا رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے پھر دو رکعتیں پڑھے تو اُس کے لئے حج وعمرہ کے ثواب جتنا ثواب ہے۔ روای نے فرمایا اِس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پُورا، پُورا، پورا۔ راوہ ابوعیسیٰ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن غریب۔

(سنن ترمذی ص ۱۰۳ ج ۱، مشکوٰۃ ص ۸۱ ج ۱، الحاوی للفتاوی ص ۴۲ ج ۱)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اِس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں اور حاصل کلام یہ ہوا کہ نماز اشراق کی دو رکعتوں کا ثواب باجماعت نماز فجر پڑھنے اور عمرہ کا ثواب نماز اشراق پڑھنے کی وجہ سے ہے کیونکہ حج فرض اور عمرہ نفل ہوتا ہے۔ اور اگرچہ یہ حقیقت میں حج وعمرہ کی مثل نہیں کیونکہ ثواب مشقت کے اندازہ پر ہوتا ہے لیکن اُن کے مشابہ ہے اور اس کا اِس قدر ثواب ہے کہ گویا وہ اُن کا عین ہے اور علماء نے اِسے ناقص کو کامل کے ساتھ ملحق کرنے کے باب سے قرار دیا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ص ۴۲۳ ج ۱)

(۲) امام احمد طحطاوی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ نقل کی ہے۔ **من صلّی الفجر فی جماعة ثم قعد یذکر اللّٰه تعالیٰ حتی تطلع الشمس ثم صلے رکعتین کانت له کاجر حجّة تامة و عمره تامة ھذا** حدیث حسن جو شخص نماز فجر باجماعت پڑھے پھر ذکر الٰہی کرتے ہوئے بیٹھا رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے۔ پھر دو رکعتیں پڑھے، تو اُسے پورے حج اور پورے عمرہ کے ثواب جیسا ثواب ملتا ہے یہ حدیث حسن ہے (حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۲۱)

(۳) حضرت سہل بن معاذ الجھنی اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من قعدفی مصلاه حین ینصرف من صلوٰۃ الصبح حتّٰی یسبح رکعتی الضحٰی لایقول الا خیراً غفرله خطایاه وان کانت اکثر من زبد البحر ۔ جو شخص نماز فجر سے فارغ ہونے کے بعد اپنی جائے نماز میں بیٹھا رہے یہاں تک کہ وہ ضحیٰ کی دو رکعتیں پڑھے۔ اس حال میں کہ وہ نہ کہے مگر اچھی بات تو اُس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہوں۔

(سنن ابی داؤد ص ۱۸۲ ج ۱، مشکوٰۃ ص ۱۰۶ ج ۱)

شیخ عبدالحق فرماتے ہیں، اس حدیث میں ضحیٰ کی دو رکعتوں سے مراد نماز اشراق کی دو رکعتیں ہیں اور دوسری حدیثوں میں نماز اشراق اور نماز چاشت دونوں کا احتمال موجود ہے۔ (اشعۃ اللمعات ص ۵۵۲ ج ۱)

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مامن عبد صلّی صلاۃ الصبح ثم جلس فی مجلس حتٰی تطلع الشمس ثم یقوم فیصلی رکعتین او اربع الا کان له خیراً ممّا طلعت علیه الشمس. کوئی بندہ نہیں جو صبح کی نماز پڑھے پھر اپنی جگہ میں بیٹھا رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے پھر وہ دو یا چار رکعتیں پڑھے مگر اُس کے لئے یہ بات ہر اُس چیز سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوا۔ (الحاوی للفتاوی ص ۴۲ ج ۱)

(۵) امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص صبح کی نماز پڑھے پھر اپنی جائے نماز پر ذکر الٰہی کرتے ہوئے بیٹھا رہے۔ یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے پھر دو رکعتیں اشراق کی پڑھے تو اللہ تعالیٰ آگ پر یہ بات حرام فرما دیتا ہے کہ وہ اسے جھلسے یا کھائے۔ (الحاوی للفتاوی ص ۴۳ ج ۱)

(۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ذکر الٰہی کرنے والوں کے ساتھ میرا صبح کی نماز سے طلوع آفتاب تک بیٹھا رہنا میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اولاد اسماعیل کے چار غلام آزاد کروں۔ اور ذکر الٰہی کرنے والوں کے ساتھ میرا نماز عصر سے غروب آفتاب تک بیٹھا رہنا میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ چار غلام آزاد کروں۔ رواہ ابو داؤد وحسنہ، السیوطی فی جامع الصغیر ص ۲۲ ج ۲ مشکوٰۃ ص ۸۱ ج ۱

شیخ عبدالحق اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں،، جاننا چاہیے کہ اس حدیث میں ذاکرین کے ساتھ بیٹھے رہنے کا بظاہر مفہوم ذکر الٰہی میں ان کے ساتھ شریک ہونا ہے اور اگر صرف بیٹھنا اور ان کی صحبت میں رہنا ہی

مراد ہو تو یہ بھی درست ہے کیونکہ اسی معنیٰ میں یہ آیا ہے۔ **هُمُ الجُلَسَاء لایشقٰی جَلیسِهُم** ۔ وہ بیٹھنے والے ہیں کہ اُن کا ساتھی بد بخت نہیں ہوتا۔ (اشعۃ اللمعات ص۴۲۲ ج۱)

(۷) طبرانی اوسط میں حسن سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔ جو شخص نماز فجر پڑھے پھر اپنی جگہ پر بیٹھا رہے اور کوئی بے فائدہ دنیاوی کام نہ کرے اور اللہ کو یاد کرتا رہے یہاں تک کی اشراق کی چار رکعتیں پڑھے تو وہ گناہوں سے اِس طرح نکل جاتا ہے جس طرح وہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اُسے جنا تھا۔ اس پر کوئی گناہ نہیں تھا۔ (الحاوی للفتاوی ص۴۲ ج۱)

(۸) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کا ایک دستہ (جہاد کے لئے) روانہ فرمایا۔ اس دستے نے مال غنیمت حاصل کیا اور بہت جلدی واپس چلا آیا تو لوگوں نے اس کی کثرت غنیمت اور جلدی کے ساتھ واپسی کے بارہ میں گفتگو شروع کر دی۔ آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس سے زیادہ ثواب والا جہاد، کثرت غنیمت اور جلدی واپس چلا آنے والا دستہ نہ بتاؤں۔ **من توضا ثم غدا الی المسجد لسبحة الضحٰی فهوا قرب منه مغذیً واکثر غنیمةً واوشک رجعةً** .

جو شخص وضو کرے پھر مسجد کی طرف نماز اشراق پڑھنے کیلئے جائے تو اس کا یہ عمل زیادہ ثواب والا جہاد، زیادہ کثرت والا مال غنیمت اور زیادہ جلدی واپس آنے والا دستہ ہے۔

(الحاوی للفتاوی ص۴۳ ج۱) (مشکوۃ ص۸۲ ج۱)۔

(۹) حضرت سماک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے۔ فرمایا۔ ہاں بہت مرتبہ۔ **فکان رسول اللّٰه علیه وسلم لایقوم من مصلّاه الذی صلیّٰ فیه الغداة حتی تطلع الشمس فاذا طلعت قام صلی اللّٰه علیه وسلم.**

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے نہیں اٹھا کرتے تھے جس میں نماز فجر پڑھتے تھے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا تھا پھر سورج طلوع ہو جاتا تو آپ نماز اشراق پڑھنے کیلئے کھڑے ہوتے تھے۔

(سنن ابی داؤد ص۱۸۳ ج۱)

(۱۰) سید غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو سورج کے نکلنے تک وہیں بیٹھے رہتے تھے۔ آپ کو کہا گیا کہ آپ یہ کیوں کرتے ہیں؟ تو فرمایا اُرِیْدُ بِہِ السُّنَۃَ میں اس عمل کے ذریعہ سے سنت کی ادائیگی کا ارادہ کرتا ہوں۔
(غنیۃ الطالبین ص ۹۴ ج ۱)

(۱۱) اور یہی بزرگ اپنی سند کے ساتھ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بلاشبہ میرا کسی قوم کے ساتھ اللہ کو یاد کرتے ہوئے یعنی تکبیر تہلیل پڑھتے ہوئے نماز فجر سے طلوع آفتاب تک بیٹھا رہنا مجھے اس سے زیادہ محبوب اور خوش کن ہے کہ میں دو غلام آزاد کروں۔ (غنیۃ الطالبین ص ۹۴ ج ۲)

(۱۲) اور یہی بزگ اپنی سند کے ساتھ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مسجد میں صبح کی نماز پڑھے پھر ذکر الٰہی کرتے ہوئے طلوع آفتاب تک بیٹھا رہے پھر جب آفتاب طلوع ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے اور دو رکعتیں کھڑے ہو کر پڑھے تو اللہ اُس کو اُس کی ہر رکعت کے عوض میں جنت میں ایک لاکھ حوریں عنایت فرماتا ہے۔ جبکہ اِن میں سے ہر حُور کے ہمراہ ایک لاکھ کنیزیں ہوں گا اور یہ شخص اللہ کے نزدیک اوابین (عبادت گزاروں) میں شمار ہوتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین ۹۴ ج ۱)

سوالات کے جوابات

نماز اشراق کی فضیلت کے بارہ میں بارہ احادیث متبرکہ پیش کرنے کے بعد مندرجہ بالا سوالات کے جوابات عرض کیے جاتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

جواب سوال نمبر ۱

چونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں فی جماعۃ فرمایا گیا ہے اس لئے ظاہر یہی ہے کہ نماز فجر سے مراد با جماعت نماز فجر ہے ہاں یہ ضروری نہیں کہ جماعت مسجد ہی میں ہوئی ہو بلکہ گھر کی جماعت بھی کافی ہے۔ امام احمد طحطاوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں (قولہ فی جماعت) ولو مع اھل بیتہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد جماعت میں) سے مراد یہ ہے کہ اگر چہ اپنے گھر والوں کے ساتھ نماز فجر

باجماعت پڑھے۔(حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۲۱) ہاں بہتر یہ ہے کہ مسجد میں نماز فجر اور نماز اشراق تک اپنی جائے نماز ہی پر بیٹھے ہوئے ذکر الٰہی کرتا رہے کہ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔من صلّے الغداۃ فی مسجدہ ثم جلس یذکر اللّٰہ الی ان تطلع الشمس.
(غنیۃ الطالبین ص ۹۴ ج ۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر۲

نماز اشراق پڑھنے والا شخص اپنی جائے نماز سے اٹھ کر دوسروں سے مصافحہ کر سکتا ہے بلکہ اچھی گفتگو بھی کر سکتا ہے۔کہ جائے نماز پر بیٹھا رہنا شرط نہیں کہ عنقریب بیان ہوگا۔ان شآء اللہ العزیز اور ایک روایت میں آیا ہے لایقول الا خیراً۔نہ کہے مگر اچھی بات۔(مشکوٰۃ ص ۱۰۴ ج ۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر۳

نماز اشراق کے انتظار کے دوران نمازی مسجد کے اندر یا اس کے صحن میں چہل قدمی کر سکتا ہے۔حدیث شریف میں بیٹھے رہنے کا جو ذکر ہے وہ قید اتفاقی ہے احترازی نہیں۔قال الامام احمد الطحطاوی (قولہ ثم قعد) افادا العلامۃ القاری فی شرح الحصن الحصین ان القعود لیس بشرط وانما المدار علی الاشتغال بذکر ھذا الوقت (قولہ ثم صلے رکعتیں) ویقال لھما رکعتا الاشراق وھما غیر سنّۃ الضحی (قولہ تامۃ) ای کل منھما ای غیر ناقص لو ابھما بارتکاب نحو محظورا حرام اوفساد والمراد الحج النفل والتاکید یفید ان لہ ذلک الاجر حقیقۃ ولیس من قبیل الترغیب (حاشیۃ المراقی ص ۱۲۱)
وقال علی القاری (قولہ ثم قعد یذکر اللّٰہ) ای استمر فی مکانہ و مسجدہ الذی صلے فیہ فلاینافیہ القیام لطواف اولطلب علم او مجلس وعظ فی المسجد بل و کذا لورجع الی بیتہ واستمر علیٰ الذکر (قولہ ثم صلے رکعتین)
قال الطیبی ای ثم صلّے بعد ان ترتفع الشمس قدر رمح حتّی یخرج وقت الکراھۃ وھذا الصلوٰۃ تسمیٰ صلوٰۃ الاشراق وھی اول صلوٰۃ الضحی (قولہ تامۃ) صفۃ لحجۃ وعمرۃ کررّھا ثلاثاً للتاکید. (مرقاۃ شرح المشکواۃ ص ۳۲۵ ج ۲)

وقال الشیخ المحقق الدهلوی ظاهر حدیث درآن است که این ثواب مترتب برنشستن درجائے نماز است واگر برخیزد ودرخلوت رود و مشغول گردد این ثواب برآن مترتب نگردد درحدیث دیگر نیز آمده است که هر که بعد از نماز درجائے خود نشسته بماند وذکر کند دعا می کُند اورا فرشتگان برحمت ومغفرت ودر وصایائے مشائخ مذکور است که اگر ترس تفرقه وپریشانی باشدیا ریاء راه یابد در خلوت خود برود و مشغول گرددوبعض می گوید که ثواب ذکر ومشغولی بحال خود است و گفته اند که استقبال قبله دریں وقت از دست ندهد واگر خواب آیدهم پس پابرود ودفع کند.

(اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ ص ۵۵۳ ج ۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر ۴

نمازِ اشراق کا ارادہ رکھنے والا شخص جہاں نمازِ فجر باجماعت پڑھی ہے اُسے چھوڑ کر دوسری جگہ میں بیٹھ کر تلاوت قرآن مجید کرسکتا ہے۔ قال الشیخ السیدعبد القادر الجیلانی رحمۃ اللّٰہ علیہ واما الورد الاوّل من النهار فیستحب الجلوس من بعد صلوٰۃ الفجر الی طلوع الشمس یذکر اللّٰہ فیه اما بتلاوۃ القرآن اوتسبیح او تفکر اوتذکر اوتعلیم اوجلوس الی عالم وکذلک بعد صلوٰۃ العصر الیٰ غروب الشمس لانهماوقتان نهی عن التنفل بالصلوٰۃفیهما. (غنیۃ الطالبین ص ۹۳ ج ۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر ۵

نمازِ فجر پڑھ کر گھر جا کر نمازِ اشراق پڑھے تو بھی حج وعمرہ کا ثواب پائے گا۔ کیونکہ ابھی علمائے حق کی عبارات گزریں کہ مسجد میں جائے نماز پر بیٹھا رہنا شرط نہیں۔ بلکہ نمازِ فجر سے نمازِ اشراق تک جملہ وقت میں ذکرِ الٰہی کا جاری رہنا شرط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر ۶

نماز اشراق کے انتظار کے دوران صحن مسجد میں بیٹھ کر ہوا خوری کرنا جائز ہے ہاں ذکر الٰہی جاری رکھے یا کم از کم اعتکاف کی نیت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر ۷

پیروں میں درد کی وجہ سے پیروں کو پھیلانے سے آرام ملتا ہے ایسا شخص مصلّے کو چھوڑ کر دوسری جگہ انتظار کرے تو اسے بھی اتنا ہی ثواب ملے گا۔ جبکہ نماز اشراق تک مسلسل ذکر الٰہی کرتا رہے۔ کمامرّ آنفاو اللہ اعلم بالصواب۔

جواب سوال نمبر ۸

نماز فجر کے بعد ذکر الٰہی میں مشغول تھا کہ وضو ٹوٹ گیا تو وضو کرنے کیلئے مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔ تازہ وضو کر کے واپس آجائے اور نماز اشراق پڑھے۔ اس صورت میں بھی اُسے حج وعمرہ کا ثواب ملے گا بشرطیکہ وضو کے دوران ذکر الٰہی کرتا رہے اور کوئی دنیوی بات نہ کرے۔ اور وضو نہ ٹوٹنے کی صورت میں تازہ وضو نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر ۹

نماز اشراق کی تعداد کم از کم دو رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔ شیخ عبدالحق لکھتے ہیں۔ پستر بگزارد دو رکعت اقل این است و تا دروازہ رکعت نیز آمدہ است۔ پھر دو رکعتیں پڑھے اور یہ کم تعداد ہے اور بارہ رکعت تک کا حدیثوں میں ذکر آیا ہے۔

(اشعۃ اللمعات ص ۴۲۳ ج ۱) واللہ تعالیٰ اعلم

جواب سوال نمبر ۱۰

مولوی رکن الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نماز اشراق کا طریقہ بدیں الفاظ لکھتے ہیں۔ "اشراق کی

دو رکعتیں بھی ہیں اور چار بھی۔ پہلی رکعت میں فاتحہ شریف کے بعد آیۃ الکرسی تین بار سورۂ اخلاص سات بار اور دوسری رکعت میں فاتحہ شریف کے بعد سورہ والشمس اور تیسری رکعت میں فاتحہ شریف کے بعد سورۂ والسماء والطارق اور چوتھی رکعت میں فاتحہ شریف کے بعد آیت الکرسی ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھنا افضل ہے اور اس کے ثواب کی انتہاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف فرماتا ہے کہ اے بندے اب تو از سرِ نو عمل کر۔

(کتاب رکن دین ص ۱۰۰ بحوالہ غنیۃ الطالبین) واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر ۱۱

عند الطلوع مکروہ وقت کے بارہ میں امام صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ "طلوع سے مُراد آفتاب کا کنارہ ظاہر ہونے سے اُس وقت تک ہے کہ اُس پر نگاہِ خیرہ ہونے لگے جس کی مقدار چمکنے سے ۲۰ منٹ تک ہے۔

(بہار شریعت ص ۲۱ ج ۳ بحوالہ علمگیری و درمختار وفتاویٰ رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر ۱۲

چاشت کی نماز کے وقت کے بارہ میں شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اور نماز اشراق کے وقت کی ابتداء اس حدیث کے ظاہر کے حکم پر طلوع آفتاب ہے اور بعض علماء اسی قول پر ہیں۔ اور جمہور کے نزدیک آفتاب کے ایک نیزہ بلند ہونے تک اس کا آخری وقت ہے اور بعض حدیثوں میں نیزہ کی مقدار کا ذکر موجود ہے اور لوگوں میں مشہور یہ ہے کہ یہ نماز اشراق کہلاتی ہے اور بعض حدیثوں میں اس نام کے ساتھ اس نماز کو موسوم کیا گیا ہے۔ اور اکثر حدیثوں میں اس نماز پر چاشت کا نام آیا ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ دونوں (اشراق و چاشت) نمازیں ایک ہی نماز ہے۔ طلوع آفتاب کے قریب اس کا وقت شروع ہوتا ہے۔ اور زوال سے پہلے تک باقی رہتا ہے (اشعۃ اللمعات ص ۲۲۳ ج ۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۳ شعبان المعظم ۱۴۱۶ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اکیسواں مقالہ

نماز تہجد کی شرعی حیثیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین امابعد ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال بابت اپریل ۱۹۹۲ء کے صفحہ نمبر ۱۰ پر تہجد کے عنوان سے حضرت مولانا ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے سنت مؤکدہ کی سُرخی قائم فرما کر لکھا۔ "خلاصہ یہ ہے کہ نماز تہجد حضور ﷺ پر فرض تھی جیسے نافلۃً لک اور فتہجد کے ارشادات سے واضح ہُوا۔ اور حضور ﷺ کی امت کے لئے سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ اگر بستی میں کسی ایک نے بھی یہ نماز پڑھ لی تو سب کی طرف سے ادا ہو جائے گی۔ اور اگر کسی نے نہ پڑھی تو ساری بستی کے باشندے سنت کے تارک ہوں گے"۔ اھ بلفظہ۔

یہ عبارت پڑھ کر راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفر اللہ تعالیٰ لہ کو سخت قلبی خلجان لاحق ہوا۔ کیونکہ اگر نماز تہجد سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے تو ظاہر ہے کہ بستی میں کوئی ایک بھی نہ پڑھے تو سب کا گناہگار ہونا لازم آتا ہے۔ اور آجکل اکثر جگہوں کے سب مسلمان نماز تہجد کے تارک ہوتے ہیں۔ اور اکثر بستیوں میں کوئی ایک بھی تہجد خوان نہیں ہوتا۔ اس لئے مناسب سمجھا کہ اس مسئلہ کی تحقیق کتب فقہ حنفی سے کی جائے اور حقیقت مسئلہ تک پہنچا جائے۔ بحمد اللہ تعالیٰ کتب معتبرہ کی عبارات کی روشنی میں ہم نے نماز تہجد کی شرعی حیثیت اس مختصر رسالہ میں لکھ دی ہے اللہ تعالیٰ اس دینی خدمت کو ذریعہ بخشش بنائے آمین۔

شاہ صاحب مُوصوف کا اصل ماخذ

حضرت مولانا مفتی احمد یار خان صاحب کی مندرجہ ذیل عبارت ہے۔ "تہجد کم از کم دو رکعت اور زائد سے زائد بارہ رکعتیں ہیں۔ حضور اکثر آٹھ پڑھتے تھے۔ صحیح یہ ہے کہ حضور ﷺ پر نماز تہجد فرض تھی۔ حضور کی امت پر سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے کہ اگر بستی میں ایک بھی پڑھ لے سب کی طرف سے ادا ہو جائے گی۔ اور اگر کسی نے نہ پڑھی تو سب سنت کے تارک ہُوئے۔ اھ بلفظہ (نور العرفان فی حاشیۃ القرآن ص ۴۶۲)

چونکہ مفتی صاحب نے اپنے اس قول کا کوئی ماخذ لکھا نہیں تھا۔ اس لئے راقم نے کتب تفاسیر و فقہ و حدیث میں اس قول کے ماخذ کو تلاش کرنا شروع کیا۔ سو اس فقیر کی نظر سے جتنی کتب گزریں ان میں سے کسی ایک میں بھی یہ لکھا ہُوا نہ پایا کہ نماز تہجد اُمت کے حق میں سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے بلکہ فقہاء حنفیہ کی کتب مبارکہ میں اس نماز کا مندوب یعنی مستحب ہونا بالتصریح لکھا ہُوا دیکھا۔ اس کے سنت ہونے کی تصریح بھی بعض کتب میں

دیکھی۔ظاہر ہے کہ اس سنّت سے مراد سنت مستحبہ ہی ہے۔ورنہ سنّت اور مندوب کی روایتوں میں تطبیق کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟افادہ ناظرین کے لئے چند عبارات ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔وباللہ التوفیق۔

(۱)صدرالشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب اعظمی خلیفہ اعلیٰ حضرت بریلوی کتاب مستطاب بہار شریعت کے حصہ چہارم مصدقہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہما میں لکھتے ہیں۔

صلوٰۃ اللیل۔رات میں بعد نماز عشاء جو نوافل پڑھے جائیں اُن کو صلوٰۃ اللیل کہتے ہیں۔اسی صلوٰۃ اللیل کی ایک قسم تہجد ہے کہ عشاء کے بعد رات میں سو کر اُٹھیں اور نوافل پڑھیں سونے سے پہلے جو کچھ پڑھیں وہ تہجد نہیں (ردالمحتار)تہجد نفل کا نام ہے۔اگر کوئی عشاء کے بعد سو رہا پھر اُٹھ کر قضا پڑھی تو اس کو تہجد نہ کہیں گے۔جو شخص تہجد کا عادی ہو بلا عذر اُسے چھوڑنا مکروہ ہے(بہار شریعت ص۲۲ ج۴ ملتقطاً)

الحمدللہ اس ایک کتاب نے صاف صاف فیصلہ سُنا دیا کہ نماز تہجد نفل کا نام ہے۔لہٰذا اس کو سنّت مؤکدہ علی الکفایہ کہنا درست نہیں ہے۔

(۲)اورعلامہ ابن نجیم بحرالرائق میں لکھتے ہیں۔**قد تردد فی فتح القدیر فی صلوٰۃ التہجد اھی سنۃ فی حقنا ام تطوّع واطال الکلام علی وجہ التحقیق کما ھو دابہ واوسع منہ ما ذکرہ فی اواخر شرح المنیۃ.** (بحرالرائق ص۵۲ ج۲)

اورعلامہ شامی اس کتاب کے حواشی میں فرماتے ہیں۔**قد اختلف العلماء فی ذلک ثم ذکر الادلۃ للفریقین والذی حط علیہ کلامہ انّ الفرضیۃ منسوخۃ کما قالت عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا فی حدیث رواہ مسلم وابو داود والنسائی** (منحۃ الخالق ص۵۲ ج۲)

اوریہی بزرگ اس کے متعلق ردالمحتار میں لکھتے ہیں۔**ومفادہ اعتماد السنیۃ فی حقنالانّہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم واظب علیہ بعد نسخ الفرضیۃ ولذ اقال فی الحلیۃ والاشبہ انّہ سنّۃ**(ردالمحتار ص۵۰۶ ج۱)

ان عبارات کا ماحصل یہ ہے کہ صاحب فتح القدیر نے اپنی تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ نماز تہجد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فرض تھی۔پھر منسوخ ہوگئی۔اور ہمارے حق میں سنّت ہے۔اقول اس جگہ سنّت سے مراد سنّت مؤکدہ علی الکفایہ نہیں بلکہ سنّت مستحبہ ہے۔جیسا کہ صاحب بہار شریعت نے ردّالمحتار کے حوالے سے اس نماز کا نفل ہونا لکھا۔**کما مرّ کلامہ الشریف آنفاً واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔**

(۳)اورصاحب بحرالرائق لکھتے ہیں۔**ومن المندوبات صلوٰۃ اللیل حثت السّنۃ الشریفۃ علیہا**

كثيراً افادت انّ لفا علها اجراً كبيراً فمنها مافى صحيح مسلم مرفوعاً افضل الصيام بعد رمضان شهر اللّٰه المحرم وافضل الصلوٰة بعد الفريضة صلوٰة الليل وروى ابن خزيمة مرفوعاً عليكم بقيام الليل فانه داب الصالحين قبلكم وقربة الى ربكم و مكفرة للسيات ومنهاة عن الاثم وروى الطبرانى مرفوعاً لابدّ من صلوٰة بليل ولو حلب شاة وما كان بعد صلوٰة العشاء فهومن الليل اه وهو يفيد انّ هذه السنة تحصل بالتنفل بعد صلوٰة الليل قبل النوم. اور مستحب نمازوں میں سے ایک صلوٰۃ اللیل ہے۔ حدیث شریف نے اس پر بہت اکسایا ہے اور اس کے کرنے والے کے لئے بڑا اجر ثابت کیا ہے۔ سو اُن میں سے ایک وہ حدیث ہے جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں مرفوعاً روایت کیا ہے کہ رمضان کے بعد بہترین روزہ اللہ کے مہینے محرم کا ہے۔ اور فرض نماز کے بعد بہترین نماز رات کی نماز ہے۔

اور امام ابن خزیمہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ تم پر رات کا قیام لازم ہے۔ کیونکہ وہ نیکوں کا طریقہ ہے جو تم سے پہلے ہوئے اور تمہارے ربّ کی طرف قربت ہے اور گناہوں کو مٹانے والا اور گناہ سے روکنے والا ہے۔ امام طبرانی نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ رات کی نماز سے تمہیں چارہ نہیں اگرچہ بکری دوہنے کی مقدار وقت میں پڑھی جائے اور نماز عشاء کے بعد جو نماز ہو وہ صلوٰۃ اللیل سے ہے۔ اس آخری حدیث سے معلوم ہُوا کہ سونے سے پہلے نماز عشاء کے بعد جو نفل پڑھے جائیں اُس سے یہ سنّت حاصل ہو جاتی ہے۔ (بحرالرائق ص ۵۲ ج ۲)

صاحب بحرالرائق کا صلوٰۃ اللیل کو مندوبات سے شمار کرنا پھر نماز عشاء کے بعد سونے سے پہلے نفل سے صلوٰۃ اللیل کی سنّت کے حاصل ہو جانے کی تصریح کرنا صاف دلالت کرتا ہے کہ صلوٰۃ اللیل اور صلوٰۃ التہجد سنّت مستحبہ کے قبیل سے ہیں نہ کہ سنّت مؤکدہ علی الکفایہ کی قسم ہے۔

(۴) امام ابوالاخلاص شرنبلالی فرماتے ہیں۔ وندب صلوٰة الليل خصوصاً آخره كما ذكرناه واقل ماينبغى ان يتنفل بالليل ثمان ركعت كذافى الجوهرة وفضلها لايحصر قال تعالىٰ فلاتعلم نفس ما اخفى لهم من قرة اعين وفى صحيح مسلم قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عليكم بصلوٰة الليل فانه داب الصالحين قبلكم وقربة الىٰ ربكم ومكفرة للسيّات ومنهاة عن الاثم. اور صلوٰۃ اللیل مستحب ہے خصوصاً رات کے آخری حصّہ میں (نماز تہجد) جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور صلوٰۃ اللیل کی فضیلت کا کوئی شمار نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کوئی جان نہیں جانتی اُس آنکھوں کی ٹھنڈک کو جو اُس کے لئے پوشیدہ کی گئی ہے۔ اور صحیح مسلم شریف میں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث موجود ہے

کہ تم پر صلوٰۃ اللیل لازم ہے، کیونکہ یہ صالحین کا طریقہ ہے، تمہارے رب کی طرف قربت کا ذریعہ ہے، گناہوں سے کفارہ ہے اور خطاؤں سے روکنے والی ہے۔ (مراقی الفلاح ص ۲۶۱ مطبوعہ مصر)

اس عبارت نے تو صاف فیصلہ کر دیا کہ صلوٰۃ اللیل صلوٰۃ التہجد سمیت مستحب نماز ہے۔ سنت المؤکدہ علی الکفایہ نہیں والحمد للہ علیٰ ذلک۔

(۵) اور درمختار میں ہے۔ ومن المندوبات رکعتا السفر و القدوم منه و صلوٰة الليل و اقلها على ما فى الجوهرة ثمان. اور مستحب نمازوں میں سے سفر کی نماز اور سفر سے واپسی کی نماز اور صلوٰۃ اللیل ہیں۔ اور وہ جوھرہ نیرہ میں بیان شدہ قول پر آٹھ رکعتیں ہیں۔ (درمختار ص ۵۰۵ ج ۱)

وقال العلامة الشامى ثم اعلم ان ذكره صلوٰة الليل من المندوبات مشى عليه فى الحاوى القدسى وقد تر دد المحقق فى فتح القدير كونه سنّة او مندوباً لان الادلة القولية تفيد الندب والمواظبة الفعلية تفيد السنيّة لانّه صلى الله عليه وسلم اذا واظب على تطوع يصير سنة لكن هذا بناء على ا نه كان تطوعاً فى حقه وهو قول طائفة وقالت طائفة كان فرضاً عليه فلاتفيد مواظبة عليه السنّية فى حقنا صريح مافى مسلم وغيره عن عائشة كان فريضة ثم نسخ هذا خلاصة ماذكره ١ه. (ردالمحتار جلد اول ص ۵۰۶) واللہ اعلم۔

(۶) فتاویٰ عالمگیری میں ہے. ومنها اى من المندوبات صلوٰة الليل كذا فى البحر الرائق ومنتهى تهجده عليه السلام ثمان ركعات واقله ركعتان كذافى فتح القدير ناقلاًعن المبسوط. اور مستحب نمازوں میں سے صلوٰۃ اللیل ہے جیسا کہ بحرالرائق میں ہے۔ اور نبی علیہ السلام کے تہجد کی زیادہ سے زیادہ رکعتیں آٹھ ہیں۔ اور کم سے کم دو جیسا کہ فتح القدیر میں مبسوط سے نقل فرمایا۔ (فتاویٰ ہندیہ ص ۱۱۳ ج ۱)

(۷) اور تفسیر خازن میں ہے۔ والمراد من الآية قيام الليل للصلوٰة كانت صلوٰة الليل فريضة على النبى صلى الله عليه وسلم وعلى الآمة فى الابتداء لقوله تعالىٰ يايها المزمل قم الليل الآ قليلاً نصفه ثم نزل التخفيف فصار الوجوب منسوخاً فى حق الامة بالصلوٰت الخمس وبقى قيام الليل على الاستحباب بدليل قوله تعالىٰ فاقرء واما تيسر منه وبقى الوجوب ثابتاً فى حق النبى صلى الله عليه وسلم بدليل قوله تعالىٰ نافلة لک اى زيادة لک يريد فريضة زائدة على سائر الفرائض التى فرضها الله تعالىٰ عليک روى عن عائشة رضى الله عنها :

النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ثلاث ھنّ علیّ فریضۃ وھن سنّۃ لکم الوتر والسواک وقیام اللیل وقیل ان الوجوب صار منسوخاً فی حقہ کما فی حق الامّۃ فصار قیام اللیل نافلۃ الخ. (خازن ص ۱۷۴ ج ۴)

اس عبارت سے معلوم ہُوا کہ راجح قول یہی ہے کہ قیام اللیل نبی علیہ السلام پر بدستور فرض رہا اور امّت کے حق میں مستحب اور رسول اللہ ﷺ کے حق میں اس کے منسوخ ہونے کا قول ضعیف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸) اور امام بغوی تفسیر معالم التنزیل ص ۱۷۴ جلد چہارم میں اسی طرح لکھتے ہیں۔ ثم نزل فصار الوجوب منسوخاً فی حق الامۃ بالصلوات الخمس وبقی الاستحباب. واللہ اعلم۔

(۹) امام ابوالبرکات نسفی تفسیر مدراک التنزیل میں لکھتے ہیں۔

والمعنی ان التہجد زید لک علی الصلوٰت المفروضۃ غنیمۃ لک او فریضۃ علیک خاصّۃ دون غیرک لانّہ تطوع لھم. اور آیت کا معنی یہ ہے کہ بلاشبہ آپ کے لئے پانچ نمازوں پر تہجد کو آپ کے لئے بطور غنیمت کے زیادہ کیا گیا ہے یا دوسروں کی بجائے صرف آپ پر فرض کیا گیا کیونکہ دوسروں کے لئے تہجد تطوع یعنی نفل ہے۔ (تفسیر مدراک التنزیل ص ۳۲۴ ج ۲)

(۱۰) اور امام ابوبکر الجصاص حنفی لکھتے ہیں۔ لاخلاف بین المسلمین فی نسخ فرض قیام اللیل وانّہ مندوب الیہ مرغب فیہ. اور مسلمانوں کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ (امّت کے حق میں) صلوٰۃ اللیل یعنی تہجد کی فرضیت منسوخ ہوگئی اور وہ مستحب نماز ہے جس کی طرف ترغیب دلائی گئی ہے۔ (تفسیر احکام القرآن ص ۴۶۸ ج ۳)

(تنبیہ) امام جصاص کی عبارت میں (امّت کے حق میں) بین السطور اس لئے لکھا ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ کے حق میں اس کے نسخ کے بارہ میں امّت کا اختلاف موجود ہے۔ جیسا کہ خازن وغیرہ کی عبارت سے ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ تلک عشرۃ کاملۃ.

الحمد للہ فقہ حنفی اور تفسیر کی معتبر کتب مبارکہ کی ان عبارات متبرکہ سے روز روشن سے زیادہ روشن ہُوا کہ نماز تہجد امّت پر سنّت مستحبہ ہے۔ سنّت مؤکدہ علی الکفایہ نہیں کہ اس کے ترک سے جملہ مسلمانوں کا تارک سنّت مؤکدہ ہونا لازم آئے اور وہ گنہگار ٹھہریں۔

(۲۵ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بائیسواں مقالہ

مسائل جنازہ کا مختصر بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

الحمدللہ ربّ العلمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید الانبیاء و المرسلین و علیٰ الھم و اصحابہ اجمعین امّا بعد. برادر طریقت مولانا محمد محفوظ چشتی جلالپوری سلمہٗ ربہٗ القوی نے فقیر حیدری رضوی غفراللہ تعالیٰ لہٗ کو ارشاد فرمایا کہ مسائل جنازہ کو مختصراً یکجا کیا جائے اس حکم کی تعمیل میں یہ رسالہ "مسائل جنازہ کا مختصر بیان" لکھنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔ اللہ کریم جل شانہٗ اس دینی خدمت کو شرف مقبولیت بخشے۔ آمین۔

تلقین محتضر

جب کسی مسلمان پر نزع کا وقت آجائے تو حاضرین اس بات کی پوری پوری کوشش کریں کہ وہ دنیا سے باایمان جائے۔ اور ہر وہ کام کریں جس سے اس کی نزع میں آسانی پیدا ہوتی ہو مثلاً سب اس کے پاس بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھیں تاکہ اس کا خاتمہ پاکیزہ کلمہ پر ہو۔ سورۂ یٰسین اور سورۂ رعد کی تلاوت اس کے سرہانے کی جائے کہ اس کی برکت سے نزع آسان ہو جاتی ہے۔ اس گھر سے جنابت، حیض و نفاس والے اشخاص نکل جائیں۔ یونہی اس گھر سے جاندار کی تصویروں اور فوٹوؤں اور کتوں کو نکال دیں کہ ان اشیاء کی موجودگی رحمت کے فرشتوں کے دخول میں مانع ہے۔ اس کی سلامتیٔ ایمان و مغفرت کی دعائیں مانگی جائیں اور اس سے بے جا باتیں نہ پوچھی جائیں۔ اور نہ اس کے سامنے بے صبری کا مظاہرہ کیا جائے۔ نزع کے وقت مرنے والے کی چارپائی شمالاً جنوباً کریں اور اس کا رخ قبلہ کو پھیریں اور اس کے دونوں ہاتھ پہلو میں رکھیں اور اگر اسے شرقاً غرباً لٹا کر اس کے سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر اس کا منہ قبلہ کو کریں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں بہتر یہ ہے کہ اس کے پاس خوشبو بتی جلا کر فضاء کو معطر کریں۔

اگر مرنے والے شخص نے نزع کے وقت کوئی کفریہ کلمہ بولا ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہ کریں اور اگر صحیح العقیدہ سنی مسلمان کی نزع میں سختی دیکھیں تو اس کا عوام میں چرچا نہ کریں اور اگر بدمذہب کی ایسی حالت ہو تو اسے ظاہر کریں تاکہ لوگ اس کی بدمذہبی سے بیزار ہوں۔

لوگ مرنے والے شخص کو کلمہ پڑھنے کا حکم نہ دیں۔ ہوسکتا ہے کہ نزع کے خوف میں کلمہ طیبہ سے انکار کر بیٹھے۔ اگر اس نے ہوش میں کلمہ پڑھ لیا ہو تو اب اسے تلقین کی حاجت نہیں ہاں نزول رحمت کے لئے اس کے پاس ذکر الٰہی کیا جائے۔ مرنے والے شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ان جملہ فرائض و واجبات کے فدیہ کرنے کی وصیت کرے جو ادا ہونے سے رہ گئے ہوں۔ اگر کسی کا قرض دینا ہو تو وارثوں کو آگاہ کر

دے۔ بعض جگہوں میں یہ دستور ہے کہ جب کوئی عورت مرنے لگتی ہے تو اس کے شوہر کو کہا جاتا ہے کہ تو اسے اپنے جملہ حقوق بخش دے۔ چنانچہ وہ بخش دیتا ہے یہ بہت اچھا طریقہ ہے۔ اگر یہی طریقہ دوسرے رشتہ داروں کے حقوق بخشوانے کے لئے بھی استعمال کیا جائے تو بہت اچھا ہے۔ مرنے والا جس شخص سے معافی کا سوال کرے اسے معافی دینی چاہئے اور اسے میت سے بھی معافی مانگنی چاہئے واللہ اعلم۔

موت کے بعد کیا کرنا چاہئے؟

جب روح نکل جائے تو فوراً ایک چوڑی پٹی یا عمامہ وغیرہ میت کے جبڑوں کے نیچے سے نکال کر اس کے سر پر لے جا کر باندھ دیں تا کہ میت کا منہ کھلا نہ رہ جائے۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ اس عمل میں سستی کرتے ہیں تو میت بہت بدنما نظر آتی ہے۔ اس کے ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیں اور بہتر ہے کہ اس کے دونوں پاؤں کے انگوٹھوں کو باندھ دیں۔ اس کی آنکھیں بند کریں اور اس وقت یہ دعا پڑھیں۔

بسم اللہ و علیٰ ملۃ رسول اللہ اللھم یسر علیہ امرہ و سھل علیہ ما بعدہٗ و اسعدہ بلقآءِک واجعل ما خرج الیہ خیر'' مما خرج عنہ اور اگر یہ دعا یاد نہ ہو تو درود شریف یا کوئی اور کلمہ ذکر الٰہی پڑھ دیں۔ پھر اس کے پیٹ پر لوہا وغیرہ معمولی وزن کی کوئی شئے رکھ دیں تا کہ اس کا پیٹ پھولنے سے محفوظ رہے۔ پھر اس کے کپڑے اتار کر اسے کپڑے سے ڈھانپ کر چارپائی پر رکھیں۔ اور اس کے پڑوسیوں کو اس کی موت کی خبر دیں تا کہ وہ اس کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کریں۔ دور دراز کے رشتہ داروں کو بلانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ بلکہ بہتر ہے کہ وہ بھی اس کی تجہیز و تکفین میں شمولیت کا ثواب حاصل کر لیں۔ یونہی مسجد کے لاؤڈ سپیکروں میں اس کی موت کا اعلان کرنے میں بھی کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے۔ بعض مساجد میں موت کے اعلان کے وقت پہلے بگل بجایا جاتا ہے۔ یہ بدعت ہے کہ بگل کا مسجد سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے اعلان موت سے پہلے چند مرتبہ درود شریف پڑھنا بہتر ہے۔ مرنے کے فوراً بعد میت کو پہلا غسل دے دیں تا کہ اس کی جنابت دور ہو جائے اور اس کے پاس ذکر الٰہی و تلاوت قرآن مجید جائز ہو جائے اور رحمت الٰہی کے فرشتے میت کے پاس آنے سے باز نہ رہیں۔ پھر تکفین و تدفین میں حتی المقدور عجلت کریں کہ اس کی حدیثوں میں بہت تاکید آئی ہے پھر جب دور دور کے رشتہ دار پہنچ آئیں اور کفن اور قبر تیار ہو جائیں تو میت کو دوسری بار پورا غسل دیں یہ دوسرا غسل طہارت کے لئے نہیں بلکہ نظافت کے لئے دیا جاتا ہے کیونکہ اس بات کا امکان موجود ہے کہ پہلے غسل کے بعد میت کے

مواضع نجاست سے پلیدی نکل کر اس کے جسم پر بقدر مانع پھیل گئی ہو۔ سو دوسرے غسل سے میت یقیناً پاک ہو جائے گی اور اس پر نماز جنازہ کی صحت یقینی ہو جائے گی۔ بعض لوگ دوہرے غسل سے روکتے ہیں خدا تعالیٰ انہیں شریعت کے احکام سمجھنے کی توفیق بخشے۔ میت جب تک گھر میں رہے اس کے پاس تلاوت قرآن کی جائے یا ذکر الٰہی یا کلمہ طیبہ کا ذکر کیا جائے اور موت کے بارے میں اشعار پڑھے جائیں رونا پیٹنا اور بے صبری کا مظاہرہ کرنا شرعاً سخت ممنوع ہے۔ ہاں اگر بے اختیار آنسو نکلیں تو کوئی حرج نہیں۔ بعض جگہوں میں رواج ہے کہ مستورات میت کے پاس پنجابی کے اشعار باہم مل کر پڑھتی ہیں اس میں یہ خیال رہے کہ آواز زیادہ اونچی نہ ہو کہ غیر محرم سنیں۔ مردوں اور عورتوں کے اختلاط کو روکنے کے لئے الگ الگ بیٹھنے کی جگہیں مقرر کی جائیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ موت کے وقت محلے کی عورتیں بن ٹھن کر آتی ہیں یہ بات موت کے موقع پر مناسب معلوم نہیں ہوتی۔ عام لباس میں آنا چاہئے اور حسن نمائی سے گریز کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا سوال ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ اہل میت حاضرین کو نسوار سگریٹ پیش کرتے ہیں اور لوگ ان چیزوں کو بے دھڑک استعمال کرتے ہیں۔ میت جب تک گھر میں ہو اس کے گھر کی ضیافت مکروہ ہے ہاں دفن کے بعد میت کے رشتہ دار اس کے گھر میں رات گذاریں تو ان کے لئے کھانا تیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ بعض لوگ چالیس روز تک میت کے گھر کے کھانے دانے میں نفرت محسوس کرتے ہیں۔ یہ ان کی نازک طبعی کا نتیجہ ہے ورنہ اس روٹی میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔ بعض جگہوں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ میت کے گھر کے رشتہ دار بوڑھی عورتیں دس دس دن تک ڈیرہ ڈالے رہتی ہیں اگر یہ بات اہل میت کے لئے بوجھ بنتی ہو تو ایسا کرنا منع ہے۔ کتب فقہ میں جو اہل میت کی ضیافت کی ممانعت لکھی ہے وہ اسی صورت پر محمول ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ بعض جگہوں میں دستور ہے کہ میت کے پڑوسی حیلۂ اسقاط کے لئے توشہ جمع کرتے ہیں اور حیلہ اسقاط کے وقت پڑوسی اور رشتہ دار نقدی بھی دیتے ہیں تا کہ میت کے لئے زیادہ سے زیادہ توشہ تیار ہو۔ یہ رسم نیک ہے اور اس صدقہ کا ثواب میت کو ملتا ہے اور اس کے ذمہ سے فرائض وواجبات کے سقوط کا ذریعہ بنتا ہے۔ بعض کم علم لوگ اس نیک رسم کو بند کرانا اپنا فرض جانتے ہیں۔ خدا انہیں ہدایت دے۔ بعض جگہوں میں رواج ہے کہ میت کے گاؤں والے اور رشتہ دار ماتم دیتے ہیں۔ یعنی اہل میت کی مالی معاونت کرتے ہیں۔ یہ امداد باہمی کی ایک صورت ہے۔ وہابی الخیال شخص کے علاوہ کون اس نیک طریقہ کی مخالفت کرے گا۔ جو لوگ میت کے گھر جمع ہوں ان کو تلاوت قرآن مجید کرنی چاہئے یا کلمہ طیبہ کا ختم پڑھ کر اس کا ثواب میت کی

روح کو بخشنا چاہیئے فضول باتوں میں وقت گذارنا اچھی بات نہیں۔

بعض جگہوں میں رسم ہے کہ اہل میت دفن سے پہلے گھر میں قرآن مجید کا ختم پڑھاتے ہیں یہ نیک رسم باعث برکت اور موجب مغفرت میت ہے۔ ماتم کی چٹائی بچھا کر اس پر فاتحہ خوانی کرنا نیک جائز رسم ہے۔ سوائے بدمذھب شخص کے کوئی اس سے منع نہیں کرے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

غسل دینے کا طریقہ

جب میت کو نہلانا چاہیں تو جس تختہ پر اسے غسل دینے کا ارادہ رکھتے ہوں پہلے اسے طاق مرتبہ دھونی دیں۔ پھر اس پر میت کو لٹا کر اس کے کپڑے اتاریں اور اس پر ناف سے گھٹنوں تک پردہ ڈالیں۔ نہلانے والا اپنے بائیں ہاتھ پر تھیلی پہن لے پھر میت کو تین ڈھیلوں سے استنجاء کرائے یعنی اس کی پیشاب گاہ کو تین ڈھیلوں سے اور پاخانہ کی جگہ کو تین ڈھیلوں سے صاف کرے پھر پانی سے اچھی طرح استنجاء کرائے۔ پھر نماز کا سا وضو کرائے ہاں ابتداء میں گٹوں تک ہاتھ دھلانا اور کلی کرانا اور ناک میں پانی چڑھانا ضروری نہیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ کپڑا یا روئی تر کر کے اس کے منہ اور ناک کی صفائی کرے۔ اور اگر چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کے سروں پر روئی لپیٹ کر کام میں لائے تو بہتر ہے پھر سر اور داڑھی کے بال ہوں تو انہیں اچھی طرح دھوئے پھر میت کو بائیں کروٹ لٹا کر اس کے دائیں حصہ بدن کو سر سے پاؤں تک نہلائے اور یہ کوشش کرے کہ اس کے بدن کی کوئی جگہ خشک نہ رہے اور پانی تختے تک پہنچ جائے۔ تین بار یونہی پانی بہائے پھر اسے دائیں کروٹ پر لٹائے اور اس کے بائیں حصہ بدن کو اسی طرح نہلائے پھر میت کو سہارا دے کر بٹھائیں اور نرمی سے اس کا پیٹ اوپر سے نیچے کو دبائے اور اگر کوئی پلیدی اس کے پیٹ سے خارج ہو تو اسے دھو دیں آخر میں اس کے سارے بدن پر کافور کا پانی بہائے اور اس کے جسم کو کسی پاک و صاف کپڑے سے پونچھے تا کہ کفن گیلا نہ ہو پھر اسے اٹھا کر چارپائی پر بچھے ہوئے کفن پر لٹا دیں۔ اور اس کی سجدہ کی جگہوں کو خوشبو لگائے اور کفن کو کافور لگائے۔

ضروری مسائل

میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے۔ ایک دفعہ اس کے بدن پر پانی بہانا فرض ہے اور تین بار سنت ہے۔ میت کے جسم کو اچھی طرح مل کر دھوئیں تا کہ اس کے بدن کی صفائی ہو جائے۔ نہلانے والے شخص کا باوضو ہونا

ضروری ہے۔ بہتر یہ ہے کہ میت کا قریبی رشتہ دار غسل دے اور کوئی عالم دین غسل دینے کا کام کرتے ہوں
تو ان کی امامت میں کوئی کراہت نہیں۔ غسل دینے والے پر لازم ہے کہ دوران غسل کوئی ناگوار بات نظر
آئے تو اسے پردہ میں رکھے۔ غسل کے وقت صرف وہی لوگ پاس کھڑے ہوں جو غسل دینے کا کام کرتے
ہوں۔ بلاضرورت تماشائیوں کی طرح لوگوں کا جمع ہونا اچھا نہیں۔ مرد مرد کو اور عورت عورت کو غسل دے۔
ہاں بیوی اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے اور معصوم بچے کو عورتیں بھی نہلا سکتی ہیں اگر متعدد آدمی غسل دینے کو
تیار ہوں پھر ایک شخص غسل دے تو وہ مزدوری لے سکتا ہے۔ بدمذہب یا کافر شخص فوت ہو جائے تو اسے اس
کے ہم عقیدہ اشخاص کے حوالے کر دینا چاہئے۔ میت کے بالوں میں کنگھی کرنا منع ہے اور اس کے ناخن
تراشنا یا زیر ناف بال یا بغلوں کے بال مونڈھنا ناجائز ہے۔ جو ناخن یا بال اس کے فوت ہونے کے بعد
کاٹے گئے ہوں انہیں کفن میں رکھ دینے کا حکم ہے۔ بعض لوگ میت کی حجامت بناتے ہیں یا اس کے بال
زیر ناف مونڈھتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ گھر کے استعمالی برتنوں میں بھی غسل دے سکتے ہیں۔ اور غسل کے بعد
برتنوں کو توڑ دینا حرام ہے۔ مستحب ہے کہ غسل دینے والا شخص دوبارہ وضو یا غسل کرے۔

تکفین میت

میت کو کفن دینا فرض کفایہ ہے۔ مرد کے لئے سنت تین کپڑے ہیں۔ لفافہ۔ ازار اور قمیض۔ اور عورت کے
لئے پانچ کپڑے سنت ہیں۔ لفافہ۔ ازار، قمیض، اوڑھنی اور سینہ بند، خنثیٰ مشکل عورت کے حکم میں ہے اور جو
بچی بچہ نابالغ حد شہوت کو پہنچ جائے وہ بالغ کے حکم میں ہیں اور بہت چھوٹے بچی بچہ کو دو کپڑے دینا اچھا اور
پورا کفن دینا بہتر ہے۔ اگرچہ ایک دن کا بچہ فوت ہو جائے کفن میت کے ترکہ سے دیا جائے گا۔ لفافہ کی
مقدار یہ ہے کہ میت کے قد سے اس قدر زیادہ ہو کہ دونوں طرف سے باندھ سکیں اور ازار چوٹی سے قدم
تک ہونی چاہئے اور قمیض یعنی کفنی گردن سے گھٹنوں کے نیچے تک ہونی چاہئے اور یہ آگے اور پیچھے دونوں
طرف برابر ہونی چاہئے۔ اور جاہلوں میں جو یہ رواج ہے کہ کفنی پیچھے سے کم رکھتے ہیں یہ غلطی ہے۔ چاک
اور آستین قمیض میں نہیں ہونی چاہئے۔ مرد کی کفنی مونڈھے پر سے چیریں اور عورت کی کفنی سینہ کی طرف
سے چیریں اوڑھنی ڈیڑھ گز ہونی چاہئے اور سینہ بند پستان سے ناف تک ہونا چاہئے۔ اور بہتر یہ ہے کہ ران
تک ہو کفن اس کپڑے کا ہونا چاہئے جسے میت زندگی میں پہن کر عید و جمعہ کے لئے جانا پسند کرتا تھا اور
عورت جسے پہن کر میکے جایا کرتی تھی عورت کو ریشمی کپڑے کا کفن بھی دے سکتے ہیں مگر مرد کو ریشمی کپڑے کا

کفن دینا حرام ہے۔ پرانا دھلا ہوا کپڑا ہو تو اس میں بھی کفن دے سکتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ مرد کا کفن سفید رنگ کا ہو۔ اور عورت کا اس کے حال کے مطابق ہو۔ مشائخ وعلماء کے لئے عمامہ مستحب ہے اس سے معلوم ہوا کہ کفن مسنون پر زیادتی جائز ہے اس سے عورت کو سلی ہوئی شلوار پہنانے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ کفن کے ساتھ جانماز بھی بنائی جاتی ہے اور چونکہ عرف وعادت میں اس کے بنائے جانے میں سب ورثاء کی رضا مندی ہوتی ہے اس لئے اس کا بنانا جائز ہے اور یہی حکم ان چادروں کا ہے جو میت کی چارپائی پر ڈالتے ہیں یہ بہتر طریقہ ہے کہ اس میں میت کی تکریم ہے اور فقراء ومساکین کی معاونت بھی ہو جاتی ہے اور صدقہ کا ثواب میت کو مل جاتا ہے اور اکثر جگہوں میں یہ رواج ہے کہ میت پر ایسی چادر ڈالتے ہیں جس پر آیت الکرسی وغیرہ لکھی ہوتی ہے۔ یہ بہتر ہے کہ اس میں نزول رحمت الٰہی کی امید ہے۔ اور بعض لوگ نوجوان شخص فوت ہو جائے تو اسے دولہا بناتے ہیں۔ یعنی اس کے ہاتھ پاؤں کو مہندی لگاتے ہیں یہ جاہلانہ رسم ممنوع ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔ میت کو نہلانے میں جو پردہ استعمال کیا جائے اس کا موٹا ہونا ضروری ہے تاکہ بے پردگی نہ ہو کہ پردہ زندہ ومیت دونوں کے حق میں فرض ہے۔

کفنی لکھنے کا طریقہ

میت کی کفنی پر مٹی یا روشنائی سے کلمات لکھنا جائز ہے اس سے میت کی بخشش کی قوی امید ہے۔ کفن پر عہد نامہ یا آیت الکرسی لکھیں اور عموماً یہ نقش لکھا جاتا ہے۔

اللہ ربی. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ محمد شفیعی لآالٰہ الاّاللہ محمد رسول اللہ اشھد ان لاالٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ

بعض کم علم لوگ کفنی لکھنے پر اعتراض کرتے ہیں یہ ان کی کم فہمی کی دلیل ہے۔ کیونکہ میت کی بخشش کے لئے ہر حیلہ کرنا ضروری ہے بعض لوگ روشنائی سے کفنی لکھنا منع بتاتے ہیں اور کچی مٹی سے لکھنے پر اصرار کرتے ہیں یہ ان کی ہٹ دھرمی بے جا ہے۔

کفن پہنانے کا طریقہ

غسل دینے کے بعد چارپائی پر کفن بچھائیں اس طرح سے کہ پہلے لفافہ بچھائیں کہ اس کا سرا زمین تک لٹکتا رہے۔ پھر لفافہ پر ازار بچھائیں کہ اس کا سرا دوسری طرف زمین سے لٹکتا ہو۔ پھر کفنی بچھائیں اس طرح سے کہ اس

کا نچلا حصہ بچھا ہوا اور اوپر والے حصہ کو طے کر کے رکھ دیں تاکہ میت کے سر سے کفنی ڈالنا آسان ہو۔ پھر میت کو رکھ کر اس کا سر چاک سے نکال کر اس کے سینے پر کفنی کا اوپر والا حصہ پھیلا دیں پھر ازار اور لفافہ دونوں کا بایاں حصہ اس کے جسم پر ڈالیں پھر ان کا دایاں حصہ بائیں حصہ پر پھیلائیں۔ پھر میت کی داڑھی اور بدن کو بالعموم اور اس کے سجدہ کی جگہوں کو بالخصوص خوشبودار تیل لگائیں۔ اور اس کے کفن میں مشک کافور کی گولیاں توڑ کر ڈالیں۔ پھر اس کے پاؤں اور کمر کو باندھ دیں۔ عورت کے کفن کو بچھانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے سینہ بند اس طرح بچھائیں کہ وہ بالائے پستان سے ران تک پہنچتا ہو پھر لفافہ پھر ازار پھر اوڑھنی اس طرح بچھائیں کہ اس کا نصف حصہ نیچے اور نصف حصہ اس کے سینہ تک پہنچے اور سب سے اوپر کفنی بچھائیں۔ عورت کو پہلے کفنی پہنائیں پھر اس کے بالوں کے دو حصے کر کے انہیں اس کے سینہ پر ڈالیں پھر اوڑھنی نقاب کی طرح ڈالیں پھر ازار اور لفافے کا بایاں حصہ اس کے جسم پر بچھائیں پھر ان کا دایاں حصہ بائیں حصہ پر بچھائیں اور آخر میں سینہ بند سے سارے کفن کو باندھ دیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جنازہ لے کر چلنے کا طریقہ

جب لوگ گھر سے جنازہ لے چلنے کا ارادہ کریں تو میت کی بخشش کی دعا مانگ کر چارپائی کو اٹھائیں میت کے سب رشتہ داروں اور پڑوسیوں اور دوستوں سے حقوق کی معافی دینے کی درخواست کریں۔ پھر چار شخص چاروں پایوں سے جنازہ اٹھائیں۔ تنگ راستہ ہو تو دو شخص بھی اٹھا سکتے ہیں ورنہ بہتر یہی ہے کہ چار شخص اٹھائیں میت کا سرہانہ آگے کی جانب رکھیں اور قبلہ شریف کو پاؤں ہوتے ہوں تو اس بات کی پرواہ نہ کریں اور سنت یہ ہے کہ جنازہ اٹھانے والا شخص یکے بعد دیگرے چاروں پایوں کو کندھا دے۔ اور ہر بار دس دس قدم چلے اور پوری سنت یہ ہے کہ پہلے دائیں سرہانے کو کندھا دے پھر دائیں پائنتی کو پھر بائیں سرہانے کو پھر بائیں پائنتی کو اور ہر بار دس دس قدم چلے کہ چالیس قدم ہو جائیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص چالیس قدم جنازہ لے چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔ اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص جنازہ کے چاروں پایوں کو کندھا دے اللہ تعالیٰ اس کی حتمی بخشش فرما دیتا ہے۔ ان دو حدیثوں پر عمل کرانے کے لئے ہمارے علاقہ میں میت کو قدمی دینے کا دستور ہے اور اس کو عرف عام میں منزلیں دینا کہا جاتا ہے۔ بعض کم علم لوگ اس طریقہ کو بدعت کہتے ہیں اور اس پر من گھڑت اعتراضات کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت نصیب کرے۔ جنازہ معتدل تیزی سے لے کر چلیں کہ میت کو جھٹکا نہ لگے۔ اور افضل یہ ہے کہ لوگ

جنازہ کے پیچھے چلیں اور دائیں بائیں نہ چلیں اور اگر سب لوگ جنازہ کے آگے ہوں تو مکروہ ہے۔ اور اگر بعض لوگ جنازہ کے آگے ہیں اور باقی پیچھے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ حیلۂ اسقاط کی اشیاء کو جنازہ گاہ تک لے جانے میں کوئی شرعی ممانعت نہیں۔ بلکہ اس میں یہ فائدہ ہے کہ مساکین وغرباء آسانی سے میسر آجائیں گے اور سب میں صدقہ تقسیم ہو جائے گا۔ اس سے منع وہی کرے گا جس کو احکام شرعی کی خبر نہیں۔ جنازہ کے ہمراہ عورتوں کا چلنا منع ہے۔ جنازہ کے ہمراہ چلنے والوں پر لازم ہے کہ دنیاوی باتیں نہ کریں اور بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا ذکر کرتے ہوئے جائیں کہ بلحاظ زمانہ اب علماء اہل سنت نے ذکر جہر کی اجازت دے دی ہے۔ جنازہ جب تک رکھا نہ جائے بیٹھنا مکروہ ہے۔ جنازہ کے ساتھ نکلنے والے کو چاہیئے کہ دفن کے بعد گھر واپس آئے۔ میت کے گھر واپس آکر باہم فاتحہ خوانی کا رواج بہت اچھا ہے کیونکہ میت دعا کا انتظار کرتا ہے۔ اسے دعاؤں کا تحفہ ملتا ہے تو اس کی روح بہت خوش ہوتی ہے۔ اور اس کے درجات بھی بلند ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نماز جنازہ کی نیت

بعض جگہوں میں نماز جنازہ کی نیت بلند آواز سے سنانے کا دستور ہے یہ بہتر ہے کہ عوام المسلمین کو نیت یاد ہو جاتی ہے۔ نماز جنازہ کی نیت ان پنجابی الفاظ میں کی جاتی ہے۔ ''نیت کیتی میں اس نماز نی میں پڑھنا آں خاص واسطے اللہ تعالیٰ نے چار تکبیراں نماز جنازہ فرض کفایہ ثناء واسطے اللہ تعالیٰ نے درود واسطے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں واسطے اس حاضر میت نے پیچھے امام صاحب نے منہ طرف خانہ کعبہ شریف نے'' بعض لوگ جنازہ کی نیت میں کفایہ کا لفظ بولنے سے منع کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جو لوگ صف میں کھڑے ہو جائیں ان پر جنازہ کی نماز فرض عین ہو جاتی ہے۔ یہ ان کی غلطی ہے بہر حال نماز جنازہ فرض کفایہ ہی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

جنازہ کی ثناء سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک وجل ثناءک ولا الٰہ غیرک۔

جنازہ کا درود شریف

اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد کما صلیت و سلمت و بارکت و رحمت وترحمت علیٰ ابراھیم و علیٰ آل ابراھیم انک حمید'' مجید''○

بچہ میت کی دعا

اللهم اجعله لنا فرطًاو اجعله لنا اجرًا و ذخراً واجعله لنا شافعًاو مشفعًا.

بچی میت کی دعا

اللهم اجعلها لنا فرطاًو اجعلها لنا اجرًا و ذخرًاو اجعلها لنا شافعةً و مشفعةً.

بالغ میت کی دعا

اللهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا و صغيرنا و كبيرنا و ذكرنا و انثانا اللهم من احييتهٗ منا فاحيه على الاسلام و من توفيتهٗ منا فتوفهٗ على الايمان٥

جن کو یہ دعائیں یاد نہ ہوں وہ نماز کی ثناء اور درود شریف اور دعا پڑھ سکتے ہیں۔ بعض مولوی صاحبان عام لوگوں پر ان دعاؤں کے بارہ میں سختی کرتے ہیں اور جن کو یہ دعائیں یاد نہ ہوں ان کو جنازہ پڑھنے سے روکتے ہیں ان کی یہ سختی درست نہیں۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو جنازہ میں شمولیت کا موقع دینا چاہئے کہ اس میں میت کی مغفرت کی امید ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جو لوگ نماز جنازہ میں شریک ہوں وہ صرف نام ونمود یا دکھاوا کے لئے شریک نہ ہوں بلکہ ثواب واجر حاصل کرنے کی نیت سے نماز جنازہ پڑھیں۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ عوام المسلمین میت کے عقیدہ کا خیال نہیں کرتے حالانکہ بدمذہب میت دیوبندی، شیعہ، وہابی، مرزائی، اور مودودی وغیرھم پر اہل سنت کے لئے جنازہ پڑھنا سخت حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور اگر انہیں مسلمان جانتے ہوئے ثواب سمجھ کر نماز جنازہ پڑھیں تو اپنے ایمان کے چلے جانے کا خطرہ ہے۔ ایسے لوگوں کے جنازہ میں ہرگز شمولیت نہ کی جائے۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ میت کا جنازہ وہابی، دیوبندی مولوی پڑھا دیتے ہیں۔ سنی میت پر ان لوگوں کا پڑھایا ہوا جنازہ قطعاً باطل ہے اور جملہ مسلمان ترک فرض کفایہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ سنی صحیح العقیدہ عالم دین سے جنازہ پڑھوایا جائے۔ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا شرعاً ممنوع ہے۔ ہاں اگر بارش ہو اور دوسری کوئی جگہ مناسب نہ ملتی ہو تو ممنوع نہیں ہے۔

جوتے پہن کر نماز جنازہ پڑھے تو ضروری ہے کہ جوتے اور نیچے کی زمین دونوں پاک ہوں۔ اور اگر جوتوں

پر کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو صرف جوتوں کا پاک ہونا ضروری ہے۔

غائبانہ نماز جنازہ احناف کے نزدیک ناجائز ہے۔ اس سے بچنا ضروری ہے۔ بعض جگہوں میں دیکھا گیا ہے کہ کوئی شخص دوسرے ملک میں فوت ہوتا ہے اور وہاں اسے غسل دیکر نماز جنازہ پڑھ کر وطن بھیجتے ہیں تو یہاں دوبارہ نماز جنازہ پڑھائی جاتی ہے۔ اگر پہلا جنازہ ورثاء کی اجازت سے پڑھا گیا ہو تو دوسری بار جنازہ پڑھنا ناجائز ہے اس صورت میں لوگ جمع ہو کر صرف میت کے حق میں دعائے مغفرت مانگیں دوبارہ نماز جنازہ نہ پڑھیں واللہ اعلم۔

نماز جنازہ کی ادائیگی کا طریقہ

میت کے سینے کے بالمقابل جائے نماز بچھا کر امام کھڑا ہو۔ طاق صفیں بنائی جائیں نمازی باہم مل کر کھڑے ہوں۔ سب نمازیوں کو خوشبودار تیل لگا کر فضا کو معطر بنائیں۔ پھر ایک شخص بلند آواز سے جنازہ کی نیت سنائے۔ مجمع زیادہ ہو تو مکبرین کھڑے کئے جائیں۔ پھر امام صاحب تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھیں اور امام و مقتدی سب ثناء پڑھیں پھر دوسری تکبیر کہے اور ہاتھوں کو باندھے رکھیں۔ پھر درود شریف پڑھیں پھر تیسری تکبیر کہے اور جنازہ کی دعا پڑھیں۔ تیسری تکبیر کے بعد ضروری نہیں کہ صرف ایک ہی دعا پڑھیں بلکہ متعدد دعائیں بھی پڑھ سکتے ہیں۔ پھر امام چوتھی تکبیر کہہ کر دایاں ہاتھ چھوڑ کر دائیں جانب سلام پھیرے۔ پھر بایاں ہاتھ چھوڑ کر بائیں جانب سلام پھیرے۔ بعض لوگ ہاتھ باندھے ہوئے سلام پھیرتے ہیں یہ خلاف سنت ہے۔ پھر لوگ صفیں توڑ کر امام صاحب کے قریب حلقہ بنا کر کھڑے ہوں۔ اور فاتحہ شریف ایک بار۔ قل شریف تین بار سورۃ فلق ایک بار۔ اور سورۃ الناس ایک بار پڑھیں اور جس جس نے قرآن پڑھا ہو وہ امام صاحب کی ملک میں دے دے۔ پھر امام صاحب بآواز بلند ان اذکار کا ثواب جملہ مومنین و مومنات کو بالعموم اور حاضر میت کو بالخصوص پہنچائے اور میت کی بخشش اور قبر میں اس کی کامیابی اور آخرت کی منزلوں میں کامرانی کی دعا مانگے۔

حیلۂ اسقاط کا طریقہ

نماز جنازہ کے بعد اشیاء حیلہ پر یہ الفاظ حیلہ پڑھے جائیں۔

کل حق من حقوق اللہ تعالیٰ من الفرائض والواجبات والکفارات والمنذورات وغیرھا مما وجبت فی ذمۃ ھذا المیت المتوفی عنہ فالان عاجز'' عن اداءھ

فاعطیتک ھذا المصحف الشریف مع ھذہ النقودات المالیة فی حیلة الاسقاط رجآءً من اللہ تعالیٰ أن یغفر لہٗ٥ پھر میت کی بخشش کی دعا کی جائے۔

میت نہلانے کی فضیلت

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میت کو نہلائے اور اسے خوشبو لگائے اور اسے کندھا دے اور اس پر جنازہ کی نماز پڑھے اور میت کا کوئی عیب دیکھے اور اسے ظاہر نہ کرے وہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسے وہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا (صحیح بیہاری ص ۹۱۷ ج ۴)

میت کفنانے کا ثواب

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص میت کو نہلائے پھر اس کی باتوں کو پوشیدہ رکھے تو اس کے چالیس کبیرہ گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اور جو شخص میت کو کفن دے اللہ اسے سندس اور استبرق کا لباس پہنائے گا۔ (صحیح بیہاری ص ۹۱۷ ج ۴)

جنازہ کے پیچھے چلنے کا ثواب

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پانچ عمل ہیں جو شخص ان کو ایک ہی دن میں کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اہل جنت میں لکھ دیتا ہے مریض کی عیادت کرنا جنازہ میں حاضری دینا۔ روزہ رکھنا۔ جمعہ پڑھنے کو جانا۔ اور گردن آزاد کرانا۔ (صحیح بیہاری ص ۸۰۹ ج ۴)

نماز جنازہ پڑھنے کا ثواب

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص جنازہ پر حاضر رہا یہاں تک کہ اس نے اس پر نماز جنازہ پڑھی تو اس کے لئے ایک قیراط (کا ثواب) ہے۔ اور جو اس پر حاضر رہا یہاں تک کہ وہ دفنایا گیا تو اس کے لئے دو قیراط (کا ثواب) ہے۔ پوچھا گیا کہ دو قیراط کیا ہیں؟ فرمایا دو بڑے پہاڑ۔ (صحیح بیہاری ص ۸۲۰ ج ۴) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۴ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تیسواں مقالہ

مسائل دفن کا مختصر بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله رب العالمین و الصلوٰة و السلام علیٰ سیّد المرسلین و علیٰ اٰله و اصحابه اجمعین

اما بعد برادرِ طریقت مولانا محمد محفوظ چشتی سلمہ ربہ الغنی نے دفن کے مسائل مختصراً لکھنے کا حکم دیا تو یہ رسالہ "مسائل دفن کا مختصر بیان" لکھنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔ اللہ کریم اس دینی خدمت کو قبول فرمائے آمین۔

دفن کی ابتداء

حضرت ہابیل علیہ السلام پہلے انسان ہیں جن کو زمین میں دفن کیا گیا کیونکہ وہی سب سے پہلے وفات پانے والے تھے (اشعۃ اللمعات ص ۶۹۱ ج ۱)

طریقۂ دفن کی تعلیم

جب قابیل نے حضرت ہابیل کو شہید کر دیا تو وہ دفنانا نہیں جانتا تھا۔ تین دن تک ان کی لاش اپنی پیٹھ پر اٹھائے پھرتا رہا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس دو کوے بھیجے جو آپس میں لڑنے لگے۔ آخر کار ایک کوا مر گیا تو دوسرے نے اپنے پنجوں اور چونچ سے زمین پر گڑھا کھودا اور مردہ کوے کی لاش کو اس میں رکھ کر مٹی ڈالی۔ قابیل یہ دیکھ کر حیران ہوا اور اس نے کوے کی اس فراست سے دفن کا طریقہ سیکھا جیسا کہ یہ واقعہ قرآن مجید سورۂ بقرہ میں مذکور ہے۔

قبر کس جگہ بنانی چاہیے

میت دفنانا فرض کفایہ ہے۔ اگر سب چھوڑ دیں تو سب کے سب لوگ گناہگار ہوں گے اور اگر بعض دفن کر دیں تو سب گناہ سے بچ جائیں گے۔

اگر کوئی شخص بحری جہاز میں فوت ہو جائے اور خشکی تک پہنچنے میں اس کی لاش کے بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو اسے غسل دیں، کفن پہنائیں، نماز جنازہ پڑھیں اور اس کے جسم کے ساتھ کوئی بھاری شئے مثلاً پتھر وغیرہ باندھ کر اسے سمندر برد کر دیں۔ (مراقی الفلاح ص ۳۳۶)۔

قبر زمین کے اندر کھودنا ضروری ہے۔ سطح زمین پر میت کو رکھ کر اس پر بند عمارت بنا دینے سے تدفین کا فرض ادا نہیں ہوتا۔ (رد المحتار ص ۶۵۹ ج ۱

میت گھر میں دفنانا مکروہ ہے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا بلکہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا جائے۔ (مراقی الفلاح ص ۳۳۶)

مسلمان میت کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفنانا چاہیے۔ بعض لوگ اپنی ذاتی زمین میں اپنے کسی رشتہ دار کی اکی دکی قبر بنا دیتے ہیں اور بعض اپنی مسجد یا مدرسہ کے قرب میں قبر بنا دیتے ہیں یہ خلاف اولیٰ ہے۔ (شامی ص ۶۶۰ ج ۱)۔

مسجد کے صحن میں مسجد کی تعمیر کے بعد بانیٔ مسجد کے وارثوں یا دوسرے لوگوں نے قبر بنالی تو وہ قبر محض ظلم ہے اور اس کا باقی رکھنا ظلم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۱۱۴ ج ۴)۔

ہاں اگر مسجد کی تعمیر سے پہلے بعض جگہ قبروں کے لیے مخصوص کر دی جائے تو اس میں حرج نہیں۔ واللہ اعلم۔

میت کو صالحین کے قریب دفن کرنا چاہیے کہ اُن کے قرب کی برکت اسے شامل ہوتی ہے۔ معاذ اللہ مستحق عذاب ہوتا ہے تو وہ شفاعت کرتے ہیں اور وہ رحمت کہ ان پر نازل ہوتی ہے اسے بھی گھیر لیتی ہے۔ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اپنے اموات کو اچھے لوگوں کے درمیان دفن کرو (فتاویٰ رضویہ ص ۱۰۳ ج ۴)۔

اور اگر صالحین کا قرب میسر نہ ہو تو اس کے عزیزوں، قریبیوں کے قریب دفن کریں کہ جس طرح دنیا کی زندگی میں آدمی اپنے اعزاء کے قرب میں خوش اور ان کی جدائی سے ملول ہوتا ہے اسی طرح وہ بعد موت بھی (فتاویٰ رضویہ ص ۱۰۳ ج ۴)۔

دوسرے کی زمین میں بلا اجازت میت دفن کرنا حرام ہے ہاں اگر کسی شخص نے اپنی کچھ زمین قبرستان کے لیے وقف کر دی ہو تو اب اس سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ اگر میت نے وصیت کی ہو کہ میری قبر فلاں جگہ بنائی جائے تو اس کی وصیت کو پورا کرنا بہتر ہے۔

قبر نہ راستہ میں بنائی جائے اور نہ پانی گزرنے کی جگہ میں کہ پہلی صورت میں لوگ اس کی بے حرمتی کریں گے اور دوسری صورت میں قبر بیٹھنے کا اندیشہ ہے۔

مستحب یہی ہے کہ جس جگہ فوت ہوا ہو اسی جگہ کے قبرستان میں دفن کر دیا جائے اگرچہ وہ وہاں سفر یا مہمانی کی حالت میں تھا اور اگر اسے دوسرے شہر کی طرف نکال کر لے جائیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۶۷ ج ۱)۔

قبر کیسی ہونی چاہیے؟

قبر دو قسم کی ہے۔ لحد اور شق۔ لحد یہ ہے کہ قبر کھود کر اس کی قبلہ والی دیوار میں میت رکھنے کی جگہ بنائی جائے اور شق یہ ہے کہ قبر سیدھی کھودی جائے جیسا کہ عموماً ہمارے علاقوں میں رائج ہے۔

لحد بنانا سنت ہے بشرطیکہ زمین سخت ہو ورنہ شق بنانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ قبر کی لمبائی میت کے قد کے برابر ہو اور اس کی چوڑائی میت کے آدھ قد جتنی اور اس کی گہرائی نصف قد جتنی ہو اور بہتر یہ ہے کہ گہرائی بھی میت کے قد کے برابر ہو اور متوسط درجہ یہ ہے کہ وہ سینے کے برابر تک ہو۔ (شامی ص ۶۵۹ ج ۱)۔

اس سے مراد یہ ہے کہ لحد یا شق کی مقدار اتنی ہو یہ نہیں کہ جہاں سے کھودنا شروع کی وہاں سے آخر تک یہ مقدار ہو۔ (بہار شریعت ص ۱۶۰ ج ۴)۔

بہتر یہ ہے کہ قبر کو کشادہ کھودیں کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ قبریں کھودو اور انہیں کشادہ رکھو اور گہرا بناؤ اور انہیں اچھا کرو" (مشکوٰۃ باب الدفن)۔

قبر کو کنکروں اور خس و خاشاک سے پاک کرنا چاہیے۔ اور وہ ہموار ہونی چاہیے۔ قبر کے اس حصہ میں کہ میت کے جسم کے قریب ہے پکی اینٹیں لگانا مکروہ ہے اور اس کے باقی حصہ میں مکروہ نہیں اور اگر زمین نرم ہے اور پکی اینٹ ہی میسر ہے تو اب ساری قبر میں پختہ اینٹیں لگانے میں کوئی حرج نہیں (مراقی الفلاح ص ۳۳۵)

بہتر یہ ہے کہ قبر کی دیواروں میں پختہ اینٹوں کے آگے کچی اینٹیں لگا دی جائیں جیسا کہ امام اسماعیل زاہد نے اسے بیان فرمایا اور اسی کی وصیت بھی فرمائی تھی (طحطاوی ص ۳۳۵)۔ قبر کی دیواروں میں بلاک یا پتھر لگانے میں کوئی حرج نہیں واللہ اعلم۔

اگر زمین نرم یا تر ہو تو تابوت میں میت دفنانے میں کوئی حرج نہیں اور بلا ضرورت مکروہ ہے (شامی ص ۶۵۹ ج ۱)۔

بہتر یہ ہے کہ تابوت کے فرش پر مٹی بچھا دیں اس کی چھت کو مٹی سے لیپ دیں اور پتلی پتلی کچی اینٹیں میت کے دائیں بائیں لگا دیں تاکہ وہ تابوت مٹی کی قبر کے مشابہ ہو جائے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۶۶ ج ۱)۔

قبر کے اندر چٹائی وغیرہ بچھانا ناجائز ہے کہ اس میں مال کا ضیاع ہے۔ (درمختار ص ۶۵۹ ج ۱)۔ اور میت کے سر کے نیچے تکیہ یا اینٹیں رکھ دینا بھی جائز نہیں۔ واللہ اعلم۔

متفرق مسائل

دو یا تین میت ایک ہی قبر میں دفن نہ کیے جائیں۔ ہاں اگر اس کی حاجت

ہو تو حرج نہیں۔ اس صورت میں مردوں کو قبلہ کی جانب رکھیں۔ پھر ان کے بعد بچوں کو پھر خنثوں کو پھر عورتوں کو رکھیں اور ہر دو میت کے درمیان مٹی کی آڑ بنا دیں جیسا کہ محیط السرخسی میں آیا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۶۶ اص ۱)۔

اگر میت مکمل سڑ کر مٹی بن چکا ہو تو اس کی قبر میں دوسرے میت کو دفنانا جائز ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۶۷ ج ۱)۔

اگر میت دفنانے کے لیے جگہ نہ ملتی ہو تو پرانی قبر کی ہڈیاں ایک کونے میں اکٹھی کر کے مٹی کی آڑ بنائیں اور اس میں دوسرا میت دفن کریں۔ (شامی ص ۶۵۹ ج ۱)۔

اور فتاویٰ تتار خانیہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص زندگی میں اپنے لیے قبر کھودے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اسے اس پر اجر دیا جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۶۶ ج ۱)۔

کسی ولی اللہ کا فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے اور خواب کی بات خلاف شرع امور میں مسموع نہیں ہو سکتی۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۱۱۵ ج ۴)۔

کافر فوت ہو جائے تو وہ اس کے مذہب و ملت والوں کو دے دیا جائے کہ وہ جیسا چاہیں کریں اور اگر کفار نہ ملیں تو اسے جیفۂ سگ کی طرح دفع عفونت کے لیے کسی گڑھے میں دبا دیں اور یہی حکم مرتد کا بھی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۱۱۳ ج ۴)۔

بدمذہب مدعی اسلام شخص فوت ہو جائے تو سُنّی صحیح العقیدہ لوگ اس کے کفن و دفن میں ہرگز ہرگز شامل نہ ہوں بلکہ اس کے ہم عقیدہ لوگ ہی اس کا گور و کفن کریں۔

مشرکین کا قبرستان اکھاڑ دیا گیا ہو اور اس کے آثار مٹا دیئے گئے ہوں تو وہاں مسلمان میت دفن کرنے میں حرج نہیں۔ (شامی ص ۶۵۹ ج ۱)۔

عورت کے لیے تابوت بنانا ہر حال میں مستحسن ہے کہ اس میں ستر زیادہ ہے اور غیر محرموں کے چھونے سے زیادہ حفاظت ہے۔ (شامی ص ۶۶۰ ج ۱)۔

میّت قبر میں اتارنے کے مسائل

قبر کی تیاری اور نماز جنازہ کی ادائیگی کے فوراً بعد میت دفنا دینا چاہیے کہ اس کی حدیثوں میں تاکید آئی ہے دور کے رشتہ داروں کو منہ دکھلانے کے لیے زیادہ تاخیر خلاف مُستحب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قبر میں اتارنے کے لیے طاق مردوں کا ہونا سنت ہے اور عند الضرورۃ جتنے اشخاص کی ضرورت ہو اتنے کام کریں اور طاقتور، تجربہ کار اور نیکوکار، دیانتدار اشخاص میت کو قبر میں اتارنے کا کام کریں۔ اگر دو محرم مرد نہ ہوں تو عورت کو قبر میں اتارنے کے لیے غیر محرم بھی کام کر سکتے ہیں۔ (مراقی الفلاح ص ۳۳۴)۔

میت اگرچہ عورت ہو اسے قبر میں اتارنے کے لیے عورتیں نہ کام کریں۔ اور نہ ہی اس کا جنازہ اٹھانے کا کام عورتیں کریں۔ (مراقی الفلاح ص ۳۳۴)۔

میت کو قبر میں اتارنے کے لیے ایک شخص اس کا سر اٹھائے دوسرا کمر اور تیسرا اس کے پاؤں۔ کمر میں عمامہ ڈالنا چاہیے تاکہ اتارنے میں آسان ہو۔ واللہ اعلم۔

میت کو قبلہ کی جانب سے اتاریں۔ یہ اس وقت سے ہے کہ قبلہ کی جانب دیوار یا درخت یا جھاڑی وغیرہ نہ ہو ورنہ دوسری جانب سے اتارنے میں بھی حرج نہیں (طحطاوی ص ۳۳۴)۔

بہتر یہ ہے کہ قبر میں اتارنے والے اشخاص باوضو ہوں واللہ تعالیٰ اعلم۔

میت کو قبر میں اتارنے والے یہ دعا پڑھیں۔ بسم الله و بالله و علیٰ ملّة رسول الله۔ (شامی ص ٦٦٠ ج ۱)

اگر یہ دعا سب حاضرین بھی پڑھیں تو زیادہ مناسب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

قبر میں میت کو دائیں کروٹ پر لٹا کر اس کا چہرہ قبلہ کو کریں۔ اگر اس کی پیٹھ کے پیچھے مٹی کی معمولی سی ڈھیری بنا کر اسے قبلہ رخ کریں کہ اس کا سارا بدن قبلہ کو رہا ہو تو بہتر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۱۱۸ ج ۴)۔

میت کو اس طرح نہ لٹائیں کہ اس کا رُخ قبلہ سے پھرا ہوا ہو۔ بلکہ اگر غلطی سے اسے ایسے دفن کر دیں اور ہنوز اس پر مٹی نہیں ڈالی گئی ہے تو تختے ہٹا کر اس کا رُخ قبلہ کو کریں اور اگر مٹی ڈال دینے کے بعد یاد آئے تو اب قبر نہ کھودیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

میت کو اوندھا نہ لٹائیں اور نہ اسے قبر کی مشرقی دیوار کا سہارا دے کر لٹائیں اور نہ اسے بٹھا کر دفنائیں کہ یہ سب باتیں خلاف سنت ہیں واللہ اعلم۔

میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس کی گرہیں کھول دیں۔ اور اگر نہ کھولیں تو بھی حرج نہیں۔ (جوہرہ نیرہ)

میت کے کفن کی گرہیں کھولنے والا شخص یہ دعا پڑھے اللّٰهم لا تحرمنا اجره و لا تفتنا بعده (طحطاوی ص ۳۳۴)

بہتر یہ ہے کہ کمر کی گرہ نہ کھولیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا "میت کے سر کی گرہ کھول اور اس کے دونوں پاؤں کی گرہ کھول" (مراقی الفلاح ص ۳۳۴)۔

سو اگر کمر کی گرہ کھولنا بھی مقصود ہوتا تو آپ اسے بھی ذکر فرماتے واللہ اعلم بالصواب۔

میت کے کفن پر کلمہ شہادت وغیرہ لکھنا جائز اور اس کی نجات کا ذریعہ ہے۔ یونہی اس کے کفن میں عہد نامہ رکھنا یا بزرگوں کے تبرکات رکھنا جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ عہد نامہ قبر کی مغربی جانب کی دیوار میں طاقچہ کھود کر اس میں رکھیں۔

میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس پر عطر چھڑکنا بزرگانِ دین سے منقول نہیں۔ اس سے بچنا چاہیے (طحطاوی ص ۳۳۳)

عورت کا جنازہ ہو تو قبر میں اتارنے سے تختہ لگانے تک قبر کو کپڑے وغیرہ سے چھپائے رکھیں۔ مرد کی قبر کو دفن کرتے وقت نہ چھپائیں البتہ بارش وغیرہ کوئی عذر ہو تو چھپانا جائز ہے۔ عورت کے جنازہ پر بھی پردہ کریں۔

قبر میں رکھنے کے بعد لحد کو کچی اینٹوں سے بند کریں اور زمین نرم ہو تو تختے لگانا بھی جائز ہے۔ تختوں کے درمیان جھری رہ گئی تو اسے ڈھیلے وغیرہ سے بند کریں صندوق کا بھی یہی حکم ہے (بہار شریعت ص ۱۶۱ ج ۴)۔

قبر پر مٹی ڈالنے کے مسائل

قبر کو مٹی سے بھر دینا سنت متوارثہ کے خلاف ہے بلکہ تختے لگا کر مٹی ڈالیں اور کوہان کی صورت میں قبر بنائیں تختے لگانے کے بعد مٹی ڈالی جائے اور مستحب یہ ہے کہ پہلے سرہانے کی طرف دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالیں۔ اور پہلی بار کہیں منها خلقناکم اور دوسری بار کہیں و فیها نعیدکم اور تیسری بار کہیں و منها نخرجکم تارۃ اخری (جوہرہ نیرہ ص ۱۳۲ ج ۱)۔

مٹی ہاتھ یا کھرپی یا پھوڑے، بیلچے وغیرہ جس چیز سے بھی ممکن ہو قبر پر ڈالیں (مراقی الفلاح ص ۳۳۵)

جتنی مٹی قبر سے نکلی ہو اتنی ہی ڈالیں زیادہ ڈالنا مکروہ ہے۔ (بحر الرائق ص ۱۹۴ ج ۱)

قبر چوکھونٹی نہ بنائیں بلکہ اس میں ڈھال رکھیں جیسے اونٹ کا کوہان ہوتا ہے۔ (مراقی ص ۳۳۵)

قبر ایک بالشت اونچی ہونی چاہیے یا کچھ خفیف زیادہ (مراقی الفلاح)

علماء و سادات کی قبور پر قبہ وغیرہ بنانے میں حرج نہیں اور قبر کو پختہ نہ کیا جائے یعنی اندر سے پختہ نہ کی جائے اور اگر اندر کچی ہو اوپر سے پختہ تو حرج نہیں۔ (درمختار ص ۶۶۲)۔

اگر ضرورت ہو تو نشان کے لیے قبر پر کچھ لکھ سکتے ہیں مگر ایسی جگہ نہ لکھیں کہ بے ادبی ہوتی ہو۔

(بحر الرائق ص ۱۹۴ ج ۱)۔

عوام کی قبر پر بلا فائدہ عمارت تعمیر کرنا منع ہے ہاں عمارت شدہ مکان میں دفنانے میں کراہت نہیں۔

(طحطاوی ص ۳۳۵)۔

بعض جگہوں میں رواج ہے کہ قبر پر پتھر رکھ دیتے ہیں تاکہ قبر بے نشان نہ ہو یا اُسے کوئی نہ کھودے اس میں کوئی حرج نہیں۔

قبر لیپنے یا اُسے چونہ لگانے میں فقہائے حنفیہ کا اختلاف ہے اور مختار قول یہ ہے کہ اس میں حرج نہیں ہے۔ (طحطاوی)

ہمارے علاقہ میں لوگوں کا دستور ہے کہ وہ دس محرم کے دن اپنے رشتہ داروں کی قبور پر تازہ مٹی ڈالتے ہیں یہ بہتر ہے واللہ اعلم۔

میّت کو دفنانے کے بعد جب لوگ قبرستان سے رخصت ہونے لگیں تو قبر کے سرہانے بلند آواز سے آذان دینا بہتر ہے (وصایا امام اعلیٰ حضرت بریلوی)

مستحب یہ ہے کہ دفن کے بعد قبر پر سورۂ بقرہ کا اوّل آخر پڑھیں۔ سرہانے آلم سے **ھُم المفلحون** تک اور پائنتی امن الرّسول سے ختم سورت تک پڑھیں۔ (جوہرہ ص ۱۳۳ ج ۱)۔

دفن کے بعد قبر کے پاس اتنی دیر تک رکنا مستحب ہے کہ جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے گوشت تقسیم کر دیا جائے کہ ان کے رہنے سے میّت کو اُنس ہوگا اور وہ نکرین کا جواب دینے میں وحشت نہ پائے گا اور وہ اتنی دیر تک تلاوت قرآن کریں یا میّت کی مغفرت کی دُعا مانگیں یا استغفار کریں۔ اور یہ دُعا کریں کہ میّت سوال نکرین کے جواب میں ثابت قدم رہے (جوھرہ وغیرہ ص ۱۳۳ ج ۱)۔

دفن کے بعد مردہ کو تلقین کرنا اہل سنّت کے نزدیک مشروع ہے اور یہ جو اکثر کتابوں میں ہے کہ تلقین نہ کی جائے یہ معتزلہ کا مذہب ہے کہ انہوں نے ہماری کتابوں میں یہ اضافہ کر دیا۔ (شامی ص ۶۲۸ ج ۱)۔

قبر پر پھول ڈالنا بہتر ہے کہ جب تک وہ تر رہیں گے تسبیح کریں گے اور میّت کا دل بہلے گا۔ یونہی جنازہ پر پھولوں کی چادر ڈالنے میں حرج نہیں (بہار شریعت ص ۱۶۷ ج ۴)۔

قبر پر سے تر گھاس نوچنا نہیں چاہیے کہ اس کی تسبیح سے رحمت اترتی ہے اور میّت کو اُنس ہوتا ہے اور نوچنے میں میّت کا حق ضائع ہوتا ہے۔ (بہار شریعت ص ۱۶۷ ج ۴) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۴ ربیع الاوّل ۱۴۰۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چوبیسواں مقالہ

عاشوراء کے فضائل و معمولات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین .اما بعد ۔اس مختصر رسالہ میں ہم نے عاشوراء کی عبادات کے فضائل کو جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت عطا فرمائے اور ذریعۂ ہدایت بنائے۔آمین۔

عاشوراء کی وجہ تسمیہ

محرم الحرام اسلامی سال (سن ہجری) کا پہلا مہینہ ہوتا ہے۔یہ مہینہ حرمت والے مہینوں میں شامل ہے۔حرمت والے چار مہینے ہیں۔رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم۔محرم الحرام کی دسویں تاریخ کا نام یوم عاشوراء ہے۔اس کی وجہ تسمیہ کے بارہ میں سید الاولیآء والاغواث سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مستطاب غنیۃ الطالبین جلد دوم ص ۵۵ میں فرماتے ہیں۔"عاشوراء کی وجہ تسمیہ میں علماء کا اختلاف ہے۔اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ اس دن کو عاشوراء کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ محرم کا دسواں دن ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس دن میں دس بھلائیاں ہیں اس وجہ سے اس کا نام عاشوراء رکھا گیا ہے (۱) اس دن میں حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔(۲) اس دن میں حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔(۳) اس دن میں حضرت نوح علیہ السلام کا سفینہ جودی پہاڑ کی چوٹی پر ٹھہرا۔(۴) اس دن میں حضرت ابراھیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور اسی دن خلیل بنائے گئے اور اسی دن میں نار نمرود سے آپ کو نجات ملی۔(۵) اس دن حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی اور اس دن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک عطا کیا گیا۔(۶) اس دن میں حضرت ایوب علیہ السلام کو شفا ملی۔(۷) اس دن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سمندر سے پار کیا گیا اور فرعون کو غرق کیا گیا (۷) اس دن میں حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے نکالے گئے۔(۹) اس دن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر تشریف لے گئے۔(۱۰) اس دن میں عالم ارواح میں سرکار مدینہ تاجدار عرب وعجم کا ظہور ہوا۔(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت مئی ۱۹۹۸ء زیرعنوان "فضائل عاشورآء" تحریر علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری۔ص ۳۹)

واقعات عاشورآء

امام ابوحامد محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں یوم عاشورآء کی فضیلت میں بہت سے واقعات پائے

گئے ہیں۔ان میں سے بعض یہ ہیں۔(۱)اس دن میں حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی (۲)اس دن میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن میں جنت میں داخل ہوئے (۳)اس دن میں عرش۔کرسی۔آسمان۔زمین۔سورج۔چاند۔ستارے اور جنت پیدا کیے گئے۔(۴)اس دن میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور انہیں اسی دن نار نمرود سے نجات ملی (۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو اسی دن نجات ملی اور فرعون اور اس کے ساتھی غرق ہوئے (۶) اس دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن آسمانوں کی طرف اٹھائے گئے (۷) اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا (۸) اس دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑی پر ٹھہری (۹) اس دن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہی بخشی گئی (۱۰) اس دن حضرت یونس مچھلی کے پیٹ سے نکالے گئے (۱۱) اسی دن حضرت یعقوب کی بصارت لوٹائی گئی (۱۲) اس دن حضرت یوسف گڑھے سے نکالے گئے (۱۳) اس دن حضرت ایوب کی بیماری دور کی گئی اور آسمانوں سے زمین پر پہلی بارش اسی دن برسی۔(مکاشفۃ القلوب ص ۳۰۸)

یوم عاشورآء ہمیشہ سے معظم چلا آرہا ہے

شیخ تقی الدین حلبی لکھتے ہیں۔ **ولم یزل یوم عاشورآء معظما عند اھل الاسلام حتی اتفق فیہ قتل الحسین رضی اللہ عنہ و کثیر من اھل البیت فسمعوا ان بنی امیۃ اتخذوہ عیدا یتزینون فیہ واقاموا الضیافات فاتخذتہ الشیعۃ یوم عزاء ینوحون فیہ و یجتنبون الزینۃ.**

مسلمانوں کے نزدیک عاشورآء کا دن ہمیشہ سے قابل تعظیم چلا آرہا ہے۔یہاں تک کہ اس دن میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور بہت سے اہل بیت کی شہادت کا واقعہ اتفاقاً پیش آیا بنی امیہ اس دن کو عید کا دن منانے اور ضیافتوں کا اہتمام کرنے لگے تو شیعہ لوگوں نے اس دن کو ماتم کا دن قرار دیا اور وہ اس میں نوحہ اور آہ و بکاہ کرنے لگے اور زینت سے اجتناب کرنے لگے۔(نزھۃ الناظرین ص ۱۰۳)

شب عاشورآء کی فضلیت

حضرت خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص سال کی ان پانچ راتوں میں عبادت

میں محافظت کرے ان کے ثواب کی امید پر اور ان کے وعدہ کی تصدیق پر تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ رجب کی پہلی رات میں بیداری کرے اور اس دن کا روزہ رکھے۔ عید الفطر اور عید البقر کی راتوں کا قیام کرے اور ان کے دنوں کا روزہ نہ رکھے شعبان کی پندرھویں رات میں قیام کرے اور اس کے دن کا روزہ رکھے اور دس محرم کی رات کا قیام کرے اور اس کے دن کا روزہ رکھے۔

(غنیۃ الطالبین جلد اول ص ۱۷۹)

(۲) اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من احیا لیلۃ عاشورآء احیاہ اللہ تعالیٰ ماشآء۔ جو شخص شب عاشورآء کو زندہ کرے یعنی اس میں عبادت کے ساتھ قیام کرے تو اللہ اسے جب تک چاہے گا زندہ رکھے گا۔ (غنیۃ الطالبین جلد دوم ص ۵۴)

(۳) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ومامن احد احیا لیلۃ عاشورآء واصبح صائما مات ولم یدر بالموت اور جو شخص عاشورآء کی رات میں شب بیداری کرے اور روزہ کے حال میں صبح کرے تو وہ اس حال میں مرے گا کہ اسے موت کا احساس نہ ہوگا۔ (غنیۃ الطالبین جلد دوم ص ۵۴)

شب عاشورآء کے نوافل

علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمتہ اللہ علیہ اپنے مضمون "فضائل عاشورآء" میں لکھتے ہیں شب عاشورآء میں بارہ رکعت دو دو رکعت کی نیت سے پڑھے۔ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد ۱۸ مرتبہ مع تسمیہ قل ھو اللہ پڑھے۔ بعد دو رکعت کے سلام پھیر کر سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم مع بسم اللہ شریف ستر بار پڑھے پھر سجدہ میں دونوں ہاتھ الٹے رکھ کر یعنی آسمان کے رخ پر کئے ہوئے استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اصلح التوبۃ مع بسم اللہ ستر بار پڑھے۔ پھر اللھم صل علی سیدنا محمد و علی الہ و سلم۔ ستر مرتبہ پڑھے اسی طرح بارہ رکعت ختم کرے۔ نوافل شب عاشورآء کی دوسری ترکیب یہ ہے کہ چھ رکعت کی نیت سے پڑھے اس طرح سے کہ پہلی رکعت میں الحمد شریف کے بعد سورۃ والشمس، دوسری رکعت میں سورۃ القدر اور تیسری رکعت میں سورۃ الزلزال اور چوتھی رکعت میں سورۃ الاخلاص، پانچویں رکعت میں سورۃ الفلق اور چھٹی رکعت میں سورۃ

الناس مع بسم اللہ شریف پڑھے پھر سر سجدہ میں رکھ کر قل یا ایھا الکافرون چار بار پڑھ کر بتوسل شہید کربلا اپنی مراد طلب کرے۔ (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ مئی ۱۹۹۸ص ۴۱)

اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس شب کے نوافل کی یہ ترکیب مروی ہے کہ چار رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں فاتحہ شریف ایک بار، سورہ زلزال ایک بار، سورۃ الکافرون ایک بار اور سورۃ اخلاص ایک بار پڑھے۔ پھر سلام پھیرنے کے بعد ستر مرتبہ درود شریف پڑھے۔

(غنیۃ الطالبین جلد دوم ص ۵۴)

صوم عاشورآء کی فضیلت

(۱) مسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **افضل الصیام بعد رمضان شھر اللہ المحرم**۔ رمضان کے بعد افضل روزہ اللہ کے مہینے محرم کا ہے (مشکوۃ باب صیام التطوع۔ جلد اول ص ۱۶۰)

(۲) شیخین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ **ما رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتحری صیام یوم فضلہ علی غیرہ الا ھذا الیوم عاشورآء** میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی دن کے روزہ کو دوسرے کسی دن کے روزہ پر فضیلت دے کر جستجو فرماتے ہوئے نہیں دیکھا مگر اس دن کو یعنی عاشورآء کے دن کو۔ (مشکوۃ۔ جلد اول ص ۱۶۰)

(۳) صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو یہود کو عاشورآء کے دن روزہ دار پایا۔ پوچھا یہ کونسا دن ہے کہ تم اس کا روزہ رکھتے ہو؟ وہ بولے۔ **ھذا یوم عظیم انجی اللہ فیہ موسی علیہ السلام وقومہ وغرق فرعون وقومہ فصامہ موسی شکرا فنحن نصومہ**۔ یہ عظمت والا دن ہے کہ اس میں اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو ڈبودیا سو موسی علیہ السلام نے بطور شکر اس دن کا روزہ رکھا تو ہم بھی یہ روزہ رکھتے ہیں۔ فرمایا **فنحن احق واولی بموسی منکم** ۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کی موافقت کرنے میں بہ نسبت تمہارے ہم زیادہ حق دار اور زیادہ قریب ہیں۔ راوی کہتے ہیں۔ **فصامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وامر بصیامہ**۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس دن کے روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (مشکوۃ۔ حصہ اول ص ۱۶۲)

(۴) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **وصیام یوم عاشورآء احتسب علی اللہ ان یکفر السنۃ التی قبلہ** مجھے اللہ پر یقین ہے کہ عاشورآء کا روزہ ایک سال کے گذشتہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے (مشکوۃ۔ جلد اول ص ۱۶۱)

(۵) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں عاشورآء کے روزہ رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے اور ترغیب بھی فرماتے پھر جب رمضان کے روزے فرض کیے گئے تو آپ نے ہمیں اس دن کا روزہ رکھنے کا نہ حکم دیا اور نہ اس سے منع فرمایا اور نہ اس کا تاکیدی حکم دیا۔

(مشکوۃ جلد اول ص ۱۶۲)

(۶) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چار کام کبھی ترک نہ کرتے تھے۔ عاشورآء کے دن کا روزہ۔ ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں کے روزے۔ ہر مہینے کے تین روزے اور فجر کے فرضوں سے پہلے دو رکعتیں۔ رواہ النسائی (مشکوۃ جلد اول ص ۱۶۲)

(۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بنی اسرائیل پر سال کے ایک دن یعنی عاشورآء کا روزہ فرض کیا گیا اور تم اس دن کا روزہ رکھو اور اس دن میں اپنے اہل وعیال کے خرچہ میں کشادگی کرو اور جو شخص اس دن اپنے اہل وعیال کے خرچ میں کشادگی کرے اللہ سارے سال اس پر کشادگی کرتا ہے **و من صام ھذا الیوم کان لہ کفارۃ اربعین سنۃ**۔ اور جو شخص اس دن کا روزہ رکھے یہ روزہ اس کے چالیس سالوں کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

(غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۵۴)

(۹) بعض سلف صالحین سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ جو شخص یوم زینت یعنی عاشورآء کے دن کا روزہ رکھے وہ سال کے روزوں میں سے جو روزے فوت ہوں گے ان کو پالے گا۔ جو اس دن میں صدقہ دے وہ سال کے صدقہ میں سے جو کچھ فوت ہوگا اسے پالے گا۔ (غنیۃ الطالبین ج ۲۔ ص ۵۴)

نویں محرم کا روزہ

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورآء

کا روزہ رکھا اور اس دن کے روزہ کا حکم دیا تو لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ انہ یوم یعظمہ الیھود و النصاری ۔ یارسول اللہ۔ عاشورآء کا دن وہ ہے جس کی تعظیم یہود ونصاریٰ کرتے ہیں۔ فرمایا۔ لئن بقیت الی قابل لاصو من التاسع اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو میں نویں محرم کا روزہ ضرور رکھوں گا۔ رواہ مسلم (مشکوٰۃ۔ جلد اول۔ ص ۱۶۰)

(۲) اور انہی کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ صوموا یوم عاشورآء و خالفوا فیہ الیھود صوموا قبلہ یوما وبعدہ یوما۔ عاشورآء کے دن کا روزہ رکھو اور اس کے اندر یہود کی مخالفت کرواور وہ (اس طرح سے کہ) اس سے پہلے ایک دن کا روزہ رکھو یا اس کے بعد ایک دن کا روزہ رکھو۔ رواہ احمد والبیھقی فی الشعب وصحہ السیوطی۔ (جامع صغیر۔ جلد دوم۔ ص ۴۷)

گیارھویں محرم کا روزہ

مندرجہ بالا دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ یہود ونصاری کی مخالفت کرنے کے لیے جس طرح نویں محرم کا روزہ رکھا جا سکتا ہے اسی طرح اس غرض کے حصول کے لیے گیارھویں محرم کا روزہ بھی رکھا جا سکتا ہے۔ امام غزالی لکھتے ہیں۔ و صامہ صلی اللہ علیہ و سلم قبل الھجرۃ و لما دخل المدینہ اکد طلبہ قال صلی اللہ علیہ و سلم فی آخر عمرہ الشریف ان عشت الی قابل لاصومن التاسع والعاشر فانتقل الی الرفیق الاعلی من عامہ ولم یصم غیر العاشر لکنہ رغب فیہ و فی صوم التاسع والحادی عشر بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم صوموا قبلہ یوما و بعدہ یوما و خالفوا سنۃ الیھود ای حیث افردوہ بالصوم ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے عاشورآء کے دن کا روزہ رکھا اور جب آپ مدینہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اس کی تاکید فرمائی یہاں تک کہ آپ نے اپنی عمر کے آخری ایام میں فرمایا اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو میں ضرور نویں محرم اور دسویں محرم کا روزہ رکھوں گا۔ آپ نے نویں محرم اور دسویں محرم کے روزوں کی ترغیب دی اور فرمایا دسویں محرم سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو یعنی وہ دسویں محرم کا ہی روزہ رکھتے ہیں تو تم دسویں محرم کے ساتھ نویں محرم یا گیارھویں محرم کے روزے بھی رکھو (مکاشفۃ القلوب ص ۳۰۹)

عاشورآء کا روزہ سنت ہے

مندرجہ بالا احادیث متبرکہ کی بناء پر ہمارے حنفی فقہاء نے عاشورآء کے روزہ کو سنت قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام شرنبلالی لکھتے ہیں۔ **واما القسم الثالث وھو المسنون فھو صوم یوم عاشورآء فانہ یکفر السنة الماضية مع صوم التاسع لصومہ العاشر وقال لئن بقیت الی قابل لا صومن التاسع** ۔ اور روزہ کی تیسری قسم مسنون روزہ ہے۔ اور وہ محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ ہے جبکہ اس کے ساتھ نویں محرم کا روزہ بھی رکھا جائے۔ یہ دو روزے گذشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں کیونکہ دسویں محرم کا روزہ تو خود رسول اللہ ﷺ نے رکھا اور نویں محرم کے روزہ کے بارہ میں فرمایا۔ اگر آئندہ سال تک زندگی نے وفا کی تو میں نویں محرم کا روزہ رکھوں گا۔ (مراقی الفلاح ص ۴۲۵)

تنہا عاشورآء کا روزہ مکروہ تنزیہی ہے

امام شرنبلالی لکھتے ہیں۔ **واما القسم السادس وھو المکروہ فھو قسمان مکروہ تنزیھا ومکروہ تحریما الاول الذی کرہ تنزیھا کصوم یوم عاشورآء منفردا عن التاسع اوعن الحادی عشر** ۔ اور چھٹی قسم کا روزہ مکروہ ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ مکروہ تنزیہی اور مکروہ تحریمی۔ مکروہ تنزیہی روزوں میں سے ایک دسویں محرم کا وہ روزہ ہے جس کے ساتھ نہ نویں محرم کا روزہ رکھا جائے اور نہ گیارھویں محرم کا۔ (مراقی الفلاح ص ۴۲۶)

یوم عاشورآء کے نوافل

سیدنا غوث اعظم محبوب سبحانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جو شخص عاشورآء کے دن میں چار رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پچاس بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچاس گذشتہ سالوں اور پچاس آئندہ سالوں کے گناہ بخش دیتا ہے۔ اور اللہ اس کے لیے ملاء اعلیٰ میں ایک ہزار نورانی محلات بناتا ہے (غنیتہ الطالبین ج ۲۔ ص ۵۴)

اہل وعیال پر وسعت رزق

عاشورآء کے دن اپنے اہل وعیال پر رزق کی وسعت کرنا سارے سال میں رزق کی وسعت و فراوانی کا سبب ہوتا ہے چنانچہ شیخ تقی الدین حلبی لکھتے ہیں۔ وروی شعبة عن ابی الزبیر عن جابر مرفوعا من وسع علی نفسه واهله یوم عاشورآء وسع الله علیه سائر سنته قال جابر وابو الزبیر و شعبة جربناه ووجدناه کذلک۔ شعبہ نے ابوالزبیر سے اورانہوں نے حضرت جابر سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جو شخص عاشورآء کے دن اپنے اوپر اور اپنی اہل وعیال کے اوپر رزق میں وسعت کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر تمام سال میں وسعت فرمائے گا۔ اس روایت کے راوی شعبہ، ابوزبیر اور جابر تینوں فرماتے ہیں کہ ہم نے اس بات کا تجربہ کیا تو اسے ایسے ہی پایا۔

(نزھۃ الناظرین ص۱۰۲)

قلت و قال المحقق علی الاطلاق الدهلوی رحمة الله علیه و ظاهر کلام البیهقی ان حدیث التوسعة حسن علی رای غیر ابن حبان ایضا فانه رواه من طرق عن جماعة من الصحابة مرفوعا ثم قال و هذه الاسانید وان کانت ضعیفة لکنها اذا ضم الی بعض احدثت قوة (ما ثبت بالسنۃ ۲۰)

سرمہ ڈالنا

عاشورآء کے دن آنکھوں میں سرمہ ڈالنا سارے سال میں آنکھیں نہ دکھنے کا سبب بنتا ہے چنانچہ شیخ محمد سخاوی کتاب مقاصد الحسنہ میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من اکتحل بالاثمد یوم عاشورآء لم ترمد عینه ابدا۔ جو شخص عاشورآء کے دن اپنی آنکھوں میں کالا سرمہ ڈالے گا اسکی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔ رواه الحاکم والبیهقی فی الشعب والدیلمی من حدیث جبیر عن ضحاک عن ابن عباس مرفوعا۔ (ما ثبت بالسنۃ ص۲۲) شیخ عبدالرحمٰن اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔ قال النسفی ای لم ترمد عینا قلبه۔ امام نسفی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دل کی دونوں آنکھیں نہ دکھیں گی۔ (نزھۃ المجالس جلد اول ص۱۷۴)

کھچڑا پکانا

شیخ عبدالرحمٰن صفوری لکھتے ہیں کہ میں نے کتاب المورد العذاب میں لکھا ہوا یہ دیکھا ہے کہ جب عاشورآء کے دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑی پر ٹھہری تو آپ نے حکم دیا کہ تمہارے پاس جو کھانے موجود ہیں انہیں جمع کرو۔ پس کوئی مٹھی بھر جو لے آیا۔ کوئی چاول۔ کوئی گندم۔ کوئی باقلا اور کوئی مسور کی دال۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ ان سب کو اکٹھا پکاؤ تو تمہیں سلامتی عطا ہوگی۔ **فمن ذلک الیوم اتخذ المسلمون طعام** الحبوب سو اس دن سے مسلمانوں نے عاشورآء کے دن کھچڑا پکانے کی رسم اختیار کی۔ (نزھۃ المجالس۔ حصہ اول۔ ص ۱۷۵)

شہید کربلا کی محفلیں منعقد کرنا

مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی لکھتے ہیں۔ مسلمان عاشورآء کے دن شہید کربلا کا ان کے ایثار و اخلاص کا، ان کی اولوالعزمی ثابت قدمی کا، ان کی حق کوشی ناحق کشی کا ذکر کرتے ہیں۔ شہادت کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔ اہل بیت کی حمایت اور دین وملت کا عجیب وغریب منظر دکھایا جاتا ہے۔ یہ مجالس دراصل ذکر الٰہی کی مجالس ہیں۔ جو اعلیٰ موعظت و تذکیر پر مشتمل ہوتی ہیں ان مجالس میں شامل ہونے سے قلب میں رقت اور اعمال صالحہ کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ ایسی مجالس کا منعقد کرنا باعث اجر وثواب ہے۔

(فتاویٰ صدرالافاضل ص ۳۲۵)

واقعہ کا بلا کا بیان

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ شیخ شہاب الدین ابنا لحجر الھیتمی المصری نے کتاب الصواعق المحرقۃ میں فرمایا۔ **اعلم ان ما اصیب به الحسین رضی الله تعالی عنه فی عاشورآء انما هو الشهادۃ الدالۃ علی مزید خطرته ورفعۃ درجته عند ربه والحاقه بدرجات اهل البیت الطاهرین فمن ذکر ذلک الیوم مصابه لا ینبغی ان یشتغل الا بالاسترجاع امتثالا للامر احرازا لما رتبه الله تعالی علیه بقوله اولئک علیهم صلوات من ربهم ورحمته واولئک هم المهتدون** ۔ خبردار حضرت امام

حسین رضی اللہ عنہ پر یوم عاشورآء جو مصائب پیش آئے وہ درحقیقت آپ کی شہادت ہے۔ جو عنداللہ آپ کے علو مرتبہ ورفعت درجہ کی دلیل ہے۔ لہذا جو شخص اس دن کے مصائب وآلام کا تذکرہ کرے اس پر یہی مناسب ہے کہ وہ حکم خداوندی بجالاتے ہوئے صرف انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھے تاکہ اللہ تعالی نے اس پر جو ثواب مرتب فرمایا ہے وہ اسے حاصل ہو۔ اللہ تعالی فرماتا ہے۔ یہی تو وہ حضرات ہیں جن پر ان کے رب کی جانب سے رحمت ہے اور یہی تو وہ حضرات ہیں جو ہدایت پاتے ہیں (ما ثبت بالسنہ ص ۱۶)

رافضیوں کی محفل سے اجتناب لازم ہے

مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں۔ ہاں کیا چیز ممنوع ہے۔ مجالس روافض کی شرکت، ان کے مرثیوں کو پڑھنا۔ ان کے بیانوں کا سننا، غلط اور توہین آمیز حکایتیں جو روافض وغیرہ کی بنائی ہوئی ہیں ان کو سننا سنانا اور وہابیوں کے ان وعظوں میں شریک ہونا جن میں مجالس متبرکہ پر روافض کی طرح تبرا کیا جاتا ہے اور امور خیر کو بدعت بنا کر خلق کو نیکیوں سے روکنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ غرض اہل سنت پر دونوں (روافض و وھابیہ) سے بچنا لازم ہے کہ رافضی سے بھی اور وہابی خارجی سے بھی بچیں۔ یہ دونوں گمراہ اور افراط وتفریط میں مبتلاء ہیں اعاذنا اللہ تعالی من شرورھم "(فتاوی صدر الافاضل ص ۳۲۷)

اور اعلی حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ سے پوچھا گیا کہ مجلس مرثیہ خوانی اہل تشیع میں اہل سنت وجماعت کو شریک وشامل ہونا جائز ہے یا نہیں؟ تو آپ نے جواب فرمایا۔ حرام ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من کثر سواد قوم فھو منھم (جو شخص کسی قوم کی تعداد بڑھائے وہ اسی سے ہے)۔ وہ بدزبان ناپاک لوگ اکثر تبرا بک جاتے ہیں اس طرح سے کہ جاہل سننے والوں کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ اور متواتر سنا گیا ہے کہ وہ سنیوں کو جو شربت دیتے ہیں اس میں نجاست ملاتے ہیں۔ اور کچھ نہ ہو تو وہ روایات موضوعہ، کلمات شنیعہ وماتم حرام سے خالی نہیں ہوتی۔ اور یہ دیکھیں سنیں گے اور منع نہ کرسکیں گے تو ایسی جگہ جانا حرام ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا۔ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین واللہ تعالی اعلم۔

(رسالہ اعالی الافادہ فی تعزیۃ الھند وبیان الشھادہ مؤلفہ اعلی حضرت بریلوی مطبوعہ مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ چوک بازار داتا صاحب۔ لاہور)

اہل سنت کی محافل میں شرکت لازم ہے

عاشورآء کے دن سنی لوگ شیعہ کی محفلوں میں جا پہنچتے ہیں اوران لوگوں کا تماشا دیکھتے ہیں یہ شرعاً ناجائز ہے۔اس کے بارہ میں ابھی ابھی آپ نے اعلیٰ حضرت بریلوی کا فتوی پڑھا ولہذا اس دن اہل سنت اپنے علماء کی منعقد محفلوں میں شریک ہوکر ثواب عظیم حاصل کیا کریں۔اور علمائے اہل سنت کی تقاریر سن کر اپنے ایمان کو تازہ کیا کریں۔اہل سنت کی محافل کے بارہ میں اعلیٰ حضرت کا یہ فتوی بھی ملاحظہ ہو۔آپ فرماتے ہیں۔"جو مجلس ذکر شریف حضرت سیدنا امام حسین واہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہو جس میں روایات صحیحہ معتبرہ سے ان کے فضائل ومناقب ومدارج بیان کیے جائیں اور ماتم وتجدید غم وغیرہا امور مخالف شرع سے یکسر پاک ہونی نفسہ حسن ومحمود ہے۔خواہ اس میں شعر پڑھیں یا نظم۔اگرچہ وہ نظم بوجہ ایک مسدس ہونے کے جس میں ذکر حضرت سید الشہداء عرف عام میں بنام مرثیہ موسوم ہو کہ اب یہ مرثیہ نہیں ہے۔نھی رسول الله صلى الله عليه وسلم عن المراثی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثیے پڑھنے سے منع فرمایا۔(اعالی الافادہ)

ایصال ثواب کا اہتمام

عاشورآء کے دن سید الشہداء حضرت امام عالی مقام حضرت امام حسین اوران کے ساتھ جہاد فرمانے والے بزرگوں کو تلاوت قرآن مجید اور صدقات وخیرات کا ثواب پہنچانا چاہیئے کہ اس میں دنیا وآخرت کی بہتری ہے۔اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے۔آمین۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳ ذوالحجہ ۱۴۲۵ھ)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پچیسواں مقالہ

ماہِ رجب کی عبادات کی فضیلت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد اللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :۔اس مختصر رسالہ میں ماہِ رجب المرجب کی عبادات کی فضیلت لکھی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ اسے شرف مقبولیت بخشے اور ذریعۂ ہدایت بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

رجب المرجب

اسلامی سال کا ساتواں مہینہ ہے۔یہ مہینہ حرمت والے مہینوں میں داخل ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **ان عدۃ الشہور عند اللہ اثنا عشر شہرا فی کتاب اللہ یوم خلق السموات والارض منہا اربعۃ حرم ط** ۔بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہے۔اللہ کی کتاب میں جب سے اس نے آسمان اور زمین بنائے۔ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔(پ۱۰رکوع ۱۱)

قولہ (ان میں سے چار حرمت والے ہیں) یعنی تین متصل ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور ایک جدا یعنی رجب۔عرب لوگ زمانہ جاہلیت میں بھی ان مہینوں کی تعظیم کرتے تھے۔اور ان میں قتال حرام جانتے تھے۔اسلام میں ان مہینوں کی حرمت وعظمت اور زیادہ کی گئی۔(خزائن العرفان ص ۳۴۶)

رجب اسم مشتق ہے۔اس کا مادۂ اشتقاق ترجیب ہے اور اہل عرب کے نزدیک ترجیب کا معنیٰ تعظیم ہے۔ رجب کے تین حرف ہیں۔راء، جیم اور باء۔راء سے اللہ عزوجل کی رحمت، جیم سے اس کا جود وکرم اور باء سے اس کی بر یعنی مہربانی مراد ہے کیونکہ اس مہینے میں اول سے آخر تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین تحفے بندوں کو ملتے ہیں۔اللہ کی رحمت عذاب کے بغیر، اس کی سخاوت بخل کے بغیر اور اس کی مہربانی قہروانی کے بغیر۔(غنیۃ الطالبین حصہ اول ۱۷۳)

ماہِ رجب کے چند اور نام بھی ہیں۔ **رجب مضر، منصل الاسنۃ، شہر اللہ الاصم، شہر اللہ الاصب، شہر السابق اور شہر الفرد** ۔(غنیۃ الطالبین حصہ اول ۱۷۳)

رجب اللہ کا مہینہ ہے

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے **رجب شہر اللہ و شعبان شہری و رمضان شہر امتی** ۔رجب اللہ کا مہینہ، شعبان میرا مہینہ

اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔ رواہ ابوالفتح فی امالیہ وضعفہ الجلال السیوطی (جامع صغیر ج ۲ ص ۲۲)

رجب میں نیکیوں کا ثواب بڑھ جاتا ہے

چونکہ رجب اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے۔ اس لیے اس ماہ مبارک میں نیکیوں کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ رجب شهر عظیم یضاعف الله فیه الحسنات۔ رجب عظمت کا مہینہ ہے۔ اللہ اس میں نیکیوں کا ثواب چند گنا فرما دیتا ہے۔ (ما ثبت من السنۃ ص ۲۲۸)

رجب کی پہلی تاریخ کی دعا

شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کی رجب کا چاند نظر آنے پر یہ دعا پڑھنی چاہیے. الهی تعرض الیک فی هذا اللیلة المتعرضون و قصدک القاصدون و امل معرو فک و فضلک الطالبون ولک فی هذه اللیلة نفحات و مواهب و عطایا تمن بها علی من تشآء من عبادک وتمنها بها علی من تشآ من عبادک و تمنع عمن لم تسبق له منک عنایة و ها انا عبدک الفقیر الیک المنومل فضلک و معرو فک فجد علی بفضلک و معروفک یا رب العالمین. (غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۵۱)

رجب کے مہینے میں دعائے نبوی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رجب کا مہینہ داخل ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے۔ اللهم بارک لنا فی رجب و شعبان و بلغنا رمضان۔ اے اللہ ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکت فرما اور ہمیں رمضان تک پہنچا۔ رواہ ابن عساکر فی تاریخہ وابن النجار۔ (ماثبت من السنة ص ۲۳۰)

رجب کی پہلی رات کی فضیلت

محدث دیلمی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ چار راتوں میں خیر کثیر برساتا ہے۔ عید البقر کی رات عید الفطر کی رات شعبان کی

پندرھویں رات اور رجب کی پہلی رات۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۳۰۰)

اور روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے والیء بصرہ کو لکھا۔ تم پر چار راتیں سال میں لازم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان میں اپنی رحمت پوری طرح انڈیلتا ہے۔ رجب کی پہلی رات، شعبان کی پندرھویں رات رمضان کی ستائیسویں رات اور عیدالفطر کی رات۔ (غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۷۹)

اور خالد بن معدان رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جو شخص سال میں پانچ راتوں کی عبادت پر محافظت کرتا ہے ان کے ثواب کی امید پر اور ان کے وعدہ کی تصدیق سے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ رجب کی پہلی رات میں بیداری کرے اور اس کے دن کا روزہ رکھے، عیدالفطر اور عیدالبقر کی راتوں کا قیام کرے اور ان کے دنوں کا روزہ نہ رکھے، شعبان کی پندرھویں رات کا قیام کرے اور اس کے دن کا روزہ رکھے اور دس محرم کی رات کا قیام کرے اور اس کے دن کا روزہ رکھے۔ (غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۷۹)

اور محدث دیلمی حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ پانچ راتوں میں دعا رد نہیں کی جاتی رجب کی پہلی رات میں شعبان کی پندرھویں رات میں، جمعہ کی رات میں اور عیدالبقر کی رات میں۔

(مراقی الفلاح ص ۲۱۹۔ غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۱۷۹۔ مکاشفۃ القلوب ص ۳۰۰)

رجب کے روزوں کی فضیلت

رجب کی دنوں کے روزوں کی بڑی فضیلت ہے۔ چنانچہ

(۱) امام رافعی حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رجب عظمت والا مہینہ ہے۔ اس میں نیکیوں کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو شخص اس کے کسی دن کا روزہ رکھے تو اس کا وہ روزہ ایک سال کے روزہ کی مثل ہے۔ (ماثبت من السنۃ ص ۲۲۸)

(۲) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "رجب عظمت والا مہینہ ہے۔ اللہ اس مہینہ میں نیکیاں بڑھا دیتا ہے۔ سو جو شخص رجب کے کسی دن کا روزہ رکھے گویا اس نے پورے سال کے روزے رکھے۔ اور جو اس کے سات دنوں کے روزے رکھے اس کے لیے اللہ تعالیٰ جہنم کے ساتوں دروازے بند فرما دیتا ہے۔ اور جو اس کے آٹھ دنوں کے روزے رکھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیتا ہے۔

اور جو اس کے پندرہ دنوں کے روزے رکھے اسے آسمان سے منادی کرنے والا پکار کر کہتا ہے۔

• **قد غفر لک ما ماضیٰ فاستاء نف العمل ومن زاد زادہ** تیرے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں اب تو نئے سرے سے عمل کر اور جو شخص زیادہ عمل کرے گا اس کا اجر اس سے زیادہ ہوگا۔ (ما ثبت من السنۃ عن الجامع الکبیر)

(۳) ابو قلابہ روایت بیان کرتے ہیں کہ "جنت میں ایک محل ہے جو رجب کے دروازہ دار کے لیے ہے "رواہ ابن عساکر (ما ثبت من االسنۃ ص ۲۳۰)

(۴) عامر بن شبل فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو یہ روایت بیان کرتے سنا جسے انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا تھا کہ جنت میں ایک محل ہے جس میں صرف وہ لوگ داخل ہوں گے جو رجب میں بکثرت روزے رکھتے ہیں"۔ رواہ ابن شاہین فی الترغیب (ما ثبت ص ۲۳۰)

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلاشبہ جنت میں ایک دریا ہے جس کا نام رجب ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ جو شخص رجب کے ایک دن کا روزہ رکھے گا اللہ اسے اس دریا سے پانی پلائے گا" رواہ الشیرازی فی الالقاب والبیھقی فی شعب الایمان عن انس رضی اللہ عنہ (ما ثبت ص ۲۳۰) (جامع صغیر جلد اول ص ۹۲)

(۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا "رجب کی پہلی تاریخ کا روزہ دو سالوں کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور دوسری تاریخ کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور تیسری تاریخ کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ پھر ہر تاریخ کا روزہ ایک مہینے کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ رواہ دوسری تاریخ کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ رواہ ابو محمد الخلال فی فضائل رجب (ما ثبت ص ۲۳۰)

(۷) امام دارمی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں۔ کہ جو شخص رجب کے کسی ایک دن کا روزہ رکھے اور اس کی راتوں میں سے کسی ایک رات کا قیام کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے امن کی حالت میں اٹھائے گا اور وہ پل صراط کو کلمہ طیبہ اور تکبیر پڑھتے ہوئے عبور کرے گا۔ (ما ثبت ص ۲۳۴)

(۸) امام دارمی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ "جو شخص رجب کی کسی رات میں قیام کرے اور اس کے کسی ایک دن کا روزہ رکھے اللہ اسے جنت کے پھلوں سے کھلائے گا اور جنت کی پوشاکوں سے پہنائے گا۔ اور جنت کی شرابوں سے پلائے گا"۔ (ما ثبت ص ۲۳۴)

(۹) امام غزالی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار بلاشبہ رجب الاصم اللہ کا مہینہ ہے۔

جو شخص رجب کے کسی دن کا روزہ ایمان داری اور ثواب کی خاطر رکھے وہ اپنے لیے عظمت والے اللہ کی خشنودی لازم کر لیتا ہے۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۲۹۹)

(۱۰) اور یہی امام حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص حرمت والے مہینے (رجب) کے تین دن کے روزے رکھے اس کے لیے نو سال کی عبادت لکھ دی جاتی ہے۔ پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میرے یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں اگر میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنی ہو۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۲۹۹)

لیلۃ الرغائب یعنی رجب کی پہلی شب جمعہ

امام ابن عساکر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رجب کے پہلے جمعہ کی رات آتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے یہ روشن رات ہے۔ اور جب اس کے پہلے جمعہ کا دن ہوتا تو فرماتے یہ سرسبز دن ہے۔ (ماثبت ص ۲۳۲)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رجب کے پہلے جمعہ کی رات سے غفلت نہ برتو کیونکہ فرشتے اس رات کو لیلۃ الرغائب کہتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رجب کی اس رات کا ثلث اول گزر جاتا ہے تو آسمانوں اور زمینوں میں کوئی فرشتہ نہیں ہوتا مگر وہ سب کعبہ میں جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان پر ظہور فرماتا ہے اور پوچھتا ہے۔ اے میرے فرشتو مجھ سے جو چاہو مانگو تو فرشتے عرض کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب ہماری حاجت یہی ہے کہ تو رجب کے روزہ داروں کی بخشش فرما دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے یہ کام کر دیا ہے۔ (نزہتہ المجالس حصہ اول ص ۱۵۵)

صلوۃ الرغائب کی فضیلت

شیخ الجن والانس سید الاولیآء والاغواث والاقطاب سیدنا سید شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ کوئی ایسا بندہ اور کنیز نہیں جو اس نماز کو پڑھے پھر اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ نہ بخش دے۔ اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ۔ ریت کے ذروں کے برابر۔ پہاڑوں جتنے وزنی۔ بارش کے قطروں۔ درختوں کے پتوں کے برابر ہوں پھر جب قبر کی پہلی رات آئے گی تو اس نماز کا ثواب ہنس مکھ اور بولتی زبان کے ساتھ آئے گا اور اس سے کہے گا اے میرے دوست۔ تو خوشخبری

سن کہ تو نے ہر سختی سے نجات حاصل کر لی ہے۔ بندہ کہے گا۔ تو کون ہے؟ اللہ کی قسم میں نے تجھ سے خوبصوت شخص کوئی نہیں دیکھا۔ تیری گفتگو سے میٹھی گفتگو کسی کی نہیں سنی۔ اور نہ تیری خوشبو سے زیادہ عمدہ خوشبو کسی سے سونگھی۔ وہ کہے گا میں اس نماز کا ثواب ہوں جو تو نے فلاں رات فلاں مہینے اور فلاں سال میں پڑھی۔ آج رات میں تیری حاجت روائی کے لیے اور تنہائی دور کرنے کے لیے آئی ہوں پھر جب صور پھونکی جائے گی میں تیرے سر پر سایہ بنوں گی۔ اور خوشخبری سنو کہ تم اپنے مولا کی بہتری سے کبھی بھی محروم نہ ہو گے۔ (غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۸۲)

صلوۃ الرغائب کی ترکیب

سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "رجب کے پہلے جمعہ کی رات میں مغرب اور عشاء کے درمیان بارہ رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں فاتحہ شریف کے بعد سورۃ القدر تین بار، سورۃ الاخلاص بارہ بار پڑھے۔ اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔ پھر جب فارغ ہو جائے تو ان الفاظ میں درود شریف پڑھے **اللھم صل علی محمد النبی الامی و علی الہ و سلم**۔ پھر سجدہ میں جا کر ستر مرتبہ سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح پڑھے ستر مرتبہ سر اٹھا کر کہے **رب اغفرو ارحم و تجاوز عما تعلم فانک انت العزیز الاعظم**۔ پھر دوسرا سجدہ کرے اور پہلے سجدہ میں جو کچھ پڑھا تھا پڑھے پھر سجدہ ہی میں اپنی حاجت کا سوال کرے تو وہ پوری کر دی جائے گی۔ (غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۸۲)

صلوۃ الرغائب کی جماعت مکروہ تنزیہی ہے

صلوۃ الرغائب کی جماعت میں اگر تین سے زائد مقتدی نہ ہوں تو اصلا کوئی حرج نہیں (بہار شریعت حصہ چہارم ص ۳۱) اور اگر تین سے زائد مقتدی ہوں تو مکروہ تنزیہی ہے اس جماعت سے بچنا بہتر ہے تفصیل کے لیے ہمارا رسالہ "جماعت نوافل کی کراہیت کا مفصل بیان" مطالعہ فرمائیں۔

رجب کی پندرھویں تاریخ کی فضیلت

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا۔ میرے رب تیرے نزدیک کونسا وقت اور کونسا دن زیادہ محبوب ہے۔ فرمایا میرے نزدیک سب سے محبوب دن رجب کی پندرھوں تاریخ کا دن ہے۔ جو شخص اس دن میں روزہ،

نمازاور صدقہ کے ذریعہ سے میرا قرب چاہتا ہے میں اس کے ہر سوال کو قبول کرتا ہوں اور جس گناہ سے بھی معافی مانگے میں اس کا وہ گناہ بخش دیتا ہوں۔اے آدم جو شخص رجب کی پندرھوں تاریخ اس حال میں صبح کرے کہ وہ روزہ دار ہو۔اس کی جزا نہیں ہے مگر جنت۔اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رجب کی پندرھویں تاریخ کا روزہ رکھے تو اس کا روزہ تیس سالوں کے روزہ کے برابر ہوتا ہے۔اور کتاب عیون المجالس میں لکھا ہے کہ رجب کی پندرھویں تاریخ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو فرمائی اور اس رات میں حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھایا۔اللہ تعالی اس رات میں کراماً کاتبین فرشتوں سے فرماتا ہے۔بندوں کے اعمال ناموں کو دیکھو پس ان کی ہر برائی مٹادو اور اس کی جگہ نیکی لکھ دو۔

(نزھۃ المجالس حصہ اول ص ۱۵۴)

رجب کی ستائیسویں رات کی فضیلت

رجب کی ستائیسوں رات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوا اس لیے اس رات کی بڑی فضیلت ہے۔شیخ عبدالحق لکھتے ہیں واضح ہو کہ ملک عرب کے لوگوں میں مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رجب کی ستائیسویں شب میں شرف معراج حاصل ہوا۔اور اسی تاریخ میں رجبی موسم ان لوگوں میں موسم حج جتنا متعارف ہے۔اور وہ دور دور کے شہروں اور صحراؤں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔(ماثبت من السنۃ ص ۳۴۱)

اور حضرت ابوھریرہ اور حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔"بلاشبہ رجب میں ایک دن اور ایک رات ہیں۔جو شخص اس دن کا روزہ رکھے اور اس رات کا قیام کرے تو اس شخص کے لیے ایک سو سال کے روزوں اور ان کی راتوں کے قیام جتنا ثواب ہے۔اور وہ ستائیسویں رجب کا دن اور اس کی رات ہیں اور یہ وہی دن ہے جس میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پہلی وحی نازل ہوئی"(غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۸۲)

شب معراج کے نوافل

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رجب میں ایک ایسی رات ہے جس میں نیکی کرنے والے کے لیے

ایک نیکی کے بدلے میں ایک سو نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور وہ ستائیسویں رات ہے۔ سو جو شخص اس رات میں بارہ رکعتیں اس طرح سے پڑھے کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھے پھر سو مرتبہ استغفار پڑھے پھر سو مرتبہ درود شریف پڑھے پھر اپنے لیے دنیا اور آخرت کی حاجتوں میں سے جس حاجت کے بارہ میں چاہے سوال کرے پھر دن کو روزہ رکھے تو بلا شبہ اللہ تعالی اس کی سب دعائیں قبول فرمائے گا۔ سوائے اس کے کہ وہ کسی گناہ کے کام کی دعا مانگے۔

رواہ البیھقی فی شعب الایمان عن ابان عن انس وقال ھو اضعف من الذی قبلہ (ما ثبت من السنۃ ص ۲۳۰)

ہزاری روزہ

رجب کی ستائیسویں تاریخ کا روزہ بڑے ثواب کا حامل ہے اور ہزار ہا روزوں کے ثواب جتنا ثواب رکھتا ہے اس لیے عوام اس روزہ کو ہزاری روزہ کہتے ہے اس روزہ کی فضیلت میں امام بیہقی شعب الایمان میں روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رجب کے مہینے میں ایک دن اور ایک رات ایسے ہیں کہ جو شخص اس دن میں روزہ رکھے اور اس رات میں قیام کرے تو وہ اس شخص کی مانند ہے جو سو برس تک روزے رکھے اور ان کی راتوں کا قیام کرے اور وہ رجب کی ستائیسویں تاریخ ہے۔

(ما ثبت من السنۃ ۲۲۸، غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۱۸۳)

اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من صام یوم السابع والعشرین من رجب کتب لہ ثواب صیام ستین شھرا۔ جو شخص ستائیسویں رجب کا روزہ رکھے اس کے لیے ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

(غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۸۲)

حضرت ابن عباس کا معمول

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ جب رجب کی ستائیسویں تاریخ آتی تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اعتکاف کی حالت میں صبح کرتے اور ظہر کے وقت تک نوافل پڑھتے رہتے پھر جب ظہر کی نماز پڑھ لیتے تو تھوڑا سا آرام کرتے پھر چار رکعتیں اس طرح پڑھتے کہ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار۔ قرآن کی آخری دو سورتیں ایک ایک بار۔ سورۃ القدر تین بار اور سورۃ الاخلاص پچاس بار پڑھتے۔ پھر عصر کے وقت تک دعا

مانگتے رہتے۔اور فرماتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن میں اسی قسم کے کام کرتے تھے۔

(غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۸۲)

ماہ رجب کے ختمات

(۱) ماہ رجب میں بعض جگہ سورۃ ملک چالیس مرتبہ پڑھ کر روٹیوں یا چھوہاروں پر دم کرتے ہیں اور ان کو تقسیم کرتے ہیں اور ثواب مردوں کو پہنچاتے ہیں۔یہ جائز ہے۔

(۲) اسی ماہ میں حضرت جلال بخاری علیہ الرحمۃ کے کونڈے ہوتے ہیں کہ چاول یا کھیر پکوا کر کونڈوں میں بھرتے ہیں اور فاتحہ دلا کر لوگوں کو کھلاتے ہیں۔یہ بھی جائز ہے۔ہاں ایک بات مذموم ہے کہ جہاں کونڈے بھرے جاتے ہیں وہیں کھلاتے ہیں۔وہاں سے ہٹنے نہیں دیتے۔یہ ایک لغو حرکت ہے۔مگر یہ جاہلوں کا طریقہ ہے پڑھے لکھے لوگوں میں یہ پابندی نہیں۔

(۳) اسی طرح ماہ رجب میں بعض جگہ حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ایصال ثواب کے لیے کونڈے بھرے جاتے ہیں یہ بھی جائز ہے مگر اس میں بھی اس جگہ کھانے کی بعضوں نے پابندی رکھی ہے۔یہ بے جا پابندی ہے۔اس کونڈے کے متعلق ایک کتاب بھی ہے۔جس کا نام داستان عجیب ہے اس موقع پر بعض لوگ اس کو پڑھواتے ہیں اس میں جو کچھ لکھا ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں وہ نہ پڑھی جائے۔فاتحہ دلا کر ایصال ثواب کریں۔

ماہ رجب ماہ زکوۃ ہے

رجب کو زکوۃ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے۔اس کی اصل یہ حدیث ہے۔**روی عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ انہ لما استھل رجب رقی المنبر یوم الجمعۃ و خطب ثم قال الا ان ھذا شھر اللہ الاصم و ھو شھر زکاتکم فمن کان علیہ دین فلیؤد دینہ ثم لیزک مابقی** ۔روایت میں آیا ہے کہ جب رجب کا مہینہ آ پہنچتا تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوتے،خطبہ ارشاد فرماتے اور پھر فرماتے خبردار بلاشبہ یہ اللہ کا اصم مہینہ ہے اور یہ تمہاری زکوۃ کی ادائیگی کا مہینہ ہے۔سو جس پر قرضہ ہو وہ قرضہ ادا کرے پھر باقی مال کی زکوۃ ادا کرے۔

(غنیۃ الطالبین،حصہ اول ص ۱۷۵)

رجب میں صدقہ کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں و من تصدق فیہ بصدقۃ فکانما تصدق بالف دینار۔ اور جو شخص ماہ رجب میں کسی شئے کا صدقہ کرے تو گویا اس نے ایک ہزار دینار کا صدقہ کیا ہے۔ رواہ السید الشیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ۔

(غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۷۹)

رجب کی عبادت کی فضیلت

امام غزالی حکایت بیان کرتے ہیں کہ بیت المقدس میں ایک عورت رجب کے ہر روز میں بارہ ہزار مرتبہ سورہ اخلاص پڑھا کرتی تھی۔ اور اس مہینے اونی لباس پہنتی تھی۔ جب وہ بیمار ہوئی تو اس نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ اسے اونی لباس میں دفن کرے۔ جب وہ مرگئی تو اس کے بیٹے نے اسے عمدہ کپڑے میں دفنایا۔ خواب میں اس نے والدہ کو دیکھا کہ وہ کہتی ہے کہ میں تجھ سے ناراض ہوں کیوں کہ تو نے میری وصیت پوری نہیں کی۔ وہ ڈر کر بیدار ہوا اونی لباس لیا تا کہ وہ اسے اس میں کفنائے۔ جب اس نے قبر کو اکھاڑا تو والدہ کو نا موجود پایا۔ یہ دیکھ کر وہ حیران ہو گیا۔ ہاتف نے آواز دے کر کہا۔ اما علمت ان من اطاعنافی رجب لانترکہ فرداوحیدا۔ کیا تجھے علم نہیں کہ جو شخص رجب میں ہماری بندگی کرتا ہے ہم اسے اکیلا نہیں چھوڑتے۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۶۹۹)

رجب کے پورے مہینے کے روزوں کی فضیلت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے آخر میں ہے۔ و من صامہ استوجب علی اللہ ثلاثۃ اشیاء۔ اور جو شخص رجب کے پورے مہینے کے روزے رکھ لے اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر تین چیزیں لازم ہو جائیں گی۔ اس کے گزرے ہوئے سارے گناہوں کی بخشش، آئندہ عمر میں اسے گناہوں سے بچائے رکھنا اور قیامت کے دن پیاس سے بچائے رکھنا۔ یہ سن کر ایک کمزور شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں رجب کے پورے مہینے کے روزے رکھنے سے عاجز ہوں۔ فرمایا صم اول یوم منہ و اوسط یوم فیہ و آخر یوم منہ فانک تعطی ثواب من صامہ کلہ فان الحسنۃ بعشر

امثالها ولکن لا تغفلوا عن اول لیلة جمعة فی رجب ۔ رجب کے پہلے دن اور درمیانی دن اور آخری دن کے روزے رکھو تمہیں پورا مہینہ روزے رکھنے والے شخص کے ثواب جتنا ثواب دیا جائے گا۔ کیونکہ ایک نیکی کا اجر دس نیکیوں کے برابر ہوتا ہے البتہ پہلے جمعہ کی رات سے غفلت نہ برتو۔

(غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۸۱)

رجب میں استغفار کی فضیلت

حضرت وہب بن منبہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ عزوجل کی بعض کتابوں میں یہ بات پڑھی ہے کہ جو شخص رجب کے مہینے میں صبح وشام اللہ سے ستر مرتبہ اپنے گناہوں کی معافی مانگے اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو دوزخ پر حرام کر دیتا ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اکثر الاستغفار فی شهر رجب فان لله فی کل ساعة منه عتقا من النار و ان للہ مدائن لا يدخلها الا من صام رجب. رجب کے مہینے میں کثرت سے استغفار پڑھو کیونکہ اس مہینے کی ہر ساعت میں اللہ تعالیٰ دوزخ سے بندوں کو آزادی بخشتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کچھ میدان ہیں جن میں صرف وہ شخص داخل ہوگا جس نے رجب کا روزہ رکھا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رجب اور شعبان کے مہینوں میں ظہر اور عصر کے درمیان وقت میں استغفر الله العظیم الذی لا اله الا هو الحی القیوم واتوب الیه توبة عبد ظالم لا یملک لنفسه ضرا ولا نفعا ولا حیاة ولا نشورا کہے اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کے نامہ اعمال سے گناہوں کے اوراق جلا دو۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ رجب کی رات میں فرماتا ہے۔ رجب میرا مہینہ ہے اور بندہ میرا بندہ ہے۔ اور رحمت میری رحمت ہے۔ اور فضل میرے ساتھ ہے۔ اور میں اس مہینے میں معافی چاہنے والے کو بخشنے والا ہوں اور مانگنے والے کو عطا کرنے والا ہوں اور میں نے کتاب عیون المجالس میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ رجب کلمہ طیبہ کا مہینہ ہے اور شعبان تسبیح کا مہینہ ہے اور رمضان حمد الٰہی بجالانے کا مہینہ ہے۔

(نزھۃ المجالس ج ۱ ص ۱۵۴) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۷ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چھبیسواں مقالہ

فضائل ومسائل زکوٰۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ و اصحابہ اجمعین اما بعد عزیزم قاری محمد افراہیم حسن ﷾ پانوی سلمہ ربُّہ کی فرمائش پر یہ رسالہ " فضائل و مسائل زکوٰۃ " ترتیب دینے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دینی سعی کو شرف مقبولیت بخشے اور باعثِ ثواب بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

زکوٰۃ کا شرعی مفہوم

زکوٰۃ کا لغوی معنی طہارت اور نماء ہے۔ اور اس کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ مال کے جس حصہ کو شرع نے معیّن کیا ہو اُس کا مالک کسی فقیر غیر ہاشمی مسلمان کو بنا دینا جب کہ مالک مال کے اُس حصہ سے اپنی ہر قسم کی منفعت منقطع کر دے (درّ مختار جلد دوم صفحہ ۴)۔

زکوٰۃ کا شرعی حکم

زکوٰۃ فرض ہے۔ اس کا منکر کافر ہے۔ اس کا ادا نہ کرنے والا فاسق اور مستحق قتل ہے۔ اور اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنے والا گناہگار مردود الشہادہ ہے۔ (عالمگیری) (بہار شریعت حصہ پنجم ص ۱۰)۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کی فضیلت

(۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **قد افلح المؤمنون ہ الذین هم فی صلاتهم خاشعون ہ والذین هم عن اللغو معرضون ہ والذین هم للزکوٰة فاعلون ہ والذین هم لفروجهم حافظون ہ الا علیٰ ازواجهم او ما ملکت ایمانهم فانهم غیر ملومین ہ فمن ابتغٰی ورآء ذلک فاولٰئک هم العادون ہ والذین هم لا ما نا تهم و عهدهم راعون ہ والذین هم علیٰ صلواتهم یحافظون ہ اولٰئک هم الوارثون ہ الذین یرثون الفردوس هم فیها خالدون ہ** (ترجمہ) بے شک مراد کو پہنچے وہ ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں اور وہ جو کسی بے ہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے اور وہ جو زکوٰۃ دینے کا کام کرتے ہیں اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں یا شرعی لونڈیوں پر جو ان کے ہاتھ کی ملک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں تو جو ان

دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں اور وہ جو اپنی امانتوں اور عہد کی رعایت کرتے ہیں اور وہ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں۔ یہ لوگ وارث ہیں کہ فردوس کی میراث پائیں گے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (سورۃ المؤمنون رکوع ۱) (پ ۱۸۔ رکوع ۱)۔

اللہ جل شانہٗ نے ان آیات کریمہ میں زکوٰۃ کی ادائیگی کرنے والوں کو فلاح پانے والے مومنین میں شامل فرمایا ہے جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے اور وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ **و ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء و اللہ ذو الفضل العظیم**۔

اشکال

سورۃ المؤمنون کی یہ آیات مکی ہیں اور زکوٰۃ ہجرت کے دوسرے سال رمضان المبارک کے روزے فرض ہونے سے پہلے فرض ہوئی (درمختار ص ۲ ج ۲) تو ان آیات میں زکوٰۃ کو شرعی معنی میں لینا کیسے صحیح ہوگا؟ اس اشکال کا جواب مفسر ابن کثیر نے بدیں الفاظ دیا ہے **والظاھر انّ التی فرضت بالمدینۃ انّماھی ذات النصب و المقادیر الخاصۃ والا فالظاھر ان اصل زکوٰۃ کان واجباً قال تعالیٰ فی سورۃ الانعام و ھی مکیۃ و آتو احقہ یوم حصادہ** اور ظاہر یہ ہے کہ اصل زکوٰۃ مکہ میں واجب تھی اور جو چیز مدینہ میں فرض ہوئی وہ زکوٰۃ کے نصاب اور خاص مقداریں ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ انعام میں عشر کا حکم **و آتوا حقہ یوم حصادہ** سے دیا حالانکہ یہ سورۃ بھی مکیہ ہے۔
(تفسیر ابن کثیر جلد سوم ص ۲۳۹)۔

(۲) اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **قل ان ربّی یبسط الرزق لمن یشآء من عبادہ و یقدر لہٗ و ما انفقتم من شئی فھو یخلفہ و ھو خیر الرازقین ہ** (ترجمہ) آپ فرما دیں۔ بے شک میرا ربّ رزق وسیع فرماتا ہے اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے اور تنگی فرماتا ہے جس کے لیے چاہے۔ اور جو چیز تم (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو وہ اس کے بدلے اور دے گا۔ اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ (پ ۲۲ رکوع ۱۱)۔

مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں۔ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرچ کرو تم پر خرچ کیا جائے گا کہ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا معاف کرنے سے عزت بڑھتی ہے تواضع سے درجات بلند

ہوتے ہیں (نورالعرفان ص ۱۹۰)۔

(۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من اذی زکوٰۃ مالہ فقد اذھب اللہ شرہ۔ جس شخص نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کے مال کا شر اس سے دور کر دیا۔ اخرجہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ و الطبرانی فی الاوسط و الحاکم فی المستدرک عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما (فتاویٰ رضویہ جدل چھارم ص ۴۳۴)۔

(۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ حصنوا اموالکم بالزکوۃ و داووا مرضاکم بالصدقۃ و اعدوا للبلاء الدعاء۔ اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں کرلو زکوٰۃ دے کر اور اپنے بیماروں کا علاج کرو خیرات سے اور آفت سے بچنے کے لئے دعا تیار کرو۔ رواہ الطبرانی فی لکبیر و ابونعیم فی الحلیۃ و الخطیب فی التاریخ وضعفہ السیوطی (جامع صغیر ص ۱۳۸ ج ۱)

(۵) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من ادی زکاۃ مالہ فقدادی الحق الذی علیہ ومن زاد فھو افضل۔ جس شخص نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کی اس نے اپنے اوپر لازم ہونے والا حق ادا کر دیا اور جس نے زکوٰۃ پر (نفل صدقہ) بھی دیا تو یہ بہتر ہے۔ رواہ البیھقی فی شعب الایمان عن الحسن مرسلا وضعفہ السیوطی (جامع صغیر ص ۱۶۱ ج دوم)

زکوٰۃ نہ دینے کا وبال

(۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ولا یحسبن الذین یبخلون بمآ اتھم اللہ من فضلہ ھو خیراً لھم ط بل ھو شر لھم ط سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ ط

(ترجمہ) اور جو لوگ اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی بخل کرتے ہیں ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا۔ (پ ۴۔ رکوع ۹)۔

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے گا وہ مال روز قیامت گنجے اژدہے کی شکل بنے گا اور اس کے گلے میں طوق ہوکر پڑے گا۔ پھر آپ نے کتاب اللہ سے اس کی تصدیق پڑھی کہ رب عزوجل فرماتا ہے۔ جس چیز میں بخل کر رہے ہیں قریب ہے کہ طوق بنا کر قیامت کے دن ان کے

گلے میں ڈالی جائے۔ رواہ ابن ماجۃ والنسائی وابن خزیمۃ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔
(فتاوٰی رضویہ ص ۴۳۵ ج ۴)

(۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ اژدہا منہ کھول کر اس کے پیچھے دوڑے گا۔ یہ اس سے بھاگے گا اس سے فرمایا جائے گا کہ لے اپنا وہ خزانہ کہ چھپا کر رکھا تھا کہ میں اس سے غنی ہوں۔ جب دیکھے گا کہ اژدہا سے کہیں مفر نہیں ناچار اپنا ہاتھ اس کے منہ میں دے دے گا تو وہ اسے ایسا چبائے گا جیسے نر اونٹ چباتا ہے۔ رواہ مسلم عن جابر رضی اللہ عنہ (فتاوٰی رضویہ ص ۴۳۵ ج ۴)۔

(۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جب اژدہا اس پر دوڑے گا یہ اس سے پوچھے گا تو کون ہے؟ وہ کہے گا میں تیرا وہ بے زکاتی مال ہوں جو تو چھوڑ کر مرا تھا جب وہ دیکھے گا کہ یہ پیچھا کیے جا رہا ہے۔ ہاتھ اس کے منہ میں دے دے گا وہ چبائے گا پھر اس کا سارا بدن چبا ڈالے گا۔ اخرجہ البزار والطبرانی وابن خزیمہ وابن حبان عن ثوبان رضی اللہ عنہ (فتاوٰی رضویہ ص ۴۳۵ ج ۴)

(۵) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **والذین یکنزون الذھب و الفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم ہ یوم یحمیٰ علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم و جنوبھم و ظھورھم ط ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون ہ**

ترجمہ۔ اور وہ لوگ جو جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں۔ پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں داغیں گے۔ یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لیے جوڑ کر رکھا تھا اب تم اپنے جوڑنے کا مزہ چکھو (پ ۱۰ رکوع ۱۱)۔

(۶) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ وہ جہنم کا گرم پتھر ان کے سرپستان پر رکھیں گے تو وہ سینہ توڑ کر شانہ سے نکل جائے گا اور شانہ کی ہڈی پر رکھیں گے تو ہڈیاں توڑتا ہوا سینے سے نکلے گا۔ اخرجہ الشیخان عن الاحنف بن قیس (فتاوٰی رضویہ ص ۴۳۴ ج ۴)۔

(۷) اور سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ پتھر پیٹھ توڑ کر کروٹ سے نکلے گا اور گدی توڑ کر پیشانی سے نکلے گا۔ رواہ مسلم۔
(فتاوٰی رضویہ ص ۴۳۵ ج ۴)۔

(۸) اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی روپیہ دوسرے روپے پر نہ رکھا جائے گا نہ کوئی اشرفی دوسری اشرفی پر رکھی جائے گی بلکہ زکوٰۃ نہ دینے والے کا جسم اتنا بڑھا دیا جائے گا کہ لاکھوں کروڑوں جوڑے ہوں تو ہر روپیہ جدا داغ دے گا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر (فتاویٰ رضویہ ص ۴۳۵ ج ۴)۔

زکوٰۃ واجب ہونے کی شرطیں

زکوٰۃ واجب ہونے کے لیے چند شرطیں ہیں:۔

(۱) مسلمان ہونا۔ کافر پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ (۲) بالغ ہونا۔ نابالغ پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ (۳) عقل مند ہونا۔ جنون اگر پورے سال کو گھیر لے تو زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر اوّل اور آخر میں افاقہ ہوتا ہے اگرچہ باقی زمانہ جنون میں گزرتا ہو تو زکوٰۃ واجب ہے۔ بوہرے پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں جب اسی حالت میں سال گزرے اور اگر کبھی کبھی اسے افاقہ بھی ہوتا ہو تو زکوٰۃ واجب ہے۔ غشی والے پر زکوٰۃ واجب ہے اگرچہ غشی کامل سال کو گھیرے ہو۔ (۴) آزاد ہونا غلام پر زکوٰۃ واجب نہیں اگرچہ ماذون یا مکاتب یا ام ولد یا مستسعی ہو۔ (۵) مال بقدر نصاب اس کی ملک میں ہونا۔ اگر نصاب سے کم ہے تو زکوٰۃ واجب نہیں۔ (۶) پورے طور پر نصاب کا مالک ہونا یعنی اس پر قابض ہو۔ (۷) نصاب کا قرضہ سے فارغ ہونا (۸) نصاب کا حاجت اصلیہ سے فارغ ہونا۔ (۹) مال کا نامی ہونا یعنی بڑھنے والا خواہ حقیقۃً بڑھے یا حکماً۔ (۱۰) نصاب پر سال کا گزر جانا۔ (بہار شریعت حصہ پنجم ملتقطاً)

نصاب کی وضاحت

(۱) سونے کا نصاب بیس مثقال ہیں یعنی ساڑھے سات تولے اور چاندی کا نصاب دو سو درہم ہیں یعنی ساڑھے باون تولے۔ سونا چاندی جب بقدر نصاب ہوں تو ان کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے۔ خواہ وہ ویسے ہی ہوں یا ان کے سکے جیسے روپے اشرفیاں یا ان کی چیز بنی ہوئی ہو خواہ اس کا استعمال جائز ہو جیسے عورت کے لیے زیور یا استعمال ناجائز ہو۔ غرض جو کچھ ہو اس سب کی زکوٰۃ واجب ہے۔ مثلاً ساڑھے سات تولے سونا ہے تو ۲ ماشے زکوٰۃ واجب ہے یا ساڑھے باون تولے چاندی ہے تو ایک تولہ ۳ ماشے ۶ رتی واجب ہے۔

(۲) سونے چاندی کے علاوہ تجارت کی کوئی چیز ہو جس کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچے تو

بھی زکوٰۃ واجب ہے یعنی قیمت کا چالیسواں حصہ۔

(۳) نصاب سے زیادہ مال ہے تو اگر یہ زیادتی نصاب کا پانچواں حصہ ہے تو اس کی زکوٰۃ بھی واجب ہے اور پانچواں حصہ نہ ہو تو معاف ہے مال تجارت کا بھی یہی حکم ہے۔

(۴) پیسے جب رائج ہوں اور دوسو درم چاندی یا بیس مثقال سونے کی قیمت کے ہوں تو ان پر بھی زکوٰۃ واجب ہے اگرچہ تجارت کے لیے نہ ہوں۔ یونہی نوٹوں پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ جب تک ان کا رواج اور چلن ہو کہ یہ بھی ثمن اصطلاحی ہیں اور پیسوں کے حکم میں ہیں۔

(۵) چالیس سے کم بکریاں ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں اور چالیس ہوں تو ایک بکری واجب ہے یہی حکم ایک سوبیس بکریوں تک ہے۔ اور ایک سو اکیس بکریوں میں دو بکریاں واجب ہیں اور دوسو ایک میں تین اور چار سو میں چار پھر ہر سو میں ایک بکری واجب ہے اور جو دو نصابوں کے درمیان میں ہے معاف ہے۔

(۶) تیس سے کم گائیں ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں اور جب تیس ہوں تو ان کی زکوٰۃ ایک تبیع یعنی سال بھر کا بچھڑا یا تبعیہ سال بھر کی بچھڑی واجب ہے اور چالیس گایوں میں ایک دو سالہ بچھڑا یا بچھڑی واجب ہے۔ بھینس گائے کے حکم میں ہے۔

دین میں زکوٰۃ کا مسئلہ

جو مال کسی پر دین (قرضہ) ہو اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) قوی دین۔ جیسے قرض اور مال کا ثمن یا مال تجارت کا کرایہ۔ اس قسم کے دین کی زکوٰۃ بحالت دین ہی سال بہ سال واجب ہوتی رہے گی۔ مگر واجب الاداء اس وقت ہے۔ جب نصاب کا پانچواں حصہ وصول ہو جائے مگر جتنا وصول ہوا اتنے ہی کی زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہوگی۔ یعنی چالیس درہم وصول ہوئے تو ایک درہم کی ادائیگی واجب ہوگی۔

(۲) متوسط دین۔ کہ کسی مال غیر تجارتی کا بدل ہو مثلاً گھر کا غلہ یا سواری کا گھوڑا یا اور کوئی شئے حاجت اصلیہ کی بیچ ڈالی اور درہم خریدار پر قرضہ ہیں اس صورت میں زکوٰۃ دینا اس وقت واجب ہوگا جب کہ نصاب یعنی دوسو درہم پر قبضہ ہو جائے۔

یونہی اگر مورث کا دین اسے ترکہ میں ملا اگرچہ مال تجارت کا عوض ہو۔ وارث پر اس کی زکوٰۃ اس وقت دینا

واجب ہوگی جب نصاب وصول ہو جائے گا اور مورث کی موت پر سال گزر جائے گا۔

(۳) ضعیف دین۔ جو مال کے غیر کا بدل ہو جیسے مہر یا بدل خلع یا مکان یا دکان کہ بہ نیت تجارت خریدی نہ تھی اس کا کرایہ کرایہ دار پر واجب ہو اس میں زکوٰۃ دینا اس وقت واجب ہوگا جب نصاب پر قبضہ کے بعد سال گذر جائے گا اور اگر اس کے پاس کوئی نصاب اس جنس کا ہو اور اس پر سال تمام گزر گیا ہو تو اس کی بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (بہار شریعت حصہ پنجم ملتقطاً)۔

مصارف زکوٰۃ کا بیان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **انما الصدقات للفقر آء والمساکین والعاملین علیها والمئولفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل ط فریضة من الله ط والله علیم حکیمO** (پارہ ۱۰ رکوع ۱۴)

صدقات فقرآء و مساکین کیلئے ہیں اور ان لوگوں کیلئے ہیں جو اس کام پر مقرر ہیں اور وہ جن کے قلوب کی تالیف مقصود ہے اور گردن چھڑانے میں اور تاوان والے کے لئے اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کے لئے۔ یہ اللہ کی طرف سے مقرر کرنا ہے۔ اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

زکوٰۃ کے مصارف سات ہیں۔ (۱) فقیر (۲) مسکین (۳) عامل (۴) رقاب (۵) غارم (۶) فی سبیل اللہ (۷) مسافر۔ فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ مال ہو مگر نہ اتنا کہ نصاب کو پہنچے یا نصاب کی قدر ہو تو اس کی حاجت اصلیہ میں مستغرق ہو۔ مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کے کھانے اور بدن چھپانے کے لئے لوگوں سے سوال کرنے کا محتاج ہو۔ عامل وہ شخص ہے جسے بادشاہ اسلام نے زکوٰۃ وعشر وصول کرنے کے لئے مقرر کیا ہو۔ رقاب سے مراد مکاتب غلام ہے کہ زکوٰۃ کے مال سے بدل کتابت ادا کرے اور غلامی سے اپنی گردن چھڑائے۔ غارم سے مراد مقروض ہے یعنی جس پر اتنا قرضہ ہو کہ اسے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے اگر چہ اس کا اوروں پر باقی ہو مگر لینے پر قادر نہ ہو۔ فی سبیل اللہ کی چند صورتیں ہیں۔ مجاہد جو سواری اور زادراہ کا محتاج ہو۔ حج کا ارادہ رکھنے والا فقیر، دین کا علم سیکھنے والا کہ فقیر ہو۔ یونہی ہر نیک کام جس میں تملیک ممکن ہو۔ مسافر سے مراد وہ شخص ہے جس کے پاس دوران سفر مال نہ رہا ہو مگر اسی قدر لے جس سے اس کی حاجت پوری ہو جائے، زیادہ کی اجازت نہیں۔ (بہار شریعت حصہ پنجم ملتقطا)

کن لوگوں کو زکوٰۃ دینا درست نہیں

(۱)۔اپنی اصل یعنی ماں باپ دادا دادی نانا نانی جن کی اولاد میں سے یہ ہے اور اپنی اولاد یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔(۲) عورت اپنے شوہر کو اور مرد اپنی بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے اگر چہ طلاق بائن بلکہ تین طلاقیں دے چکا ہو جبکہ وہ عدت میں ہو۔(۳)۔جو شخص صاحب نصاب ہے ایسے کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔(۴) غنی کے نابالغ بچے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔(۵) ذمی کافر کو نہ زکوٰۃ دے سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی اور صدقہ واجبہ جیسے نذر و کفارہ و صدقۂ فطر۔(۶) جن لوگوں کی نسبت بیان کیا گیا کہ انہیں زکوٰۃ دے سکتے ہیں ان سب کا فقیر ہونا شرط ہے سوا عامل کے کہ اس کے لئے فقیر ہونا شرط نہیں اور مسافر اگر چہ غنی ہو اس وقت حکم فقر میں ہوتا ہے۔باقی کسی کو جو فقیر نہ ہو اسے زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔(۷) زکوٰۃ ادا کرنے میں یہ ضرور ہے۔کہ جسے دیں مالک بنا دیں اباحت کافی نہیں لہذا مال زکوٰۃ مسجد میں صرف کرنا یا اس سے میت کو کفن دینا یا میت کا قرضہ ادا کرنا۔پل۔سرائے سقایہ سڑک بنوا دینا۔نہر یا کنواں کھود وا دینا یا کتاب وغیرہ کوئی چیز خرید کر وقف کر دینا کافی نہیں ہے۔(۸) بد مذہب کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں یونہی وہابیۂ زمانہ کہ توہین خدا و تنقیص شان رسالت کرتے اور شائع کرتے ہیں۔جن کو اکابر علمائے حرمین طیبین نے بالاتفاق کافر و مرتد فرمایا اگر چہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہیں انہیں زکوٰۃ دینا حرام و سخت حرام ہے اور دی تو ہر گز ادا نہ ہوگی۔(بہار شریعت حصہ پنجم ملتقطاً)

مدارس دینیہ میں زکوٰۃ دینا

بہت سے لوگ اپنی زکوٰۃ اسلامی مدارس میں بھیج دیتے ہیں۔ان کو چاہیے کہ متولی مدرسہ کو اطلاع دیں کہ مال زکوٰۃ ہے۔تا کہ متولی اس مال کو جدا رکھے اور مال میں نہ ملائے اور غریب طلباء پر صرف کرے۔کسی کام کی اجرت میں نہ دے ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔(بہار شریعت حصہ پنجم ص ۵۸)

اگر عالم فقیر ہو تو اسے زکوٰۃ دینا جاہل کو دینے سے افضل ہے۔مگر عالم کو دے تو اس کا لحاظ رکھے کہ اس کا اعزاز مدنظر ہو ادب کے ساتھ دے جیسے چھوٹے بڑوں کو نذر دیتے ہیں اور معاذ اللہ عالم دین کی حقارت اگر قلب میں آئی تو یہ ہلاکت اور بہت سخت ہلاکت ہے(بہار شریعت حصہ پنجم ص ۵۸)

اہل سنت و جماعت (بریلوی مسلک) کے دینی مدارس زکوٰۃ و صدقات کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔جن

کو حکومت وقت کی طرف سے کوئی مالی امداد نہیں ملتی۔(ہفت روزہ محبوب حق فیصل آباد)

بنی ھاشم کو زکوٰۃ دینا

بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا چاہے تو حیلہ کر کے دے یعنی کسی غیر ہاشمی فقیر کو دے وہ انہیں اپنی طرف سے دے دے۔اسی طرح جن کاموں میں زکوٰۃ صرف نہیں ہو سکتی مثلاً میت کا کفن دفن یا مسجد وغیرہ کی تعمیر ان میں بھی حیلہ کر کے دے سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

زکوٰۃ کے بعض ضروری مسائل

(۱)زکوٰۃ وغیرہ صدقات میں افضل یہ ہے کہ اولاً اپنے بھائیوں بہنوں کو دے پھر ان کی اولاد کو پھر چچا اور پھوپھیوں کو پھر ان کی اولاد کو پھر ماموں اور خالہ کو پھر ان کی اولاد کو پھر ذوی الارحام یعنی رشتہ داروں کو پھر پڑوسیوں کو پھر اپنے پیشہ والوں کو پھر اپنے شہر یا گاؤں کے رہنے والوں کو دوسرے شہر کو زکوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے مگر جبکہ وہاں اس کے رشتہ والے ہوں یا وہاں کے لوگوں کو زیادہ حاجت ہے یا زیادہ پرہیزگار ہیں یا مسلمانوں کے حق میں وہاں بھیجنا زیادہ نافع ہے یا طالب علم کے لئے بھیجے یا دارالحرب میں ہے اور زکوٰۃ دارالاسلام میں بھیجے یا سال تمام سے پہلے بھیج دے ان سب صورتوں میں دوسرے شہر کو بھیجنا بلا کراھت جائز ہے۔جس شخص کی ملک میں کھیت ہیں جن کی کاشت کرتا ہے مگر پیداوار اتنی نہیں جو سال بھر کی خوراک کے لئے کافی ہو تو اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں اگرچہ کھیت کی قیمت دو سو درہم یا زائد ہو۔طالب علم کہ جس نے اپنے آپ کو طلب علم کے لئے فارغ کر رکھا ہو اسے زکوٰۃ دے سکتے ہیں بلکہ وہ سوال کر کے بھی زکوٰۃ لے سکتا ہے۔زکوٰۃ دیتے وقت یا مال زکوٰۃ جدا کرتے وقت نیت زکوٰۃ شرط ہے۔سال بھر خیرات کرتا رہا اب نیت زکوٰۃ کرے تو زکوٰۃ ادا نہ ہو گے ہاں اگر اس کا دیا ہوا مال بعینہ فقیر کے پاس موجود ہو تو اب نیت زکوٰۃ کرنے سے ادا ہو جائے گی۔

زکوٰۃ دیتے وقت فقیر کو یہ بتانا شرط نہیں کہ یہ مال زکوٰۃ ہے بلکہ اگر زکوٰۃ کی نیت سے فقیر کو مال دے اور اسے کہہ دے کہ یہ ہدیہ کا مال ہے یا عیدی ہے تو بھی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی۔

مال تجارت میں سال گذرنے پر جو قیمت ہوگی اس کا اعتبار ہوگا قیمت خرید کا اعتبار نہیں۔امام مسجد کو تنخواہ میں بھر اکر کے اپنے مال کی زکوٰۃ دی تو ادا نہ ہوئی ہاں تنخواہ کے علاوہ اسے محض فقیر سمجھ کر دے دی تو ادا ہو گئی۔

جو مال گم ہوگیا یا دریا میں گر گیا یا کسی نے غصب کرلیا اور اس کے پاس غصب کے گواہ نہ ہوں یا جنگل میں دفن کردیا اور یہ یاد نہ رہا کہ کہاں دفن کردیا تھا یا انجان کے پاس امانت رکھی پھر یہ اموال مل گئے تو جب تک نہ ملے تھے اس زمانے کی زکوٰۃ واجب نہیں۔

حاجت اصلیہ یعنی جس مال کی طرف زندگی بسر کرنے میں آدمی کو ضرورت ہے اس میں زکوٰۃ واجب نہیں جیسے رہنے کا مکان، جاڑے گرمیوں میں پہننے کے کپڑے خانہ داری کے سامان۔ سواری کے جانور۔ خدمت کی لئے لونڈی نوکر۔ آلات حرب (مجاہد کے ہتھیار) پیشہ وروں کے اوزار (مثلاً سلائی مشین وغیرہ) اہل علم کے لئے حاجت کی کتابیں۔ کھانے کے لئے غلہ۔ کفار و بد مذہب کے رد اور اہل سنت کی تائید میں جو کتابیں عالم دین کے پاس ہوں وہ حاجت اصلیہ سے ہیں۔ غیر عالم دین کو تو (بد مذھبوں کی کتابیں) دیکھنا ہی جائز نہیں۔

زکوٰۃ کے باب میں سال سے مراد قمری سال ہے یعنی چاند کے مہینوں سے بارہ مہینے۔ شروع سال اور آخر سال میں نصاب کامل ہے تو درمیان سال میں نصاب میں کمی ہوگئی تو یہ کمی کچھ اثر نہ کرے گی یعنی زکوٰۃ واجب ہے۔ جو شخص مالک نصاب ہے اگر درمیان سال میں اسی جنس کا کچھ اور مال اسے حاصل ہو تو اس نئے مال کا جدا سال نہیں بلکہ پہلے مال کا سال تمام اس کے لئے بھی سال تمام ہے اگرچہ سال تمام سے ایک ہی منٹ پہلے یہ حاصل ہوا ہو۔ خواہ وہ مال اس کے پہلے مال سے حاصل ہوا یا میراث وہبہ یا اور کسی جائز ذریعہ سے۔ (بہار شریعت حصہ پنجم ملتقطاً)۔

مزید مسائل کے لئے راقم فقیر حیدری رضوی غفر اللہ لہٗ کا رسالہ الکلم العالیۃ فی المسائل المالیۃ مطبوعہ جامعہ عثمانیہ سیکٹر ایف ون میرپور آزاد کشمیر کا مطالعہ فرمائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸ ربیع الآخر ۱۴۲۳ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ستائیسواں مقالہ

انوارِ شب برأت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العلمین و الصلوٰۃ والسلام علی رسولہٖ محمد و علیٰ الہٖ و اصحابہٖ اجمعین امّا بعد۔ عزیز القدر عزیزم قاری مولانا محمد افرا ہیم حسن صاحب پانوی ناظم انجمن عاشقان مصطفٰے میلادنگر (دہر بازار) تحصیل ہجیرہ ضلع پونچھ آزاد کشمیر کی فرمائش پر یہ مختصر رسالہ "انوار شب براٴت" لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دینی سعی کو شرف مقبولیت بخشے اور ذریعۂ نجات بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

آیات کریمہ

حمٓo والکتاب المبین o انّا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ انّا کنّا منذرین o فیھا یفرق کل امر حکیم امراً من عندنا انا کنّا مرسلین o رحمۃً من ربک ط انّہ ھو السمیع العلیم o ربّ السمٰوٰت والارض وما بینھما م ان کنتم موقنین o
(۲۵ رکوع ۱۴ا۔ سورۃ الدخان رکوع ۱)

(ترجمہ) حمٓ قسم اس روشن کتاب کی۔ بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا۔ بیشک ہم ڈر سنانے والے ہیں۔ اس رات میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام ہمارے پاس کے حکم سے۔ بے شک ہم بھیجنے والے ہیں۔ تمہارے ربّ کی طرف سے رحمت بیشک وہی سنتا جانتا ہے۔ وہ جو ربّ ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کا۔ اگر تمہیں یقین ہو۔ (کنز الایمان)

یہاں لیلۃ مبارکہ سے مراد شب براٴت ہے یا شب قدر

اس آیت کریمہ میں لیلۃ مبارکہ کے بارہ میں مفسّرین کا اختلاف ہے۔ بعض مفسرین شب قدر مراد لیتے ہیں اور بعض شب براٴت۔ امام ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی لکھتے ہیں (قولہ فی لیلۃ مبارکۃ) قال قتادۃ وابن زید ھی لیلۃ القدر انزل اللہ القرآن فی لیلۃ القدر من ام الکتاب الی السماء الدنیا ثم نزل بہ جبریل علی النبی صلی اللہ علیہ و سلم نجوماً فی عشرین سنۃ وقال آخرون ھی لیلۃ النصف من شعبان اخبرنا عبدالواحد الملیحی الی آخر السند عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ینزل اللہ جل ثناءہ لیلۃ النصف

من شعبان الی السمآء الدنیا فیغفر لکل نفس الاّ انساناً فی قلبه شحنآء او مشرکاًباللہ۔

قتادہ اور ابن زید نے کہا ہے کہ اس آیت کریمہ میں لیلہ مبارکہ سے مراد لیلۃ القدر ہے۔ اس رات میں اللہ تعالیٰ نے پورا قرآن لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتارا پھر جبریل اسے بیس برس تک تھوڑا تھوڑا نبی علیہ السلام پر اتارتے رہے اور دوسرے مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہاں لیلہ مبارکہ سے مراد شعبان کی پندرھویں رات ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ جل ثناءہ شعبان کی پندرھویں شب آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے پھر سوائے اس انسان کے جس کے دل میں (کسی مسلمان کی ناحق) دشمنی ہے یا وہ اللہ کا کسی چیز کو شریک ٹھہراتا ہے سب انسانوں کی بخشش فرما دیتا ہے۔ (معالم التنزیل ص ۱۴۳ ج ۶)

اکثر مفسرین کے نزدیک لیلہء مبارکہ شب برأت ہے

سیدالاولیاء والاغواث شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ **(قوله تعالیٰ فی لیلة مبارکة) هی لیلة النصف من شعبان وهی لیله البرأة وقال ذلک اکثر المفسرین سوی عکرمة فانهٔ قال هی لیلة القدر.** آیت کریمہ **انا انزلناه فی لیلة مبارکه** میں لیلۃ مبارکہ شعبان کی پندرھویں رات ہے اور یہی لیلۃ البرأۃ بھی ہے۔ اور یہ عکرمہ کے سوا اکثر مفسرین کا قول ہے اور عکرمہ کے نزدیک اس سے مراد لیلۃ القدر ہے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۱۸۹ جلد اوّل)

لیلۃ مبارکہ کی وجہ ء تسمیہ

سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ **ومنها سمّی لیلة البراء ة مبارکة لما فیها من نزول الرحمة والبرکة والخیر و العفو والغفران لاهل الارض روی عن علی بن ابی طالب کرم الله وجهه عن النبی صلی الله علیه و سلم انه قال ینزل الله فی لیلة النصف من شعبان الی السمآء الدنیا فیغفر لکل مسلم آلا لمشرک او مشاحن او قاطع رحم او امرأة تبغی فی فرجها.**

لیلۃ البرائۃ کو لیلۃ مبارکہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس رات میں زمین والوں پر اللہ کی رحمتیں، برکتیں، خیراتیں، بخششیں اور مغفرتیں نازل ہوتی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں شب آسمان دنیا پر اترتا ہے پھر ہر مسلمان کی بخشش فرما دیتا ہے سوائے شرک کرنے والے کے یا دشمنی رکھنے والے کے یا قطع رحمی کرنے والے کے اور اس عورت کے جو اپنی فرج کے بارہ میں بغاوت کرنے والی ہو۔ (غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۸۹)

لیلۃ البراءۃ کی وجہ تسمیہ

سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وقیل سمیت لیلۃ البراءۃ لان فیھا برئاتان براءۃ الاشقیاء من الرحمٰن وبراۃ الاولیآء من الخذلان۔ اور کہا گیا ہے کہ شعبان کی پندرھویں شب کو لیلۃ البراءۃ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں دو برائتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ اشقیاء رحمٰن سے بری ہوتے ہیں اور دوسری یہ کہ اولیآء اللہ ذلت و رسوائی سے بری ہوتے ہیں۔

(غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۹۲)

شب برأت کی برکتیں

امام احمد صاوی فرماتے ہیں شب برأت کے چار نام ہیں۔ لیلہ مبارکہ، لیلہ براءت، لیلہ رحمہ اور لیلہ صک. اس رات کی عبادت کی فضیلت میں یہ روایت ہے کہ جو شخص اس رات میں ایک سو رکعت نماز پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک سو فرشتے بھیج دیتا ہے (ان میں سے) تیس فرشتے اسے جنت کی خوشخبری دیتے ہیں اور تیس فرشتے اسے عذاب دوزخ سے محفوظ ہونے کی خبر سناتے ہیں۔ تیس فرشتے اس سے دنیا کی آفتیں دور کرتے ہیں اور دس فرشتے اسے شیطان کے مکروفریب سے بچاتے ہیں۔ اس رات میں رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں امت پر بنی کلب قبیلہ کی بکریوں کے بالوں کی تعداد برابر لوگوں پر رحمت نازل فرماتا ہے اور اس رات میں بخشش حاصل ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رات میں سوائے نجومی، جادوگر، شراب کے عادی، والدین کے نافرمان اور زنا کے عادی کے سب مسلمانوں کی بخشش فرما دیتا ہے اور اس رات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان کی تمام امت کے بارہ میں شفاعت عطا فرمائی ہے اور وہ اس طرح سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرھویں شعبان کی رات میں اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کی شفاعت مانگی تو انہیں امت کے تیسرے حصے کی شفاعت عطا کی گئی۔ پھر چودھویں شعبان کی رات میں شفاعت مانگی تو آپ کو امت کے دو تہائی

حصوں کی شفاعت عطا کی گئی پھر پندرھویں شعبان کی رات میں شفاعت مانگی تو آپ کو ساری امت کی شفاعت عطا کی گئی الامن شرد عن اللہ شرود البعیر ہاں اس شخص کے بارہ میں آپ کو حق شفاعت نہ دیا گیا جو اونٹ کے بدکنے کی طرح اللہ کے دروازہ سے بدک گیا ہوگا (تفسیرات صاویہ جلد چہارم ص ۵۱)

شب برأت کی فضیلتیں

شب برأت کی فضیلت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں قرآن مجید کا نزول ہوا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے حٰمٓ والکتاب المبین انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ. حٰمٓ ۔قسم اس روشن کتاب کی ۔ بے شک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا ۔ (سورہ الدخان)

۲) شب برأت انتظام عالم کی رات ہے ۔ چنانچہ حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان فیھا یفرق کل امر حکیم (اس رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں ۔ پندرھویں شعبان کی رات کو پورے سال کے کام تمام ہو جاتے ہیں ۔ اور زندے لکھے جاتے ہیں ۔ اور حاجی قلمبند کیے جاتے ہیں پھر اس سے نہ کوئی بڑھتا ہے اور نہ کم ہوتا ہے ۔ رواہ ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم ۔ اور اکثر علماء کا یہ مذہب ہے کہ یہ کتابت امور لیلۃ القدر میں مکمل ہوتی ہے اور اس کتابت کی ابتداء شب برأت میں ہوتی ہے ۔ (ماثبت من السنۃ ص ۲۶۴)

۳) ۔ شب برأت میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے ۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے ان اللہ تعالیٰ لیطلع فی لیلۃ النصف من شعبان فیغفر لجمیع خلقہ الا لمشرک او مشاحن او قاطع رحم ۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات میں ظہور فرماتا ہے تو مشرک اور کینہ پرور اور قطع رحمی کرنے والے کے سوا اپنی سب مخلوق کی مغفرت فرما دیتا ہے ۔ رواہ ابن ماجہ عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ (ماثبت من السنۃ ص ۲۶۴)

۴) ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شعبان کی پندرھویں رات ہو تو اس میں قیام کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس رات میں سورج غروب ہونے کے وقت آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے پھر کہتا ہے الامن مستغفر فاغفر لہ الامن مسترزق فارزقہ الامن مبتلی فاعافیہ الا کذا الا کذا حتی یطلع الفجر ۔ خبردار ہے کوئی شخص

جو مجھ سے مغفرت مانگے تو میں اسے بخش دوں۔ خبردار ہے کوئی شخص جو مجھ سے روزی مانگے تو میں اسے رزق عنایت کروں۔ خبردار ہے کوئی مصیبت زدہ جو مجھ سے عافیت مانگے تو میں اسے عافیت دوں۔ خبردار ہے کوئی ایسا۔ خبردار ہے کوئی ایسا۔ حتیٰ کہ صبح صادق ہو جاتی ہے رواہ ابن ماجہ (ماثبت من السنۃ ص ۲۶۲)

۵)۔ راشد ابن سعد سے مرسلاً مروی ہے کہ اللہ چار راتوں میں خیر و برکت کھول دیتا ہے۔ عید البقر کی رات میں عید الفطر کی رات میں پندرھویں شعبان کی رات میں کہ اس میں مدت حیات اور رزق لکھا جاتا ہے۔ اور اس میں حاجی لکھے جاتے ہیں اور لیلۃ عرفہ میں آذان فجر تک **اتانی جبرائیل فقال هذه ليلة النصف من شعبان ولله فيها عتقآء من النار بعدد شعر غنم كلب** ۔ میرے پاس جبرائیل حاضر ہوئے اور کہا کہ یہ شعبان کی پندرھویں شب ہے اللہ تعالیٰ اس شب میں بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر اپنے بندوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے رواہ البیھقی (ماثبت من السنۃ ص ۲۶۴)

۶) محدث دیلمی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ چار راتوں میں خیر کثیر برساتا ہے۔ عید البقر کی رات، عید الفطر کی رات، پندرھویں شعبان کی رات اور رجب کی پہلی رات (مکاشفۃ القلوب ص ۳۰۰)

۷)۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے والئی بصرہ کو لکھا۔ تم پر چار راتیں سال میں لازم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان میں اپنی رحمت پوری طرح انڈیلتا ہے۔ رجب کی پہلی رات، شعبان کی پندرھویں رات، رمضان کی ستائیسویں رات اور عید الفطر کی رات (غنیۃ الطالبین ص ۱۷۹ ج ۱)

۸)۔ خالد بن معدان فرماتے ہیں جو شخص سال میں پانچ راتوں کی عبادت پر محافظت کرے ان کے ثواب کی امید پر اور ان کے وعدہ کی تصدیق سے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا رجب کی پہلی رات میں بیداری کرے اور اس کے دن کا روزہ رکھے۔ عید الفطر اور عید البقر کی راتوں میں قیام کرے اور ان کے دنوں کا روزہ نہ رکھے۔ شعبان کی پندرھویں رات میں قیام کرے اور اس کے دن کا روزہ رکھے اور دس محرم کی رات کا قیام کرے اور اس کے دن میں روزہ رکھے (غنیۃ الطالبین ص ۱۷۹)

۹)۔ محدث دیلمی حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ راتوں میں دعاء رد نہیں کی جاتی۔ رجب کی پہلی رات میں، شعبان کی پندرھویں رات میں، جمعہ کی رات میں، عید الفطر کی رات میں اور عید البقر کی رات میں (مراقی الفلاح ص ۲۱۹)

شب برأت میں اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ ابوالنصر اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ نصف شعبان کی رات میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری چادر کے اندر سے خاموشی سے نکل گئے۔ اس طرح حضور کے نکل جانے سے مجھے یہ گمان ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور بی بی کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ میں نے اٹھ کر آپ کو حجرے میں تلاش کیا تو میرے ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں سے چھوئے۔ آپ اس وقت سجدہ میں دعا پڑھ رہے تھے۔ میں نے آپ کی دعا کے یہ الفاظ حفظ کر لیے۔ **سجد لک سوادی و خیالی و آمن بک فؤادی ابوء لک بالنعم واعترف لک بالذنب ظلمت نفسی فاغفرلی انہ لا یغفر الذنوب الا انت اعوذ بعفوک من عقوبتک واعوذ برحمتک من نقمتک واعوذ برضاک من سخطک واعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک.**

(ترجمہ) یا اللہ میرا جسم اور میرا دل تجھے سجدہ کرتا ہے۔ میرا دل تجھ پر ایمان لایا ہے اور میں تیری نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہوں، میں اپنی لغزشوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میں نے اپنے آپ پر زیادتی کی ہے۔ تو مجھے بخش دے۔ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں ہے۔ میں تیرے عذاب سے بچنے کے لئے تیری پناہ میں آتا ہوں اور تیرے غضب سے بچنے کے لئے تیری رضا کا طالب ہوں تیرے عذاب سے امن میں رہنے کے لئے تجھ سے درخواست کرتا ہوں۔ تیری حمد وثنا کوئی بیان نہیں کر سکتا جس طرح تو نے اپنی ثناء خود بیان کی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ صبح تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں مصروف رہے۔ آپ کبھی کھڑے ہو جاتے اور کبھی بیٹھ کر عبادت کرتے یہاں تک کہ پاؤں سوج گئے۔ میں آپ کے پاؤں دبانے لگی اور عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے صدقے آپ کے اگلوں پچھلوں کے گناہ بخش نہیں دیے ہیں؟۔ کیا اس نے آپ پر کرم نہیں کیا ہے؟ کیا اس نے آپ پر مہربانی نہیں فرمائی ہے؟ فرمایا **یا عائشۃ افلا اکون عبداً شکورا. ھل تدرین مافی ھذہ اللیلۃ** اے عائشہ کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں۔ جانتی ہو کہ اس رات میں کیا بات ہے؟۔ میں نے عرض کیا۔ آپ ہی فرمائیں کہ اس رات میں کیا بات ہے؟۔ فرمایا **فیھا یکتب کل مولود فی ھذہ السنۃ وفیھا یکتب کل**

میت وفیھا تنزل ارزاقھم وفیھا ترفع اعمالھم وافعالھم ۔اس رات میں سال بھر میں پیدا ہونے والے ہر بچے کا نام لکھا جاتا ہے۔اوراس میں ہر مرنے والا لکھا جاتا ہے اوراس میں مخلوق کی روزیاں تقسیم کی جاتی ہیں اوراس میں ان کے اعمال وافعال اٹھائے جاتے ہیں۔میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جو اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل ہوگا۔فرمایا،کوئی شخص بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوگا۔میں نے عرض کیا۔کیا آپ بھی؟۔فرمایاہاں میں بھی۔مگراس وقت جب اللہ مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لے گا۔اس کے بعد حضور نے اپنا دست مبارک اپنے چہرہ اور سر پر پھیرا (غنیۃ الطالبین ص ۱۹۰ ج ا)

اور یہی بزرگ اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا اے عائشہ یہ کونسی رات ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اوراس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔فرمایا یہ شعبان کی پندرھویں رات ہے فیھا ترفع اعمال الدنیا و اعمال العباد وللہ فیھا عتقآء من النار بعدد شعر غنم کلب ۔اس رات میں دنیاوالوں کے اعمال اور بندوں کے افعال اٹھائے جاتے ہیں اوراس رات میں اللہ تعالیٰ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر دوزخیوں کوآزادی بخشتا ہے۔پھر فرمایا کیا تو مجھے آج کی رات کی عبادت کی مہلت دے گی میں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ (یہ سن کر) آپ نماز میں مشغول ہوگئے۔پہلی رکعت میں آپ نے سورۃ فاتحہ اورایک چھوٹی سورت پڑھی پھرآدھی رات تک سجدہ میں رہے پھر کھڑے ہوکر دوسری رکعت میں بھی فاتحہ اورایک چھوٹی سورت پڑھی پھر سجدہ میں چلے گئے اور طلوع فجر تک سجدہ میں رہے۔میں آپ کو دیکھتی رہی یہاں تک کہ مجھے شک گذرا کہ آپ کی روح قبض کرلی گئی ہے۔پھر جب یہ حالت کافی دیر رہی تو میں نے آپ کے تلووں کو چھوڑا تو آپ نے حرکت کی۔میں نے آپ کوسجدہ میں یہ الفاظ پڑھتے ہوئے سنا۔ اعوذ بعفوک من عقابک واعوذ برضاک من سخطک واعوذبک منک جل ثناء ک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔صبح کے وقت میں نے عرض کیا۔یارسول اللہ آپ نے سجدہ میں وہ کلمات کہے تھے جو میں نے آپ کو کہتے کبھی نہیں سنا۔فرمایا کیا تو نے انہیں یاد کرلیا ہے۔عرض کا جی ہاں۔فرمایا خود بھی یاد کرلو اوردوسروں کو بھی سکھاؤ۔کیونکہ مجھے جبرائیل نے یہ کلمات سجدہ میں پڑھنے کا حکم دیا تھا۔(غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۹۰)

اور یہی بزرگ اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گم پایا تو میں ان کی تلاش میں نکلی۔ اچانک آپ کو جنت البقیع میں اس حال میں موجود پایا کہ آپ سر اٹھائے آسمان کو دیکھ رہے تھے اور مجھے فرمایا کیا تجھے اس بات کا اندیشہ تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تیری حق تلفی کریں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا گمان یہ تھا کہ آپ کسی بی بی کے ہاں تشریف لے گئے ہیں۔ فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندھویں رات میں آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے پھر بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ گناہ گاروں کو بخشتا ہے۔

(غنیۃ الطالبین ص ۱۹۱ ج ۱)

اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شعبان کی پندرھویں شب میرے پاس جبرائیل آئے اور عرض کیا۔ آسمان کی طرف دیکھیے۔ میں نے اس سے پوچھا یہ کونسی رات ہے؟ انہوں نے عرض کیا یہ وہ رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے تین سو دروازے کھول دیتا ہے اور ہر شخص کو بخشتا ہے جس نے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو بشرطیکہ وہ جادوگر نہ ہو اور نہ ہی کاہن ہو اور نہ ہی سود خور ہو اور نہ ہی زانی ہو اور نہ ہی شراب کا عادی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی بخشش نہیں فرماتا جب تک یہ لوگ توبہ نہ کریں۔ پھر جب رات کا چوتھائی حصہ گذر گیا تو جبرائل پھر آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آسمان کو دیکھیے۔ میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ جنت کے دروازے کھلے ہیں۔ پہلے دروازہ پر ایک فرشتہ آواز سے کہہ رہا ہے خوشی ہو اس کے لئے جو اس رات میں رکوع کرے۔ دوسرے دروازہ پر ایک فرشتہ آواز سے کہہ رہا ہے خوشی ہو اس کے لئے جو اس رات میں سجدہ کرے۔ تیسرے دروازہ پر ایک فرشتہ آواز سے کہہ رہا ہے خوشی ہو اس کے لئے جو اس رات میں دعائیں مانگے۔ چوتھے دروازہ پر ایک فرشتہ آواز سے کہہ رہا ہے خوشی ہو اس کے لئے جو اس رات میں ذکر الٰہی کرے۔ پانچویں دروازہ پر ایک فرشتہ آواز سے کہہ رہا ہے خوشی ہو اس کے لئے جو اس رات میں خوف الٰہی میں روئے۔ چھٹے دروازہ پر ایک فرشتہ آواز سے کہہ رہا ہے خوشی ہو اس کے لئے جو اس رات میں مسلمان ہے اور ساتویں دروازہ پر ایک فرشتہ آواز سے کہہ رہا ہے کوئی مانگنے والا ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جائے اور آٹھویں دروازہ پر ایک فرشتہ آواز سے کہہ رہا ہے کہ کوئی اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنے والا ہو کہ اس کے گناہ بخش دیئے جائیں۔ حضور نے پوچھا اے جبرائیل یہ دروازے کس وقت تک کھلے رہیں گے؟ انہوں نے عرض کیا اول شب سے

طلوع فجر تک ۔ پھر عرض کیا۔ یا محمد ان للہ تعالیٰ فیھا عتقآء من النار بعدد شعر غنم کلب ۔ یارسول اللہ اس رات میں اللہ تعالیٰ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد جتنے گناہگاروں کو دوزخ سے آزاد فرماتا ہے (غنیۃ الطالبین حصہ اوّل ص ۱۹۱)

شب برأت کے نوافل

علماء امت نے شب برأت کے نوافل کی درج ذیل ترکیبیں لکھی ہیں۔

۱۔ سیدنا غوث اعظم محبوب سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں شعبان کی رات میں جو نفل بزرگوں سے منقول ہیں ان کی تعداد ایک سو رکعت ہے اور ان میں ایک ہزار مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھی جاتی ہے۔ یعنی ہر رکعت میں دس مرتبہ یہ سورت پڑھی جاتی ہے۔ اس نماز کا نام صلوٰۃ الخیر ہے۔ و تتفرق برکتھا و کان السلف الصالح یصلونھا جماعۃ مجتمعین لھا و فیھا فضل کثیر و ثواب جزیل۔ اس نماز کی برکت پھیلتی ہے اور سلف صالحین یہ نماز با جماعت پڑھتے تھے اور اس میں بڑا فضل اور بڑا ثواب ہے اور حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ مجھ سے تیس صحابیوں نے روایت بیان کی ہے کہ جو شخص اس رات میں یہ نماز پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی طرف ستر مرتبہ نظر رحمت فرماتا ہے اور ہر نظر کے ہمراہ اس کی ستر حاجتیں پوری کر دیتا ہے ان حاجتوں میں سب سے ادنیٰ درجہ کی حاجت اس کی مغفرت ہوتی ہے۔

(غنیۃ الطالبین ص ۱۹۲ ج ۱)

۲۔ امام عبدالرحمٰن صفوری لکھتے ہیں۔ و فی کتاب البرکۃ عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم من صلّی لیلۃ النصف من شعبان اثنتی عشرۃ رکعۃ یقرأ فی کل رکعۃ فاتحۃ الکتاب و قل ھو اللہ احد احد عشر مرّات محیت عنہ سیئاتہ و بورک لہ فی عمرہ۔ کتاب البرکہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص شب برأت میں بارہ نفل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں فاتحہ شریف کے بعد گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد یعنی سورۃ اخلاص پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کی عمر میں برکت فرماتا ہے (نزھۃ المجالس حصہ اوّل ص ۱۵۷)۔

اور امام غزالی احیاء العلوم میں اس نماز کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس صحابہ سے سنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من

صلی هذه الصلوة فی هذه اللیلة نظر الله الیه سبعین نظرة و قضی الله له بکل نظرة سبعین حاجة ادنا ها المغفرة۔ جوشخص اس شب میں یہ نماز پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس پر ستر بار نظرِ رحمت فرماتا ہے اور ہر نظر کے بدلے میں اس کی ستر حاجتیں پوری فرماتا ہے۔ ان میں ادنیٰ حاجت اُس کی مغفرت ہے۔ (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ دسمبر ۱۹۹۷ء)۔

(۳) اس رات میں دو رکعت نفل اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی اور پندرہ بار سورۂ اخلاص تلاوت کریں۔ سلام کے بعد سو مرتبہ درود شریف پڑھیں۔ اس سے رزق میں فراخی ہوگی۔ (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت نومبر ۲۰۰۲ء)۔

دُعائے شب برأت

شب برأت کی خصوصی دُعا لکھی جاتی ہے اسے نوافل کے بعد ہاتھ اٹھا کر پڑھیں۔ اللهم یا ذاالمن و لا یمن علیه یا ذالجلال و الاکرام یا ذاالطول و الا نعام لا اله الا انت ظهر اللا جین و جار المستجیرین و امان الخائفین اللهم ان کنت کتبتنی عندک فی ام الکتاب شقیاً او محروماً او مطر و داً او مقتراً علی فی الرزق فامح اللهم بفضلک شقاوتی و حرمانی و طردی و اقتار رزقی و اثبتنیٰ عندک فی ام الکتاب سعیداً مرزوقاً موفقاً للخیرات فانک قلت و قولک الحق فی کتاب المنزل علی لسان نبیک المرسل یمحو الله ما یشآء و یثبت و عنده ام الکتاب الهی بالتجلی الا عظم فی لیلة النصف من شهر شعبان المکرم التی یفرق فیها کل امر حکیم و یبرم ان تکشف عنا من البلاء و البلوآء ما نعلم و انت به اعلم انک انت الاعز الاکرم و صلی الله تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد و علی اله و اصحابه و سلم و الحمد لله رب العالمین۔

(ماہنامہ ماہِ طیبہ سیالکوٹ۔ جنوری ۱۹۹۵ء)۔

شب برأت کے باقی معمولات

(۱) روایت ہے کہ چودہ شعبان کی شام غروب آفتاب کے قریب جوشخص چالیس بار لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھے۔ اس سے چالیس سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور یہ شخص چالیس آدمیوں کی

شفاعت کرے گا۔ (ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال۔ فروری ۱۹۹۱ء)۔

(۲) شب برأت میں سات بار سورۃ الدخان پڑھنے سے ستر حاجتیں دینی و دنیوی پوری ہوتی ہیں۔ (حوالہ مذکورہ بالا)۔

(۳) غروب آفتاب سے قبل اور نماز عصر کے بعد ستر بار پڑھیں **استغفر الله ربی من کل ذنب و اتوب الیہ** اس کے بعد ستر بار درود شریف اور ایک سو بار یا حی یا قیوم پڑھیں۔ (حوالہ مذکورہ بالا)۔

(۴) شب برأت میں ایک ہزار بار درود شریف بایں الفاظ پڑھیں۔ **اللھم صل علی محمد النبی الامی** ۔ پھر چھ رکعات نفل پڑھیں۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد آیت الکرسی ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار (حوالہ مذکورہ بالا)۔

(۵) اس رات قبرستان میں جانا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ قبرستان میں دفن تمام اموات کے لیے دُعائے مغفرت و بلندی درجات مانگنی چاہیے۔ (حوالہ مذکورہ بالا)۔

پندرھویں شعبان کا روزہ

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں شعبان کی پندرھویں شب شب برأت میں قیام کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ وہاں اس کے ساتھ اس شب کے دن (پندرھویں شعبان) کا روزہ رکھنے کا بھی حکم دیا ہے۔ اس لیے اس دن کا روزہ ضرور رکھا جائے۔

الحمدللہ۔ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے شب برأت کی رات اور اس کے دن کے شرعی پروگرام کی تفصیلی معلومات حاصل ہو جاتی ہیں۔ باقی رہا اس بابرکت رات میں آتش بازی وغیرہ لہو و لعب کا ارتکاب تو اس کا شرعاً ناجائز ہونا کسی سے بھی پوشیدہ نہیں۔ اللہ رب العزت کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس موقعہ پر آتش بازی کا حکم نہیں دیا۔ نہ علمائے امت نے اس فعل کو مستحسن جانا بلکہ اس کی پُر زور مذمت فرمائی اس لیے اس کا قبیح و شنیع ہونا بخوبی سمجھا جاسکتا ہے علمائے امت نے اس رات کی آتش بازی کے بارہ میں جو کچھ لکھا ہے اس میں سے بقدر ضرورت عرض کیا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ارشادات

و من البدع الشنیعة ما تعارف الناس فی اکثر بلاد الھند من ایقاد السراج و وضعھا

علی البیوت والجدران و تفاخرهم بذلک و اجتماعهم اللھو واللعب بالنار و احراق الکبریت فانه مالا اصل له فی الکتب الصحیحة المعتبرة بل و لا فی غیر المعتبرة ولم یردفیھا حدیث لا ضعیف ولا موضوع ولا یعتاد ذلک فی غیر بلادالھند من الدیار العربیة من الحرمین الشریفین ولا فی غیر ھما و لا فی البلاد العجمیة ماعدا بلا د الھند بل عسیٰ ان یکون ذلک و ھو الظن الغالب اتخاذاً من رسوم الھنو د فی السرج الدوالی فان عامة الرسوم البدعیة الشنیعة بقیت من ایام الکفر فی الھند و شاعت فی المسلمین بسبب المجاورة والا ختلاط و اتخاذھم السراری والزوجات من النسآء الکافرات۔

(ترجمہ) اور بدعات شنیعہ سے یہ ہے جو ہندوستان کے اکثر شہروں میں لوگوں نے رواج دے رکھا ہے کہ وہ اپنے گھروں اور دیواروں پر چراغ جلاتے ہیں۔ اور فخر کے ساتھ آتش بازی کرتے ہیں۔ اس کی کتب صحیحہ معتبرہ میں کوئی اصل موجود نہیں بلکہ غیر معتبر کتابوں میں بھی اس کا ذکر تک نہیں۔ اور نہ ہی اس کے بارہ میں کوئی ضعیف یا موضوع حدیث مروی ہے۔ اور نہ ہندوستان کے شہروں کے علاوہ دیارِ عرب یا حرمین شریفین وغیرھما میں اس کا رواج ہے اور عرب کے علاوہ دیگر عجمی شہروں میں بھی اس کا رواج نہیں سوائے ہندوستان کے شہروں کے۔ بلکہ ممکن ہے اور یہ ظن غالب ہے کہ یہ عمل ہنود کی رسومات میں سے ہو جیسا کہ وہ اس قسم کی آتش بازی دیوالی وغیرہ میں کرتے ہیں۔ اس بدعت شنیعہ کا عام رواج دراصل ہندوستان میں زمانہ کفر کی باقیات سے ہے جو ہنود کے باہمی میل جول سے اور کافر لونڈیوں اور عورتوں کے ساتھ مسلمانوں کی مناکحت کی وجہ سے جڑ پکڑ گئی ہیں۔ (ماثبت بالسنۃ ص ۲۸۲)۔

شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ شب برأت کی آتش بازی ہندوؤں کی تہذیب سے مسلمانوں کے معاشرہ میں آئی ہے۔ پھر یہ بدعت شنیعہ صرف ہندوستان کے مسلمانوں ہی میں پائی جاتی ہے۔ اس لیے اس کے بے اصل، ناجائز اور بدعت شنیعہ ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں پایا جاتا اور حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ "اس رات کو گناہ میں گزارنا بڑی محرومی کی بات ہے۔ آتش بازی کے متعلق مشہور یہ ہے کہ یہ نمرود بادشاہ نے ایجاد کی جبکہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا اور آگ گلزار ہو گئی تھی تو اس کے آدمیوں نے آگ کے انگارے انار میں بھر کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

طرف پھینکے تھے۔ کاٹھیاواڑ میں ہندو لوگ ہولی اور دیوالی کے موقعہ پر آتش بازی چلاتے ہیں۔ ہندوستان میں یہ رسم مسلمانوں نے ہندوؤں سے سیکھی۔ مگر افسوس کہ ہندو تو اس کو چھوڑ چکے ہیں مگر مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ سالانہ اس رسم میں برباد ہو جاتا ہے۔ اور ہر سال خبریں آتی ہیں کہ فلاں جگہ سے اتنے گھر آتش بازی سے جل گئے۔ اور اتنے آدمی جل کر مر گئے۔ اس میں جان کا خطرہ اور مال کی بربادی اور مکانوں میں آگ لگنے کا اندیشہ ہے۔ اپنے مال میں اپنے ہاتھ سے آگ لگانا پھر خدا تعالیٰ کی نافرمانی کا وبال سر پر ڈالنا ہے۔ خدا کے لیے اس بے ہودہ اور حرام کام سے بچو۔ اپنے بچوں اور قرابت داروں کو روکو۔ جہاں آوارہ بچے یہ کھیل کھیل رہے ہوں وہاں تماشہ دیکھنے کے لیے بھی نہ جاؤ۔ آتشبازی بنانا۔ اس کا بیچنا۔ اس کا خریدوانا۔ اس کا چلانا یا چلوانا سب حرام ہے۔" (اسلامی زندگی ص ۶۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۸ رجب ۱۴۲۳ھ)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اٹھائیسواں مقالہ

فضائل و مسائل رمضان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العلمین و الصلوٰۃ والسلام علی رسولہٖ الکریم و علیٰ الہٖ و اصحابہٖ اجمعین امّا بعد ۔ برادر طریقت حضرت مولانا محمد محفوظ چشتی مدظلہٗ العالیٰ کی فرمائش پر یہ مختصر رسالہ فضائل و مسائل رمضان لکھا گیا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہم سب کے لیے ذریعہ ہدایت بنائے۔

رمضان المبارک کی پہلی رات کی فضیلت

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی االلہ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب ماہِ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کر لیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں تو اُن میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں تو ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور منادی پکارتا ہے اے خیر طلب کرنے والے آگے بڑھ اور اے شر چاہنے والے کمی کر اور اللہ کے لیے کچھ لوگ دوزخ سے آزاد ہوتے ہیں اور یہ ہر رات میں ہوتا ہے۔" (ترمذی شریف ص ۱۱۵ ج ۱)

۲۔ اور شیخ تقی الدین حلبی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اللہ رمضان کے مہینہ کی پہلی رات میں ہر ایک قبلہ والے کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ (نزہتہ الناظرین ص ۹۴)۔

۳۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب رمضان کے مہینہ کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ عزوجل اپنی مخلوق کی طرف نظر فرماتا ہے اور جب اللہ کسی بندے کی طرف نظر فرماتا ہے تو اسے کبھی عذاب نہیں دیتا اور ہر روز دس لاکھ شخصوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور جب انتیسویں رات ہوتی ہے تو مہینے بھر میں جتنے آزاد کیے ہیں اُن کے مجموعہ جتنے اور اُس رات میں آزاد کرتا ہے۔ (بہار شریعت ۹۶ ج ۵)

رمضان المبارک کے پہلے دن کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جنت ابتدائے سال سے آئندہ سال تک رمضان کے لئے آراستہ کی جاتی ہے۔ جب رمضان کا پہلا دن آتا ہے تو جنت کے پتوں سے عرش کے نیچے حور العین پر ایک ہوا چلتی ہے وہ کہتی ہیں یا ربّ اجعل لنا من عبادک ازواجاً تقربھم اعیننا و تقر اعینھم بنا ۔ اے میرے رب تُو اپنے بندوں میں سے ہمارے لئے

اُن کو شوہر بنا تا کہ اُن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ہم سے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔"
(مشکوٰۃ ص ۱۵۶ ج ۱)

رمضان المبارک کے تین عشروں کی فضیلت

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ شعبان کے آخری دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا اور اُس کے اندر یہ ارشاد فرمایا" **وھو شھر اوّلہ رحمۃ واوسطہ مغفرۃ و آخرہٗ عتق من النار**۔ یہ وہ مہینہ ہے کہ اُس کا اوّل رحمت ہے اور اُس کا اوسط مغفرت ہے اور اُس کا آخر دوزخ سے آزادی ہے (مشکوٰۃ ص ۱۵۶ ج ۱)۔

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی خصوصی فضیلت

۱۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں جتنی ریاضت وعبادت میں کوشش فرماتے تھے اُتنی دوسرے دنوں میں نہیں فرماتے تھے۔
(مشکوٰۃ ص ۱۸۲ ج ۱)۔

۲۔اور انہی سے مروی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا **کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر شد میزرہ و احییٰ لیلہ وا یقظ اھلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** کی عادت شریفہ تھی کہ جب رمضان کا آخری عشرہ داخل ہوتا تو آپ اپنی ازار باندھ لیتے اور اُس کی راتوں میں بیداری کرتے اور اپنے گھر والوں کو جگاتے تھے (مشکوٰۃ ص ۱۸۲ ج ۱)۔

آخری عشرہ کی طاق راتوں کی فضیلت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ رمضان کے آخری دس دنوں کی طاق راتوں (اکیسویں، تیئیسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں راتوں) میں لیلۃ القدر تلاش کرو۔ (مشکوٰۃ ص ۱۸۳ ج ۱)

لیلۃ القدر کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" جب لیلۃ القدر ہوتی ہے جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت میں اُترتے ہیں **یصلون علی کل عبد قائم او قاعد یذکر اللہ عزو جل** ہراُس بندے کے لیے دُعائے رحمت مانگتے ہوئے جو کھڑا یا بیٹھا اللہ کو یاد کرتا ہے (مشکوٰۃ ص ۱۶۴ ج ۱)

(۲) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **فیہ لیلۃ خیر من الف شھر من حرم خیرھا فقد حرم** رمضان میں ہزار مہینوں سے بہتر ایک رات (لیلۃ القدر) ہے جو کوئی اس رات کی اچھائی سے محروم رہے وہ محروم رہتا ہے۔ (مشکوٰۃ ۱۵۶ ج ۱)

(۳) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان داخل ہونے پر فرمایا اور اس میں ہزار مہینوں سے بہتر ایک رات (لیلۃ القدر) ہے جو اس رات کی اچھائی سے محروم رہے وہ ہر اچھائی سے محروم رہتا ہے اور اس رات کی اچھائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہی جو پورا پورا محروم ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۶ ج ۱)۔

رمضان کی آخری رات کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن کی امت کی مغفرت رمضان کی آخری رات کے اندر کر دی جاتی ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا یہ لیلۃ القدر ہے؟ فرمایا **لا ولکن العامل انما یوفیٰ اجرہ اذا قضیٰ عملہ** ۔ نہیں ولیکن مزدور جب اپنا کام پورا کرتا ہے اُسے اُس کی مزدوری پوری پوری دی جاتی ہے (مشکوٰۃ ص ۱۵۶ ج ۱)۔

رمضان کے آخری دن کی فضیلت

امام تقی الدین حلبی روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور اللہ کے واسطے رمضان کے مہینہ کی ہر رات میں افطاری کے وقت ایسے ایک لاکھ شخص دوزخ سے آزاد کیے جاتے ہیں جو دوزخ کے حقدار ہو چکے ہوتے ہیں **فاذا کان آخر یوم من شھر رمضان اعتق اللہ**

فی ذلک الیوم بقدر ما اعتق من اوّل الشھر الی آخرہ ۔پھر جب رمضان کے مہینے کا آخری دن ہوتا ہے تو اُس دن میں اللہ تعالیٰ اتنے لوگ آزاد فرماتا ہے جتنے اُس مہینے کی ابتداء سے اُس کے آخر تک آزاد کیے ہوتے ہیں۔ (نزہتہ الناظرینؔ ص ۹۴)۔

ماہ رمضان کی فضیلت

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن ہمیں وعظ میں فرمایا اے لوگو! تمہارے پاس عظمت والا، برکت والا مہینہ آیا ہے وہ مہینہ جس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے اللہ نے اُس کے روزے فرض کیے اور اُس کی راتوں میں قیام (نماز پڑھنا) تطوع (یعنی سنّت) کیا۔ **من تقرب فیہ بخصلۃ من الخیر کان کمن ادّی فریضۃ فی ما سواہ و من ادی فریضۃ فیہ کان کمن ادی سبعین فریضۃ فی ماسواہ** ۔ جو اس میں نیکی کا کوئی کام کرے تو ایسا ہے جیسے اور کسی مہینے میں فرض ادا کیا اور جو اس میں فرض ادا کرے تو ایسا ہے جیسے اور دنوں میں ستر فرض ادا کیے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔ اور یہ مہینہ مواسات کا ہے اور اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے کہ اُس کا اوّل رحمت ہے اور اُس کا اوسط مغفرت ہے اور اُس کا آخر جہنم سے آزادی ہے جو غلام پر اس مہینہ میں تخفیف کرے یعنی کام میں کمی کرے اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور جہنم سے آزاد فرمائے گا۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۶ ج ۱)۔

روزہ کی فضیلت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **قال اللہ عزو جلّ کل عمل ابن آدم لہ الّا الصیام فانہ لی وانا اجزی بہ و الصیام جنۃ** اللہ عزوجل نے فرمایا بنی آدم کا ہر عمل اُس کے لیے ہے مگر روزہ سو وہ میرے لیے ہے اور خود میں اُس کی جزا دوں گا اور روزہ ڈھال ہے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے روزہ دار کے مُنہ کی بُو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں جن سے وہ خوش ہوگا (ایک اُس وقت) جب وہ روزہ کھولتا ہے اور دوسری اُس وقت جب وہ اپنے رب سے ملے گا۔ سو وہ اپنے روزہ کی وجہ سے خوش ہوگا۔ (ریاض الصالحین ص ۴۴۴)۔

روزہ رمضان کی فضیلت

۱۔حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **صیام شهر رمضان بعشرة اشهر و صيام ستة ايام بعده' بشهر ين فذلك صيام السنة** رمضان کے مہینے کے روزے دس مہینوں کے روزے ہیں اور اس کے بعد چھ دنوں کے روزے دو مہینوں کے روزے ہیں سو یہ سال بھر کے روزے ہیں (جامع صغیر ص ۴۹ ج ۲)۔

۲۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" جو شخص ایمان کی وجہ سے اور ثواب کے لیے رمضان کے روزے رکھے اُس کے پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۵ ج ۱)۔

روزہ کا مفہوم

اصطلاح شرع میں مسلمان شخص کا عبادت کی نیت سے طلوع فجر صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے قصداً رُکنا روزہ ہے عورت کے لیے حیض ونفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔ (جوہرہ نیرّہ ص ۱۶۶ ج ۱)۔

روزہ کے درجات

روزہ کے تین درجے ہیں عوام کا روزہ یہ ہے کہ وہ اپنے پیٹ اور شرم گاہ کو کھانے پینے اور جماع سے محفوظ رکھیں اور خواص کا روزہ یہ ہے کہ عوام کے روزہ کے ساتھ ساتھ وہ اپنے اعضاء کو ہر قسم کے گناہ سے روکے رکھیں اور خواص الخواص کا روزہ یہ ہے کہ وہ عوام وخواص کے روزہ کے ساتھ ساتھ اپنے باطن کو ماسوا اللہ سے بالکلیہ جدا رکھیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ رہیں۔ (جوہرہ نیرّہ ص ۱۶۶ ج ۱)۔

سحری کھانے کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۵۶)

روزہ رکھنے کی نیت

بہتر ہے کہ سحری کھانے کے بعد یہ الفاظِ نیت پڑھ لے و بصوم غدٍ نویت "من شہر رمضان۔ اور میں نے آنے والے دن میں رمضان کے مہینے کے روزہ کی نیت کی۔

مفسداتِ روزہ

جن باتوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے وہ یہ ہیں، اگر قصداً کھایا پیا یا جماع کیا یا بھول کر کھا پی رہا تھا، پھر روزہ یاد آنے پر یا سحری کھا رہا تھا صبح صادق ہونے پر منہ کا لقمہ یا گھونٹ نگل گیا تو روزہ جاتا رہا۔ ان صورتوں میں قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہیں یوں ہی جس کو حقہ کی عادت ہو اُس نے بحالتِ روزہ حقہ یا سگریٹ پیا تو قضاء و کفارہ دونوں لازم ہیں۔ کلی کرتے وقت پانی حلق سے نیچے اُتر گیا یا ناک میں پانی ڈالتے وقت دماغ تک پہنچ گیا یا قصداً منہ بھر قے کی یا بے اختیار منہ بھر کر قے ہوئی اور چنا کے برابر یا زیادہ نگل لی یا دانتوں میں اٹکا ہوا چنے کے برابر کھانا نگل لیا یا ناک میں دوا سڑک لی یا کان میں دوا یا تیل ڈالا یا بوسہ لینے یا چھونے سے انزال ہو گیا تو ان تمام صورتوں میں روزہ یاد ہے تو روزہ جاتا رہا اور قضا لازم ہے۔ دانتوں سے خون نکلا اور حلق سے اُتر گیا اگر تھوک کا غلبہ تھا تو روزہ نہیں گیا ورنہ فاسد ہو گیا۔ قصداً دھواں ناک میں کھینچا تو روزہ جاتا رہا اور قضاء لازم ہے کان میں تیل ٹپکایا یا دماغ کی جھلی تک زخم تھا دوائی لگائی اور دماغ تک پہنچ گئی یا ناک کی راہ سے دوا چڑھائی یا پتھر، کنکر روئی، کاغذ، گھاس وغیرہ ایسی چیز کھائی جس سے لوگ گھن کرتے ہیں یا رمضان المبارک میں بلا نیت روزہ رہا یا اُس کے منہ میں بارش کی بوند یا اولہ چلا گیا یا بہت سے آنسو یا پسینہ نگل گیا تو ان سب صورتوں میں روزہ جاتا رہا اس کی قضاء لازم ہے، کفارہ لازم نہیں ہے۔

(ماہنامہ ضیائے حرم بابت مئی ۱۹۷۶ء ملخصاً)

روزہ اور انجکشن

انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن روزہ کی حالت میں بچنا چاہیے ہاں اگر جوفِ دماغ یا جوفِ معدہ میں انجکشن سے دوا یا غذا پہنچے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ (ماہنامہ ضیائے حرم مذکورہ بالا)

مکروہاتِ روزہ

روزہ میں یہ باتیں مکروہ ہیں

جھوٹ، چغلی، غیبت، گالی، بیہودہ بات کہنا یا کسی کو تکلیف دینا کہ یہ باتیں ویسے بھی ناجائز و حرام ہیں اور روزہ میں اور زیادہ حرام۔ ان کی وجہ سے روزہ میں کراہت آتی ہے۔ بلا عذر کسی چیز کو چکھنا یا چبانا، اپنی بیوی کا بوسہ لینا یا اُسے گلے لگانا یا اُس کا بدن چھونا جبکہ انزال کا اندیشہ ہو۔ روزہ کی حالت میں کُلی یا ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا، یونہی استنجاء میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔ منہ میں تھوک اکٹھا کر کے نگلنا۔ ایسا سخت کام کرنا جس سے روزہ چھوڑنے پر مجبور ہونے کا ظن غالب ہو۔ صبح صادق کے طلوع ہونے میں شک ہو جانے تک سحری میں تاخیر کرنا۔ (بہار شریعت ص ۱۲۱ ج ۵ ملخصاً)

شیخ فانی کا فدیہ

بوڑھا جس کی عمر ایسی ہوگئی کہ اب روز بروز کمزور ہی ہوتا جارہا ہو جب وہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو یعنی نہ اب رکھ سکتا ہو اور نہ آئندہ اُس میں اتنی طاقت آنے کی اُمید ہو کہ روزہ رکھ سکے گا اُسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور ہر روزہ کے بدلے میں فدیہ دے یعنی دونوں وقت ایک مسکین کو پیٹ بھر کھانا کھلائے یا ہر روزہ کے بدلے میں صدقۂ فطر کی مقدار صدقہ مسکین کو دے دے۔

(بہار شریعت ص ۱۳۰ ج ۵)

تعجیل افطار کی فضیلت

امام ترمذی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" میرے بندوں میں مجھے زیادہ پیارا وہ ہے جو افطاری میں جلدی کرتا ہے۔

(بہار شریعت ص ۱۲۶ ج ۵)۔

افطاری کی دُعا

امام ابو داؤد روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افطاری کے وقت یہ دُعا پڑھتے تھے۔ اللّٰھمّ لک صُمتُ و علیٰ رِزقِک افطرتُ۔ (بہار شریعت ص ۱۲۶ ج ۵)۔

روزہ افطار کرانے کا ثواب

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص اس مہینہ میں روزہ دار کو روزہ افطار کرائے اُس کے گناہوں کی مغفرت ہے اور اُس کی گردن دوزخ سے آزاد ہے اور اُسے ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا روزہ رکھنے والے کو ملتا ہے۔ بغیر اس کے کہ اُس کے اجر سے کچھ کم ہو۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں ہر شخص وہ چیز نہیں پاتا جس سے افطار کرائے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو دے گا جو ایک گھونٹ دودھ یا ایک خرما یا ایک گھونٹ پانی سے روزہ افطار کرائے اور جس نے روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا اُس کو اللہ میرے حوض سے پلائے گا کہ کبھی پیاسا نہ ہوگا یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۶ ج ۱)۔

قیام رمضان کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من قام رمضان ایماناً و احتساباً غفرله ما تقدم من ذنبه ۔ جو شخص ایمان کی وجہ سے اور ثواب کے لیے رمضان کی راتوں کا قیام کرے اُس کے اگلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ (بلوغ المرام ص ۶۲)

بیس تراویح کا ثبوت

امام مالک حضرت یزید بن رُومان سے روایات بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث و عشرین رکعةً ۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں لوگ (صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) رمضان میں تیئس رکعتیں (بیس تراویح اور تین وتر) پڑھا کرتے تھے۔ (موطا امام مالک ص ۴۰) قلت و فی هامشه انه قد روی البیهقی باسناد صحیح انهم یقومون فی عهد عمر بعشرین رکعة و فی عهد عثمان و علی مثله اه واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسائل تراویح

نماز تراویح کا وقت فرض عشاء کے بعد سے طلوع فجر تک ہے وتر سے

پہلے بھی ہوسکتی ہیں اور بعد بھی۔ تراویح کی بیس رکعتیں دس سلاموں سے پڑھے تراویح کی قرأت اور ارکان کی ادائیگی میں جلدی کرنا مکروہ ہے یونہی تراویح میں تعوذ وتسمیہ وطمانیت وتسبیح کا چھوڑنا بھی مکروہ ہے ہر چار رکعت پڑھ کر بیٹھنا مستحب ہے اور اُس بیٹھنے میں اُسے اختیار ہے کہ چپکا بیٹھا رہے یا کلمہ طیبہ پڑھے یا تلاوت کرے یا تسبیح تراویح پڑھے۔ تراویح مسجد میں باجماعت پڑھنا افضل ہے۔ اگر عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی اور تراویح تنہا تو وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے اور اگر عشاء تنہا پڑھ لی اگرچہ تراویح جماعت سے پڑھی تو وتر تنہا پڑھے۔ بلا عذر تراویح بیٹھ کر پڑھنا مکروہ ہے (بہار شریعت ص ۳۲ ج ۴ ملتقطاً)

نابالغ امام اور تراویح

نابالغ کے پیچھے بالغین کی تراویح نہ ہوگی یہی صحیح ہے۔ (بہار شریعت ص ۳۵ ج ۴)۔

نوٹ اس مسئلہ کا مفصل بیان ہمارے رسالہ " نابالغ امام اور تراویح" میں ملاحظہ فرمائیں۔

تراویح میں ختم قرآن

تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ لیکن اگر کسی وجہ سے ختم قرآن نہ ہوسکے، تو سورتوں سے تراویح پڑھیں اور اس کے لیے بعضوں نے یہ طریقہ رکھا ہے کہ سورۃ الفیل سے آخر قرآن تک دوبار پڑھنے میں بیس رکعتیں ہوجائیں گی۔ (بہار شریعت صفحہ ۳۷ جلد ۴)۔

امام کیسا ہونا چاہیے؟

خوش خواں کو امام نہیں بنانا چاہیے، بلکہ درست خواں کو امام بنائیں افسوس صد افسوس کہ اس زمانہ میں حفاظ کی حالت نہایت ناگفتہ بہ ہے۔ اکثر تو ایسا پڑھتے ہیں کہ یعلمون تعلمون کے سوا کچھ پتہ نہیں چلتا الفاظ وحروف کھا جایا کرتے ہیں۔ جو اچھا پڑھنے والے کہلاتے ہیں انہیں دیکھیے تو حروف صحیح ادا نہیں کرتے ہمزہ، الف، عین اور ذ، ز، ظ اور ث، س، ص اور ت، ط وغیرہ حروف میں تفرقہ نہیں کرتے، جس سے قطعاً نماز ہی نہیں ہوتی۔ فقیر کو انہی مصیبتوں کی وجہ سے تین سال ختم قرآن مجید سننا نہ ملا مولیٰ عزوجل مسلمان بھائیوں کو توفیق دے کہ وہ ما انزل اللہ پڑھنے کی کوشش کریں۔ (بہار شریعت صفحہ ۳۵ جلد ۴)۔

شبینہ

شبینہ کہ ایک رات کی تراویح میں پورا قرآن مجید پڑھا جاتا ہے جس طرح آج کل رواج ہے کہ کوئی بیٹھا باتیں کر رہا ہے کچھ لوگ لیٹے ہیں، کچھ لوگ چائے پینے میں مشغول ہیں کچھ لوگ مسجد کے باہر حقہ نوشی کر رہے ہیں اور جب جی میں آیا ایک آدھ رکعت میں شامل بھی ہو گئے یہ ناجائز ہے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان شریف میں اکسٹھ ختم کیا کرتے تھے تیس دن میں تیس رات میں اور ایک تراویح میں اور پینتالیس برس عشاء کے وضو سے نماز فجر پڑھی ہے۔ (بہار شریعت صفحہ ۳۷ جلد ۴)

اعتکاف کی فضیلت

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" اعتکاف کرنے والا گناہوں سے باز رہتا ہے اور اُسے نیکیوں میں سے اس قدر ثواب ملتا ہے گویا اُس نے سب نیکیاں کیں" (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۶۵ جلد ۱)

(۲) اور آپ نے ارشاد فرمایا اعتکاف عشر فی رمضان کحجتین و عمرتین ۔رمضان کے دس دنوں کا اعتکاف دو حجوں اور دو عمروں کی طرح ہے۔ (جامع صغیر صفحہ ۴۵ جلد ۱)۔

اعتکاف کے مسائل

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ مرد مسجد میں اور عورت اپنے گھر کی اس جگہ میں جو اس نے نماز کے لیے مخصوص کر رکھی ہو اعتکاف کریں۔ اس اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے اس اعتکاف میں ضروری ہے کہ اکیسویں رمضان کی رات شروع ہونے سے پہلے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں موجود ہو اور رمضان ختم ہونے تک مسلسل اعتکاف کرے۔ اعتکاف شروع کرتے وقت ان باتوں کا لحاظ ضروری ہے۔ نیت درست ہو غسل کرے یا وضو کرے۔ خوشبو لگائے، اچھے کپڑے پہن کر مسجد میں داخل ہونے کے آداب بجالاتے ہوئے مسجد میں داخل ہو۔ معتکف کے لیے یہ باتیں جائز ہیں مسجد کے کونے میں کسی اوٹ میں چار پائی بچھانا، کھانا پینا اور سونا مباح باتیں کرنا۔ بامر مجبوری زبانی خرید و فروخت کرنا ۔ عقد نکاح کرنا یا طلاق دینا مسجد میں لباس بدلنا اور اعتکاف جن باتوں سے ٹوٹ جاتا ہے وہ یہ ہیں۔ بے عذر شرعی مسجد سے باہر نکلنا اگرچہ ایسا بھول کر کرے۔ جماع کرنا اگرچہ مسجد سے باہر ہو یونہی شہوت سے

چھونے یا بوسہ دینے سے انزال ہو جائے تو اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ معتکف جن شرعی عذروں کی وجہ سے باہر جاسکتا ہے وہ یہ ہیں قضائے حاجت اور نماز جمعہ کی ادائیگی جبکہ جامع مسجد میں معتکف نہ ہو۔ یونہی اگر مسجد کی حدود میں وضو وغسل کی جگہیں نہ ہوں تو وضو وغسل کے لیے باہر جاسکتا ہے معتکف نماز جنازہ پڑھنے پڑھانے یا بیمار پرستی کرنے کے لیے نکل نہیں سکتا ورنہ اعتکاف ٹوٹے گا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

فطرانہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" بندہ کا روزہ آسمان وزمین کے درمیان معلق رہتا ہے تا آں وقتیکہ روزہ دار صدقۂ فطر ادا کرے۔

(بہار شریعت صفحہ ۶۶ ج ۵)

فطرانہ کے مسائل

عیدالفطر کے دن جو صدقہ فقیروں کو دینا واجب ہے اُسے صدقہ فطر کہتے ہیں۔ زکوٰۃ وعشر کی طرح صدقۂ فطر بھی صرف فقیر ومسکین کو دینا لازم ہے ورنہ ادا نہ ہوگا۔ مالک نصاب پر اپنی طرف سے اور اپنی چھوٹی فقیر اولاد کی طرف سے صدقہ فطر واجب ہے۔ صدقہ فطر عیدالفطر کے دن ادا کرنا مستحب ہے لیکن اگر رمضان میں ہی ادا کر دیا جائے تو بھی جائز ہے۔ اگر عیدالفطر کے دن صدقہ ادا نہ کرے تو عمر میں کسی وقت ادا کرسکتا ہے لیکن ادائیگی میں جلدی کرنی چاہیے۔ صدقۂ فطر اُس شخص پر بھی واجب ہے جو کسی وجہ سے رمضان کے روزے نہ رکھ سکا۔ صدقۂ فطر کی مقدار یہ ہے کہ گیہوں یا اُس کا آٹا دے تو ہر کس کی طرف سے سوا دو سیر دے اور اگر جو یا کھجور یا منقیٰ دے تو اس کا دوگنا ساڑھے چار سیر فی کس دے۔ اگر نقدی یا کسی دوسری جنس سے دے تو گیہوں کی مقدار کی قیمت کے لحاظ سے دے اس میں خود اس کی اپنی مقدار کا اعتبار نہیں۔ فطرانہ تراویح پڑھانے والے امام کو بطور تعاون دے سکتے ہیں جبکہ وہ فقیر ہو۔ بہتر ہے کہ فطرانہ اہل سنت کے دینی مدارس میں دیا جائے کہ اس میں صدقہ اور طلبہ کی خدمت کا دوچند ثواب ہوتا ہے عورت اور بالغ اولاد کا فطرانہ خود اُن پر واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۷ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتیسواں مقالہ

معارفِ لیلۃ القدر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العظیم و الصلوٰۃ والسلام علیٰ الحبیب الرحیم و علیٰ جمیع آلہٖ و اصحابہٖ اھل التعظیم و التکریم. یہ رسالہ مختصرہ لیلۃ القدر کے فیوض و برکات کے بیان میں لکھا گیا ہے۔ ربّنا تقبّل منّا انّک انت السّمیعُ العلیم ہ

سورۃ القدر کی تفسیر

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنّـا انـزلنـٰـہ فِـی لیلۃ القدر ۔ بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا۔ یعنی اس رات میں پُورا قرآن لوحِ محفوظ سے آسمان دُنیا میں بیت العزہ کے اندر اتارا گیا۔ پھر تیئس برس تک جبریل اسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرماتے رہے اور اس دوسرے نزول کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے۔ فلا اقسم بمواقع النجوم۔ تو مجھے قسم ہے اُن جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں۔" قالہ ابن عباس رضی اللہ عنھما کذافی تفسیر العلامۃ الخازن رحمۃ اللہ علیہ و ما ادراک ما لیلۃُ القدر ہ اور آپ کیا جانتے کہ لیلۃ القدر کیا ہے اگر آپ کو اللہ تعالیٰ اس کی عظمت سے آگاہ نہ فرماتا۔ قالہ الشیخ عبدالقادر الجیلی رحمۃ اللہ علیہ فی الغنیتہ. لیلۃُ القدر خیر'' مّن الف شھر لیلۃ القدر ایک ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ یعنی لیلۃ القدر کی رات اُن ہزار مہینوں سے بہتر ہے جن میں لیلۃ القدر کوئی رات نہ ہو۔ یعنی اس رات میں نیک عمل کرنا اُن ہزار مہینوں میں کہ جن میں لیلۃ القدر کی کوئی رات نہیں نیک عمل کرنے سے بہتر ہے کذافی الجلالین۔ تـنـزّلُ الملٰئکۃُ و الرُّوحُ فیھا باذن ربھم ۔ اس رات میں فرشتے اور جبریل اپنے ربّ کے حکم سے اترتے ہیں یعنی شب قدر میں شام سے صبح تک سارے مقرب فرشتے روئے زمین پر بالخصوص مسجدوں اور عبادت گزار مومنوں کے گھروں میں اُترتے رہتے ہیں (نور العرفان) من کُلّ امرٍ سلام'' . ہر کام کے لیے یہ رات سلامتی ہے یعنی شب قدر کی ساری رات شیاطین و آفات و عذابِ الٰہی سے سلامت اور محفوظ ہوتی ہے بخلاف دوسری راتوں کے کہ ان کے اوّل میں جنات و شیاطین کا پھیلاؤ اور درمیان میں غفلت اور آخر میں رحمت ہوتی ہے (نور العرفان) ھی حتی مطلع الفجر۔ صبح چمکنے تک یعنی یہ فیوض و برکات فرشتوں کا نزول اور سلامتی صبح صادق کے طلوع ہونے تک قائم رہتے ہیں (سورۃ القدر)۔

شب قدر کون سی رات ہے

عرف عام میں رمضان المبارک کی ستائیسویں رات کو شب قدر کہا جاتا ہے اور متعدد احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لیلۃ القدر لیلۃ سبعٍ وّ عشرین۔ رمضان کی ستائیسویں رات شب قدر ہے۔
(صححہ الجلال السیوطی فی جامعہ الصغیر)

اور زر بن جیش فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص سال بھر کی راتوں میں شب بیداری کرے وہ لیلۃ القدر کو پالیتا ہے۔ آپ نے فرمایا رحمۃ اللہ اُرادان لا یتّکل النّاس امّا انّہ علم انّھا فی رمضان و انّھا فی العشر الاواخر و انّھا لیلۃ سبعٍ وّ عشرین ۔ اللہ ان پر رحمت فرمائے ان کا ارادہ یہ ہے کہ لوگ سستی میں نہ پڑ جائیں ورنہ وہ جانتے ہیں کہ شب قدر رمضان میں ہے اور اس کے آخری دس دنوں میں ہے اور ستائیسویں رات ہے پھر آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ شب قدر ستائیسویں رات ہی ہے میں نے پوچھا اے ابو المنذر آپ یہ کس بنا پر فرماتے ہیں؟ فرمایا اُس علامت کی بنا پر میں کہہ رہا ہوں جس کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے کہ شب قدر کا سورج اس حال میں طلوع ہوتا ہے کہ اُس میں کوئی کرن نہیں ہوتی۔
(مسلم شریف جلد اوّل ص ۳۹۰)

اور دوسری روایت میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں واللہ انّی لا علمھا و اکثرُ علمی ھی اللیلۃ الّتی امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیامھا ھی لیلۃ سبعٍ وّ عشرین۔ اللہ کی قسم میں لیلۃ القدر کو جانتا ہوں اور میرا اکثر علم یہ ہے کہ یہ وہ رات ہے جس کی بیداری کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دیا تھا۔ وہ رمضان کی ستائیسویں رات ہے ۔
(مسلم شریف جلد اوّل ص ۲۷۹)۔

اور سنن ترمذی ص ۱۲۸ جلد اوّل میں ہے۔ قال ابو عیسیٰ و قد روی عن ابی بن کعب انّہ کان یحلفُ انّھا لیلۃ سبعٍ وّ عشرین و یقول اخبرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعلامتھا فعدونا و حفظنا و عن زرّ قال قُلت لاُبیّ ابن کعب انّی علمت

ابا لمنذر انّها ليلة سبع وّ عشرين قال بلىٰ اخبرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم انّها ليلة صبيحتُها تطلُعُ الشمس ليس لها شُعاع" فعددنا و حفظنا و الله لقد علم ابنُ مسعود انّها فِي رمضان و انّها ليلة سبع وّ عشرين ولٰكن كره ان يُخبركُم فتتكلوا.

محدث ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب کے بارہ میں مروی ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ شب قدر رمضان کی ستائیسویں رات ہوتی ہے اور انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں لیلۃ القدر کی علامت بتائی تو ہم نے اُسے گنا اور محفوظ رکھا اور زرّ بن حبیش کی روایت میں ہے کہ میں نے حضرت ابی بن کعب سے عرض کیا اے ابوالمنذر آپ کیسے جانتے ہیں کہ شب قدر ستائیسویں رات ہے؟ تو آپ نے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں خبر دی ہے کہ لیلۃ القدر وہ رات ہے جس کی صبح کو سورج طلوع ہوتا ہے اس حال میں کہ اس میں کوئی کرن نہیں ہوتی پس ہم نے گنا اور محفوظ رکھا۔ اللہ کی قسم ابن مسعود جانتے ہیں کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہے اور وہ ستائیسویں رات ہے۔ لیکن انہوں نے اس کے متعلق تمہیں خبر دینا اس لیے ناپسند کیا کہ تم سستی میں پڑ جاؤ گے۔

اور مفسر ابن کثیر فرماتے ہیں۔ و فی الباب عن معاوية و ابن عمر و ابن عباس و غيرهما عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انّها ليلةُ سبع وّ عشرين و هُو قولُ طائفةٍمّن السلف و هُو الجادةُ مذهب الاِمام احمد بن حنبلٍ و هُو رويةعن ابى حنيفه ايضاً اور اس باب میں حضرت معاویہ، ابن عمر اور ابن عباس و غیرھم رضی اللہ عنہم کی روایات ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی ستائیسویں رات کو شب قدر قرار دیا ہے اور سلف صالحین کے ایک گروہ کا یہ قول ہے اور یہی امام احمد بن حنبل کا مختار مذہب ہے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ کی بھی ایک روایت ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ص ۵۳۳ جلد چہارم)

اور مفسر احمد صاوی فرماتے ہیں۔ و اشتهر عن ابى بن كعب، ابن عباس و كثير انّها ليلة السابع و العشرين. ابی بن کعب، ابن عباس اور کثیر التعداد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے یہی مشہور ہے کہ رمضان کی ۲۷ ویں رات شب قدر ہے (تفسیر صاوی ص ۲۸۷ جلد چہارم)

اور شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں وقال ابن عباس و ابى بن كعب رضى الله عنهم انها ليلة سبع و عشرين والدليل على انّ آكدها ليلة سبع و عشرين و الله اعلم ماروى

ابن حنبل رحمه' الله باسناده عن ابن عمر رضی الله عنهما قال كا نوالا يزالون يقصون علی النبی صلی الله علیه وسلم الرؤ یا من العشر الاوا خر فقال النبی صلی الله علیه وسلم اری رؤ یا كم قد تواترت انها لیلة سابعة من العشر الا واخر من كان متحرياً فليتحرّها الليلة السابعة من العشر الا و اخر ۔حضرت ابن عباس اورابی بن کعب رضی اللہ عنہم نے فرمایا شب قدر رمضان کی ۲۷ ویں رات ہے اوراس رات کے زیادہ موکد ہونے کی دلیل وہ حدیث ہے جوامام احمد بن حنبل نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ صحابہ کرام عشرہ اخیرہ کی خوابیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے رہے تو بالآخر آپ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری خوابیں حدِ تواتر کو پہنچ گئی ہیں جو اسے تلاش کرنا چاہے وہ ستائیسویں شب میں تلاش کرے۔(غنیۃ الطالبین ص ۱۱ جلد دوم)

اورامام ابوالبرکات نسفی حنفی فرماتے ہیں وصح انّها فی اوتار العشر الاخیرا رجاء ها عند الشافعية ليلة احدیٰ عشرين اوثلاث و عشرين و عندالجمهور سبع و عشرين و انها تختلف فی السنين قاله' الحافظ بعد ما ذكر نحواً من اربعين قولاً ۔اور صحیح قول یہ ہے کہ شب قدر رمضان کے عشرہ آخیرہ کی طاق راتوں میں ہے اور شافعیوں کے نزدیک ۲۱ ویں اور ۲۳ ویں شب اور جمہور کے نزدیک ۲۷ ویں شب کے شب قدر ہونے کی زیادہ امید ہے اور مختلف سالوں میں شب قدر بدلتی رہتی ہے یہ بات حافظ عماد الدین بن کثیر نے تقریباً چالیس قول نقل کرنے کے بعد فرمائی ہے۔
(حاشیہ جلالین ص ۵۰۳)

اورشیخ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں فانها ليلة سبع و عشرين من رمضان علی الاصح زیادہ صحیح یہ ہے کہ شب قدر رمضان المبارک کی ۲۷ ویں شب ہے (نسیم الریاض جلد دوم ۲۱۴۵) اورامام عینی فرماتے ہیں، والذا هبون الیٰ سبع و عشرين هم الا كثرون ۔زیادہ علماء اس طرف گئے ہیں کہ شب قدر رمضان کی ۲۷ ویں رات ہے (حاشیہ صحیح بخاری جلد اوّل ص ۲۷۰)

الحمدللہ ان ارشادات مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک کی ۲۷ ویں شب لیلۃ القدر ہے۔لہذا مسلمان اس رات کو ہرگز ہرگز غفلت میں نہ گزاریں بلکہ اس میں قیام اور شب بیداری کر کے ثواب عظیم حاصل کریں۔ والله الموفق للعمل الصالح فيها۔

یہ شب ملنے کا سبب

ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا شمعون اسرائیلی ایک ہزار ماہ یعنی ۸۳ سال چار ماہ صائم الدھر قائم اللیل رہا۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ہم میں اس جیسا کون ہوسکتا ہے؟ قیامت میں وہ ہم سے افضل ہوگا۔ تب سورۃ القدر اُتری جس میں فرمایا گیا کہ جو مسلمان اس رات میں عبادت کرے اسے ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ ثواب ملے گا۔ (نورالعرفان)

وجہ تسمیہ

اس شب کو شب قدر اس لیے کہتے ہیں کہ یہ عزت والی رات ہے یا اس رات میں سال بھر کے ہونے والے واقعات کی فہرستیں اور اندازے فرشتوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں اور ہر قسم کے فرشتوں کو ان کے کاموں کے اندازے بتا دیئے جاتے ہیں یا اس رات میں اتنے فرشتے روئے زمین پر نازل ہوتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے۔ (نورالعرفان)۔

لیلۃ القدر کی تلاش

جاننا چاہیے کہ لیلۃ القدر بڑی فضیلت والی رات ہے اور اس کا تلاش کرنا مستحب ہے اور سال کی افضل ترین رات ہے اس رات میں ایک نیکی دوسری راتوں میں ایک ہزار نیکی کے برابر ہے اور ابن المسیب نے فرمایا جو شخص لیلۃ القدر نماز عشاء میں حاضر ہوا اُس نے شب قدر سے اپنا حصہ پالیا اور امام شافعی نے فرمایا جو شب قدر نماز عشاء اور نماز صبح میں حاضر ہوا اس نے شب قدر سے اپنا حصہ پالیا۔ یہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب معراج الدرایہ میں ہے (ردالمحتار جلد دوم ۱۴۹)۔

لیلۃ القدر کی علامات

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

ومن امارا تها انها ليلة بلجة صافية ساكنة ساجية لا حارة و لا باردة كانّ فيها قمراً ساطعاً ولا يحل النجم ان يرمىٰ بها تلك الليلة حتىٰ الصباح و من اماراتها ان

الشمس تطلع صبیحتها لاشعاع لها مستویة کانها القمر لیلة البدرو وحرم الله علی الشیطان ان یخرج معها یومئذٍ ۔اور اس رات کی بعض علامات یہ ہیں کہ وہ رات چمکدار، صاف شفاف، پرسکون، خاموش نہ گرم اور نہ ٹھنڈی ہوتی ہے گویا اس میں چاند روشنی پھیلانے والا ہوا اور اس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیاطین کو نہیں مارے جاتے اور اس کی بعض علامات یہ ہیں کہ اس کی صبح کو آفتاب بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے ایسا بالکل ہموار ٹکیہ کی طرح ہوتا ہے جیسا کہ چودھویں رات کا چاند ہے اور اللہ نے شیطان پر یہ بات حرام کر دی ہوتی ہے کہ وہ اس دن سورج کے ساتھ نکلے۔

(فضائل رمضان ص ۸۱)

قیام وشب بیداری

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من قام لیلۃ القدر ایماناً واحتساباً غفرلہٗ ماتقدم من ذنبہ۔ جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کے لیے کھڑا ہوا اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ متفق علیہ۔

(مشکوٰۃ ص ۱۵۵ جلد اول جامع صغیر للسیوطی ص ۱۷۷ جلد دوم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **اذا کان لیلة القدر نزل جبریل علیه السلام فی کبکبة من الملآئکة یصلون علیٰ کل عبد قائم او قاعد یذکر الله عزّو جل**۔ جب شب قدر آتی ہے تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اترتے ہیں اور ہر اس شخص کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کو یاد کرتا ہے۔

(مشکوٰۃ ص ۱۶۴ جلد اوّل)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **ان هذا الشهر قد حضرکم و فیه لیلة خیر من الف شهر من حرمها فقد حرم الخیر کله' ولا یحرم خیرها الا کل محروم**۔ بلاشبہ یہ مہینہ تمہارے پاس آ چکا ہے اور اس میں ایک رات ہزار مہینے سے بہتر ہے جو اس رات سے محروم رہے وہ سب اچھائیوں سے محروم رہتا ہے اور اس رات وہی شخص محروم ہوتا ہے جو سب اچھائیوں سے بے نصیب ہے (مشکوٰۃ ص ۱۵۹ جلد اوّل)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک طویل حدیث کے ضمن میں ہے۔ و اذا کانت لیلة القدر یأمر اللہ عزوجل جبرئیل فیھبط فی کبکبة من الملائکة ومعھم لوآء اخضر فیرکز اللوآء علی ظھر الکعبة و لہ' مائة جناح منھا جناحان لا ینشرھما الّا فی تلک اللیلة فینشرھما فی تلک اللیلة فیجاوز المشرق الی المغرب فیحث جبرئیل علیہ السلام الملآئکة فی ھٰذہِ اللیلة فیسلمون علیٰ کل قائم و قاعد و مصلی و ذاکر و یصافحونھم ویومنون علیٰ دعاء ھم حتی یطلع الفجر فاذا اطلع الفجرینا دی جبرائیل معاشرا لملائکة الرحیل الرحیل فیقولون یا جبرائیل فما صنع اللہ فی حوائج المؤمنین من امة احمد صلی اللہ علیہ وسلم فیقول نظر اللہ علیھم فی ھذہ اللیلة فعفا عنھم الا اربعة فقلنا یا رسول اللہ من ھم قال رجل مدمن خمر و عاق لوالدیہ وقاطع رحم و مشاحن. قلنا یا رسول اللہ ما المشاحن قال ھو المصارم کذافی الترغیب ۔ اور جب لیلۃ القدر آتی ہے تو اللہ عزوجل جبرئیل کو حکم کرتا ہے تو وہ فرشتوں کی ایک جماعت کے ہمراہ زمین پر اترتے ہیں درآں حالیکہ ان کے پاس ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے سو وہ اس جھنڈے کو کعبہ کی چھت پر گاڑھ دیتے ہیں اور جبرئیل امین کے ایک سو پر ہیں۔ ان میں سے دو پر وہ صرف لیلۃ القدر کی رات ہی میں کھولتے ہیں۔ پس وہ اپنے ان پروں کو لیلۃ القدر میں کھولتے ہیں تو وہ مشرق سے مغرب تک کو اپنے نیچے کر لیتے ہیں پھر اس رات میں جبرئیل امین فرشتوں کو اس بات پر ابھارتے ہیں کہ وہ ہر اس شخص پر سلام ڈالیں جو کھڑے یا بیٹھے نماز پڑھتا ہے یا اللہ کو یاد کرتا ہے اور ان ذاکریں سے مصافحہ کریں اور ان کی دُعا پر آمین کہیں۔ فرشتے یہ کام طلوع فجر تک کرتے رہتے ہیں۔ پھر جب فجر طلوع ہوتی ہے تو جبرئیل امین پکارتے ہیں اے فرشتوں کی جماعتو۔ کوچ کوچ۔ فرشتے کہتے ہیں۔ اے جبرئیل جناب احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مؤمنین کی حاجتوں کے بارہ میں اللہ نے کیا کیا؟ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس شب ان کی طرف دیکھا ہے اور انہیں بخش دیا ہے مگر چار شخص اس بخشش سے محروم ہیں۔ شراب کا عادی، والدین کا نافرمان، رشتہ داری توڑنے والا اور مشاحن۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مشاحن کون ہے؟ آپ نے فرمایا جھگڑنے والا۔ (فضائل رمضان ص ۹۴)۔

اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من احیا

لیلة سبعٍ وّ عشرین من شھر رمضان الی الصبح فھو احبّ الیّ من قیام لیالی شھر رمضان کلّھا ۔ جو شخص رمضان کی ۲۷ ویں شب میں صبح تک شب بیداری کرے تو یہ بات میرے نزدیک رمضان کے مہینہ کی تمام راتوں کی شب بیداری سے زیادہ محبوب ہے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ابا جان جو کمزور مرد اور عورتیں اس شب قیام کی قدرت نہ رکھیں وہ کیا کریں؟ فرمایا **یضعون الوسائد فیتکؤن علیھا و یقعدون ساعة من ساعات تلک اللیلة ویدعون اللہ عزو جلّ الّا کان ذالک احبّ الی من قیام امتی جمیعاً شھر رمضان** ۔ یہ لوگ تکیے رکھ کر اس شب کی گھڑیوں میں سے کوئی ایک گھڑی میں اللہ سے دُعا نہیں کریں گے۔ مگر ان کا یہ فعل میرے نزدیک تمام امت کے تمام رمضان کے مہینے کے قیام سے زیادہ محبوب ہوگا۔

(مکاشفۃ القلوب للغزالی ص ۳۰۵)

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **من احیا لیلة القدر و صلّے فیھا رکعتین و استغفر فیھا غفر اللہ لہ' و خاض فی رحمة اللہ و مسحہ' جبریل بجناحہ و من مسحہ جبریل بجناحہ دخل الجنة** جو شخص لیلۃ القدر میں شب بیداری کرے گا اور اس میں دو رکعت نفل ادا کرے گا وہ اللہ کی رحمت میں ڈوب جائے گا اور جبریل امین اسے اپنے پر سے دلاسہ دیں گے اور جس کو جبریل اپنے پر سے دلاسہ دے دیں وہ جنت میں داخل ہو گا۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۳۰۵)

امام احمد صادی ارشاد فرماتے ہیں **و یکفی فی قیامھا صلوٰة العشاء و الصبح فی جماعة و ورد من صلے المغرب و العشاء فی جماعة فقد اخذ بحظّ و افر من لیلة القدر** ۔ اور لیلۃ القدر کے قیام میں نماز عشا اور نماز صبح کا با جماعت ادا کرنا کفایت کرتا ہے اور روایات میں آیا ہے کہ جس نے مغرب اور عشا کی نمازیں با جماعت ادا کیں اس نے لیلۃ القدر کا وافر حصہ پایا۔

(تفسیر صادی ص ۲۸۹ ج ۴)

نوافل

لیلۃ القدر کے جو نوافل بزرگان دین سے منقول ہیں وہ یہ ہیں۔ (۱) شب قدر میں چار رکعت

پڑھے ہر رکعت میں سورۂ قدر ایک بار اور سورہ اخلاص ستائیس بار پڑھے تو گناہوں سے پاک ہو جائے گا۔ پھر دو رکعت پڑھے ہر رکعت میں سورۃ قدر ایک بار اور سورہ اخلاص تین بار پڑھے تو ثواب شب قدر پائے گا۔ پھر چار رکعت پڑھے۔ ہر رکعت میں سورہ قدر ایک بار۔ سورہ اخلاص پچاس بار بعد سلام سجدہ میں جا کر۔ سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر۔ ایک بار بعدہ دُعا کرے قبول ہو گی۔ (ماہنامہ فیض رضا لائل پور بابت اکتوبر ۱۹۷۱ء)

(۲) بیس رکعت پڑھے ہر رکعت میں سورہ اخلاص اکیس بار پڑھے اور قرآن پڑھے اور ایک سو مرتبہ درود شریف پڑھے تو شفاعت کا مستحق ہوگا۔ (ماہنامہ فیض رضا مذکور بالا)

(۳) چار رکعت اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں فاتحہ شریف ایک بار سورہ تکاثر ایک بار اور سورہ اخلاص تین بار پڑھے۔

(۴) آٹھ رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ قدر ایک بار اور سورہ اخلاص تین بار پڑھے انشاءاللہ اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے اور موت کی سختیاں دور کر دی جائیں گی اور عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ (رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بابت رمضان ۱۳۹۳ھ)۔

(۵) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ جو شخص بعد نماز عشاء سات مرتبہ سورہ قدر پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے بلاؤں سے محفوظ رکھے گا اور ستر ہزار فرشتے اس کے لیے جنت کی دُعا کریں گے۔

(۶) حضرت امام ابواللیث رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس رات میں جس قدر نوافل ہوسکیں پڑھے جائیں اور ہر رکعت میں سورہ الحمد شریف کے بعد سورہ قدر ایک مرتبہ اور سورہ اخلاص تین مرتبہ پڑھے اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرنے کے بعد درود شریف پڑھے (ماہنامہ مالک راولپنڈی جون ۱۹۵۳ء)۔

(۷) اگر کوئی شخص ان مذکورہ بالا ترتیبوں کے ساتھ نوافل نہ پڑھ سکے تو ہر رکعت میں تین بار سورہ اخلاص پڑھتا جائے انشاءاللہ قیام کا ثواب پائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تلاوت قرآن مجید

جو شخص زیادہ دیر تک کھڑا نہ ہو سکے اسے چاہیے کہ وہ نوافل میں ان سورتوں کی تلاوت کو اختیار کرے جن کی تلاوت میں کثرت ثواب ہے۔ مثلاً آیۃ الکرسی کہ اس کے بارہ میں مروی ہے کہ وہ قرآن

میں افضل آیت ہے اور سورہ بقرہ کی آخری آیتیں کہ ان کے متعلق مروی ہے کہ جو شخص نفل میں انہیں تلاوت کرے گا یہ اس لیے کافی ہو جائیں گی اور سورہ زلزلہ کہ اس کے متعلق مروی ہے کہ وہ نصف قرآن کے برابر ہوتی ہے اور سورۃ الکافرون کے اس سے متعلق آیا ہے کہ وہ ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہوتی ہے اور سورہ اخلاص کہ اس سے متعلق وارد ہوا ہے کہ وہ ایک ثلث قرآن کے برابر ہوتی ہے اور سورہ یٰسین کہ اس کے متعلق آیا ہے کہ وہ قرآن کا دل ہے اور یہ بھی آیا ہے کہ سورہ یٰسین جس مقصد کے لیے پڑھی جائے وہ اس مقصد کے لیے ہے اور اس شب استغفار، تسبیح، تحمید، تہلیل اور قسم قسم کے اذکار اور درود شریف کی کثرت کرے اور اپنے لیے اور اپنے زندہ اور وفات یافتہ احباب کے لیے دُعا کرے اور جو کچھ صدقہ کر سکے کرے اور اپنے اعضاء کو گناہوں سے محفوظ رکھے۔ (تفسیر صاوی ص ۲۸۹ جلد چہارم)

درختوں کا سجدہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں وطبری از قوے نقل کردہ است کہ درختاں درآن شب سجدہ کنند وبرزمین افتند باز بمناسبتِ خود باز گردند وسجدہ کند روے ہر چیز یعنی امام طبری نے علماء کی ایک جماعت سے یہ بات نقل کی ہے کہ اس رات میں درخت سجدہ کرتے ہیں۔ اور وہ زمین پر اُوندھے ہو جاتے ہیں۔ پھر اپنی جڑوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اس رات میں ہر چیز اللہ کے آگے سجدہ کرتی ہے۔

(اشعۃ اللمعات ص ۱۱۲ جلد دوم)

دُعائے شب قدر

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ارأیت ان علمت ایّ لیلۃ لیلۃ القدر ما اقول فیھا۔ یا رسول اللہ ذرا یہ تو بتائیں کہ اگر میں کسی رات کے متعلق جانوں کہ وہ لیلۃ القدر ہے تو اس رات میں کیا دُعا مانگوں آپ نے فرمایا۔ یہ دُعا مانگو۔ اللّٰھمّ انک عفوّ تحبُّ العفو فاعفُ عنّی۔ اے اللہ بے شبہ تو بخشنے والا ہے۔ بخشش کو پسند فرماتا ہے سو تُو میری بخشش فرما دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۸ رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تیسواں مقالہ

جمعۃ الوداع کی شرعی اہمیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ رسولہ محمد و آلہٖ و اصحابہ اجمعین. اما بعد. اس مختصر رسالہ میں جمعۃ الوداع کی شرعی اہمیت بیان کی گئی ہے. ربنا تقبل منا انک السمیع العلیم۔

جمعۃ الوداع کی شرعی اہمیت

مولانا محمد صدیق ہزاروی اپنے مضمون "جمعۃ الوداع (رحمتوں کی رات اور برکتوں کا دن)" میں لکھتے ہیں۔

"ماہِ رمضان المبارک کا آخری جمعہ جمعۃ الوداع کہلاتا ہے۔ مسلمان کے نزدیک جمعۃ الوداع ایک اہم تہوار کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے بعد جتنا بڑا اجتماع جمعۃ الوداع کی نماز کے لیے ہوتا ہے اتنا کسی دوسرے موقع پر نہیں ہوتا۔ جمعۃ الوداع ملے جلے جذبات کا اظہار کرتا ہے یعنی ایک طرف یہ دن ماہِ رمضان المبارک کی برکات کے خاتمے کا اعلان کر کے قوم مسلم کو اس بابرکت مہینے کی جدائی کے صدمے سے دوچار کرتا ہے تو دوسری طرف اس بات کا اطمینان دلاتا ہے کہ گو وہ مہینہ رخصت ہو رہا ہے جس کی آمد پر جنت کے دروازے کھولے گئے۔ جہنم کے دروازے بند ہوئے۔ شیطانوں کو بیڑیاں ڈالی گئیں اور شب و روز ذکر خداوندی کے نغمے الاپے جانے لگے لیکن وہ ماہِ مبارک ہمیں قرآن ایسی کتاب ہدایت کی صورت میں ایک عظیم تحفہ دے کر جا رہا ہے جو ہمارے قدم قدم پر راہنمائی کرتا اور مشکلات کے بھنور سے باہر نکال کر ہمیں ساحلِ نجات سے ہم کنار کرتا ہے۔ جمعۃ الوداع کی عظمت کو جاننے کے لیے ہمیں تین بنیادی باتوں سے آگاہی حاصل کرنا ہوگی۔

(۱) عام دنوں میں جمعہ کی حیثیت (۲) رمضان المبارک میں واقع ہونے والے جمعہ کی عظمت۔ (۳) جمعہ ہائے رمضان میں جمعۃ الوداع کی شان و شوکت۔

عام دنوں میں جمعہ کی حیثیت

جس طرح یہود و نصاریٰ کے لیے ہفتہ اور اتوار کے دن عبادت کے لیے مخصوص تھے اسی طرح جمعۃ المبارک کا دن مسلمانوں کا دن مسلمانوں کو خاص طور پر عبادت کے لیے عطا ہوا ہے۔ یہ دن باقی تمام ایام ہفتہ سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جمعہ کا دن سید الایام (دنوں کا سردار) کہلاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جن دنوں پر سورج طلوع وغروب ہوتا ہے ان میں جمعہ کا دن سب سے افضل ہے۔ اس دن جنوں اور انسانوں کے علاوہ ہر چیز (قیامت قائم ہونے کے خوف سے) خوف زدہ ہوتی ہے۔ جمعہ کے دن مساجد کے دروازوں پر فرشتے متعین ہوتے ہیں جو نماز جمعہ کے لیے آنے والے لوگوں کے نام بالترتیب لکھتے ہیں۔ پہلے آنے والے مسلمانوں کے لیے ایک اونٹ کی قربانی کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد آنے والے کے لیے گائے کی قربانی کا ثواب پھر بکری کی قربانی کا ثواب، پھر راہِ خدا میں ایک مرغی دینے کا ثواب پھر راہِ خدا میں ایک انڈا کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ پھر جب امام منبر پر بیٹھنے کی تیاری کرتا ہے تو فرشتے اپنے رجسٹر بند کر دیتے ہیں۔

جمعۃ المبارک کو چند نسبتیں حاصل ہیں جن کی وجہ سے یہ تمام دنوں کا سردار کہلاتا ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بہترین دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے۔ اس دن میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، اسی دن آپ کو جنت میں داخل کیا گیا۔ اسی دن آپ جنت میں زمین پر بھیجے گئے۔ اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ اور اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ جس میں مسلمان جو بھی دُعا مانگے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ بابرکت ساعت کونسی ہے وہ ساعت جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے۔ اسی وقت میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہے کہ اس نے جمعہ کا باعظمت دن اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کو عطا فرمایا۔ غنیۃ الطالبین میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا۔ یا اللہ میری امت کا کیا حصہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے محمد! جمعہ میرے لیے ہے اور جنت بھی میری ہے پس میں نے جمعہ اور جنت آپ کی امت کو عطا کر دیے ہیں اور جنت کے ساتھ ساتھ میں بھی آپ کی امت کے لیے ہوں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص جمعہ کے دن فجر کی نماز باجماعت نماز ادا کرے اس کے لیے مقبول حج کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ اور اگر عصر کی نماز بھی ادا کرے تو اسے عمرہ کا ثواب دیا جاتا ہے۔ اور اگر عصر کی نماز کے بعد اسی جگہ بیٹھا رہے تو اللہ تعالیٰ سے جو مانگے اُسے عطا کیا جاتا ہے۔

رمضان المبارک کے جمعہ کی عظمت

یہاں تک عام جمعۃ المبارک کے فضائل کا اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ عام مہینوں میں آنے والے جمعۃ المبارک اور رمضان المبارک کے جمعۃ المبارک میں کیا فرق ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ جو آدمی رمضان المبارک میں ایک نفل نیکی کرے اسے دوسرے مہینوں میں ادا کیے گئے فرض کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اور رمضان المبارک میں ادا ہونے والے ایک فرض کا ثواب دوسرے مہینوں کے ستر فرائض پر ملنے والے ثواب کے برابر ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ رمضان المبارک کا ایک جمعہ دوسرے مہینوں کے ستر جمعوں کے برابر فضیلت رکھتا ہے۔ سو جو عمل عام جمعہ میں ایک عمل ہوگا رمضان المبارک کے جمعہ میں وہ ستر اعمال کے برابر شمار ہوگا۔ اس کے علاوہ ایک حدیث میں جمعہ ہائے رمضان المبارک کی فضیلت واضح الفاظ میں بھی بیان کی گئی ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا۔ رمضان میں پائے جانے والے جمعہ کو باقی تمام مہینوں کے جمعہ پر اُسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح ماہ رمضان کو دوسرے مہینوں پر فوقیت حاصل ہے۔

جمعۃ الوداع کی شان وشوکت

چونکہ رمضان المبارک کے پہلے تین چار جمعوں پر یہ آس لگی رہتی ہے کہ اس بابرکت مہینے کے اختتام سے پہلے ابھی ایک اور بابرکت جمعہ آئے گا۔ جس میں ہم اپنے خالق و مالک کے حضور جی بھر کر گڑگڑائیں گے، اپنی حاجات پیش کریں گے اور دُعاؤں اور التجاؤں کے ذریعہ سے اپنے دامن مراد کو بھرنے کی کوشش کریں گے لیکن جمعۃ الوداع آخری موقع ہوتا ہے۔ اس کے بعد یہ بابرکت دن (رمضان المبارک کا جمعہ) کہیں سال بعد نصیب ہوگا۔ اس اعتبار سے یہ دن نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ لہذا وہ اہم امور جو سال کے باقی مہینوں کے جمعہ کے دن پر بجالانے کا حکم ہے۔ جمعۃ الوداع پر ان کی طرف خصوصی توجہ دی جانی چاہیے اور اس دن اپنے آپ کو اعمال صالحہ اور عبادت کے لیے بالکلیہ وقف کر دینا چاہیے" (روزنامہ جنگ راولپنڈی۔ اقراء ایڈیشن بتاریخ ۷ جنوری ۲۰۰۰ء)۔

جمعۃ الوداع کے دن رمضان کو الوداع کہنے کی وجہ

خواجہ عابد نظامی اپنے مضمون "جمعۃ الوداع۔ اک بابرکت دن" میں لکھتے ہیں۔ "رمضان کا آخری جمعہ اس لحاظ سے خصوصی اہمیت کا حامل ہے کہ یہ دن یاد دلاتا ہے کہ اب اُن ایام کے وداع (رخصت) ہونے کا وقت آگیا ہے جن میں مسلمانوں کے لیے عبادات کا ثواب کئی گنا بڑھایا گیا تھا اور اب اس جمعۃ الوداع کے بعد اس قسم کے ایام ایک سال کے بعد آئیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت جمعۃ الوداع کو بڑے اہتمام سے یہ جمعہ ادا کرتی ہے۔ اور خصوصی دعائیں مانگی جاتی ہیں"۔

(روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ملی ایڈیشن بتاریخ ۲۲ دسمبر ۲۰۰۰ء)

جمعۃ الوداع میں رمضان کو الوداع کہنے کا طریقہ

علمائے کرام نے رمضان المبارک کو الوداع کہنے کے لیے اس کا آخری جمعہ مقرر فرمایا ہے۔ اور اس جمعہ کا نام جمعۃ الوداع رکھا ہے۔ کیونکہ رمضان المبارک کو الوداع کہنے کے لئے یہی دن مناسب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ سارے مسلمان جامع مسجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لے جمع ہوتے ہیں۔ خطیب صاحب پہلے خطبہ میں مخصوص خطبہ پڑھتے ہیں جس میں رمضان المبارک کو الوداع کہا جاتا ہے۔ مثلاً اس قسم کے کلمات پڑھے جاتے ہیں۔ **اعلموا ان شهر هذا رمضان يشفع لكم بالعفو و الغفران الوداع الوداع يا شهر رمضان** ۔ جان لو کہ یہ مہینہ رمضان کا ہے۔ تمہاری بخشش کی شفاعت کرے گا۔ اے ماہِ رمضان الوداع الوداع۔ **فتحسر و اعلى اتمامه و تاسفوا على اختتامه الوداع الوداع يا شهر رمضان** ۔ سو تم لوگ اس مہینے کے خاتمہ پر صدمہ اٹھاؤ اور افسوس کھاؤ۔ اے ماہِ رمضان الوداع الوداع۔ **السلام عليک يا شهر البركة والاحسان. السلام عليک يا شهر التسبيح و ذكر الرحمن. السلام عليک يا شهر الضيافة و زيارة الاخوان. السلام عليک يا شهر التراويح و تلاوة القرآن** ۔ اے برکت و نیکی والے مہینے تجھ پر سلامتی ہو۔ اے تسبیح اور ذکر الٰہی کے مہینے تجھ پر سلامتی ہو۔ اے مہمانی اور بھائیوں کی زیارت کے مہینے تجھ پر سلامتی ہو۔ اے تراویح اور تلاوت قرآن کے مہینے تجھ پر سلامتی ہو۔ (خطب علمی ص ۴۶)

خطب علمی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دادا جان حضرت مولانا رضا علی خان

رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مولانا محمد حسن علمی نے لکھا ہے۔

خطبہ جمعۃ الوداع پر دیوبندی فتویٰ

جمعۃ الوداع کے مندرجہ بالا خطبہ میں کوئی ایسی بات نہیں جس پر اعتراض کیا جا سکے۔ لیکن دیوبندیوں نے اس پر بدعت ضلالت (گمراہ کن بدعت) کا فتویٰ لگایا ہے۔ چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی کے مجموعہ فتاویٰ میں ہے۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین، مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پڑھنا آخر جمعہ لو ماہ رمضان المبارک میں الوداع یا شھر رمضان اور الوداع الوداع یا سۃ التراویح اور اشعار فارسی یا اُردو یا عربی کا ہر جمعہ میں یا آخر جمعہ ماہ رمضان المبارک میں درصورتیکہ عوام الناس خطبۃ الوداع آخر جمعہ رمضان المبارک کو سنت بلکہ قریب واجب جانتے ہیں۔ آیا حسب زعم ان کے سنت یا مستحب یا بخلاف اس کے بدعت ہے۔ بدلائل عقلیہ ونقلیہ از کتب معتبرہ جواب ارقام فرمایا جاوے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: یہ خطبہ بدعت ہے کہ مرثیہ اور اشعار قرون مشہود لھا بالخیر میں خطبہ میں منقول نہیں۔ علی الخصوص جب اس فعل کو ضروری جانا جاوے کہ مؤکد جاننا کسی امر مستحب کو بھی داخل تعدی حدود اللہ اور بدعت ضلالت ہے۔ چہ جائیکہ امر محدث اور پھر غیر زبان عربی میں خطبہ پڑھنا مکروہ ہے۔ بہر حال یہ فعل عوام جہلاء خطباء کا اور سنت جاننا اس کا بدعت ضلالت واجب الترک ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ" (فتاویٰ رشیدیہ ۱۱۵)۔

خطبۃ الوداع کے حق میں اعلیٰ حضرت کا فتویٰ

گنگوہی صاحب کے اس فتویٰ کے مقابلہ میں ہمارے امام اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فتویٰ جاری فرمایا۔" کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:۔

(۱) جمعۃ الوداع رمضان المبارک کو نبی کریم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۃ الوداع پڑھا ہے یا نہیں؟

(۲) اگر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھا ہے تو سب سے پہلے خطبۃ الوداع کس نے پڑھا ہے؟ اور اس کا موجد ومخترع کون ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین یا ائمہ

مجتهدین فقهاء و محدثین رحمهم الله۔

(۳) شریعت مقدسہ مطہرہ منورہ محمدیہ حنفیہ اہل سنت و جماعت میں خطبہ الوداع کا کیا درجہ ہے؟ فرض۔ واجب۔ سنت۔ مستحب۔ مباح۔ صاف صاف مدلل تحریر فرمائیں۔

(۴) جس جمعۃ الوداع کو خطبۃ الوداع نہ پڑھا جائے وہ جمعہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور تارک خطبۃ الوداع کس درجہ کا خاطی و گناہگار ہے۔ قابل ملامت و زجر ہے یا نہیں؟ ملامت و زجر کرنے والے تو گناہگار نہ ہوں گے امامت اس کی جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: (۱) الوداع جس طرح رائج ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔

(۲) نہ صحابۂ کرام و مجتہدین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے (ثابت)۔ نہ اس کا موجد معلوم۔

(۳) وہ اپنی ذات میں مباح ہے۔ ہر مباح نیتِ حسن سے مستحب ہو جاتا ہے اور عروض عوارض خلاف سے مکروہ سے حرام تک۔

(۴) جمعہ کے لیے خطبہ شرط ہے۔ خاص خطبۃ الوداع کوئی چیز نہیں۔ اس کے ترک سے نماز پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا اس کے تارک میں کچھ خلل نہیں۔ نہ تارک پر زجر و ملامت روا جب کہ ترک بر بنائے وہابیت نہ ہو۔ ہاں اگر وہابیت ہے تو وہابی کے پیچھے نماز بے شک ناجائز محض باطل اور وہ زجر و ملامت سے بھی سخت تر کا مستحق ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ۔ حصہ سوم۔ ص ۱۷۷)۔

خطبہ الوداع کے حق میں حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی کا فتویٰ

سوال: ماہ مبارک رمضان میں اخیر جمعہ کو مسلمانوں کے سامنے خطبۃ الوداع پڑھا جاتا ہے۔ جس میں رمضان مبارک کے فضائل و برکات کا بیان ہوتا ہے۔ اور اس ماہ مبارک کے رخصت ہونے اور ایسے بابرکت مہینہ میں حسنات و خیرات کے ذخیرہ نہ جمع کرنے پر حسرت و افسوس اور آئندہ کے لیے لوگوں کو عمل خیر کی ترغیب اور باقی ایام رمضان میں کثرت عبادت کا شوق دلایا جاتا ہے مسلمان اس خطبہ کو سن کر خوب روتے اور گناہوں سے توبہ و استغفار کرتے اور آئندہ کے لیے نیکی کا عزم کرتے ہیں۔ بعضوں نے خطبۃ الوداع کی سخت مخالفت کی۔ اس کو بدعت و ناجائز کہا۔ جس سے بعض ناواقف اور ضعیف الخیال لوگوں کو کچھ

تردد ہو گیا وہ دریافت کرتے ہیں کہ یہ جائز ہے یا نہیں؟ اس لیے براہ کرم اس کے متعلق شرعی حکم صادر فرما کر مسلمانوں کو مطمئن فرمائیں۔

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔سائل نے خطبہ الوداع کو دریافت کیا ہے۔اب اس کے متعلق ہم حکم شرعی بیان کرتے ہیں۔خطبہ الوداع میں ان وہابیہ نے نہایت شور وغل مچایا۔اور اس خطبہ کو ناجائز وممنوع بتایا باوجودیکہ ان کے پاس ممانعت کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے۔اور نہ وہ کوئی ایک حدیث یا فقہی عبارت اس کے عدم جواز میں پیش کر سکتے ہیں۔مگر ان کا دستور ہی یہ ہے کہ وہ اپنی رائے کو دین میں دخل دیتے ہیں اور اپنے خیال باطل سے جس چیز کو چاہتے ہیں ناجائز کر ڈالتے ہیں۔

خطبۂ الوداع کس طرح ناجائز ہو گیا۔خطبہ میں جو چیزیں شرعاً مطلوب ہیں۔اُن میں سے کونسی چیز اس میں نہیں پائی جاتی۔یا کونسا امر ممنوع اس میں داخل ہے؟

تذکیر خطبہ کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔رمضان المبارک کے گزرے ہوئے ایام میں عمل خیر کی قلت پر حسرت وافسوس اور بابرکت ایام میں غفلت پر قلق وندامت اور مہینے کی رخصتی کے وقت اپنی گذشتہ کوتاہیوں کو نظر میں لا کر آئندہ کے لیے تیقظ وبیداری اور مسلمانوں کی عمل خیر کی تحریض وتشویق۔یہ بہترین طریقۂ تذکیر ہے۔اور اس میں نہایت نافع وسودمند پند ونصیحت ہے۔اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ جاتی ہیں اور انہیں سچی توبہ نصیب ہوتی ہے بارگاہ الٰہی میں استغفار کرتے ہیں اور آئندہ کے لیے عمل خیر کا مصمم ارادہ کر لیتے ہیں۔اس تذکیر کو فقہاء نے سنت فرمایا۔عالمگیری میں ہے۔ عاشرھا العظۃ والتذکیر یعنی خطبہ کی دسویں سنت پند ونصیحت ہے وہابیہ نے اس سنت کو بدعت وناجائز کہہ دیا۔ اس جرأت کی کیا انتہاء اور اس بے باکی کی کیا حد کہ شریعت طاہرہ میں جو چیز سنت ہو یہ ظالم اس کو بدعت و ناروا بتائیں۔یا یہ مطلب ہے کہ بعینہ یہ الفاظ (الوداع الوداع یا شھر رمضان وغیرہ) حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں تو یہ بھی باطل ہے۔کیونکہ خطبہ میں سنت فقط پند ونصیحت ہے وہ خواہ کسی بھی عبارت سے حاصل ہو نہ یہ کہ اس کے لیے خاص منقول الفاظ ہوں۔اور یہ وہابیہ خود جو خطبے پڑھتے ہیں ان کے الفاظ اور عبارتیں کب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔اور کیوں یہ خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے خطبے نہیں پڑھتے۔نئے نئے خطبے اپنی طرف سے گھڑتے ہیں۔ان کے گرو گھنٹال اسماعیل دہلوی مصنف تقویۃ

الایمان کا خطبہ چھپا ہوا موجود ہے۔ یہ خطبہ لکھ کر وہ بدعتی ہو گیا اور جو وہابی اس خطبہ کو پڑھتا ہے وہ اپنے ہی حکم سے بدعتی ہے۔ ورنہ کیا معنے کہ تمہارا بنایا ہوا خطبہ بدعت نہ ہو اور اکابر علمائے دین کے خطبے بدعت ہو جائیں بات یہ ہے کہ وہابی کا عمل اس کے قول پر لعنت کیا کرتا ہے ان کے لکھنے کی باتیں اور ہوتی ہیں اور کرنے کی اور۔ اس وضوح تام کے بعد بھی اگر وہابیہ کو انکار ہے تو یہ ایک بے مثال ضد اور بے نظیر ہٹ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آنکھوں سے پردے اٹھائے اور دلوں کو قبول حق کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اور مسلمانوں میں آئے دن کی تفرقہ بازی سے بچائے آمین و **الحمد لله ربّ العالمين و صلے الله تعالىٰ على حبيبه و خاتم رسله و علىٰ جميع انبيآء ه و من تبعهم اجمعين آمين كتبه' العبد المعتصم بحبله المتين محمد نعيم الدين عفاعنه المعين۔**

(انوار شریعت حصہ اوّل ص ۱۴۴)

الحمد للہ۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی اور مولانا صدر الافاضل محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہما کے ان ہر دو فتاویٰ مبارکہ سے خطبۃ الوداع کی صحیح شرعی حیثیت واضح ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت کو یہ خطبۂ مبارکہ جمعۃ الوداع کے موقع پر پڑھنے کی توفیق بخشے آمین بجاہ النبی الامین۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

نوافل جمعۃ الوداع

رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو بعد نماز جمعہ دو رکعت نماز پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورہ زلزال ایک بار اور سورۂ اخلاص دس بار اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورہ کافرون تین مرتبہ پڑھے۔ اور بعد سلام دس مرتبہ درود شریف پڑھے۔

پھر دو رکعت نماز پڑھے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ تکاثر ایک بار اور سورہ اخلاص دس دفعہ پھر دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون تین مرتبہ پڑھے۔

اس نماز کے بے شمار فضائل ہیں اور اس نماز کے پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ قیامت تک بے انتہاء عبادت کا ثواب عطا فرمائے گا" ماہنامہ ندائے دین کراچی بابت مارچ ۱۹۹۲ء صفحہ ۳۶، اور روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی۔ (ملی ایڈیشن بتاریخ ۷ دسمبر ۲۰۰۱ء)

نوافل قضائے عمری

جمعۃ الوداع کے دن کئی لوگ نوافل قضائے عمری پڑھتے ہیں۔ بعض لوگ اس کو حرام اور بدعت کہتے ہیں اور بعض سمجھتے ہیں کہ عمر بھر جو فرض نمازیں ادا نہیں کی گئیں وہ اسی میں ادا ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ نہ یہ نماز حرام و بدعت ہے اور نہ اس ایک نماز کے پڑھنے سے باقی تمام نمازیں معاف ہو جاتی ہیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ جس شخص کی فرض نمازیں قضاء ہو گئی ہوں۔ اگر وہ اپنے اس فعل پر نادم و شرمندہ ہو کر توبہ کرے اور قضاء شدہ نمازوں کو پڑھ لے اور پھر جمعۃ الوداع کے دن قضائے عمری کے نوافل پڑھے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے قضاء عمری کی وجہ سے اس کی نمازیں قضاء ہونے اور اُن میں تاخیر واقع ہونے کا جو گناہ ہوا تھا وہ گناہ معاف بلکہ نیکی میں تبدیل ہو جائے گا۔

نوافل قضائے عمری کی ترکیب

یہ ہے کہ رمضان المبارک میں آخری جمعۃ (جمعۃ الوداع) کے دن نمازِ جمعہ وعصر کے درمیان بارہ رکعتیں پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ الناس ایک ایک بار پڑھے۔ اس کو مختصر الاحیاء میں ذکر کیا گیا ہے۔

(تفسیر روح البیان، جلد ثالث ص ۴) (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بابت رمضان ۱۴۰۴ھ)

نماز قضائے عمری کے بارہ میں ایک دیوبندی فتویٰ

سوال

بعض لوگ جمعۃ الوداع کو جماعت کے ساتھ قضاء نماز پڑھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ پوری زندگی کی فوت شدہ نمازوں کے لیے کافی ہے۔ اسے قضائے عمری کہتے ہیں۔ جبکہ بعض لوگ رمضان میں اس نیت سے فوت شدہ نمازوں کو قضاء پڑھتے ہیں کہ ایک نماز پڑھنے سے ستر قضا نمازوں کی ادائیگی ہو جائے گی۔ کیونکہ مشہور ہے کہ رمضان میں ایک فرض کا ثواب ستر فرائض کے برابر ملتا ہے شرعاً یہ عقیدہ و عمل کیسا ہے؟

جواب

یہ دونوں عقیدے غلط ہیں۔قضاء عمری کو فقہاء نے بدعت قرار دیا ہے۔اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔
اسی طرح ایک نماز کی قضاء پڑھنے سے ستر قضاء نمازوں کی ادائیگی کا بھی شرعا کوئی ثبوت نہیں۔جتنی نمازیں
فوت ہوئی ہیں ان سب کی قضاء فرض ہے۔خواہ رمضان میں کرے یا غیر رمضان میں۔ایک فرض کا ثواب
ستر فرائض کے برابر ملنے کا ایک حدیث میں ذکر ہے مگر وہ حدیث ضعیف ہے اور فضائل میں بھی ضعیف
حدیث پر عمل کرنے کی شرط یہ ہے کہ اسے سنت نہ سمجھا جائے۔اگر حدیث کو قابل استدلال تسلیم کر بھی لیا
جائے تو وہ رمضان میں اداء کیے جانے والے اعمال صالحہ کے بارے میں ہے۔اور قضاء نمازیں پڑھنا تو
قرض کی ادائیگی کی طرح ہے۔کیا رمضان میں کسی کا ایک ہزار قرض ادا کرنے سے وہ ستر ہزار ادا کرنے
کے قائم مقام ہوسکتا ہے؟ غرض اس حدیث سے ایک قضاء نماز پڑھ کر ستر نمازیں ادا ہو جانے کا ثبوت قطعاً
نہیں ملتا۔واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔(ہفت روزہ "ضرب مومن" کراچی بابت ۶ رمضان ۱۴۲۲ھ)

تنبیہ

اس دیوبندی فتویٰ کے سوال میں جو کہا گیا ہے کہ قضائے عمری اس عقیدہ سے پڑھی جاتی ہے کہ ایک نماز کی
قضاء سے پوری عمر کی نمازوں کی ادائیگی ہو جاتی ہے۔یا ایک فرض کی ادائیگی سے ستر فرائض کی ادائیگی ہو
جاتی ہے ایسا کوئی مسلمان نہیں سمجھتا۔بلکہ قضائے عمری کے جو نوافل ہم نے رضائے مصطفےٰ سے نقل کیے ہیں
وہ اسی غرض کے لیے پڑھے جاتے ہیں کہ فرائض کو اپنے وقت میں ادا نہ کرنے اور وقت کے بعد ادا کرنے
کی وجہ سے ذمہ میں جو گناہ باقی رہتا ہے نوافل قضائے عمری سے معاف ہو جاتا ہے۔باقی رہا اس صورت کا
حال کہ پانچ نمازوں کی قضاء پڑھی جاتی ہیں تو اس کے بارہ میں استاذ العلماء حضرت مولانا علامہ محمد عبدالحق
بندیالوی لکھتے ہیں۔"سلف صالحین کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اپنے معتقدین کو یہ امر کرتے ہیں کہ جمعۃ الوداع کو
نوافل توبہ استغفار پڑھے جائیں۔اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی جائے۔اور فوت شدہ نمازوں کی معافی
مانگنے کے لیے کم از کم پانچ نمازوں کی قضاء پڑھی جائے اور پھر یہ مصمم ارادہ کرے کہ بقیہ قضاء بھی ضرور
پڑھوں گا۔دراصل پانچ نمازوں کی قضاء پڑھنے کا مقصد یہ ہے کہ عوام الناس پر نماز کی اہمیت واضح ہو اور
ساتھ ہی رمضان المبارک اور پھر جمعۃ الوداع کے بابرکت موقع پر پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے۔کیونکہ مستند

احادیث میں آتا ہے کہ رمضان المبارک میں جو نفل پڑھے گا تو فرض کا ثواب ملے گا اور جو ایک فرض پڑھے اس کو ستر فرائض یا ستر ہزار فرائض کا ثواب ملے گا۔ تو پانچ نمازوں کی قضاء پڑھنے کا فائدہ یہ ہوا کہ رمضان المبارک کی برکت سے کم از کم تین سو پچاس یا پھر ساڑھے تین لاکھ نمازوں کا ثواب مل جائے گا۔ فائدہ تو اتنا ہوا۔ اب کوئی شخص ہمیں اس دن نمازیں پڑھنے کا نقصان ہی بتادے۔

بعض کم فہم آدمی یہ الزام لگاتے ہیں کہ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ پانچ نمازیں پڑھنے سے ساری عمر کی نمازیں ادا ہو جاتی ہیں۔ اور پھر سارا سال نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ دراصل یہ ان لوگوں کا سفید جھوٹ اور زبردست بہتان ہے۔ علماء تو اپنی جگہ رہے۔ کسی جاہل سے جاہل شخص کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ پانچ نمازیں پڑھنے سے ساری عمر کی قضاء نمازیں ادا ہو گئیں" (کتاب رفع الاشتباہ عن مسئلۃ القضاء ص ۵)

الحمد للہ استاذ العلماء کے اس بیان سے اہل سنت پر لگائے گئے الزام کا بے بنیاد ہونا ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ الزام تراشوں کے شر سے بچائے اعلیٰ حضرت نے انہی لوگوں کے بارہ میں فرمایا ہے۔

ذکر روکے، فضل کاٹے، نقص کا جویا رہے

پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۶ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اکتیسواں مقالہ

عید الفطر کا شرعی پروگرام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ و اصحابہ اجمعین اما بعد: اس مختصر مقالہ "عید الفطر کا شرعی پروگرام" میں ہم نے عید الفطر کے دن رات گزارنے کے شرعی طریقہ کی وضاحت لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت بخشے اور ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

لفظِ عید کی وضاحت

شیخ محقق دہلوی لکھتے ہیں" کہا گیا ہے کہ عید کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ ہر سال عود کرتی ہے۔ اور اپنے اوقات میں بار بار آتی رہتی ہے چونکہ یہ معنی باقی مواسم میں بھی پایا جاتا ہے اس لیے لامحالہ خوشی و مسرت کی قید کی زیادتی یہاں کی جائے گی اور عید الفطر میں خوشی کے پائے جانے کی وجہ یہ ہے کہ اس روز رمضان المبارک کے روزے مکمل ہو جاتے ہیں اور روزہ دار قدرتی طور پر خوشی محسوس کرتے ہیں"

(اشعۃ اللمعات۔ جلد اوّل ص ۵۹۷)۔

یکم شوال کی تاریخی حیثیت

"شوال کی پہلی تاریخ کو عید الفطر ہوتی ہے۔ جو رمضان ختم ہونے کے بعد روزہ داروں کے لیے انعام کی حیثیت رکھتی ہے۔ یکم شوال اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو شہد بنانے کا الہام کیا تھا۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا فرمائی۔ اسی دن اللہ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو وحی کے لیے منتخب فرمایا۔ اور اسی دن فرعون کے جادوگروں نے توبہ کی تھی" (غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۱۸)۔

دو اسلامی عیدیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو اس زمانہ میں اہل مدینہ سال میں دو دن خوشی کرتے تھے۔ (مہرگان و نوروز)۔ فرمایا۔ یہ کیا دن ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا۔ جاہلیت میں ہم ان دونوں میں خوشی کرتے تھے۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں ان سے بہتر دو دن دیئے ہیں۔ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن۔ رواہ ابوداؤد۔

(بہارِ شریعت۔عیدین کا بیان)۔

شبِ عید الفطر کی فضیلت

عید الفطر کی رات کے بارہ میں چند روایات پیش کی جاتی ہیں:۔

(۱) محدث دیلمی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ چار راتوں میں خیر کثیر برساتا ہے عید البقر کی رات، عید الفطر کی رات، شعبان کی پندرھویں رات اور رجب کی پہلی رات (مکاشفۃ القلوب ص ۳۰۰)۔

(۲) روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے والیءِ بصرہ کو لکھا۔ تم پر چار راتیں سال میں لازم ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان راتوں میں اپنی رحمت پوری طرح انڈیلتا ہے۔ رجب کی پہلی رات، شعبان کی پندرھویں رات، رمضان کی ستائیسویں رات اور عید الفطر کی رات۔

(غنیۃ الطالبین۔حصہ اوّل۔ص ۱۷۹)

(۳) حضرت خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جو شخص سال میں پانچ راتوں کی عبادت پر محافظت کرتا ہے ان کے ثواب کی امید پر اور ان کے وعدہ کی تصدیق پر اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ رجب کی پہلی رات میں بیداری کرے اور اس کے دن کا روزہ رکھے، عید الفطر اور عید البقر کی راتوں کا قیام کرے اور ان کے دنوں کا روزہ نہ رکھے، شعبان کی پندرھویں رات کا قیام کرے اور اس کے دن کا روزہ رکھے اور دس محرم کی رات کا قیام کرے اور اس کے دن کا روزہ رکھے۔

(غنیۃ الطالبین حصہ اوّل ص ۱۷۹)۔

(۴) محدث دیلمی ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ پانچ راتوں میں دُعا رد نہیں کی جاتی۔ رجب کی پہلی رات میں، شعبان کی پندرھویں رات میں، جمعہ کی رات میں، عید الفطر کی رات میں اور عید البقر کی رات میں (مراقی الفلاح ص ۲۱۹)۔

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ عید الفطر کی رات میں ان لوگوں کو پورا پورا اجر عطا کرتا ہے جنہوں نے رمضان کے روزے رکھے ہوتے ہیں۔

(غنیۃ الطالبین۔جلد دوم۔ص ۱۸)۔

(۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے۔ پھر جب عیدالفطر کی رات آتی ہے تو اس رات کا نام لیلۃ الجائزہ رکھا جاتا ہے۔(غنیۃ الطالبین جلد دوم۔ ص ۲)۔
یعنی انعام کی رات۔ گویا جنہوں نے رمضان میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی انہیں عیدی دیئے جانے کی رات ہے(ماہنامہ کنزالایمان لاہور بابت فروری ۱۹۹۷ء)۔

(۷) محدث بزار روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص پانچ راتوں میں بیداری کرے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ ذوالحجہ کی آٹھویں رات، اس کی نویں رات، اس کی دسویں رات، عیدالفطر کی رات اور شعبان کی پندرھویں رات۔
(نزھۃ المجالس۔ جلد اوّل۔ ص ۱۷۲)

(۸) ابن ماجہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص ثواب کی نیت سے عیدین کی دو راتوں میں قیام کرے گا اس کا دل اس دن نہ مرے گا۔ جس دن دل مردہ ہوں گے۔(نزھۃ الناظرین ص ۹۶)۔

(۹) ابن عساکر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص چار راتوں میں قیام کرے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ ذوالحجہ کی آٹھویں رات۔ اس کی نویں رات، اس کی دسویں رات اور عیدالفطر کی رات۔ رواہ الجلال السیوطی وصححہٗ۔
(جامع صغیر۔ جلد دوم۔ ص ۱۶۱)۔

(۱۰) طبرانی حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص عیدالفطر کی رات اور عیدالاضحیٰ کی رات قیام کرے اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن دل مردہ ہوں گے۔(جامع صغیر۔ جلد دوم۔ ص ۱۶۱)۔
وتلک عشرۃ کاملۃ۔

عیدالفطر کی شب بیداری

مندرجہ بالا دس روایات متبرکہ سے عیدالفطر کی رات کی شب بیداری کی فضیلت بخوبی معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے عید کا چاند دیکھنے کے بعد اس رات سے غافل نہیں ہو جانا چاہیے۔ بلکہ اس رات میں بھی

جتنی عبادت ہو سکے کرنی چاہیے۔ اعتکاف مسنون کرنے والوں کو یہ رات بھی اعتکاف میں گزارنی چاہیے۔ اور عید الفطر کی نماز فجر پڑھنے کے بعد مسجد سے نکلنا چاہیے و ھذا من معمولاتی بحمد الله تعالیٰ من مدة مدیدة ثم الحمد لله علیٰ ذلک.

نیز اس رات کی نماز عشاء اور نماز فجر کو باجماعت ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ ان نمازوں کی جماعتوں کی برکت سے پوری رات کے قیام کا ثواب مل جائے۔

عید کا چاند دیکھنے کی دُعا

جب عید کا چاند نظر آجائے تو یہ دُعا پڑھی جائے۔ اللّٰھم اھلہ علینا بالا من والایمان والسلامة والاسلام ربی و ربک الله ۔(ترجمہ) اے اللہ! اس چاند کو ہم پر اس طرح طالع رکھ کہ ہم آفات نفس اور حوادث دہر سے امن وامان میں رہیں اور ہمیں سلامتی ایمان اور پابندی احکام اسلام کے ساتھ زندہ رکھ۔ اے چاند تیرا رب اور میرا رب اللہ ہے۔

(ماہنامہ فیض رضا۔ فیصل آباد بابت نومبر ۱۹۷۰ء)۔

شب عید الفطر کے نوافل

عید الفطر کی رات میں جو نوافل بزرگان دین سے منقول ہیں وہ یہ ہیں:۔

(۱) روایت میں ہے کہ جو مسلمان شوال کی پہلی رات نماز عشاء کے بعد یا شوال کے پہلے دن میں نماز عید کے بعد اپنے گھر میں چار رکعت نفل پڑھے گا۔ اس طرح سے کہ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد سورۂ اخلاص اکیس مرتبہ پڑھے تو اللہ اس کے لیے بہشت کے آٹھوں دروازے کھول دے گا۔ اور دوزخ کے ساتوں دروازے اس پر بند کر دے گا۔ اور اس وقت تک نہیں مرے گا۔ جب تک کہ جنت میں اپنا ٹھکانا نہیں دیکھ لے گا۔ (ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال بابت جولائی ۱۹۸۵ء)۔

(۲) شوال کی پہلی رات میں نماز عشاء کے بعد چار رکعتیں دو سلاموں کے ساتھ اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ اخلاص، سورہ فلق اور سورۂ ناس تین تین مرتبہ پڑھے پھر سلام کے بعد کلمہ تمجید (تیسرا کلمہ) ستر مرتبہ پڑھ کر استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس نماز کی برکت سے اس کے گناہ معاف فرمادے گا۔

(ماہنامہ ندائے دین کراچی بابت اپریل ۱۹۹۲ء)۔

عید الفطر کے دن کی فضیلت

سیّدنا غوث اعظم محبوب سبحانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جب عید الفطر کا دن آتا ہے اور لوگ (عید پڑھنے کے لیے) صحرا کی طرف نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **عبادی لی صمتم ولی صلیتم انصر فوا مغفوراً لکم**۔ میرے بندو تم نے میرے ہی لیے روزے رکھے اور میرے ہی لیے نمازیں پڑھیں۔ جاؤ۔ تم بخشے گئے ہو۔

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ عید الفطر کی رات میں رمضان کے روزہ داروں کو پورا پورا اجر عطا کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ عید الفطر کی صبح کے وقت فرشتوں کو حکم دیتا ہے تو وہ زمین پر اترتے ہیں۔ راستوں اور گلیوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز میں پکارتے ہیں جسے جن وانس کے سوا ہر شئے سنتی ہے۔ **یا امۃ محمد اخرجوا الی ربکم عزو جل یقبل القلیل و یعطی الجزیل و یغفر الذنب العظیم**۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت۔ اپنے رب کی طرف نکلو۔ جو تھوڑا عمل قبول فرماتا ہے، بڑی جزا عطا فرماتا ہے اور بڑے بڑے گناہ بخشتا ہے۔ پھر جب وہ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں، نماز عید ادا کرتے ہیں اور دعا مانگتے ہیں تو رب تبارک وتعالیٰ ان کی کوئی حاجت پوری کیے بغیر نہیں چھوڑتا اور نہ ہی ان کا کوئی سوال قبول کیے بغیر چھوڑتا ہے اور نہ ہی ان کا کوئی گناہ بخشے بغیر چھوڑتا ہے"

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے "پھر جب وہ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے۔ اے ملائکہ۔ وہ لبیک وسعدیک کہتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے اس مزدور کی جزا کیا ہے جس نے اپنا کام کر دیا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں۔ اے ہمارے معبود اور ہمارے سردار اور ہمارے آقا۔ وہ پورے پورے اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ پھر فرماتا ہے۔ اے میرے فرشتو۔ میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی خوشنودی اور مغفرت کو ان کے ماہ رمضان کے روزوں اور نمازوں کا بدلہ بنا دیا ہے۔ پھر بندوں سے فرماتا ہے۔ اے میرے بندو۔ اس اجتماع میں مجھ سے مانگو۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ تم جو کچھ اپنی آخرت کے لیے مانگو گے تمہیں ملے گا اور جو کچھ دنیا کے لیے طلب کرو گے وہ پاؤ گے۔ تم جب تک میرا خوف اپنے دلوں میں رکھو گے میں تمہاری لغزشوں پر پردہ ڈالوں گا اور تمہیں ذلیل

نہیں کروں گا۔ انصر فوا مغفور ألکم قدار ضیتمونی و رضیت عنکم ۔جاؤ۔تمہاری مغفرت ہوگئی ہے۔تم نے مجھے راضی کیا ہےتو میں تم سے راضی ہوگیا ہوں۔ پھر فرشتے عیدالفطر کے دن امت محمدیہ پر خوش ہوتے ہیں اورانہیں خوشخبریاں سناتے ہیں" (غنیۃ الطالبین حصہ دوم ص ۱۸)۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے" پھر جب عیدالفطر کا دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ روزہ داروں کی وجہ سے فرشتوں پر مباہات فرماتا ہے۔سو وہ پوچھتا ہے کہ اے میرے فرشتو۔اس مزدور کی جزا کیا ہے جس نے اپنا عمل کردیا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے ربّ اس کی جزا یہ ہے کہ اسے اجر پورا پورا دیا جائے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے فرشتو میرے غلاموں اور لونڈیوں نے میرا فرض ادا کیا ہے پھر دُعا کے لیے گڑگڑاتے ہوئے نکلے ہیں۔ وعزتی وجلالی وکرمی وعلوی وارتفاع مکانی لاجیبنھم ۔میری عزت کی قسم۔میرے جلال کی قسم،میری مہربانی کی قسم،میری بلندی کی قسم اور میرے مقام کی اونچائی کی قسم میں ضرور ضرور ان کی دُعا قبول کروں گا۔سو وہ فرماتا ہے ارجعوا قد غفرت لکم و بدلت سیئاتکم حسنات۔لوٹ جاؤ میں نے تمہارے گناہ بخش دیئے ہیں اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیا ہے۔فیر جعون مغفور ألھم ۔سو وہ اس حال میں لوٹتے ہیں کہ ان کے گناہ بخش دیئے گئے ہوتے ہیں"رواہ البیھقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ المصابیح جلد اوّل ص ۱۶۴)۔

عیدالفطر کے مستحبات

عید کے دن یہ امور مستحب ہیں۔" حجامت بنوانا، ناخن ترشوانا،غسل کرنا،مسواک کرنا،اچھے کپڑے پہننا نیا ہو تو نیا ورنہ دھلا ہوا،انگوٹھی پہننا،خوشبو لگانا،صبح کی نماز مسجد محلہ میں پڑھنا،عیدگاہ جلد چلا جانا،نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا،عیدگاہ کو پیدل جانا،دوسرے راستہ سے واپس آنا،نماز کو جانے سے پیشتر چند کھجوریں کھالینا،تین یا پانچ یا سات یا کم و پیش مگر طاق ہوں۔کھجوریں نہ ہوں تو کوئی میٹھی چیز کھائے،خوشی ظاہر کرنا،کثرت سے صدقہ دینا،عیدگاہ کو اطمینان و وقار اور نیچی نگاہ کیے جانا،آپس میں مبارک باد دینا۔اور راستہ میں بلند آواز سے تکبیر نہ کہنا۔" (بہار شریعت۔عیدین کا بیان)۔

صدقۂ فطر

صدقہ فطر ہر مسلمان آزاد مالکِ نصاب پر جس کا نصاب حاجت اصلیہ سے فارغ ہو واجب

ہے۔اس میں عاقل، بالغ اور مالِ نامی ہونے کی شرط نہیں۔مرد مالک نصاب پر صدقۂ فطر اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے واجب ہے جبکہ بچہ خود مالکِ نصاب نہ ہو ورنہ اس کا صدقہ اسی کے مال سے ادا کیا جائے۔اپنی عورت اور اولادِ عاقل و بالغ کا فطرہ اس کے ذمہ نہیں ہے" (بہار شریعت)۔

"صدقۂ فطر کی مقدار یہ ہے کہ گیہوں یا اس کا آٹا یا ستو نصف صاع اور کھجور یا منقی یا جو یا اسکا آٹا یا ستو ایک صاع اور اعلیٰ درجہ کی تحقیق اور احتیاط یہ ہے کہ صاع کا وزن تین سو اکاون روپے بھر ہے اور نصف صاع ایک سو پچھتر روپے اٹھنی بھر اوپر" (فتاویٰ رضویہ بحولہ بہار شریعت۔صدقۂ فطر کا بیان)۔

یعنی صاع ساڑھے چار سیر کا ہوتا ہے اور نصف صاع سوا دو سیر کا واللہ اعلم۔

"صدقہ فطر عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی واجب ہوتا ہے اور صدقۂ فطر کا مقدم کرنا بھی مطلقاً جائز ہے جب کہ وہ شخص موجود ہو جس کی طرف سے ادا کرتا ہے۔اگر چہ رمضان سے پیشتر ادا کرے اور بہتر یہ ہے کہ عید کی صبح صادق ہونے کے بعد اور عید گاہ جانے سے پہلے ادا کر دے۔صدقۂ فطر کے مصارف وہی ہیں جو زکوۃ کے ہیں" (بہار شریعت۔صدقۂ فطر کا بیان)۔

نماز عید سے پہلے نفل مکروہ ہیں

"نماز عید سے قبل نفل نماز مطلقاً مکروہ ہے عید گاہ میں ہو یا گھر میں اس پر عید کی نماز واجب ہو یا نہ۔یہاں تک کہ عورت اگر چاشت کی نماز گھر میں پڑھنا چاہے تو نماز عید ہو جانے کے بعد پڑھے۔اور نماز عید کے بعد عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے گھر میں پڑھ سکتا ہے۔بلکہ مستحب ہے کہ چار رکعتیں پڑھے"۔ (بہار شریعت۔نماز عیدین کا بیان)۔

نماز عید الفطر کا طریقہ

"دو رکعت واجب عید الفطر کی نیت کر کے کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔پھر ثناء پڑھے۔پھر کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ چھوڑ دے۔پھر ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے پھر ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔پھر امام تعوذ اور تسمیہ پڑھ کر جہر کے ساتھ الحمد اور کوئی سورت پڑھے۔پھر رکوع کرے اور دوسری رکعت میں پہلے الحمد اور سورت پڑھے پھر کانوں تک ہاتھ لے جا کر اللہ اکبر کہے اور ہاتھ نہ باندھے۔اور چوتھی بار بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر

کہتا ہوا رکوع میں چلا جائے"۔ (بہار شریعت)۔

عید الفطر کے دن ایصال ثواب

سید المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ جو شخص عید کے دن تین سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھے اور فوت شدہ مسلمانوں کی ارواح کو اس کا ثواب ہدیہ کرے تو ہر مسلمان کی قبر میں ایک ہزار انوار داخل ہوں گے۔ اور جب پڑھنے والا خود مرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں ایک ہزار نور داخل فرمائے گا۔" (مکاشفۃ القلوب)۔

عید الفطر کے دن کا روزہ منع ہے

"روزہ کی پانچ قسمیں ہیں۔ فرض، واجب، نفل، مکروہ تنزیہی اور مکروہ تحریمی جیسے عید اور ایام تشریق کے روزے" (بہار شریعت ملخصاً۔ روزہ کا بیان)۔

عید الفطر کے دن خوشی منانے کا شرعی طریقہ

"ہر قوم کا عید کی خوشی منانے کا اپنا اپنا طریقہ ہے۔ مگر یہ فخر اسلام کو حاصل ہے کہ اس نے دیگر مذاہب کی طرح عید منانے کی بجائے اسے غیر مفید لہو ولعب سے پاک کر کے ایک خالص مذہبی رسم بنا دیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ مدینہ کے لوگوں نے سال میں دو دن مقرر کر رکھے ہیں کہ وہ ان میں کھیل کود کرتے ہیں۔ اہل مدینہ ان دنوں کو نیروز اور مہرجان کہتے تھے۔ آپ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ یہ دو روز کیسے ہیں؟ وہ کہنے لگے ان دو دنوں میں ایام جاہلیت میں ہم کھیل کود کرتے تھے اور چیزوں کی خرید و فروخت کے بازار لگاتے تھے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم کو ان کے بدلے میں ان سے بہتر دو روز عطا فرمائے ہیں۔ وہ یوم عید الفطر اور یوم عید الاضحیٰ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو خوشی منانے سے روکا نہیں بلکہ اسلامی طریقے سے ان کی خوشی کو بدل دیا آپ نے مسلمانوں کو باہر کھلے میدان میں جا کر اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر جمع ہونے کو فرمایا تا کہ وہ انعامات اپنے رب سے لے سکیں جو انہیں پورا مہینہ روزے رکھنے پر ملنے والے ہیں۔ کھلے میدان میں نماز عید پڑھنے کا منظر دیدنی ہوتا ہے" (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت جنوری ۲۰۰۱ء)۔

عیدالفطر کے دن شیطان کی محفل

امام غزالی لکھتے ہیں کہ حضرت وھب بن منبہ نے فرمایا "شیطان ہر عیدالفطر کے دن نوحہ وزاری کرتا ہے اور تمام شیطان اس کے اردگرد جمع ہوکر پوچھتے ہیں۔اے آقا۔آپ کیوں غضبناک اور اداس ہیں؟ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے آج کے دن امت محمدیہ کو بخش دیا ہے لہذا تم انہیں لذتوں اور خواہشاتِ نفسانی میں مشغول کرو"۔(مکاشفتہ القلوب باب فضائل عیدالفطر)۔

الحمد للہ۔ یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے عیدالفطر کے شب و روز کے بارہ میں شرعی پروگرام کی وضاحت ہوگئی ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اس شرعی ضابطہ کے تحت یہ مقدس دن رات گزارنے کے توفیق بخشے۔آمین۔

(۱۲ رمضان ۱۴۲۳ھ)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بتیسواں مقالہ

غریبوں کا حج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله محمد واله واصحابه اجمعين اما بعد ۔حج کا اجروثواب مکہ معظمہ میں ایام حج میں مناسک حج ادا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے حج کی سعادت عظمیٰ صرف انہی لوگوں کو مل سکتی ہے جو مکہ معظمہ میں ایام حج میں مناسک حج ادا کریں۔ مکہ معظمہ جانا اور وہاں ایام حج میں مناسک حج ادا کرنا صرف صاحب استطاعت دولتمند مسلمانوں کو ہی نصیب ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے بعض دوسرے اعمال میں بھی حج کے ثواب جتنا اجروثواب رکھ دیا ہے۔ تاکہ غریب مسلمان بھی حج کے اجروثواب سے محروم نہ رہیں۔

وذلک فضل الله يؤتيه من يشآء والله ذوالفضل العظيم۔

اس مختصر رسالہ "غریبوں کا حج" میں ہم نے بعض وہ اعمال ذکر کیے ہیں۔ جن میں حج کے ثواب جتنا اجر وثواب رکھا گیا ہے۔ تاکہ مسلمان ان کی بجا آوری سے حج کا اجر عظیم حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱) والدین کی زیارت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **مامن ولد بار ينظر والديه نظرة رحمة الا كتب الله لهٔ بكل نظرة حجة مبرورة** ۔کوئی نیکوکار بچہ یا بچی نہیں کہ وہ اپنے والدین کو شفقت کی نگاہ سے دیکھے مگر اللہ اس کے لئے ہر نظر کے بدلہ میں پاکیزہ حج لکھ دیتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا اور اگر چہ وہ ہر روز ایک سو مرتبہ دیکھے۔ فرمایا **نعم الله اكبر واطيب**۔ ہاں اللہ سب سے بڑا اور سب سے پاک ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۱ ج ۲)

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **مامن رجل ينظر الى وجه والديه نظر رحمة الا كتب الله له بها حجة مقبولة مبرورة** ۔کوئی شخص اپنے والدین کے چہرہ کی طرف شفقت کی نظر سے نہیں دیکھتا مگر اللہ اس کے لئے اس کی ہر نظر کے بدلہ میں مقبول پاکیزہ حج لکھ دیتا ہے۔ رواہ الرافعی وضعفہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۵۰ ج ۲)

(۲) علم دین کی تلاش

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا۔ طلب العلم افضل عندالله من الصلوٰة والصیام والحج والجهاد فی سبیل الله عزوجل ۔علم دین کا تلاش کرنا اللہ کے نزدیک نماز، روزہ، حج اور جہاد فی سبیل اللہ سے افضل ہے۔ رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس وضعفہ السیوطی (جامع صغیر ص ۵۴ ج ۲)

(۳) علم دین سیکھنے کے لئے مسجد کو جانا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من غدااوراح وهو فی تعلیم دینه فهو فی الجنة ۔جو شخص تعلیم دین کی حالت میں صبح یا شام کو چلا وہ جنت میں ہے۔ رواہ ابونعیم فی الحلیۃ (جامع صغیر ص ۱۷۶ ج ۲)

اور شیخ عبدالعزیز اس حدیث کو ان لفظوں میں نقل فرماتے ہیں۔ من غداالی المسجد لایرید الا ان یتعلم خیراً ویعلمه کان له کاجر حاج تاماً حجته۔ جو شخص مسجد کی طرف صبح کے وقت چلے اور اس کا ارادہ صرف یہ ہو کہ وہ علم دین سیکھے اور سکھائے گا تو اس کے لئے پورے حج کا ثواب ہے۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد لاباس بہ (نزھۃ الناظرین ص ۳ ج ۱)

(۴) مسجد کو باجماعت نماز کے لئے جانا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من مشیٰ الیٰ صلوٰة مکتوبة فی الجماعة فهی کحجة ومن مشی الی صلوٰة تطوع فهی کعمرة نافلة ۔جو شخص فرض نماز باجماعت پڑھنے کے لئے چلے تو یہ حج کی طرح ہے اور جو نفل نماز پڑھنے کے لئے چلے تو یہ نفل عمرہ کی طرح ہے۔ رواہ الطبرانی وضعفہ السیوطی (جامع صغیر ص ۱۸۲ ج ۲)

اور مشکوٰۃ میں یہ روایت انہی سے ان الفاظ میں مروی ہے۔ من خرج من بیته متطهراً الیٰ صلوٰة مکتوبة فاجره کاجر الحاج المحرم ۔جو شخص باوضو فرض نماز کے لئے گھر سے نکلے اس کے لئے احرام باندھنے والے حاجی کے اجر جیسا اجر وثواب ہے۔ (رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۶۴ ج ۱)

(۵) جامع مسجد میں نماز پڑھنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا۔الصلوٰۃ فی المسجد الجامع تعدل الفریضۃ حجۃ مبرورۃ والنافلۃ کحجۃ متقبلۃ وفضلت الصلوٰۃ فی المسجد الجامع علی ماسواہ من المساجد بخمس مائۃ صلوٰۃ ۔ جامع مسجد میں نماز پڑھنا فرض نماز پاکیزہ حج کے برابر ہے۔اور نفل نماز مقبول حج کے برابر ہے۔ اور جامع مسجد میں ایک نماز دوسری مسجدوں کی نماز پر پانچ سو درجہ فضیلت رکھتی ہے۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط (جامع الرضوی ص ۳۲۲) وصحہ السیوطی (جامع الصغیر ص ۱۵ ج ۲)

(۶) جمعہ کی نماز کے لئے جلد نکلنا

امام بیہقی فضائل الاوقات میں روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ان لکم فی کل جمعۃ حجۃً وعمرۃ فالحجۃ الھجیر للجمعۃ والعمرۃ انتظار العصر بعد الجمعۃ ۔ بلاشبہ تمہارے لئے ہر جمعہ کے دن میں ایک حج اور ایک عمرہ موجود ہے سو جمعہ کی نماز کے لئے جلدی نکلنا حج ہے اور جمعہ کی نماز کے بعد عصر کی نماز کے لئے انتظار کرنا عمرہ ہے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۸۱)

(۷) نماز جمعۃ المبارک

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ الجمعۃ حج المساکین وفی روایۃ حج الفقرآء۔ جمعہ کی نماز مساکین کا حج ہے۔ رواہ ابن عساکر وضعفہ السیوطی (جامع صغیر ص ۱۴۵ ج ۱)

(۸) طلوع شمس تک ذکر الٰہی کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من صلے الفجر فی جماعۃ ثم قعدیذکر اللہ حتّٰی تطلع الشمس ثم صلے رکعتین کانت لہ حجۃ وعمرۃ تامۃ تامۃ ۔ جو شخص فجر کی نماز باجماعت پڑھے پھر سورج نکلنے تک اللہ تعالیٰ کو بیٹھ کر یاد کرتا رہے پھر دو رکعت (نماز اشراق) پڑھے تو یہ اس کے لئے پورا پورا حج وعمرہ ہے (مشکوٰۃ ص ۸۱ ج ۱)

(۹) صبح وشام تسبیح پڑھنا

حضرت عمرو بن شعیب اپنے دادا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا۔ من سبح لله مائة بالغداة و مائة بالعشی کان کمن حج مائة حجة ۔ جو شخص صبح کے وقت ایک سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھے اور شام کے وقت ایک سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھے۔ وہ اس شخص جیسا ہے جس نے ایک سو حج کیے۔ رواہ الترمذی وابوداؤد وقال الترمذی ھذا حدیث غریب۔ (مشکوٰۃ ص ۱۸۲ ج ۱)

(۱۰) ایک مخصوص درود شریف پڑھنا

دلائل الخیرات مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور کے صفحہ نمبر ۲۳۶ سے صفحہ نمبر ۲۶۷ تک میں جو مخصوص درود شریف لکھا ہوا ہے اس کے بارہ میں صاحب دلائل الخیرات لکھتے ہیں۔ قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم من قرأ ھذہ الصلوٰۃ مرۃ واحدۃ کتب الله له ثواب حجة مقبولة۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ درود شریف ایک مرتبہ پڑھے اللہ اس کے لئے ایک مقبول حج کا ثواب لکھتا ہے۔ پھر آگے صاحب دلائل الخیرات لکھتے ہیں۔ ھذا لمن قالھا فی کل یوم الجمعة. له ھذا الفضل والله ذو الفضل العظیم ۔ یہ ثواب اس شخص کے لئے ہے جو اس درود شریف کو ہر جمعہ کے دن میں پڑھے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ امام محمد مہدی فاسی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ یعنی صاحب دلائل الخیرات کا اس درود شریف کو ہر جمعہ کے دن میں پڑھنے سے مقید کرنا ان کے اپنے فہم کی بناء پر ہے۔ ورنہ کسی بھی وقت میں اس درود شریف کو ایک مرتبہ پڑھنے سے حج مقبول کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔ (مطالع المسرات ص ۳۴۰) واللہ اعلم۔

(۱۱) کسی بھی وقت میں درود شریف پڑھنا

شیخ عبدالرحمٰن صفوری لکھتے ہیں میں نے کتاب القول البدیع میں یہ حدیث دیکھی ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص فرض حج کرے اور اس کے بعد جہاد کرے تو اس کا یہ جہاد چار سو حجوں کے ساتھ لکھا جاتا ہے یہ سن کر ان لوگوں کے دل ٹوٹ گئے جو جہاد نہیں کر سکتے تھے۔ سو اللہ تعالیٰ نے یہ وحی فرمائی کہ جو شخص آپ پر درود شریف بھیجے میں اس کے درود شریف کو ان چار سو جہادوں کے ہمراہ لکھوں گا۔ جن میں سے ہر ایک کے ہمراہ چار سو حج ہوں گے۔ (نزہتہ المجالس ص ۱۰۵ جلد دوم)

(۱۲) غروب آفتاب کے وقت آیۃ الکرسی پڑھنا

شیخ عبدالرحمٰن صفوری لکھتے ہیں۔ وفی حدیث آخر من قرأھا عند غروب الشمس اربعین مرۃ کتب اللہ لہ اربعین حجۃ۔ اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جوشخص آیت الکرسی کو غروب آفتاب کے وقت چالیس مرتبہ پڑھے اللہ اس کے لئے چالیس حج لکھ دیتا ہے۔ (نزھۃ المجالس ص ۲۷ جلد اول)

(۱۳) ایک مخصوص تسبیح پڑھنا

حدیث شریف میں ہے کہ ایک رات صبح تک حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ کی عبادت کی پھر آپ کو اپنی یہ عبادت اچھی لگی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ بات بتانا چاہی۔ پس آپ سمندر کے کنارے سے گزرے تو اچانک ایک مینڈک نے کہا اے موسیٰ گزشتہ رات آپ کو اپنی عبادت اچھی لگی تھی حالانکہ میں چار سو سال سے اللہ کی تسبیح پڑھ رہا ہوں۔ اور اُس کی پاکی بیان کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے تجھے بولنے کی توفیق بخشی یہ بتا کہ تیری تسبیح کیا ہے۔ اس نے کہا میں یہ تسبیح پڑھتا ہوں۔ سبحان من یسبح لہٗ من فی البحار ط سبحان من یسبح لہٗ من فی الارض القفار ط سبحان من یسبح لہٗ من فی رؤس الجبال ط سبحان من یسبح لہٗ بکل شفۃ ولسانٍ ط پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جوشخص ہر روز یا ہر مہینے میں یا سال میں ایک مرتبہ یہ تسبیح پڑھے اللہ اس کے لئے اولاد اسماعیل سے ایک ہزار غلام آزاد کرنے یا ایک ہزار پاکیزہ حج کرنے کے ثواب جیسا ثواب لکھ دیتا ہے (نزھۃ المجالس ص ۱۱۴ ج ۲)

(۱۴) نماز عصر با جماعت پڑھنا

امام غزالی نے ذکر فرمایا ہے کہ جوشخص نماز عصر جماعت کے ساتھ پڑھے اس کے لئے ایک حج کا ثواب ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن صفوری اس کی وجہ بدیں الفاظ لکھتے ہیں باجماعت نماز عصر کا ثواب ایک حج ہے کیونکہ عصر کے وقت دنیا کا کاروبار ختم نہیں ہو جاتا اس لئے دنیا کے کاموں کو چھوڑنا اور نماز پڑھنا نمازی کا اختیاری فعل ہوتا ہے۔ بخلاف باجماعت نماز مغرب کے کہ غروب آفتاب کے وقت دنیا کے کاروبار بیع شراء وغیرہ غالباً ختم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اس وقت دنیا کے کاموں کو چھوڑنا اور نماز پڑھنا نمازی کا اختیاری فعل نہیں ہوتا بلکہ اضطراری ہوتا ہے۔ اس لئے باجماعت مغرب کا ثواب ایک عمرہ ہے۔ (نزھۃ المجالس ص ۱۱۶ ج ۱)

(۱۵) سورۃ یٰسین پڑھنا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ تورات میں سورۃ یٰسین کا نام معمہ ہے عرض کیا گیا۔ معمہ کا کیا معنٰی ہے؟ فرمایا۔ تعم صاحبها بخير الدنيا والآخرة وتكابدعنه بلوى الدنيا وهول الآخرة۔ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کے لئے دنیا اور آخرت کی بھلائی عام کرتی ہے اور اس کی دنیا کی مصیبت اور آخرت کا ڈر زائل کر دیتی ہے۔ من قراها عدلت له عشرين حجة۔ جو شخص اسے تلاوت کرے اس کے لئے یہ بیس حجوں کے برابر ہوتی ہے۔ (نزھۃ المجالس ص۱۵۹ ج۲)

(۱۶) رمضان میں اعتکاف کرنا

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اعتكاف عشر في رمضان كحجتين وعمرتين. رمضان میں دس دنوں کا اعتکاف دو حجوں اور دو عمروں جیسا ہے۔ رواہ الطبرانی وضعفہ السیوطی فی الجامع الصغیر ص۴۵ ج۱۔ ورواه البيهقي بلفظ من اعتكف عشراً في رمضان كان كحجتين وعمرتين كذا في الجامع الصغير ص ۱۲۵ ج۲ وضعفه ايضاً والله اعلم.

(۱۷) رمضان میں عمرہ کرنا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عمرة في رمضان تعدل حجة۔ رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔ رواہ البخاری ومسلم وصححہ السیوطی (جامع صغیر ص۶۶ ج۲) (مشکوٰۃ ص۲۰۰ ج۱)

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ مروی ہے۔ عمرة في رمضان كحجة معي۔ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کی طرح ہے۔ رواہ سمویہ وصححہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص۶۶ ج۲)

(۱۸) زیارت مدینہ منورہ

شیخ عبدالحق دہلوی جذب القلوب میں یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایامن حج الی مکة ثم قصدنی فی مسجدی کتبت لہ حجتان مبرورتان۔ جوشخص مکہ میں حج کرے پھر میری مسجد میں میرا قصد کرے تو اس کے لئے دو پاکیزہ حج ہیں۔

(ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ بابت ذوالحجہ ۱۳۹۲ھ)

(تنبیہ) یہ حکم آپ کی وفات شریف کے بعد بھی ہے کیونکہ آپ آج بھی اپنی مسجد شریف میں اپنے روضہ انور میں موجود ہیں ولہذا آپ کے روضہ کی زیارت کی نیت کرنا عین آپ کی زیارت کی نیت کرنا ہے۔ مسلمان ان لوگوں کی باتوں پر کان نہ دھریں جو مزارات بزرگان دین پر جانا ممنوع بلکہ شرک وحرام قرار دیتے ہیں۔ واللہ لا یھدی القوم الفاسقین.

(۱۹) والدین کی طرف سے حج کرنا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من حج عن ابیہ وامہ فقد قضی عنہ حجتہ وکان لہ فضل عشر حج۔ جوشخص اپنے والدین کی طرف سے حج کرے وہ ان پر فرض ہونے والے حج کی ادائیگی کرتا ہے۔ اور خود اس کے لئے بھی دس حجوں کا ثواب ہے۔ (رواہ الدار قطنی فی السنن وضعفہ السیوطی فی الجامع الصغیر ص ۱۶۹ ج ۲)

(۲۰) بزرگان دین کی قبور کی زیارت

حضرت احمد بن شمعون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فقال یا ابن شمعون من زار قبر احمد بن حنبل وبشر الحافی یطالبنی یوم القیامة بحجة وعمرة۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو آپ نے فرمایا۔ اے ابن شمعون جوشخص احمد بن حنبل اور بشر حافی کی قبروں کی زیارت کرے وہ قیامت کے دن مجھ سے ایک حج اور ایک عمرہ کا مطالبہ کرے گا۔ (نزھۃ المجالس جلد دوم ص ۲۶۳)

(۲۱) عاشورآء کا روزہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ من صام یوم عاشورآء کتب اللہ لہٗ الف حجۃ والف عمرۃ جو شخص محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ رکھے اللہ اس کے لئے ایک ہزار حج اور ایک ہزار عمرہ لکھ دیتا ہے۔ (نزھۃ المجالس ص ۱۷۳ جلد اول)

(۲۲) اللہ کی راہ میں چلنا

حضرت ابو مضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لسفرۃ فی سبیل اللہ خیر من خمسین حجۃ۔ البتہ اللہ کی راہ میں ایک بار سفر کرنا پچاس حجوں سے بہتر ہے۔ رواہ ابو الحسن الصیقلی فی الاربعین وضعفہ السیوطی فی الجامع الصغیر ص ۱۲۳ جلد ۲۔

(۲۳) اللہ کی راہ میں جہاد کرنا

حضرت مکحول سے مرسلا مروی ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لغزوۃ فی سبیل اللہ احب الی من اربعین حجۃ۔ اللہ کی راہ میں ایک مرتبہ لڑائی لڑنا میرے نزدیک چالیس حجوں سے زیادہ محبوب ہے۔ رواہ عبدالجبار الخولانی فی تاریخ داریا وضعفہ السیوطی فی الجامع الصغیر ص ۱۲۴ جلد دوم.

(۲۴) علماء کی مالی معاونت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص کسی عالم یا طالب علم کی امداد کرے اگرچہ کھانے کے ایک لقمہ سے یا کپڑے سے یا پانی کے ایک گھونٹ سے یا ٹوٹی پھوٹی قلم سے یا کاغذ سے تو گویا اس نے ستر مرتبہ بیت اللہ شریف کی تعمیر کی اور اللہ اسے احد پہاڑ جتنا ثواب عطا فرماتا ہے اور ستر مقبول حجوں کا ثواب عطا فرماتا ہے اور گویا اس نے ستر نبیوں کو کھانا کھلایا اور اس کی زندگی کے باقی دنوں میں اس کے گناہ نہیں لکھے جاتے اور اسے ایک ہزار نفل پڑھنے کے ثواب سے زیادہ ثواب دیا جاتا ہے۔ (تذکرۃ الواعظین عربی ص ۵۶)

(۲۵) مہمان کو کھلانا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ اذا دخل الضيف بيت المؤمن دخل معه الف بركة والف رحمة و كتب لصاحب المنزل بكل لقمة ياكلها الضيف حجة وعمرة. جب مہمان مومن کے گھر داخل ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ایک ہزار برکتیں اور ایک ہزار رحمتیں ہوتی ہیں۔ اور گھر والے کے لئے اس لقمہ کے عوض میں جسے مہمان کھاتا ہے ایک حج اور ایک عمرہ لکھا جاتا ہے (نزھتہ المجالس جلد اول ص ۲۱۶)

(۲۶) مسلمان کی حاجت روائی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من قضیٰ لاخيه المسلم حاجة كان لهٗ من الاجر كمن حج و اعتمر ۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرے اس کے لئے اس شخص کے اجر جیسا ثواب ہے جو حج و عمرہ کرے۔

(رواہ الخطیب فی التاریخ وضعفہ السیوطی فی الجامع الصغیر ص ۱۷۹ ج ۲)

(۲۷) کسی کا دل راضی کرنا

حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

ع دل بدست آور کہ حج اکبر است۔ از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است کعبہ بنگاہ خلیل آزر است۔ دل گزرگاہ جلیل اکبر است۔ (ترجمہ) تو ایک دل کو حاصل کر (راضی کر) یہ حج اکبر ہے اور ایک دل ہزار کعبوں سے بہتر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کعبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی بنائی ہوئی چیز ہے۔ اور دل اللہ تعالیٰ کی گزرگاہ ہے۔

الحمد للہ یہاں تک ہم نے وہ چند اعمال صالحہ جمع کر دیئے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے حج کا ثواب رکھا ہے۔ اور یہ اعمال امیر، غریب سب ہی بجالا سکتے ہیں اور حج کا عظیم ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔ حج کا اصل ثواب ساری زندگی کے صغائر و کبائر کی مغفرت ہے اور ان اعمال سے بھی یہ ثواب مل سکتا ہے۔ ولہذا ہر مسلمان ان اعمال صالحہ کو بجالانے کی کوشش کرے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عمل بخشے۔ آمین۔

(۱۵ رجب ۱۴۱۶ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تینتیسواں مقالہ

عیدالبقر کا شرعی پروگرام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

الحمدللہ ربّ العلمین و الصلوٰۃ والسلام علی رسولہٖ الکریم و علیٰ الہٖ و اصحابہٖ اجمعین امّا بعد: اس مختصر رسالہ "عیدالبقر کا شرعی پروگرام" میں ہم نے عیدالبقر کے دن رات گزارنے کے شرعی طریقہ کی وضاحت لکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو شرف مقبولیت بخشے اور ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

عیدالبقر کا دن

دس ذوالحجہ کو عیدالاضحیٰ، عید قربان، یا بڑی عید کہا جاتا ہے۔ اضحیٰ اضحاۃ کی جمع ہے اور بمعنی اضحیۃ ہے یعنی قربانی کی بھیڑ، بکری، اس دن کو عیدالضحیٰ کہنا غلط ہے۔ (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ)

عیدالفطر کے دن کی طرح عیدالبقر بھی مسلمانوں کی عید کا دن ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو اس زمانہ میں اہل مدینہ سال میں دو دن خوشی کرتے تھے۔ (مہرگان اور نوروز دو دنوں میں) فرمایا۔ یہ کیا دن ہیں؟۔ لوگوں نے عرض کیا۔ جاہلیت میں ہم ان دو دنوں میں خوشی کرتے تھے۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں ان سے بہتر دو دن دیئے ہیں۔ عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کے دن۔ رواہ ابوداؤد۔ (بہار شریعت۔ عیدین کا بیان)

شب عیدالبقر کی فضیلت

شب عید کے متعلق چند احادیث ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہیں۔

۱۔ محدث دیلمی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ چار راتوں میں خیر کثیر برساتا ہے۔ عیدالبقر کی رات، عیدالفطر کی رات، شعبان کی پندرھویں رات اور رجب کی پہلی رات۔ (مکاشفۃ القلوب)

۲۔ حضرت خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جو شخص سال میں پانچ راتوں میں عبادت پر محافظت کرتا ہے ان کے ثواب کی امید پر اور ان کے وعدہ کی تصدیق پر اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ رجب کی پہلی رات میں بیداری کرے اور اس کے دن کا روزہ رکھے۔ عیدالفطر اور عیدالبقر کی راتوں کا قیام کرے اور ان کے دنوں کا روزہ نہ رکھے، شعبان کی پندرھویں رات کا قیام کرے اور اس کے دن کا روزہ

رکھے اور دس محرم کی رات کا قیام کرے اور اس کے دن کا روزہ رکھے۔ (غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۷۹)

۳۔ محدث دیلمی ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ پانچ راتوں میں دعا رد نہیں کی جاتی۔ رجب کی پہلی رات میں، شعبان کی پندرھویں رات میں، جمعہ کی رات میں، عیدالفطر کی رات میں اور عیدالبقر کی رات میں۔ (مراقی الفلاح ص ۲۱۹)

۴۔ محدث بزار روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص پانچ راتوں میں بیداری کرے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ ذوالحجہ کی آٹھویں رات میں، اس کی نویں رات میں، اس کی دسویں رات میں (عیدالبقر کی رات میں) عیدالفطر کی رات میں اور شعبان کی پندرھویں رات میں (نزھۃ المجالس جلد اول ص ۱۷۲)

۵۔ ابن ماجہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص ثواب کی نیت سے عیدین (عیدالفطر اور عیدالبقر) کی دو راتوں میں قیام کرے۔ اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن دل مریں گے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۹۶) (جامع صغیر ج ا ص ۱۶۱)

۶۔ ابن عساکر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص چار راتوں میں قیام کرے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ ذوالحجہ کی آٹھویں رات میں۔ اس کی نویں رات میں، اس کی دسویں رات (عیدالبقر کی رات) میں اور عیدالفطر کی رات میں۔ (جامع صغیر جلد دوم ص ۱۶۱۔ وصحۃ)

شب عیدالبقر کے نوافل

"حضرت مولا علی کرم اللہ وجھہ الکریم سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب ذوالحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہو جائے تو عبادت میں کوشش کرو۔ کیونکہ ان دنوں کو اللہ نے فضیلت عطا فرمائی ہے اور اس کی راتوں کی عزت اس کے دنوں کی حرمت جیسی رکھی ہے۔ فرمایا جو شخص اس عشرہ کی کسی رات کے آخری تہائی حصہ میں چار رکعت نوافل پڑھے اور دعا مانگے تو وہ حج بیت اللہ۔ زیارت روضہ رسول اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کا ثواب پائے گا۔ اور جو مانگے گا اللہ تعالیٰ اسے عطا فرمائے گا۔ نوافل پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ چار رکعت نوافل رات کے آخری تہائی حصہ میں اس طرح پڑھیں، کہ ہر رکعت میں، سورۃ فاتحہ پڑھ لینے کے بعد تین ۔ ۔ ۔

الکرسی اور تین بار سورہ اخلاص پڑھیں۔ پھر ایک دفعہ سورۂ فلق اور ایک دفعہ سورۂ ناس کی تلاوت کریں۔ جب نماز پڑھ چکیں تو ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے یہ کلمات پڑھیں۔ **سبحان ذی العزۃ والجبروت سبحان ذی القدر و الملکوت سبحان الحی الذی لا یموت سبحان اللہ رب العباد و البلاد والحمدللہ کثیراً طیباً مبارکاً علی کل حال اللہ اکبر کبیراً جل جلالہٗ وقدرتہٗ بکل مکان**۔ یہ پڑھنے کے بعد جو دعا مانگیں گے ان شآء اللہ قبول ہوگی۔ اور اگر یہ نماز عشرہ کی ہر رات میں پڑھیں تو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے گا۔ اور اس کے گناہ بخش دے گا۔ (غنیۃ الطالبین حصہ دوم ص ۲۵)"

عشرۂ ذوالحجہ کی فضیلت

۱۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "دنیا کے بہترین دن ذوالحجہ کے دس دن ہیں"۔ عرض کیا گیا۔ اور کیا ان کی مثل اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے دن نہیں؟ فرمایا اور نہ ان کی مثل فی سبیل اللہ جہاد کرنے کے دن ہیں مگر جبکہ مرد اپنا چہرہ خاک میں لت پت کرے۔ (یعنی شہادت حاصل کرے)

۲۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ذوالحجہ کے دس دنوں کے نیک اعمال سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی دن کے نیک اعمال نہیں ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اور کیا فی سبیل اللہ جہاد کے دنوں کے نیک اعمال بھی ان دس دنوں کے نیک اعمال سے زیادہ محبوب نہیں؟۔ فرمایا اور نہ فی سبیل اللہ جہاد کے دنوں کے نیک اعمال زیادہ محبوب ہیں مگر یہ کہ کوئی شخص اپنی جان اور اپنا مال جہاد کے لیے لے کر نکلے پھر ان میں سے کوئی شئے لے کر واپس نہ آئے۔ یعنی شہید ہو جائے۔

۳۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذوالحجہ کے دس دنوں سے زیادہ محبوب کوئی دن نہیں کہ جن میں اس کی عبادت کی جائے۔ **وان صیام یوم فیھا یعدل صیام سنۃ وقیام لیلۃ فیھن کقیام سنۃ**۔ اور بلاشبہ ان دنوں میں سے کسی دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور ان راتوں میں سے کسی رات کا قیام ایک سال کی راتوں کے قیام کے برابر ہے۔ (غنیۃ الطالبین جلد دوم ص ۲۴)

عید البقر کے دن کی فضیلت

عید البقر کا دن ذوالحجہ کا دسواں دن ہوتا ہے۔ اس لیے عشرۂ ذوالحجہ کی جو فضیلتیں ابھی ذکر ہوئیں وہ اس دن کے لیے بھی ثابت ہیں۔ ہاں پہلے نو دنوں میں روزہ رکھنا مستحب ہے اور اس دن عید کا دن ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یوم عید تک حجامت کا ترک مستحب ہے

قربانی کرنی ہو تو مستحب یہ ہے کہ ذوالحجہ کی پہلی تاریخ سے دسویں تاریخ تک نہ حجامت بنوائے۔ نہ ناخن ترشوائے۔ (ردالمحتار)۔ (بہار شریعت حصہ چہارم ص ۱۰۹)

تکبیرات تشریق

نویں ذوالحجہ کی فجر سے تیرھویں کی عصر تک ہر نماز فرض پنجگانہ کے بعد جو جماعت مستحبہ کے ساتھ ادا کی جائے ایک بار تکبیر تشریق بلند آواز سے کہنا واجب ہے اور تین بار افضل۔ تکبیر تشریق یہ ہے الله اکبر الله اکبر لآ اله الا الله والله اکبر الله اکبر ولله الحمد (تنویر الابصار وغیرہ) (بہار شریعت حصہ چہارم ص ۱۱۰)

عید کے دن کے مستحبات

عید البقر کے دن یہ باتیں مستحب ہیں۔ صبح سویرے اٹھنا۔ مسواک کرنا۔ غسل کرنا، اچھے کپڑے پہننا، عید الاضحیٰ کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا۔ خوشبو لگانا۔ نماز عید کے لیے ایک راستہ سے آنا اور دوسرے سے جانا۔ عید گاہ جاتے وقت بلند آواز سے تکبیر تشریق پڑھنا۔ سرمہ لگانا۔ نماز عید کے بعد معانقہ و مصافحہ کرنا۔ خوشی کا اظہار کرنا۔ (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ)

نماز عید سے قبل نفل مکروہ ہیں

"نماز عید سے قبل نفل نماز مطلقاً مکروہ ہے۔ عید گاہ میں ہو یا گھر میں۔ اس پر عید کی نماز واجب ہو یا نہ۔ یہاں تک کہ عورت اگر چاشت کی نماز گھر میں پڑھنا چاہے تو نماز عید ہو جانے کے بعد پڑھے۔ اور نماز عید کے بعد عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ گھر میں پڑھ سکتا ہے۔ بلکہ مستحب ہے کہ چار رکعتیں

پڑھے"۔ (بہارشریعت۔حصہ چہارم ص ۱۰۶)

قربانی کے فضائل

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دسویں ذوالحجہ کے دن انسان کا کوئی عمل قربانی سے زیادہ (عنداللہ) پیارا نہیں۔ اور اس کا جانور قیامت کے روز اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا۔ اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے پہلے خدا کے نزدیک درجۂ مقبولیت کو پہنچ جاتا ہے۔ سوتم قربانی خوش دلی سے کرو"۔

(مشکوٰۃ۔جلداول۔ص ۱۱۷)

۲۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ فرمایا۔ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہیں۔ پھر عرض کیا۔ یارسول اللہ ان میں ہمارے لیے ثواب کیا ہے؟ فرمایا۔ ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے۔ پھر عرض کیا۔ اون کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ اون کے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ہے۔ (مشکوٰۃ جلداول ص ۱۱۸)

۳۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے خوشی دلی سے طالب ثواب ہوکر قربانی کی وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہوجائے گی۔

(بہارشریعت حصہ پانزدہم ص ۱۲۹)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو روپیہ پیسہ عید کے دن قربانی میں خرچ کیا جائے اس سے زیادہ پیارا کوئی اور پیسہ نہیں ہے"۔

(بہارشریعت حصہ پانزدہم ص ۱۲۹)

۵۔ روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ اپنی قربانی کی طرف جاؤ اور اس پر حاضری دو کیونکہ اس کے اس پہلے قطرہ کے بدلے میں جو ٹپکتا ہے تیرے سب کردہ گناہ بخش دیئے جائیں گے اور یہ کہو۔ ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین"۔ (غنیۃ الطالبین حصہ دوم۔ص)

۶۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم اپنی قربانیوں کو اچھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے روز

تمہاری سواریاں ہوں گی"۔(غنیۃ الطالبین حصہ دوم ص ۴۷)

قربانی کے مسائل

قربانی ہر اس مسلمان پر واجب ہے جو مقیم صاحب نصاب آزاد ہو۔ اونٹ، اونٹنی، گائے، بیل بھینس، بھینسا، بکری، بکرا، بھیڑ، مینڈھا، دنبہ، چھترا کی ہو سکتی ہے۔ اونٹ کم از کم پانچ سال کا، گائے بھینس دو برس کی اور بھیڑ بکری کم از کم ایک سال کی ہونی چاہیے۔ البتہ بھیڑ کا چھ ماہی بچہ جب اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا نظر آئے تو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ قربانی کے جانور کو عیب سے خالی ہونا چاہیئے۔ اور تھوڑا سا عیب ہو تو قربانی ہو جائے گی۔ مگر مکروہ ہوگی اور زیادہ عیب ہو تو ہوگی ہی نہیں۔ گائے بھینس اونٹ کی قربانی میں سات صحیح العقیدہ مسلمان شامل ہو سکتے ہیں۔ جبکہ سب کی نیت تقرب الی اللہ ہو اور کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔ قربانی کا پہلا وقت شہری کے حق میں نماز عید کے بعد اور دیہاتی کے حق میں دسویں ذوالحجہ کی فجر صادق کے بعد سے بارھویں تاریخ کے غروب آفتاب تک ہے۔ جس شخص پر قربانی واجب ہے اس پر قربانی کے جانور کا ذبح کرنا واجب ہے۔ اس کی قیمت صدقہ کرنے سے واجب ادا نہ ہوگا۔ قربانی کا گوشت بہتر ہے کہ تین حصوں میں تقسیم کرے ایک حصہ گھر والوں کے لیے دوسرا خویش اقارب کے لیے اور تیسرا عام مسلمانوں کے لیے کرے۔ قربانی کا چمڑا صدقہ کرنا مستحب ہے۔ اور اگر اپنے لیے مصلا وغیرہ بنالے تو بھی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قربانی کرنے کا مسنون طریقہ

قربانی کرنے سے پہلے جانور کو چارہ اور پانی دیا جائے۔ چھری پہلے سے تیز کر لی جائے۔ جانور کو پہلو کے بل اس طرح لٹایا جائے کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو۔ پھر داہنا پاؤں اس کے پہلے پہلو پر رکھ کر تیز چھری سے جلد ذبح کر دیا جائے۔ اور ذبح سے پہلے یہ دعا پڑھی جائے۔ **انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفاً وماانا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ و بذلک امرت وانا من المسلمین اللھم لک ومنک بسم اللہ اللہ اکبر** ۔ قربانی کو ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے۔ **اللھم تقبل منی کما تقبلت من خلیلک ابراھیم علیہ السلام و حبیبک محمد صلی اللہ علیہ وسلم** ۔(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ جولائی ۱۹۸۹ء)

نماز عید البقر کا طریقہ

دو رکعت واجب عید الاضحیٰ کی نیت کر کے کانوں تک ہاتھ اٹھائے۔ اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔ پھر ثنا پڑھے۔ پھر کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ چھوڑ دے۔ پھر ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے۔ پھر ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے پھر امام تعوذ وتسمیہ پڑھ کر جہر کے ساتھ سورۂ فاتحہ اور کوئی سورۂ پڑھے پھر رکوع کرے اور دوسری رکعت میں پہلے الحمد اور سورت پڑھے پھر کانوں تک ہاتھ لے جا کر اللہ اکبر کہے اور ہاتھ نہ باندھے۔ اور چوتھی تکبیر میں بغیر ہاتھ اٹھائے رکوع میں چلا جائے۔ (بہار شریعت)

عید البقر کے دن خوشی منانے کا شرعی طریقہ

ہر قوم کا عید کی خوشی منانے کا اپنا اپنا طریقہ ہے۔ مگر یہ فخر اسلام کو حاصل ہے کہ اس نے دیگر مذاہب کی طرح عید منانے کی بجائے اسے غیر مفید لہو ولعب سے پاک کر کے ایک خالص مذہبی رسم بنا دیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ مدینہ کے لوگوں نے سال میں دو دن مقرر کر رکھے ہیں کہ وہ ان میں کھیل کود کرتے ہیں۔ اہل مدینہ ان دنوں کو نیروز اور مہرجان کہتے تھے۔ آپ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ یہ دو روز کیسے ہیں؟۔ وہ کہنے لگے ان دو دنوں میں ایام جاہلیت میں ہم کھیل کود کرتے تھے۔ اور چیزوں کی خرید وفروخت کے بازار لگاتے تھے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم کو ان کے بدلے میں ان سے بہتر دو روز عطا فرمائے ہیں۔ وہ یوم عید الفطر اور یوم عید الاضحیٰ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو خوشی منانے سے روکا نہیں بلکہ اسلامی طریقے سے ان کی خوشی کو بدل دیا۔ آپ نے مسلمانوں کو باہر کھلے میدان میں جا کر اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر جمع ہونے کو فرمایا۔ کھلے میدان میں نماز عید پڑھنے کا منظر دیدنی ہوتا ہے" (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت جنوری ۲۰۰۱ء)

الحمد للہ۔ یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے عید البقر کے شب و روز کے بارہ میں شرعی پروگرام کی وضاحت ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اس شرعی ضابطہ کے ساتھ یہ مقدس دن رات گزارنے کی توفیق بخشے آمین۔

(۱۶ شوال ۱۴۲۳ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چونتیسواں مقالہ

قربانی کے چند ضروری مسائل کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ محمد والہ واصحابہٖ اجمعین اما بعد راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفر اللہ تعالیٰ نے عامۃ المسلمین کے افادہ کی خاطر اس مختصر مقالہ میں قربانی کے چند ضروری مسائل جمع کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس دینی خدمت کو شرف پذیرائی بخشے اور صدقۂ جاریہ بنائے آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

قرآنِ مجید سے قربانی کا ثبوت

اللہ تعالیٰ وجل شانہٗ فرماتا ہے انا اعطینک الکوثر ہ فصل لربک وانحر اے محبوب بے شک ہم نے تمھیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ (سورہ کوثر)

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ پابندی نماز رب تعالیٰ کی نعمتوں کا بہترین شکریہ ہے۔ دوسرے یہ کہ قربانی اسلامی شعار ہے۔ اس کے بدلہ میں قیمت وغیرہ نہیں دی جاسکتی۔ تیسرے یہ کہ قربانی صرف مکہ معظمہ والوں یا حاجیوں کے لیے خاص نہیں جیسا کہ بعض بے وقوفوں نے سمجھا ہے کیونکہ مدینہ پاک میں سرکار کو قربانی کا حکم ہو رہا ہے۔ (نور العرفان ص ۹۹۰)۔

حدیث شریف سے ثبوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو وسعت پائے اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے پاس نہ آئے" (سنن ابن ماجہ)

اور ارشاد فرماتے ہیں ہر گھر والے پر ہر رجب میں ایک بکری اور ہر عید بقر کے دن ایک بکری ذبح کرنا لازم ہے۔ (جامع صغیر ص ۶۱ ج ۲)

اور ارشاد فرماتے ہیں، قربانی کرو کہ یہ تمہارے (روحانی) باپ ابراہیم کی سنت ہے"
(بدائع الصنائع ص ۶۲ ج ۵)

قربانی غنی پر شرعاً واجب ہے

مندرجہ بالا آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ہمارے فقہائے کرام نے قربانی کو غنی پر شرعاً واجب قرار دیا

ہے چنانچہ کنزالدقائق میں ہے تجب علی کل حرّ مسلم مقیم موسر عن نفسه لاعن طفله شاة او سبع بدنة فجر یوم النحر الی آخر ایامه. قربانی آزاد مقیم غنی مسلمان پر قربانی کے دن کی فجر صادق سے نحر کے آخری دن تک اپنی طرف سے نہ کہ اپنی اولاد کی طرف سے ایک بکری یا گائے وغیرہ کے ایک ساتویں حصہ کی صورت میں واجب ہے (کنزالدقائق ص ۳۶۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی تعلیم

چونکہ سورۃ الکوثر میں خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قربانی کرنے کا حکم دیا گیا تھا اس لیے آپ ہر سال قربانی ذبح کرتے تھے چنانچہ آپ کے صحابی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں دس سال تک اس حال میں رہے کہ آپ قربانی کرتے تھے (مشکوٰۃ ص ۱۱۸ ج ۱) بلکہ بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ دو قربانیاں ذبح کرتے تھے ایک اپنی طرف سے اور دوسری اپنی امت کے غریبوں کی طرف سے واللہ اعلم۔

قربانی کرنے کے فضائل

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" دسویں ذوالحجہ کے دن انسان کا کوئی عمل قربانی سے زیادہ پیارا نہیں ہے اور اس کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے خدا کے نزدیک درجہ مقبولیت کو پہنچ جاتا ہے سوتم قربانی خوش دلی سے کرو (مشکوٰۃ ص ۱۱۷ ج ۱)

اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ قربانیاں کیا ہیں؟ فرمایا تمہارے (روحانی) باپ ابراہیم کی سنت ہیں پھر عرض کیا یا رسول اللہ ان میں ہمارے لیے ثواب کتنا ہے؟ فرمایا ہر بال کے عوض نیکی ہے پھر عرض کیا اون کا کیا حکم ہے؟ فرمایا اون کے ہر بال کے بدلہ میں نیکی ہے (مشکوٰۃ ص ۱۱۸ ج ۱)۔

اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے خوش دلی سے طالب ثواب ہو کر قربانی کی وہ اُس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہو جائے گی۔

(بہارشریعت حصہ پانزدہم ص ۱۲۹)

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا، جو روپیہ پیسہ عید کے دن قربانی میں خرچ کیا جائے اُس سے زیادہ پیارااور کوئی روپیہ پیسہ نہیں ہے۔

(بہارشریعت حصہ پانزدہم ص ۱۲۹)

اور روایت میں آیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا" اپنی قربانی کی طرف جاؤ اور اُس پر حاضری دو کیونکہ اُس کے اس پہلے قطرہ کے بدلہ میں جو ٹپکتا ہے تیرے سب کردہ گناہ بخش دیئے جائیں گے اور یہ کہو **انّ صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ ربّ العالمین**۔ (غنیۃ الطالبین حصّہ دوم ص ۴۷)

اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا" تم اپنی قربانیوں کو اچھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن تمہاری سواریاں ہوں گی" (غنیۃ الطالبین حصّہ دوم ص ۴۷)

قربانی کس پر واجب ہوتی ہے

(۱) قربانی ہر اُس مسلمان پر واجب ہے جو مقیم صاحب نصاب آزاد ہو لہذا کافر، مسافر، غریب اور غلام پر واجب نہیں، قربانی کے وجوب کے لیے اتنا مال شرط ہے جس کی قیمت ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا کی قیمت کو پہنچتی ہو اور یہ مالیت حوائج اصلیہ اور قرضہ کے علاوہ ہو، خواہ نامی ہو یا غیر نامی اور اُس پر سال گزر گیا ہو یا نہ گزرا ہو (بہارشریعت)۔

(۲) اگر کاشتکار کی ملک میں زمین ہو اور اُس کا اور اُس کے اہل وعیال کا خرچہ حاصل ہو جاتا ہو تو اُس پر قربانی واجب ہے ورنہ واجب نہیں۔ (بحرالرائق جلد ششم ص ۱۷۴)۔

(۳) قربانی مالدار عورت پر بھی واجب ہے (کیونکہ قربانی کے وجوب کے لیے مرد ہونا شرط نہیں) (بہارشریعت)۔

(تنبیہ) آج کل یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ اکثر عورتوں کی مِلک میں ساڑھے سات تولے سونے یا ساڑھے باون تولے چاندی کی مقدار تک کے زیورات ہوتے ہیں۔ اس لیے اُن پر بھی اپنی الگ قربانی واجب ہے۔

۴۔قربانی ہر مالکِ نصاب مسلم بالغ پر ضروری ہے، مرد ہو خواہ عورت تو وہ جو ایک طریقہ کہیں کہیں مسلمان خاندانوں میں رائج ہے کہ گھر کے افراد میں سے امسال مثلاً زید کی جانب سے قربانی کر دی گئی جبکہ سال گزشتہ ہندہ کے نام سے کر چکے ہیں اور سال آئندہ مثلاً زبیدہ کے نام پر کر دی جائے گی یعنی مالکانِ نصاب میں سے کسی ایک کے نام پر قربانی کر کے اُسے تمام افرادِ خانہ کی طرف سے تصور کر لیا جاتا ہے یہ محض ناواقفی وجہالت ہے اس سے گناہ اور حکم شرع کی خلاف ورزی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ جس مالکِ نصاب کی جانب سے قربانی نہیں ہوتی وہ گناہوں کے دلدل میں دھنسا چلا جاتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ گھر میں موجود ہر بالغ کی جانب سے کہ صاحبِ نصاب ہو قربانی کی جائے جیسا کہ حکم شرعی ہے۔

(سُنتِ ابراہیمی مؤلفہ مفتی محمد خلیل صاحب برکاتی ص۱۲)۔

(۵) ظاہر روایت یہ ہے کہ قربانی نہ خود نابالغ پر واجب ہوتی ہے اور نہ اُس کی طرف سے اُس کے باپ پر واجب ہوتی ہے اور اسی روایت پر فتویٰ بھی ہے۔ (بہارِ شریعت حصہ شانزدہم ص۱۳۳)

(۶) پاگل پر قربانی واجب نہیں اور جو شخص کبھی پاگل اور کبھی صحیح العقل ہو جاتا ہے اس کے حال کا اعتبار جنون اور افاقہ میں کیا جائے گا یعنی اگر وہ قربانی کے دنوں میں پاگل ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں اور اگر صحیح العقل ہے تو بالاتفاق واجب ہے (بدائع ص۶۴ ج ۵)

(۷) بچہ جو ایامِ قربانی میں بالغ ہوا ہے اور صاحبِ نصاب ہے اس پر بالاتفاق قربانی واجب ہے (بدائع)۔

(۸) قربانی شہریوں دیہاتوں اور جنگل والوں پر واجب ہے جبکہ شرائطِ وجوب پائے جائیں۔

(جوہرہ نیرہ حصہ دوم ص۲۸۱)۔

(۹) اگر غریب ایامِ قربانی میں امیر ہو گیا تو اس پر قربانی واجب ہے اور اگر ان دنوں میں غنی غریب یا مسافر ہو گیا تو اس سے قربانی ساقط ہو گئی (عالمگیری حصہ پنجم ص۲۹۲)

(۱۰) قربانی دل سے نیت کرنے سے واجب نہیں ہوتی (شلبیہ ص ۵ ج ۶)۔

(۱۱) جس شخص پر اتنا قرضہ ہے کہ اس سے بچتا مال نصاب کو نہیں پہنچتا تو اس پر قربانی واجب نہیں اور اسی طرح اگر اس کا مال غائب ہے اور وہ اس تک قربانی کے دنوں میں نہیں پہنچتا تو اس پر قربانی واجب نہیں۔

(عالمگیری ص۲۹۲ ج ۵)۔

(۱۲) قربانی مالدار پر اپنی طرف سے واجب ہے اپنی اولاد اور بیوی کی طرف سے واجب نہیں۔ (عامہ کتب)

(۱۳) غریب نے پہلے دن قربانی کی پھر امیر ہو گیا تو اُس پر دوسری قربانی لازم ہے کیونکہ پہلی نفل واقع ہوئی ہے۔ (ردالمحتار جلد پنجم ص ۲۲۲)۔

(۱۴) غریب قربانی کی نیت سے جانور خریدے تو اس پر اُسی کی قربانی واجب ہو جاتی ہے اور اگر غنی خریدے تو اسے دوسرے جانور سے بدل سکتا ہے (عالمگیری جلد پنجم ص ۲۹۱)

۱۵۔ ایک سے زیادہ قربانیاں کیں تو سب جائز ہیں۔ ایک واجب ہے اور باقی نفل (بہار شریعت)۔

۱۶۔ اگرچہ غریب اور مسافر پر قربانی واجب نہیں لیکن اگر یہ بھی قربانی کریں تو ثواب پائیں گے البتہ قرض لے کر قربانی کرنا مناسب نہیں (نوائے وقت ۱۳ جولائی ۱۹۸۹)۔

۱۷۔ خدا نے جس شخص کو مال و دولت سے نوازا ہے وہ صرف واجب قربانی پر ہی کیوں اکتفاء کرے بلکہ قربانی کا بے حد وحساب اجر و انعام ہے اگر ایک آدمی اپنے بزرگوں، مردہ ماں باپ، دادا، دادی اور دوسرے رشتہ داروں کی طرف سے بھی قربانی کرے تو بہتر ہے اور رسول اللہ اور دیگر ازواج مطہرات کی طرف سے قربانی کرنا بھی انتہائی خوش نصیبی ہے (نوائے وقت ۱۳ جولائی ۱۹۸۹ء)۔

۱۸۔ اگر قربانی کے دنوں میں قربانی کا جانور خرید کر زندہ صدقہ کر دے تو اس سے قربانی ادا نہیں ہوئی واقعات میں فرمایا دس درہم سے قربانی کا جانور خریدنا ہزار درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے کیونکہ جو عبادت قربانی ذبح کرنے سے حاصل ہوتی ہے وہ صدقہ کرنے سے حاصل نہیں ہوتی (جوہرہ نیرہ ص ۲۸۱ ج ۲)۔

۱۹۔ آج کل ایک گمراہ فرقہ پیدا ہو گیا ہے جو کہتا ہے کہ اس قدر قربانیاں فضول ہیں اس کی قیمت فلاں فنڈ میں دے دو فلاں چندہ میں دے دو۔ مسلمان ان مکاروں کے دام فریب سے بچیں، قربانی کا ہر صاحب نصاب پر واجب ہونا احادیث کثیرہ سے ثابت ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس سے آج تک تمام مسلمانوں کا اس پر عمل ہے چودھویں صدی میں یہ نیا مسئلہ نکال کر مسلمانوں میں افتراق و اختلاف پیدا کیا جاتا ہے۔ قربانی کا حکم قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اس کی تفصیل وتشریح احادیث کریمہ میں موجود ہے۔ ایسے ظاہر و باہر مسئلہ کا انکار کر کے مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنا اور اپنی قیاسات پیش کر کے مسلمانوں کی جماعت کو منتشر کرنا سخت ترین جرم ہے (ماہنامہ سلطان المشائخ لاہور، ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ)

۲۰۔اگر قربانی ذبح نہ کی یہاں تک کہ قربانی کے دن گزر گئے تو اگر غنی ہے تو اُس پر اس کی قیمت کا صدقہ واجب ہے خواہ اس نے قربانی کا جانور خرید لیا تھا یا نہ خریدا تھا اور اگر غریب ہے اور اس نے قربانی خرید لی تھی تو اُس خریدے ہوئے جانور کا صدقہ واجب ہے (تبیین الحقائق ص ۵ ج ۶)۔

۲۱۔جس شخص کو قربانی کی توفیق نہیں وہ قربانی کے دن بال اور ناخن ترشوائے اور مونچھیں کٹائے اور موئے زیرِ ناف مونڈھے تو اسے ان چیزوں کے کرنے سے قربانی کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔
(بہار شریعت ص ۱۲۱ ج ۱۵)

۲۲۔جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ ذوالحجہ کی چاند رات سے قربانی ذبح کرنے تک نہ اپنے ناخن تراشے اور نہ بال کاٹے (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور)۔

قربانی کا وقت

(۱) قربانی کا پہلا وقت شہری کے حق میں نماز عید کے بعد اور دیہاتی کے حق میں دسویں ذوالحجہ کی فجر صادق کے بعد سے بارھویں تاریخ کے غروب آفتاب تک ہے (شرح وقایہ ص ۳۹ ج ۴)۔

(تنبیہ) بعض لوگ کہتے ہیں کہ بارھویں تاریخ زوال سے پہلے پہلے قربانی ہو سکتی ہے اور بعد میں نہیں یہ قول غلط ہے بلکہ بارھویں تاریخ کا پورا دن قربانی کر سکتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۲) قربانی دسویں ذوالحجہ کی رات میں یا بارھویں تاریخ گزرنے کے بعد آنے والی رات میں جائز نہیں (جوہرہ نیرہ ص ۲۸۳ ج ۴)۔

(۳) قربانی کے دنوں کی راتوں میں قربانی ذبح کرنا مکروہ تنزیہی ہے (درمختار)۔

(۴) قربانی کے لیے دیہاتی کے حق میں مستحب وقت سورج کے طلوع کا مابعد ہے اور شہری کے حق میں نماز عید کا مابعد (عالمگیری ص ۲۹۵ ج ۵)۔

(۵) اگر شہری نے امام کے نماز پڑھانے کے بعد خطبہ سے پہلے قربانی ذبح کی تو جائز ہے۔
(عالمگیری ص ۲۹۵ ج ۵)۔

(۶) اگر پہلے دن شہریوں نے عذر سے یا بغیر عذر کے نماز عید نہیں پڑھی تو اس دن بعد زوال اور اگلے دنوں میں نماز عید سے پہلے قربانی جائز ہے (عالمگیری حوالہ مذکورہ بالا)۔

(۷) اگر شہری نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کرنا چاہے تو اُسے قربانی ایسی جگہ بھیج دینی چاہیے جہاں نماز عید نہیں پڑھی جاتی پھر ذبح کر کے اس کا گوشت شہر میں لے آئے۔ (تبیین الحقائق ص ۶ ج ۴)۔

(۸) جن بڑے دیہاتوں میں نماز عید پڑھی جاتی ہے وہاں نماز عید کے بعد قربانی کی جائے واللہ اعلم۔

(۹) اگر محلہ کی مسجد والوں نے نماز عید پڑھ لی مگر عید گاہ والوں نے نہیں پڑھی تو قربانی ذبح کر سکتے ہیں اور یونہی اس کے عکس میں بھی جائز ہے (تبیین الحقائق ص ۴ ج ۶)۔

قربانی کی عمر

(۱) اونٹ اونٹنی، گائے، بیل، بھینس بھینسا، بکری، بکرا، بھیڑ، مینڈھا، دنبہ اور چھترا کی قربانی ہوسکتی ہے۔ اونٹ کم از کم پانچ برس کا گائے بھینس دو برس کی اور بھیڑ بکری کم از کم ایک سال کی ہونی چاہیے۔ البتہ بھیڑ کا چھ ماہی بچہ جب اتنا موٹا تازہ ہو کہ وہ سال بھر کا نظر آتا ہو تو اس کی قربانی بھی جائز ہے البتہ اگر یہ بھی پورے سال کا ہو تو بہتر ہے۔ واللہ اعلم۔

(۲) مذہب احناف میں قربانی کا بکرا سال کا ہونا ضروری ہے اس کا دوندا (دو دانتوں والا) ہونا شرط نہیں۔ بکری کا بھی یہی حکم ہے۔ (اشتہار فضائل و مسائل عید قربان از لد ھے والا وڑائچ گوجرانوالہ)۔

(۳) جانور بیچنے والا کہہ رہا ہے کہ مینڈھا سال بھر کا ہے اور ظاہری حالات بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں تو اس کی بات کا اعتبار کرنا جائز ہے کیونکہ مسلمان کے ظاہر حال سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ سچا ہے۔ (ماہنامہ انوار الفرید جولائی ۱۹۸۹ء)۔

(۴) خصی بکرے جو بڑی تیزی سے بڑھتے ہیں اور بڑی جلدی سے فربہ و تر و تازہ ہو جاتے ہیں ان کی قربانی کے لیے وہی شرط ہے کہ وہ سال بھر کے ہو جائیں بیچنے والے ایسے جانوروں کی عمر پوری بھی بتا دیا کرتے ہیں لہذا جب تک عمر کا اطمینان نہ ہو جائے اس کی قربانی نہ کریں (سنت ابراہیمی ص ۱۵)۔

(۵) سال بھر کا مینڈھا جب عیوب سے خالی ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اگرچہ وہ پست قد کم گوشت والا ہو جیسے کہ سندھی قسم کا بکرا (شلبیہ علی التبیین ص ۷۔)

(۶) ایام قربانی میں قربانی کی نیت سے مرغ ذبح کرنا مکروہ ہے (حاشیہ کنز للشیخ مصطفےٰ ص ۲۰۵ ج ۲)۔

عیب دار جانور کی قربانی

قربانی کے جانور کو عیب سے خالی ہونا چاہیے اور تھوڑا سا عیب ہو تو قربانی ہو جائے گی۔ مگر مکروہ ہو گی اور زیادہ عیب ہو تو ہو گی ہی نہیں۔

۱۔ جس جانور کے سینگ تھے مگر ٹوٹ گئے اور مینگ تک ٹوٹے ہوں تو اس کی قربانی ناجائز ہے اور اس سے کم ٹوٹے ہوں تو جائز ہے یہی حکم ایک سینگ کے ٹوٹنے کے بارہ میں بھی ہے۔ البتہ جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں اس کی قربانی جائز ہے (بہار شریعت)۔

۲۔ جس جانور میں جنون (پاگل پن) ہے اور اس حد کا ہے کہ وہ جانور چرتا بھی نہیں ہے تو اس کی قربانی ناجائز ہے (بہار شریعت)۔

۳۔ اندھے جانور کی قربانی ناجائز ہے اور کانے جانور کی قربانی بھی ناجائز ہے جبکہ اُس کا کانا پن ظاہر ہو، ہاں بھینگے جانور کی قربانی جائز ہے اور جس جانور کی نظر تہائی سے زیادہ جاتی رہی ہو اس کی قربانی ناجائز ہے (بہار شریعت)۔

۴۔ جس جانور کے کان تہائی سے زیادہ کٹے ہوں یا جس کا ایک کان تہائی سے زیادہ کٹا ہو۔ یا جس کے پیدائشی کان نہ ہوں یا ایک کان نہ ہو اس کی قربانی ناجائز ہے۔ ہاں جس کے کان چھوٹے ہوں اس کی قربانی جائز ہے (بہار شریعت)۔

۵۔ جس جانور کے کان لمبائی میں شق کر دیئے گئے ہوں یا جس کے کانوں میں سوراخ ہو یا جس کے کان کا بالائی حصہ تھوڑا سا کاٹ دیا گیا ہو اُس کی قربانی جائز ہے۔
(سنت ابراہیمی مولانا مفتی محمد خلیل برکاتی ص ۱۷)۔

۶۔ جس جانور کی ناک کٹی ہو اس کی قربانی ناجائز ہے (بہار شریعت)۔

۷۔ جس کے دانت نہ ہوں کہ جگالی کر سکے اس کی قربانی ناجائز ہے (سنت ابراہیمی ص ۱۶) اور جس کے اکثر دانت گر گئے ہوں اس کی قربانی بھی ناجائز ہے (ضیائے حرم اگست ۸۵)۔

۸۔ ایسی گائے بھینس یا اُس کا ہم جنس جانور جس کی زبان نہ ہو اس کی قربانی ناجائز ہے۔ البتہ ایسی بکری وغیرہ کی قربانی جائز ہے اس لیے کہ بکری دانتوں سے چارہ لیتی ہے اور گائے وغیرہ زبان سے۔

(سنت ابراہیمی ص ۱۶)۔

۹۔ جلالہ جانور جو صرف غلاظت کھاتا ہے اور اُسے پہلے سے مقید (بند) نہ کیا گیا ہو اس کی قربانی ناجائز ہے (سنتِ ابراہیمی ص ۱۶)۔

۱۰۔ جس جانور کا دُم یا چکی کٹے ہوں یعنی تہائی سے زیادہ کٹے ہوں اُن کی قربانی ناجائز ہے اور اگر تہائی یا اس سے کم کٹی ہو تو جائز ہے (بہار شریعت)۔

۱۱۔ لنگڑا جانور جو قربان گاہ تک اپنے پاؤں سے نہ جاسکے اس کی قربانی ناجائز ہے یونہی جس جانور کا ایک پاؤں کاٹ لیا گیا ہو اُس کی قربانی ناجائز ہے۔ (بہار شریعت)۔

۱۲۔ قربانی کا جانور جو تین پاؤں سے چلتا ہو اور چوتھا پاؤں زمین پر رکھ نہ سکتا ہو۔ یا وہ چوتھا پاؤں رکھ تو سکتا ہو مگر اُس کے ساتھ چل نہ سکتا ہو اُس کی قربانی ناجائز ہے اور اگر وہ گھسیٹ کر چل سکتا ہو یا اُس سے سہارا لے کر چلتا ہو تو جائز ہے (ضیائے حرم اگست ۸۵ء)۔

۱۳۔ خصی یعنی جس کے خصیے نکال دیئے گئے ہوں یا مجبوب یعنی جس کے خصیے اور عضو تناسل سب کاٹ لیے گئے ہوں ان کی قربانی جائز ہے۔ اتنا بوڑھا جانور کہ بچہ کے قابل نہ رہا ہو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ (بہار شریعت)

۱۴۔ خنثیٰ جانور یعنی جس میں نر اور مادہ دونوں کی علامتیں پائی جاتی ہوں اس کی قربانی ناجائز ہے۔ (بہار شریعت)۔

۱۵۔ جس بکری کا ایک تھن یا جس گائے بھینس کے دو تھن نہ ہوں یا علاج سے خشک یعنی ناکارہ کر دیئے گئے ہوں کہ اُن میں دودھ نہ اُتر سکے اُس کی قربانی ناجائز ہے (ضیائے حرم ذوالحجہ ۱۴۰۵ھ)۔

۱۶۔ اگر کسی نے حاملہ جانور کی قربانی کر دی تو ادا ہو گئی البتہ علم ہوتے ہوئے ایسا کرنا درست نہیں۔ (اشتہار فضائل و مسائل عید قربان)۔

۱۷۔ داغا ہوا جانور یا جس کے دودھ نہ اُترتا ہو ان کی قربانی جائز ہے اور خارشی جانور کی قربانی بھی جائز ہے جبکہ فربہ ہو اور اتنا لاغر ہو کہ ہڈی میں مغز نہ رہا ہو تو اس کی قربانی ناجائز ہے (بہار شریعت)۔

۱۸۔ بیمار جانور جس کی بیماری ظاہر ہو اس کی قربانی ناجائز ہے (سنت ابراہیمی)۔

۱۹۔ وحشی جانور سے مل کر بچہ پیدا ہوا مثلاً ہرن اور بکری سے تو اس میں ماں کا اعتبار ہے یعنی اس بچہ کی ماں

بکری ہے تو جائز ہے اور بکرے اور ہرنی سے پیدا ہوا ہو تو ناجائز ہے۔ (بہار شریعت)۔

۲۰۔ بھیڑ یا دُنبہ کی اون کاٹ لی گئی ہو تو اس کی قربانی جائز ہے (بہار شریعت)۔

قربانی میں شرکت

گائے بھینس اونٹ کی قربانی میں سات صحیح العقیدہ مسلمان شامل ہو سکتے ہیں جبکہ سب کی نیت تقرب الی اللہ ہو اور کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اگر ان ساتوں میں سے کوئی گوشت کھانے کی نیت سے شامل ہوا یا ان میں سے کوئی بد مذہب شریک ہو یا اس کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہے تو پھر کسی کی قربانی ادا نہ ہو گی (فضائل و مسائل عید قربان)۔

۲۔ قربانی اور عقیقہ کی شرکت ہو سکتی ہے کہ عقیقہ بھی تقرب کی ایک صورت ہے۔
(بہار شریعت ص ۱۴۲ حصہ پانزدہم)۔

۳۔ اگر قربانی میں ساتھ آدمی شریک ہوں تو تول کر گوشت کے سات حصے کیے جائیں محض اندازہ سے تقسیم نہ کیا جائے پھر ہر آدمی اپنے حصے کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ گھر میں رکھ لے ایک حصہ رشتہ داروں اور عزیزوں کو دے اور ایک حصہ غرباء و محتاج لوگوں میں تقسیم کر دے سارا گوشت گھر میں بھی رکھا جا سکتا ہے اور غریب لوگوں کو بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے لیکن یہی بہتر ہے کہ اس کے تین حصے کیے جائیں۔
(ماہنامہ ضیائے حرم ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ)۔

قربانی کی کھال

(۱) قربانی کا چمڑا یا گوشت یا اس میں سے کوئی اور چیز قصاب یا ذبح کرنے والے کو اجرت میں نہیں دے سکتا کہ اس کو اجرت میں دینا بھی بیچنے ہی کے معنی میں ہے (بہار شریعت ۱۴۵ ج ۱۵)۔

(۲) اگر کھال قصاب وغیرہ کو اجرت میں نہیں دیتا بلکہ جیسے دوسرے مسلمانوں کو دیتا ہے اس طرح دے دیتا ہے اور اجرت اپنے پاس سے دوسری چیز دیتا ہے تو جائز ہے۔ (سنت ابراہیمی ص ۱۹)۔

(۳) قربانی کی کھال کی جائے نماز یا چمڑے کا ڈول بنوانا جائز ہے اسے ذاتی استعمال میں لا سکتا ہے لیکن اگر اس کو فروخت کیا تو اس کی قیمت اپنے خرچ میں لانا جائز نہیں بلکہ اس کا صدقہ واجب ہے، یتیم فقیر، مسکین بیوہ اور دینی مدارس کے نادار اور غریب طلباء ان کھالوں کا بہترین مصرف ہیں۔

(ماہنامہ ضیائے حرم ذی قعدہ ۱۴۱۳ھ)

(۴) قربانی کی کھال کو فروخت کر کے اس کی قیمت اپنے ذاتی مصرف میں نہیں لاسکتا البتہ رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کرسکتا ہے۔ (ماہنامہ ضیائے حرم اگست ۱۹۸۵ء)۔

(۵) قربانی کا چمڑا اپنے کام میں لاسکتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی نیک کام کے لیے دے دے مثلاً مسجد یا دینی مدرسہ کو دے دے یا کسی فقیر کو دے دے بعض جگہ یہ چمڑا امام مسجد کو دیا جاتا ہے اگر امام کی تنخواہ میں نہ دیا جاتا ہو بلکہ اعانت کے طور پر ہو تو حرج نہیں (بہار شریعت ص ۱۵۱ ج ۱۵)۔

(۶) قربانی کی کھال امام مسجد کو بطور اعانت دینا جائز ہے اگر چہ وہ غنی یا سیّد یا ہاشمی قریشی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) قربانی کا جو چمڑا مسجد میں دیا جائے اُسے اُس کے تعمیری کاموں میں صرف کر سکتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مسجد کی چٹائیاں لوٹے وغیرہ خریدے جائیں۔ واللہ اعلم۔

(۸) اگر کسی نے اپنی قربانی کی کھال اپنے صرف میں لانے کے لیے بیچا ہے تو اس کی رقم اس کے حق میں خبیث ہوگئی پھر وہ قیمت نہ مسجد میں دے نہ مدرسہ میں بلکہ فقراء پر تصدق کر دے۔

(فتاویٰ رضویہ بحوالہ سنتِ ابراہیمی ص ۱۸)۔

(۹) قربانی کا چمڑا اور اس کی جھول اور رسّی اور اُس کے گلے میں جو ہار ڈالا ہے ان سب چیزوں کو صدقہ کر دے (بہار شریعت ص ۱۴۴ ص ۱۵)۔

(۱۰) جانور دودھ والا ہے تو اس کے تھن پر ٹھنڈا پانی چھڑکے کہ دودھ خشک ہو جائے اور اگر اس سے کام نہ چلے تو جانور کو دوھ کر دودھ صدقہ کر دے (بہار شریعت ص ۱۴۵ ج ۱۵) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۲ ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پینتیسواں مقالہ

مسائل عقیقہ کا مختصر بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد و آلہٖ و اصحابہ اجمعین امّا بعد۔صوفی جان محمد ساکن موضع سائیلہ تحصیل سہنسہ آزاد کشمیر کی فرمائش پر یہ مختصر رسالہ "مسائل عقیقہ کا مختصر بیان" لکھنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔رب کریم جل شانہٗ اس دینی خدمت کو شرف مقبولیت بخشے۔آمین۔

عقیقہ کا مفہوم

لغتِ عرب میں عقیقہ ان بالوں کو کہتے ہیں جو بوقت پیدائش بچہ کے سر پر ہوتے ہیں اور عقیقہ عق سے ماخوذ ہے اور عق کا معنی ہے کاٹنا۔ چونکہ یہ بال کاٹ دیئے جاتے ہیں۔اس لیے انہیں عقیقہ کہا جاتا ہے اور اصطلاح شرع شریف میں عقیقہ وہ جانور ہے جسے بچے کی پیدائش کے شکرانہ میں ذبح کیا جاتا ہے۔واللہ اعلم۔

عقیقہ کی ترغیب میں حدیثیں

کتب احادیث میں متعدد ایسی روایات موجود ہیں جو عقیقہ کی ترغیب دلاتی ہیں سو اُن میں سے بعض کو یہاں تبرکاً نقل کیا جاتا ہے۔وباللہ التوفیق۔

۱۔بنی ضمرہ کے ایک شخص اپنے باپ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا" میں عقوق کو پسند نہیں کرتا" روای کہتے ہیں گویا آپ نے یہ نام ناپسند فرمایا اور فرمایا۔جس شخص کے ہاں بچہ پیدا ہو پھر وہ اپنے بچے کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو وہ یہ کام کرے یعنی قربانی کرے۔(موطاً امام محمد ص ۲۸۰)

۲۔اور حضرت ام کرز رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" بچے کی طرف سے دو مشابہ بکریاں ہیں اور بچی کی طرف سے ایک" (جامع صغیر للسیوطی ص ۶۷ ج ۲)۔

۳۔اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" بچے کی طرف سے دو عقیقے ہیں اور بچی کی طرف سے ایک عقیقہ" (جامع صغیر ص ۶۷ ج ۲)

۴۔اور حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" بچے کی طرف سے دو بکریاں ہیں اور بچی کی طرف سے ایک۔تمہیں یہ بات کوئی نقصان نہ دے

گی کہ عقیقہ کا جانور نر ہو یا مادہ" (جامع صغیر ص ۶۷ ج ۲)۔
۵۔اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم بچے کی طرف سے دو بکریوں کا اور بچی کی طرف سے ایک بکری کا عقیقہ کریں" (سنن ابنِ ماجہ ص ۲۲۸ ج ۲)۔
۶۔اور حضرت شعیب ابن عمرو اپنے دادا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا "اللہ عزوجل عقوق کو پسند نہیں کرتا" راوی کہتا ہے گویا آپ نے عقیقہ کا نام پسند نہ فرمایا پھر اس سائل نے یہ عرض کیا یا رسول اللہ اس بارہ میں کیا حکم ہے کہ ہم میں سے کسی شخص کے گھر میں بچہ پیدا ہو تو وہ جانور ذبح کرے؟ فرمایا "جو اپنی اولاد کی طرف سے قربانی دینا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے بچے کی طرف سے دو مشابہ بکریاں اور بچی کی طرف سے ایک بکری کی قربانی دے" (نسائی شریف ص ۱۸۷ ج ۲)
۷۔اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن و حسین کا عقیقہ دو دو دُنبوں سے کیا۔ (نسائی ص ۱۸۸ ج ۲)
۸۔اور حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بلاشبہ لڑکے کے ہمراہ عقیقہ ہے۔ اس کی طرف سے خون بہا یعنی قربانی دو اور اس سے اذیت دور کرو یعنی اس کا سر منڈواؤ" (سنن ابنِ ماجہ ص ۲۲۸ ج ۲)۔
۹۔اور حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ہر بچہ اپنے عقیقہ میں گروی ہوتا ہے تو اس کی طرف سے عقیقہ ساتویں دن ذبح کیا جائے اور اس کا سر مونڈا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔ (سنن ابنِ ماجہ ص ۲۲۷ ج ۲)۔
(تنبیہ) عقیقہ میں گروی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پورا نفع حاصل نہیں ہوگا جب تک عقیقہ نہ کیا جائے اور بعض نے کہا کہ بچہ کی سلامتی اور اس کی نشو و نما اور اس میں اچھے اوصاف پیدا ہونا عقیقہ کے ساتھ وابستہ ہیں" (بہار شریعت ص ۱۵۲ ج ۱۵)۔
۱۰۔اور حضرت یزید بن عبدالمزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بچے کی طرف سے عقیقہ کیا جائے اور اس کے سر پر عقیقہ کا خون نہ ملا جائے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۲۸ ج ۲) ۱۱۔اور حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں جب ہم میں کسی شخص کے

بچہ پیدا ہوتا تو وہ بکری ذبح کرتا تھا اور اس کا خون بچے کے سر پر پوت دیتا تھا۔ اب جبکہ اسلام آیا تو ہم ساتویں دن بکری ذبح کرتے ہیں اور بچہ کا سر منڈاتے ہیں اور اس کے سر پر زعفران لگا دیتے ہیں"۔

(سنن ابن داؤد ص ۳۶ ج ۲)۔

۱۲۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کی۔ اور فرمایا "اے فاطمہ اس کا سر منڈوا دو اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرو" ہم نے بالوں کا وزن کیا تو وہ ایک درہم یا کچھ کم وزن کے تھے" (سنن ترمذی ص ۲۱۸ ج ۱)۔

۱۳۔ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین کے عقیقہ میں ایک ایک بکری اور دوسری روایت میں ہے دو دو بکریاں ذبح کیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۸۵ ج ۲)۔

۱۴۔ اور حضرت نافع رحمۃ اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اُن کے گھر والوں میں سے جو کوئی عقیقہ مانگتا۔ آپ اسے عقیقہ کا ایک جانور عنایت فرماتے اور وہ خود اپنی اولاد میں سے ہر ایک کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح فرماتے تھے خواہ بچہ ہو یا بچی۔ (موطائے امام مالک ص ۱۸۴)۔

۱۵۔ اور حضرت ابراہیم بن حارث تیمی کے بیٹے محمد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ عقیقہ مستحب ہے اگرچہ ایک چڑیا کے ذریعہ سے ہو۔ (موطائے امام مالک ص ۱۸۶)

تنبیہ۔ عقیقہ ایک بکری سے کم جانور کا درست نہیں۔ چڑیا کا لفظ بطور مبالغہ استعمال کیا گیا ہے۔

(ترجمہ موطأ امام مالک از مولوی وحید الزمان ص ۶۵۸)

۱۶۔ اور حضرت ہشام بن عروہ اپنے والد حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں میں سے ہر ایک کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح کیا کرتے تھے۔

(موطائے امام مالک ص ۱۸۶)۔

عقیقہ کی شرعی حیثیت

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ کی بناء پر عقیقہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سنت ہے اور امام احمد بن حنبل کی ایک

روایت میں واجب ہے۔ اکثر حدیثیں اس کے سنت ہونے پر دلالت کرتی ہیں مگر ہم احناف کے نزدیک سنت (موکدہ) نہیں۔ امام محمد اپنی موطا میں فرماتے ہیں کہ ہم تک اس طرح خبر پہنچی ہے کہ عقیقہ جاہلیت کی رسوم میں سے ایک رسم تھا پھر ابتدائے اسلام میں بھی اس پر عمل ہوتا رہا۔ پھر قربانی کے وجوب سے یہ منسوخ ہو گیا" (اشعۃ اللمعات ص ۲۸۰ ج ۳)

اور فقہ حنفی کی مشہور و معتبر کتاب فتاویٰ عالمگیری میں ہے "عقیقہ بچے اور بچی دونوں کی طرف سے ہے اور وہ ایک بکری ہے جو ولادت کے ساتویں دن ذبح کی جاتی ہے لوگوں کی مہمان نوازی اور بچے کے سر کے بال مونڈنا مباح ہے نہ کہ سنت یا واجب اسی طرح امام کردری کی کتاب وجیز میں مذکور ہوا۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے عقیقہ کے بارہ میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ جو شخص چاہے وہ کرے اور جو نہ چاہے وہ نہ کرے اور یہ قول عقیقہ کے مباح ہونے پر دلالت کرتا ہے اور سنت ہونے سے روکتا ہے اور کتاب جامع صغیر میں امام محمد نے ذکر کیا ہے کہ بچے کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے اور نہ ہی بچی کی طرف سے اور یہ قول عقیقہ کی کراہت کی طرف اشارہ کرتا ہے جیسا کہ امام کاشانی نے کتاب بدائع الصنائع کی کتاب الاضحیۃ میں ذکر کیا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۳۶۲ ج ۵)

اور امام صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں " حنفیہ کے نزدیک عقیقہ مباح و مستحب ہے اور یہ جو بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ عقیقہ سنت نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ عقیقہ سنت موکدہ نہیں ورنہ جب آنحضرت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے اس کا ثبوت موجود ہے تو مطلقاً اس کے سنت ہونے سے انکار صحیح نہیں اور بعض کتابوں میں جو یہ آیا ہے کہ عقیقہ قربانی سے منسوخ ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عقیقہ کا وجوب منسوخ ہو گیا جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ زکوٰۃ نے حقوق مالیہ کو منسوخ کر دیا یعنی ان کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ (بہار شریعت ص ۱۵۳ ج ۱۵)۔

عقیقہ کے ضروری مسائل

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں جو شرطیں اور احکام قربانی میں معتبر ہیں وہی عقیقہ میں بھی معتبر ہیں (اشعۃ اللمعات ص ۲۸۰ ب ج ۳)۔

۲۔ عقیقہ کے لیے ساتواں دن بہتر ہے اور اگر ساتویں دن نہ دے سکیں تو جب چاہیں کر سکتے ہیں۔ سنت ادا

ہو جائے گی اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ ساتویں یا چودھویں یا اکیسویں دن (یعنی ساتویں دن کا لحاظ رکھ کر) دیں تو بہتر ہے اور اگر پیدائش کی تاریخ یاد نہ رہے تو یہ کریں کہ جس دن بچہ پیدا ہوا اس دن کو یاد رکھیں۔ اس سے ایک دن پہلے والا دن جب بھی آئے گا وہ ساتواں دن ہی ہوگا مثلاً بچہ جمعہ کو پیدا ہوا ہو تو ساتواں دن جمعرات ہوگا۔ پہلی صورت میں جمعرات کو اور دوسری صورت میں جس جمعرات کے دن عقیقہ کرے گا اس میں ساتویں کا حساب ضرور آئے گا۔ (بہار شریعت ص ۱۵۴ ج ۱۵)۔

(تنبیہ) ساتویں دن کا لحاظ اس لیے ضروری ہے کہ بعض روایات میں ساتویں دن کا ذکر موجود ہے چنانچہ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں" جاننا چاہیے کہ احادیث کے حکم کے سبب سے عقیقہ غالباً ساتویں دن میں ہے اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اگر ساتویں دن عقیقہ نہ ہو سکے تو چودھویں دن میں کرے اور اگر چودھویں دن میں بھی میسر نہ ہو سکے تو اکیسویں دن میں کرے وعلی ھذا القیاس ساتویں دن کا لحاظ رکھا جائے اور امام احمد کی ایک روایت میں ہے کہ عقیقہ کا ایک بکرا پیدائش کے روز اور دوسرا ساتویں دن ذبح کیا جائے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور نبوت سے پہلے اپنا عقیقہ خود کیا کیونکہ یہ بات معلوم نہ ہوئی کہ ولادت کے روز آپ کا عقیقہ کیا گیا تھا یا نہیں۔ مگر اس حدیث کی سندوں میں ضعف موجود ہے اور یہ بعد سے بھی خالی نہیں۔ واللہ اعلم۔ (اشعۃ اللمعات ص ۴۸۴ ج ۳)۔

تنبیہ

میت کی وفات کے ساتویں دن جو صدقہ ایصال ثواب کے طور پر کرتے ہیں۔ اس کی اصل عقیقہ میں ساتویں دن کا لحاظ ہی ہے کہ بچے کا اس دن میں پیدا ہونا دار الآخرہ کی طرف میت کے منتقل ہونے کے مشابہ ہے و الحقیقہ لا یعلم الا اللہ و ھوا علم بالصواب۔

۳۔ بچے کے عقیقہ میں دو بکرے اور بچی کے عقیقہ میں ایک بکری دیں تو زیادہ مناسب ہے تاکہ بکرے کے جسم کے سارے اعضاء بچے کے جسم کے سارے اعضاء کا بدلہ بن جائیں اور بکری کے جسم کے سارے اعضاء بچی کے جسم کے سارے اعضاء کا عوض ہو جائیں اور اگر بچے کے عقیقہ میں ایک بکرا اور ایک بکری یا دو بکریاں اور بچی کے عقیقہ میں ایک بکرا دیں تو بھی حرج نہیں کیونکہ حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تمہیں یہ بات نقصان نہ دے گی کہ

عقیقہ کے جانور نر ہیں یا مادہ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۴۔ گائے کی قربانی میں بچے بچی کے عقیقہ کا حصہ رکھنا منظور ہو تو بچے کے لیے دو حصے اور بچی کے لیے ایک حصہ رکھیں۔ (بہار شریعت ص ۱۵۵ ج ۱۵)۔

۵۔ اگر تین بچوں اور ایک بچی یا دو بچوں اور تین بچیوں یا ایک بچہ اور پانچ بچیوں یا سات بچیوں کے عقیقہ کے لیے ایک گائے خریدیں پھر دو دو حصے بچوں کے اور ایک ایک حصہ بچیوں کا رکھیں تو سب کا عقیقہ ادا ہو جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۶۔ عقیقہ کے جانور میں وہی شرطیں ہونی ضروری ہیں جو قربانی کے جانور میں معتبر ہیں۔ یعنی بکری بکرا پورے ایک سال کے ہوں۔ گائے بھینس پورے دو سال کی ہوں اور اونٹ پورے پانچ سال کا ہو۔ درمختار میں ہے۔ "عقیقہ جامع المحبوبی کی روایت میں مباح اور شرح الطحاوی کی روایت میں مستحب ہے اور عقیقہ وہ بکری ہے جو قربانی کی صلاحیت رکھتی ہے اُسے بچے اور بچی کے لیے ذبح کیا جائے گا۔ چاہے اس کا گوشت کچا تقسیم کر دیا جائے یا پکا کر کھلا دیا جائے۔ خواہ نمکین پکائیں یا غیر نمکین اور چاہے اس کی ہڈی توڑی جائے یا نہ توڑی جائے اور خواہ دعوت کا انتظام کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ اسی طرح غرر الافکار میں مذکور ہے" (درمختار ص ۲۳۶ ج ۵)

۷۔ عقیقہ کا جانور اُن عیبوں سے خالی ہونا چاہیے جن سے قربانی کے جانور کا خالی ہونا شرط ہے۔ مثلاً اگر اس کا سینگ تھا اور مغز تک ٹوٹ گیا تو عقیقہ درست نہیں اور اس سے کم ٹوٹا ہے تو ہو جائے گا مگر اس میں کراہت ہے۔ مجنون جانور کہ جس نے چرنا چھوڑ دیا۔ بہت بوڑھا جانور بہت لاغر جانور جس کا دم یا کان یا چکتی تہائی سے زیادہ کٹی ہو۔ وہ جانور جو اپنے پاؤں سے چل کر ذبح گاہ تک نہ جا سکے اور ظاہر بیماری والا جانور یا جس کے تھن سوکھ گئے ہوں یا دانت گر گئے ہوں۔ ان سب کا عقیقہ درست نہیں واللہ اعلم۔

بعض لوگ دانتوں کے حساب سے عمر کا اندازہ کرتے ہیں اس بارہ میں یہ خیال رہے کہ اگر جانور اپنے گھر میں پیدا ہوا ہو اور اس کی عمر کا صحیح علم ہو تو پھر دانتوں کے نکلنے یا نہ نکلنے کا کوئی اعتبار نہ کریں بلکہ عمر پوری ہو جانا کافی ہے اور اگر جانور کسی دوسرے کے گھر کا ہے اور بیچنے والا کہتا ہے کہ اس کی عمر پوری ہے تو دانتوں کا اعتبار کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۹۔ عوام المسلمین کا طریقہ ہے کہ وہ عقیقہ کا جانور اپنے گھر کے اندر ذبح کر کے اس کا خون اور ہڈیاں جائے

ذبح میں دفن کر دیتے ہیں۔ایسا کرنا لازمی نہیں بلکہ کھلے صحن یا کھلے میدان میں بھی ذبح کر سکتے ہیں۔ہاں عوام کو ایسا کرنے سے منع نہیں کرنا چاہیے کہ آخر اس کام سے جب شرع نے منع نہیں کیا ہے تو ہم منع کرنے والے کون ہیں؟ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۰۔اگر بچہ کا والد اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو تو وہی ذبح کرے ورنہ اس کی اجازت سے دوسرا شخص بھی ذبح کرسکتا ہے۔واللہ اعلم۔

۱۱۔عموماً دستور ہے کہ عقیقہ کے جانور کے جسم پر بچی بچے کا ہاتھ پھیرتے ہیں پھر ذبح کرتے ہیں۔یہ بہتر ہے مگر ایسا کرنا ضروری بھی نہیں اور اس سے منع کی بھی حاجت نہیں۔واللہ اعلم بالصواب۔

۱۲۔عقیقہ کا جانور ذبح کرنے سے پہلے دُعا مانگی جائے اور درج ذیل دُعا پڑھی جائے۔

بچے کے عقیقہ کی دُعا

اللھم ھذہ عقیقة فلان بن فلان دمھا بدمه ولحمھا بلحمه و عظمھا بعظمه و جلدھا بجلدہٖ و شعر ھا بشعرہٖ اللھم لک و منک۔

بچی کے عقیقہ کی دُعا

اللھم ھذہٖ عقیقة فلانةٖ بنت فلان دمھا بدمھا ولحمھا بلحمھا و عظمھا بعظمھا و جلدھا بجلدھا و بشعرھا بشعرھا اللھم لک و منک.

پھر اس دُعا کے بعد یہ کلمات بھی پڑھیں۔ **انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفاً و ما انا من المشرکین انّ صلوتی و نسکی و محیای و مماتی لله رب العالمین لا شریک له و بذلک اُمرت و انا من المسلمین۔**

۱۳۔ذبح کے بعد عقیقہ کی مقبولیت اور بچے بچی کی درازی عمر اور اس کی سلامتی کی دُعا مانگیں۔

۱۴۔اگر عقیقہ کے وقت مندرجہ بالا دُعا نہ پڑھی جائے تو اس صورت میں بھی عقیقہ ہو جائے گا۔مگر اس دُعا کا پڑھنا بہتر ہے۔اس لیے مسائل عقیقہ کے متعلق صحیح علم رکھنے والے شخص کی موجودگی میں عقیقہ کا جانور ذبح کرنا چاہیے۔واللہ اعلم۔

۱۵۔دستور ہے کہ امام مسجد صاحب چھری پر آیت قربانی پڑھ کر دم کرتے ہیں پھر اس سے جانور ذبح کیا جاتا

ہے۔ مگر اس صورت میں یہ ضروری ہے کہ خود ذبح کرنے والا بھی ذبح کی تکبیر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھے اور چھری پر دم شدہ تکبیر کو کافی نہ سمجھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۶۔ بہتر یہ ہے کہ جانور ذبح کرنے سے پہلے اور ذبح کے بعد اور گوشت تیار ہونے کے بعد دُعا مانگی جائے کہ تکثیرِ دُعا شارع شریف کو محبوب ہے۔

۱۷۔ بہتر یہ ہے کہ عقیقہ کے جانور کی ہڈیاں نہ توڑی جائیں۔ بلکہ اُن سے گوشت اُتار لیا جائے۔ یہ بچہ کی نیک فال ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۸۔ اگر کسی شخص کا عقیقہ اُس کے والدین نے نہ کیا ہو اور وہ خود اپنا عقیقہ کرنا چاہے تو اس کی اُسے اجازت ہے کیونکہ بعض روایات میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہورِ نبوت کے بعد اپنا عقیقہ خود کیا۔ (اشعتہ اللمعات ص ۴۸۴ ج ۳)

۱۹۔ بہتر یہ ہے کہ بچے کے عقیقہ کے دونوں بکرے ساتویں دن ذبح کیے جائیں کیونکہ بعض روایات میں جو مکافتان کا لفظ آیا ہے اس کی تفسیر میں بعض علما نے فرمایا۔ دونوں کو ایک دن میں ذبح کیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۲۰۔ اگر ایک بکرا ساتویں دن ذبح کریں اور دوسرا چودھویں دن تو اس میں بھی مضائقہ نہیں کہ اس سے دو دن گوشت کھانے کا موقع میسر ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۲۱۔ اگر بچے کے عقیقہ میں دو بکرے میسر نہ ہوں تو ایک ہی بکرا ذبح کر دیں کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور پرُنور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے عقیقہ میں ایک ایک دُنبہ ذبح فرمایا شیخ عبدالحق لکھتے ہیں۔ "امام ابوداؤد نے بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے عقیقہ میں ایک ایک دُنبہ ذبح فرمایا جیسا کہ آئندہ حدیث میں آ رہا ہے۔ اور امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دو دو دُنبے ذبح کرنے کو روایت کیا۔ کتاب سفر السعادات میں فرمایا کہ ایک بکری کی حدیث صحیح ہے لیکن بچے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کرنے کی حدیث زیادہ قوی اور زیادہ صحیح ہے کیونکہ اسے صحابہ کی جماعت نے روایت کیا ہے۔" (اشعتہ اللمعات ص ۴۸۳ ج ۳)

۲۲۔ اگر بچے کے عقیقہ کا ایک بکرا ولادت کے دن اور دوسرا ساتویں دن ذبح کریں تو اس میں بھی کوئی

مضائقہ نہیں اور یہ امام احمد بن حنبل کی ایک روایت بھی ہے۔ (اشعتہ اللمعات ص ۴۸۴)

۲۳۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ بچے کے عقیقہ کے دونوں بکرے اُس کے والدین کی طرف سے ہُوں بلکہ اگر دونوں بکرے بچے کے دوسرے رشتہ داروں کے ہُوں یا ایک بکرا والدین کا اور دوسرا کسی دوسرے رشتہ دار کا ہو تو اس میں حرج نہیں بعض روایات میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے عقیقہ میں ایک دُنبہ ذبح فرمایا اس کی شرح میں شارحین فرماتے ہیں کہ یہ احتمال موجود ہے کہ ان کے عقیقہ میں دو دو دُنبے ذبح کیے گئے ہوں۔ ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور دوسرا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی جانب سے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۲۴۔ بعض لوگ فوت شدہ بچی بچے کا عقیقہ کرتے ہیں اور اس کا نام شقیقہ رکھتے ہیں۔ یہ بھی شرعاً جائز ہے۔ مگر شقیقہ نام کی کوئی اصل نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۲۵۔ عقیقہ کا گوشت فقراء اور عزیز و اقارب دوست و احباب میں کچا تقسیم کر دیا جائے جس طرح قربانی کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے یا پکا کر اُن کو بطور ضیافت کھلایا جائے ہر طرح جائز ہے۔ واللہ اعلم۔

۲۶۔ عقیقہ کا گوشت نمکین پکائیں یا میٹھا ہر طرح جائز ہے مگر میٹھا پکانے میں بچہ کی نیک فالی ہے۔

۲۷۔ بعض علماء کا قول یہ ہے کہ سری پائے حجام کو اور ایک ران دائی کو دیں باقی گوشت کے تین حصے کریں۔ ایک حصہ فقراء کو ایک احباب کو اور ایک گھر والوں کو دیں۔

(بہار شریعت ص ۱۵۵ ج ۱۵)

۲۸۔ عوام میں یہ جو مشہور ہے کہ عقیقہ کا گوشت بچہ کے ماں باپ دادا دادی اور نانا نانی نہ کھائیں۔ یہ غلط ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ (بہار شریعت ص ۱۵۵ ج ۱۵)۔ اور امام مالک فرماتے ہیں و یا کل اھلھا من لحمھا و یتصدقون منھا عقیقہ والے لوگ اُس کا بعض گوشت کھائیں اور بعض کا صدقہ کریں۔

۲۹۔ عقیقہ کی کھال چمڑے کا وہی حکم ہے جو قربانی کے کھال چمڑے کا ہے یعنی اپنے صرف میں لا سکتے ہیں اور مساکین پر صدقہ بھی کر سکتے ہیں اور کسی نیک کام مسجد یا مدرسہ میں بھی صرف کر سکتے ہیں۔

(بہار شریعت ص ۱۵۵ ج ۱۵)۔

واللہ تعالیٰ اعلم الصواب۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چھتیسواں مقالہ

شوال کے چھ روزوں کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

الحمدللہ ربّ العلمین و الصلوٰۃ والسلام علی رسولہٖ الکریم و علیٰ الہٖ و اصحابہٖ اجمعین امّا بعد: رمضان المبارک اور عید الفطر گزرنے کے بعد مسلمان ماہ شوال المکرم کے چھ دنوں کے روزے رکھ کر چھوٹی عید کرتے ہیں۔ اس مختصر رسالہ میں انہی دنوں کے روزوں کی فضیلت و حکم بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف مقبولیت بخشے اور ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

عید کی وجہِ تسمیہ

عید کو عید کہنے کی چند وجہیں ہیں۔ ان میں ایک وجہ یہ ہے کہ یکم شوال (عید الفطر کے دن) ایمان والے لوگ اللہ کا فرض یعنی رمضان المبارک کے فرض روزے رکھنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت یعنی شوال کے چھ روزے رکھنے کی تیاری کی طرف عود کرتے ہیں۔ اور دس ذوالحجہ (عید البقر کے دن) اللہ کا فرض یعنی حج ادا کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت یعنی مدینہ منورہ میں جا کر آپ کے روضۂ اقدس کی زیارت کرنے کی تیاری کی طرف عود کرتے ہیں۔ اس لیے یہ دو دن عید کہلاتے ہیں۔
(مکاشفۃ القلوب مؤلفہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۳۰۶)

شوال کے چھ روزوں کی حکمت

رمضان المبارک کے مہینے کے روزے فرض ہوتے ہیں۔ اس فرض کی ادائیگی میں کمی بیشی کا وقوع ممکن ہے۔ اس کے روزوں کا نقصان دور کرنے کے لیے شوال کے چھ روزے مستحب کیے گئے ہیں۔ حاکم کتاب الکنیٰ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اول ما افترض اللہ تعالیٰ علیٰ امتی الصلوات الخمس واول مایرفع من اعمالھم الصلوٰت الخمس واول ما یسئلون عن الصلوٰت الخمس فمن کان ضیع شیئاً منھا یقول اللہ تبارک وتعالیٰ فانظر واھل تجدون لعبدی نافلۃ من صلاۃ تتمون بھا ما نقص من الفریضۃ وانظروا فی صیام عبدی شھر رمضان فان کان ضیع شیئاً منھا یقول اللہ تبارک و تعالیٰ فانظر واھل تجدون لعبدی نافلۃ من الصیام وانظروا

فی زکاۃ عبدی فان کان ضیع منہا شیئاً فانظر و اھل تجدون لعبدی نافلۃ من صدقۃ تتمون بہا ما نقص من الزکاۃ فیؤ خذ ذلک علی فرائض اللہ و ذلک برحمۃ اللہ و عدلہ فان وجدفضلاً وضع فی میزانہ وقیل لہ ادخل الجنۃ مسروراً وان لم یوجدلہٗ شئی من ذلک امرت بہ الزبانیۃ فاخذوا بیدہ و رجلیہ ثم قذف بہ فی النار۔ اللہ تعالیٰ نے میری امت پر سب سے پہلے پانچ نمازیں فرض کیں اوران کے نیک اعمال میں سے جو چیز سب سے پہلے اٹھائی جائے گی وہ پانچ نمازیں ہیں اوران کے اعمال میں سے جس چیز کے بارہ میں سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ پانچ نمازیں ہیں۔ سو جو شخص ان (پانچ نمازوں) میں سے کچھ ضائع کرے گا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا دیکھو کیا تمہیں میرے اس بندے کی کوئی نفلی نماز ملتی ہے۔ جس سے تم اس کے فرضوں کی کمی کو پورا کرواور میرے اس بندے کے رمضان کے مہینے کے روزوں کو دیکھو پھر اگر اس نے ان میں سے کچھ ضائع کیا ہوگا تو (اللہ تعالیٰ فرمائے گا) دیکھو کیا تم میرے اس بندے کے پاس نفل روزے پاتے ہو جن سے اس کے فرضوں کی کمی کو تم پورا کرو۔ اور میرے اس بندے کی زکاۃ کو دیکھو پھر اگر اس نے زکوۃ کی ادائیگی میں کچھ کمی کی ہوگی تو (اللہ تعالیٰ فرمائے گا) دیکھو کیا تم میرے اس بندے کے پاس نفل صدقہ پاتے ہو جس سے تم اس کی زکاۃ کی کمی کو پورا کرو سو نفلی عبادتیں فرض عبادتوں کے عوض لی جائیں گے۔ اور یہ حکم اللہ تعالیٰ کی رحمت اوراس کے عدل کی بناء پر ہوگا۔ پھر اگر نفل عبادتیں پائی جائیں گی تو انہیں میزان میں رکھا جائے گا۔ اوراس بندے کو کہا جائے گا کہ جنت میں ہشاش بشاش ہوکر داخل ہو جا اور اگر نفل عبادتیں نہ پائی جائیں گے تو دوزخ کے داروغوں کو حکم دیا جائے گا تو وہ اس بندے کو اس کے ہاتھ اور دونوں پاؤں سے پکڑیں گے پھر اسے دوزخ میں پھینک دیں گے۔ (جامع صغیر جلد اول ص ۱۱۳ وحسنہٗ)

اعاذنا اللہ تعالیٰ من عذابہ یوم القیامۃ آمین بفضلہ العظیم ومنہ العمیم ورسولہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

اورامام احمد وابوداؤد وابن ماجہ وحاکم تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا۔ اول ما یحاسب بہ العبد یوم القیامۃ صلاتہ فان کان اتمہا کتبت لہ تامۃً وان لم یکن اتمہا قال اللہ لملائکتہ انظر واھل تجدون لعبدی من تطوع فتکملون بہا فریضۃ ثم الزکاۃ کذلک ثم تؤخذ الاعمال علی حسب ذلک۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندے سے سب سے پہلے اس کی نماز کا حساب لے گا۔ سو اگر وہ نماز پوری طرح ادا کرے تو وہ پوری لکھی جائے گی اور اگر وہ اسے پورا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرمائے گا کہ دیکھو کیا میرے اس بندے کے پاس تمہیں کوئی نفل نماز ملتی ہے۔ تو تم اس کے سبب سے اس کے فرضوں کی کمی کو پورا کرو۔ پھر زکوٰۃ کا حساب اسی طرح لیا جائے گا پھر باقی (سب) اعمال کا حساب اسی طرح لیا جائے گا۔ (جامع صغیر جلد اول ص ۱۱۳ وصحہٗ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان اول ما یحاسب به العبد یوم القیامة من عمله صلاتهٗ فان صلحت فقد افلح وانجح وان فسدت فقد خاب و خسر فان انتقص من فریضته شئی قال الرب تبارک و تعالیٰ انظروا هل لعبدی من تطوع فیکمل بها ما انتقص من الفریضة ثم یکون سائر عمله علیٰ ذلک وفی روایة ثم الزکوٰة مثل ذلک ثم تؤخذ الاعمال علی حسب ذلک رواه ابو داود و رواه احمد عن رجل۔ قیامت کے روز سب سے پہلے بندے سے اس کے عملوں میں سے نماز کا حساب لیا جائے گا اگر وہ درست ہوئیں تو وہ کامیاب وکامران ہوگا اور اگر وہ فاسد ہوئیں تو وہ خائب و خاسر ہوگا۔ پھر اگر وہ اس کے فرضوں میں کچھ کمی پائی گئی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھو کیا میرے اس بندے کے پاس تمہیں نفل نماز ملتی ہے جس سے تم اس کے فرضوں کی کمی کو پورا کرو۔ پھر باقی اعمال کا حساب اسی طرح لیا جائے گا۔ اور دوسری روایت میں ہے پھر زکوٰۃ اسی کی مثل ہوگی۔ پھر اس طور پر باقی سارے اعمال لیے جائیں گے۔ (مشکوٰۃ فی صلوٰۃ التسبیح جلد اول ص ۱۰۸)

ملا علی قاری اپنی شرح میں لکھتے ہیں (قوله ثم یکون سائر عمله) من الصوم والزکاة وغیرها (علی ذلک) ای ان ما ترک شیئاً من المفروض یکمل له بالتطوع اما خبر لا تقبل نافلة المصلی حتی یؤدی الفریضة فضعیف ۔ پھر سارے اعمال یعنی روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ اسی طریقہ پر ہوں گے یعنی ان کے فرضوں کی کمی کو ان کے نفلوں سے پورا کیا جائے گا۔ اور یہ حدیث کہ نمازی کی نفل نماز قبول نہیں کی جائے گی جب تک کہ وہ فرض نماز کو ادا نہ کرے ضعیف ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۲۱۸)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں۔ پس اگر کمی یافت از نماز فرض

لو چیزے از سنن و آداب پس تکمیل و تمیم کردہ می شود بآن چیزے کہ کم شدہ است از فرض پستر می باشد باقی عملهائے آن بندہ از زکوٰۃ و صیام براین وجہ کہ اگر چیزے از مکملات فرائض کم شدہ تمام کردہ می شود بنوافل و در روایتے ہم چنیں آمدہ کہ پستر زکوٰۃ مانند نماز است در تکمیل بنوافل پستر می شوند عملها براندازۂ آن و دریں روایت ذکر زکوٰۃ بعد از صلوٰۃ تصریح آمدہ بعد از وے ذکر باقی اعمال علی العموم کردہ (اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۵۵۹)

(ترجمہ) پھر اگر اس کی نماز فرض سے کچھ کمی پائی گئی تو سنتوں اور مستحبات کو فرض کی کمی سے پورا کیا جائے گا۔ پھر اس بندے کے باقی اعمال زکوٰۃ اور روزہ سے اسی طریقہ سے کمی پوری کی جائے گی ایک روایت میں زکوٰۃ کا ذکر نماز کے بعد ہے اور باقی اعمال سے پہلے۔

شوال کے چھ روزوں کی فضیلت

شوال کے چھ روزوں کی فضیلت میں احادیث موجود ہیں۔ تبرکاً چند ذکر کی جاتی ہیں و باللہ التوفیق۔

پہلی حدیث: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من صام رمضان ثم اتبعه ستاً من شوال كان كصيام الدهر (۱) لے

(مسلم شریف جلد اول ص ۳۸۹) (مشکوٰۃ باب صیام التطوع فصل اول ج ۱ ص ۱۶۱)

یعنی۔ جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر ان کے بعد چھ دن شوال کے روزے رکھے تو ایسا ہے جیسے اس نے دہر کا روزہ رکھا۔ (بہار شریعت حصہ پنجم ص ۱۳۴)

رواه احمد و مسلم والترمذی والنسائی وابوداؤد وابن ماجة و صححهٔ الجلال السيوطی فی جامعه الصغير عن ابی ايوب رضی الله تعالیٰ عنه (جامع صغیر ج ۲ ص ۱۷۴)

(۲) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

لے۔ (قوله كصيام الدهر) المراد انه يحصل له ثواب عظيم وان اختلفت الكيفية فانهٔ لاشک ان ثواب الصائم بالفعل اكثر لان صوم كل يوم بعشرة فهی تزيد علی ماذكر باضعاف كثيرة طحطاويه علی المراقی ص ۳۲۵

فرمایا۔ من صام رمضان ثم اتبعه بستٍ من شوال فکانما صام الدھر ۔جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے پیچھے شوال کے چھ روزے رکھے تو گویا اس نے دہر کا روزہ رکھا۔

(ابوداود جلد اول ص ۳۳۰)

(۳) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من صام رمضان ثم اتبعه بست من شوال فذلک صیام الدھر ۔جو شخص رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے پیچھے شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ دہر کا روزہ ہے۔(ترمذی جلد اول ص ۱۲۴)

(سنن الدارمی جلد دوم ص ۲۱) وفی الباب عن جابر وابی هریرة وثوبان قال ابو عیسی حدیث ابی ایوب حدیث صحیح وقد استحب قوم صیام ستة من شوال لهذا الحدیث وقال ابن المبارک هو حسن مثل صیام ثلاثة ایام من کل شهر قال ابن المبارک و یروی فی بعض الحدیث و یلحق هذا الصیام بر مضان واختار ابن المبارک انهٗ قال ان صیام ستة ایام من شوال متفرقاً فهو جائز قال ابو عیسیٰ وقد روی عبدالعزیز بن محمد عن صفوان بن سلیم و سعد بن سعید هذا الحدیث عن عمر بن ثابت عن ابی ایوب عن النبی صلی الله علیه وسلم (ترمذی جلد اول ص ۱۲۴)

(۴) حضرت ثوبان مولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صام ستة ایام بعد الفطر کان تمام السنة من جآء بالحسنة فله عشر امثالها ۔جس شخص نے عید الفطر کے بعد چھ دن کے روزے رکھے گویا اس نے تمام سال کے روزے رکھے۔ جو شخص ایک نیکی کرے اس کے لیے اس کا دس گنا اجر ہے۔(ابن ماجہ جلد اول ص ۱۲۳)(بہار شریعت ص ۱۳۴ حصہ پنجم)

کصوم الدھر کی تفسیر

مذکورہ بالا احادیث میں صوم الدھر سے کیا مراد ہے؟ اس بارہ میں بعض شارحین فرماتے ہیں کہ دہر سے مراد ہمیشہ کا زمانہ ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مسلم شریف کی روایت کا ترجمہ بدیں الفاظ کیا ہے۔ گفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسے کہ روزہ دارد درمضان را پس تابع گرداند آں را شش روزہ را از شوال باشد در روزہ روزگار ہمیشہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رمضان کے روزے رکھے پھر شوال

کے چھ روزے اس کے تابع بنائے تو اس کا یہ عمل ہمیشہ کے روزہ جیسا ہے۔
(اشعۃ اللمعات ص۱۰۲ جلد ثانی)

اور شیخ محقق دہلوی کی دوسری عربی شرح مشکوٰۃ سے حاشیہ مشکوٰۃ میں ان کی یہ عبارت درج کی گئی ہے۔ (قول کان کصیام الدھر) **یعنی اذا صام مدۃ عمرہ والاففی کل سنۃ صام کان کصیام تلک السنۃ** ۔یعنی صیام الدھر سے مراد یہ ہے کہ جب اس نے اپنی ساری عمر کی مدت میں روزہ رکھا۔ ورنہ ہر سال میں جب بھی چھتیس روزے رکھے گا۔ (تیس رمضان کے اور چھ باقی کسی مہینے کے تو اس کے یہ روزے پورے سال کے روزوں کی طرح ہوں گے۔ (اس لیے شوال کی تخصیص کا کوئی فائدہ نہ نکلے گا)۔
(حاشیہ المشکوٰۃ جلد اول ص۱۶۱ حاشیہ نمبر ۷)

اور بعض فرماتے ہیں کہ ایک سال مراد ہے چنانچہ امام نووی شرح مسلم شریف میں لکھتے ہیں۔ **قال العلماء وانما کان ذلک کصیام الدھر لان الحسنۃ بعشر امثالھا فر مضان بعشرۃ اشھر والستۃ بشھر ین وقد جآء ھذا فی حدیث مرفوع فی کتاب النسائی** ۔علماء نے فرمایا ہے۔ یہ دہر کا روزہ اس طرح ہو جاتا ہے کہ ایک نیکی دس گنا اجر والی ہوتی ہے تو رمضان کا مہینہ دس مہینوں کے برابر ہوگا اور چھ دن شوال کے دو مہینوں کے برابر اور یہ تفسیر خود نسائی کی کتاب میں ایک مرفوع حدیث میں بھی ذکر فرمائی گئی ہے۔ (منہاج جلد اول ص۳۶۹)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے نسائی شریف کی جس مرفوع حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ اس طرح ہے۔ **عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صام ثلاثۃ ایام من الشھر فقد صام الدھر کلہ ثم قال صدق اللہ فی کتابہ من جآء بالحسنۃ فلہٗ عشرا مثالھا** ۔حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر مہینے کے تین دن کے روزے رکھے تو اس نے پورے دہر میں روزہ رکھا۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ سچ فرمایا ہے کہ جو شخص ایک نیکی کرے اسے اس کا دس گنا اجر دیا جاتا ہے۔
(سنن النسائی جلد اول ص۳۲۷)

راجح تفسیر

صیام الدھر کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ہمیشہ کا روزہ اور ایک سال کا روزہ دونوں معنے مرادی ہونے کا احتمال رکھتے ہیں۔لیکن راجح یہی ہے کہ ایک سال کا روزہ مراد ہے کیونکہ یہ تفسیر خود مرفوع حدیث میں بیان فرمائی گئی ہے۔ بدیں وجہ امام صدر الشریعہ نے اسی کو اختیار فرمایا چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔"نسائی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابن حبان ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور امام احمد و طبرانی و بزار جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھ لیے تو اس نے پورے سال کا روزہ رکھا کہ جو ایک نیکی لائے گا اسے دس ملیں گی تو ماہ رمضان کا روزہ دس مہینے کے برابر ہے اور ان چھ دنوں کے بدلے میں دو مہینے ہیں تو پورے سال کے روزے ہو گئے"۔

(بہار شریعت حصہ پنجم ص ۱۳۴)

رہا یہ سوال کہ ایک سال مراد لیا جائے تو شوال کی تخصیص کا فائدہ کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ گیارہ مہینوں میں متفرق طور پر چھ نفل روزے رکھنے سے بھی یہ فضیلت حاصل ہو جاتی ہے لیکن شارع علیہ السلام نے چاہا کہ رمضان کے گزرنے کے فوراً بعد یہ چھ روزے رکھ لیے جائیں۔دیر کرنے سے عین ممکن کہ یہ روزے پورے گیارہ مہینوں میں نہ رکھے جا سکیں۔ممکن ہے زندگی وفا نہ کرے یا آج کل کرتے کرتے دوسرا رمضان آ پہنچے اور یہ روزے رہ جائیں۔اس لیے شوال کی تخصیص فرما دی کہ اس مہینے کے اندر کوشش سے یہ روزے رکھ لیے جائیں۔ **ھذا ما عندی والعلم التام عنداللہ العلام عزوجل۔**

دونوں تفسیروں میں تطبیق کی صورت

یہ ہو سکتی ہے کہ جو شخص پابندی سے ہر سال رمضان المبارک کے روزوں کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو اس نے گویا پوری عمر روزہ رکھا ہے۔اور جو کسی سال رکھے اور کسی سال نہ رکھے اس نے گویا ایک سال کا روزہ رکھا ہے۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ **وھذا اذا صام عمرہ اما اذا صام فی شھر کان کصیام سنة وقد ورد فی ھذا المعنی ایضاً حدیث ثوبان رواہ ابن ماجہ۔**

(ماثبت من السنۃ ص ۳۱۰)

دوسری حدیث: محدث دیلمی مسند الفردوس میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من صام ستاً بعد الفطر فکا نما صام الدهر ۔جس شخص نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھ لیے تو گویا اس نے دہر کا روزہ رکھا۔ (کنوز الحقائق للامام عبد الرؤف المناوی۔جلد ثانی ص ۱۰۹)

مسلم شریف کی روایت میں چونکہ شوال کی تخصیص موجود ہے اس لیے اس حدیث میں چھ دنوں سے مراد شوال کے چھ دن ہوں گے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

تیسری حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا من صام رمضان وستاً من شوال والا ربعاء والخمیس دخل الجنة ۔جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اور شوال کے چھ روزے رکھے اور بدھ اور جمعرات کے دنوں کے روزے رکھے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (رواہ الامام احمد عن رجل وضعفہ، الجلال السیوطی فی جامعہ الصغیر ۲ ص ۱۷۴)

(تنبیہ) یہاں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ بدھ اور جمعرات شوال کے مہینے کے ہیں اور دوسرا یہ کہ شوال کے علاوہ دس مہینوں میں سے کسی مہینے کے ہیں۔اور یہ احتمال بھی ہے کہ بدھ وجمعرات شوال کے چھ دنوں میں داخل ہیں اور یہ احتمال بھی ہے کہ چھ دنوں کے علاوہ ہیں۔لہٰذا زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ شوال کے چھ دنوں کے علاوہ اس ماہ کے کسی بدھ اور جمعرات کے دنوں کے الگ الگ روزے رکھ لیے جائیں۔یہ فضیلت حاصل کرنے کے لیے اور اگر آٹھ روزے نہ رکھے جاسکیں تو چھ دنوں کے اندر بدھ اور جمعرات کا روزہ ضرور ہونا چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔

چوتھی حدیث: طبرانی اوسط میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ دن شوال میں روزے رکھے تو گناہوں سے ایسے نکل گیا جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ (بہار شریعت حصہ پنجم ص ۱۳۴)

پانچویں حدیث: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ صیام شهر بعشرة اشهر وستة ایام بعد هن بشهرین فذلک تمام سنة یعنی شهر رمضان و ستة ایام بعده ۔ایک مہینے کے روزے دس مہینے کے روزے ہیں اور چھ دنوں کے روزے ان روزوں کے بعد دو مہینوں کے روزے ہیں تو یہ روزے پورے سال کے ہیں۔یعنی رمضان کے مہینے کے روزے اور اس کے بعد چھ دنوں کے روزے (پورے سال کے روزے بنتے ہیں)

(سنن الدارمی جلد دوم باب صیام الستۃ من شوال ص ۲۱)

(تنبیہ) اس حدیث میں اگرچہ شوال کا ذکر نہیں لیکن امام دارمی کا اس حدیث کو اس باب میں لانا ظاہر کرتا ہے کہ چھ دنوں سے مراد شوال کے چھ دن ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال والصواب۔

شوال کے روزے مستحب ہیں

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ کی بناء پر ہمارے حنفی فقہائے کرام نے شوال کے چھ روزوں کو مستحب قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام ابوالاخلاص شرنبلالی لکھتے ہیں۔ ومنہ ای من القسم الرابع وھو المندوب صوم ست من شھر شوال لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم من صام رمضان فاتبعہ ستاً من شوال کان کصیام الدھر اور روزہ کی چوتھی قسم مندوب ہے اور اس قسم سے شوال کے چھ دنوں کے روزے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے پیچھے شوال کے چھ روزے رکھے تو اس کا یہ عمل ہمیشہ کے روزہ جیسا ہے۔ (مراقی الفلاح ص ۴۲۵)

اور فتاوی عالمگیری میں ہے۔ ویکرہ صوم ستۃ من شوال عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ متفرقاً کان او متتابعاً وعن ابی یوسف کراھتہ متتابعاً لا متفرقاً لکن عامۃ المتاخرین لم یروا بہ باساً ھذا فی البحر الرائق والاصح انہ لا باس بہ کذافی محیط السرخسی ۔شوال کے چھ روزے متفرق رکھے جائیں یا پے در پے دونوں صورتوں میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک کراہت پے در پے رکھنے میں ہے۔ متفرق رکھنے میں نہیں۔ لیکن عام متاخرین علمائے حنفیہ کے نزدیک ان روزوں میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ بحرالرائق میں مذکور ہوا اور زیادہ صحیح یہی ہے کہ اسمیں کوئی حرج نہیں جیسا کہ امام سرخسی کی محیط میں مذکور ہوا۔

(فتاوی عالمگیری جلد اول ص ۲۰۱)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی وضاحت

عالمگیری کی مندرجہ بالا عبارت میں امام اعظم کا جو یہ قول مذکور رہا کہ شوال کے چھ روزے مکروہ ہیں اس کی وضاحت میں امام کاشانی لکھتے ہیں۔ والاتباع المکروہ ھوان یصوم یوم الفطر و یصوم بعدہ خمسۃ ایام فاما اذا افطر یوم العید ثم صام بعدہ ستۃ ایام فلیس بمکروہ بل ھو

مستحب و سنة ۔رمضان کے بعد شوال کے روزوں کو پے در پے رکھنا اس صورت میں مکروہ ہے کہ عید الفطر کے دن روزہ رکھا جائے اور اس کے بعد پانچ دنوں کے روزے رکھے جائیں اور اگر عید الفطر کے دن روزہ نہ رکھا جائے پھر چھ دن پے در پے روزے رکھے تو یہ مکروہ نہیں بلکہ مستحب اور سنت ہے۔
(البدائع جلد دوم ص ۷۸)

اور امام شامی لکھتے ہیں (**قوله لكن عامة المتأخرين لم يروابه بأساً) قد سرد عبارتهم العلامة قاسم في فتاواه ورد قول من صحح الكراهية فراجعه** (منحۃ الخالق ج ۲ ص ۲۵۸) علامہ قاسم نے اپنے فتاوی میں اس بارہ کی جملہ عبارتوں کو جمع کیا اور پھر کراہت کی تصحیح کے قول کو رد کیا پس تو اس کی طرف رجوع کر۔

شوال کے روزوں کی ترتیب

عید الفطر کے بعد شوال کے روزے پے در پے رکھے جائیں یا متفرق طور پر اس میں روزہ رکھنے والے کو اختیار ہے جس صورت میں وہ روزے آسانی سے رکھ سکے رکھ لے۔ پھر افضلیت میں اختلاف ہے۔ چنانچہ امام ابن عابدین الشامی لکھتے ہیں۔ **وفي الفتح بعد ما مرو اختلفو افقيل الافضل وصلها بيوم الفطر وقيل بل تفريقها في الشهر** ۔اور فتح القدیر میں گذشتہ بیان کے بعد لکھا ہے کہ علماء نے اختلاف کیا ہے پس ایک قول میں افضل یہ ہے کہ چھ روزے عید الفطر کے فوراً بعد پے در پے رکھے جائیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ پورے مہینے میں بکھیرے جائیں۔ (منحۃ الخالق ص ۲۵۸)

اور مراقی الفلاح میں ہے **ثم قيل الافضل وصلها لظاهر قوله فاتبعه و قيل تفريقها اظهاراً لمخالفة اهل الكتاب في التشبيه في الزيادة على المفروض** ۔ پھر کہا گیا ہے کہ افضل پے در پے روزے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول فاتبعہ کے ظاہر کی وجہ سے اور کہا گیا ہے کہ روزوں کو بکھیرنا افضل ہے۔ کیونکہ اس سے اہل کتاب کے اس فعل کی مخالفت ظاہر ہوتی ہے۔ جس میں وہ فرض عمل پر نفل عمل کی زیادتی کیا کرتے تھے۔ (مراقی الفلاح ص ۳۲۵)

تفریق راجح ہے

شوال کے چھ روزوں میں وصل افضل ہے یا تفریق اس میں مذکور بالا اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن راجح قول

یہ ہے کہ تفریق راجح ہے۔ چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے۔ **وتستحب الستة متفرقة کل اسبوع یومان کذا فی الظهیریة فی فصل الاوقات التی یکره فیها الصوم و یستحب** ۔اور چھ روزوں میں مستحب یہ ہے کہ ہر ہفتہ میں دو دن رکھے جائیں جیسا کہ فتاوی ظہیریہ میں **فصل الاوقات التی یکره فیها الصوم و یستحب** میں مذکور ہوا۔ (فتاوی عالمگیری ج ا ص ۲۰۱)

اور امام احمد طحطاوی لکھتے ہیں (**قوله وقیل تفریقها**) **قال فی التنویر و شرحه وندب تفریق صوم الست من شوال و لا یکره التتابع علی المختار خلافاً للثانی حاوی** ۔اور تنویر اور اس کی شرح میں ہے کہ شوال کے چھ روزوں میں مستحب تفریق ہے اور وصل مکروہ نہیں مختار قول میں برخلاف امام ابو یوسف کے کہ ان کے نزدیک وصل مکروہ ہے۔ جیسا کہ حاوی میں مذکور ہوا۔
(طحطاویہ علی المراقی ص ۴۲۵)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ **وفی روایة فاتبعه بالفاء ولیس المراد التعقیب الحقیقی لا ستلزامه صوم یوم العید فیصح من اول الشهر وبعده والمختار عندالشافعی من اول الشهر متتابعة وعندنا اعم و کذاعند احمد بل کانو ایقولون ما عندنا ابعد من الکراهة و التشبه بالنصاری** ۔اور ایک روایت میں فاتبعہ فاء کے ساتھ ہے اور یہاں حقیقی تعقیب مراد نہیں ورنہ عید کے دن روزہ رکھنا لازم آئے گا پس شوال کے چھ روزے ابتداء اور انتہا میں رکھے جاسکتے ہیں اور امام شافعی کے نزدیک مختار یہ ہے کہ شوال کی ابتداء میں پے در پے رکھے جائیں۔ اور ہمارے نزدیک یہ بات عام ہے اور اسی طرح امام احمد کا بھی قول ہے اور ہمارے علمائے حنفیہ فرماتے ہیں کہ جو ہمارا قول ہے یہ کراہت اور نصاریٰ سے مشابہت سے بہت دور ہے۔ (ما ثبت من السنۃ ص ۳۱۰)
واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸شوال ۱۴۲۱ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سینتیسواں مقالہ

فوٹو بازی سے بچیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

الحمد للہ الذی صورنا فی الارحام کیف شآء و الصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد الانبیآء و علیٰ الہٖ و اصحابہٖ اجمعین اما بعد۔ دورِ حاضر میں مسلمانوں کے اندر جہاں اور بہت سی ناجائز باتیں رواج پکڑ چکی ہیں اور وہ عوام کی نظر میں معیوب نہیں سمجھی جاتیں وہاں جاندار اشیآء کی تصویر سازی اور فوٹو بازی کی لعنت بھی وبآء کی صورت میں پھیلی ہوئی ہے۔ سائنس نے عکسی فوٹوگرافی کا فن ایجاد کیا تو عوام میں شوقیہ تصویر سازی کا رجحانِ عام پیدا ہو گیا اور وہ اس ہوس میں مبتلا ہو گئے کہ ان کی ہر یادگار حالت کی تصویر بنا کر اسے آئندہ زندگی کے لیے محفوظ کیا جائے۔

شادی بیاہوں کے مناظر، دوستوں کی ملاقاتوں، ڈنر پارٹیوں، دعوتوں اور ضیافتوں کے احوال کی تصاویر یں بنائی جانے لگیں۔ اہل اسلام کا تعلیمات اسلامی سے بے بہرہ طبقہ اپنی عمر کے ہر دور بچپن، جوانی اور بڑھاپے کی تصویروں کو البم کی صورت میں اپنے پاس محفوظ رکھنے کا عادی ہونے لگا۔ اہل صنعت وحرفت نے بھی تصویر سازی کی بے حد حوصلہ افزائی کی اور اپنی مصنوعات کی تشہیر کے لیے جاندار اشیاء کی تصویروں سے کام لینا شروع کر دیا۔ دیا سلائی سے لے کر کرسی میز تک گھر کے سب سامان خانہ داری پر جاندار کی تصویریں بنائی جانے لگیں تو گھر میں جس طرف نگاہ اٹھتی ہے کوئی نہ کوئی تصویر ضرور نظر آتی ہے۔ اخبارات، رسائل نے اس میدان میں سب سے سبقت حاصل کی تو اُن میں ہر کس و ناکس کی تصویریں شائع ہونے لگیں۔ سینما کی حیا سوز تصویروں کی بھرمار قارئین کی نگاہوں کو دعوت گناہ دینے لگی۔ دُنیا بھر کی بے پردہ حیا باختہ خوبصورت ترین خواتین کی غیرت کش تصویروں کو بڑے اہتمام سے چھاپا جانے لگا۔

پھر تصویر مہذب ہے یا غیر مہذب، وہ کسی فائدہ کی حامل ہے یا غیر حامل اور وہ کسی ضرورت کی بنا پر بنائی گئی ہے یا بلا ضرورت اس تمیز کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے جاندار اشیاء کی رنگین و جاذب نظر تصویریں بن کر بر سرِ بازار فروخت ہونے لگیں مشہور و معروف شخصیات کے فوٹو کے طغرے اور کتبے تیار ہونے لگے جن سے گھر گھر کو بت خانے کی شکل میں ڈھالا جانے لگا۔

اسلام کی دعویدار حکومتوں نے بھی تصویر سازی کے فن کی پوری پوری حوصلہ افزائی کی۔ انہوں نے آرٹ کے نام پر بے حیا غیرت کش نسوانی تصاویر کی پبلسٹی پر پابندی عائد کرنے کا کوئی اقدام نہ کیا۔ بلکہ اس کے برعکس شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کے لیے تصاویر کی موجودگی کو لازم قرار دے کر ہر مسلمان کو فوٹو بنوانے کی

لعنت میں ملوث ہونے پر مجبور کر دیا۔ **فالیٰ اللہ المشتکیٰ و لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔**

اور تو اور علمائے سوء کا وہ طبقہ جو تعلیمات اسلامی سے آشنا ہونے کا دعویدار اور جاندار اشیاء کی تصویر سازی کی حرمت سے باخبر تھا۔اس نے نہ صرف یہ کہ نھی عن المنکر سے رُوگردانی کی بلکہ اخبارات ورسائل میں اپنی تصویریں بڑے اہتمام سے شائع کروا کر مسئلہ حرمت تصویر سازی کو عوام الناس کی نظروں میں معمولی اور ہلکا بنا دیا۔

اس پر ستم ظریفی یہ کہ اس بے قید طبقہ نے اپنے نام نہاد مذہبی ماہناموں او ہفت روزوں میں تصویر سازی کو اپنا محبوب مشغلہ بنا کر عوام المسلمین کو اس جرم کے ارتکاب پر اور زیادہ دلیر بنا دیا۔ پھر اس اسلام دشمن طبقہ نے اپنی اس ناجائز حرکت پر جواز کا لیبل لگانے کے لئے تصاویر سازی کی صریح احادیث کے مقابلہ میں فوٹو سازی کی بناوٹی دلیلیں پیش کرنی شروع کر دیں جس سے اس مسئلہ کو مزید ٹھیس پہنچی ۔ **فـالـی الـلـہ المشتکی ولا حول ولا قوۃ اللہ باللہ العلی العظیم۔**

بدیں حالات ہمیں اس بات کی اشد ضرورت محسوس ہوئی کہ ہم کم از کم دین پسند مسلمانوں کو اتنا تو بتا دیں کہ فوٹو بازی شریعت میں کس درجہ مذموم ومعیوب ہے اور تم جو بلا جبر واکراہ محض تصویر سازی کا شوق پورا کرنے کیلئے شادی بیاہوں کے مناظر، اموات کی نعشوں، دعوتوں، اور ضیافتوں کے مواقع کے جو فوٹو تیار کرتے ہو وہ اللہ جل شانہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کس درجہ ناپسند ہیں اور تُم جن گھروں کو جانداروں کی تصویروں سے آراستہ وپیراستہ کرتے ہو وہ رحمتوں اور برکتوں سے کس قدر محروم ہوتے ہیں۔

اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ہم نے یہ مختصر رسالہ ''فوٹو بازی سے بچیں'' مرتب کیا ہے۔ اللہ کریم جل جلالہ ہماری اس سعی کو شرف مقبولیت بخشے اور مسلمانوں کو فوٹو بازی کی قباحت وشناعت سمجھنے اور اس لعنت سے بچنے کی توفیق بخشے۔ آمین

جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے

امام شرف الدین نووی ارشاد فرماتے ہیں۔ ہمارے اصحاب شافعیہ اور دوسرے مذاہب کے علماء نے فرمایا ہے کہ جاندار شئے کی تصویر بنانا حرام اشد حرام ہے اور یہ فعل کبیرہ گناہوں میں سے ہے کیونکہ حدیثوں میں اس فعل پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ اور اس باب میں اس میں کوئی فرق نہیں کہ جاندار کی تصویر اہانت کی جگہ میں بنائی جائے یا عزت کی جگہ میں سو جانداروں کی تصویر سازی کی صنعت و پیشہ ہر حال میں حرام ہے

کیونکہ اس فن میں اللہ سے مشابہت کرنا پایا جاتا ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ جاندار شئے کی تصویر کپڑے پر بنائی جائے یا چٹائی یا درھم یا پیسے یا برتن یا دیوار وغیرہ پر (تصویر بنانا بہرحال حرام ہے)
(شرح مسلم شریف ص ۲۰۷ ج ۲)

اور امام ابن عابدین شامی حنفی فرماتے ہیں۔ **ان التصویر یحرم ولو کانت صغیرة کالتی علیٰ الدرھم ولو کانت فی الیداو مستترة اومھانة** بلاشبہ تصویر بنانا حرام ہے اگر چہ وہ درہم پر بنائی جائے یا ہاتھ میں ہو یا پردہ میں ہو یا موضع اہانت میں ہو۔ (ہر حال میں تصویر بنانا حرام ہے)
(ردالمختار ص ۴۷۹ ج ۱)

اور یہی امام فرماتے ہیں۔ **ھذا کلّه فی اقتناء الصورة واما فعل التصویر فھو غیر جائز مطلقاً لانه مضاھاة بخلق الله تعالیٰ کمامر** ۔ یہ سب احکام تصویر پاس رکھنے کے متعلق ہیں اور تصویر بنانا سو وہ مطلقاً ناجائز ہے کیونکہ اس میں اللہ کی مخلوق سے مشابہت پیدا کرنا پایا جاتا ہے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزرا ہے۔ (ردالمختار ص ۴۸۰ ج ۱)

اور امام صدر الشریعہ بدر الطریقہ فرماتے ہیں۔ تصویر بنانا یا بنوانا بہرحال حرام ہے خواہ دستی ہو یا عکسی دونوں کا ایک حکم ہے۔ (بہار شریعت ص ۱۶۶ ج ۳) واللہ اعلم بالصواب۔

مصوروں کا انجام

اب ہم مصوروں کے انجام کے بارہ میں چند صحیح احادیث مبارکہ پیش کرتے ہیں و باللہ التوفیق۔
ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک تکیہ خریدا جس میں تصویریں تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ دروازہ پر کھڑے ہو گئے اور داخل نہ ہوئے۔ میں نے عرض کیا۔ میں نے جس گناہ کا ارتکاب کیا میں اس سے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں۔ فرمایا یہ تکیہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس سے ٹیک لگائیں۔ فرمایا **ان اصحاب ھذہ الصور یعذبون یوم القیامته یقال لھم احیوا ماخلقتم وان الملائکة لا تدخل بیتاً فیه الصور** ۔ بلاشبہ تصویروں والے لوگوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا انہیں کہا جائے گا کہ جو تم نے پیدا کیا اسے زندہ کرو اور بلاشبہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویریں ہوں۔

(بخاری شریف ص ۹۸۱ ج ۲)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" بلاشبہ جو لوگ یہ تصویریں بناتے ہیں انہیں قیامت کے روز عذاب دیا جائے گا۔ اور انہیں کہا جائے گا کہ جو کچھ تم نے پیدا کیا اسے زندہ کرو" (مسلم شریف ص ۲۰۹ ج ۲)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "تصویر بنانے والوں کو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عذاب دیا جائے گا۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۰۱ ج ۲)۔

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" بلاشبہ قیامت کے روز تصویر بنانے والے ان لوگوں میں سے ہونگے جنھیں سخت ترین عذاب دیا جائے گا"۔ (نسائی شریف ص ۳۰۰ ج ۲)۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس تشریف لائے تو اس وقت میں نے تصویروں والا ایک کپڑا چبوترے پر پھیلا رکھا تھا سو جب آپ نے اسے دیکھا تو آپ نے اسے پھاڑ ڈالا اور فرمایا قیامت کے روز عذاب کی رو سے سخت ترین لوگ وہ ہیں جو اللہ کی مخلوق سے مشابہت پیدا کرتے ہیں (یعنی جاندار اشیاء کی تصویریں بناتے ہیں) (بخاری شریف ص ۸۸۰)۔

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے تو میں نے تصویروں والا کپڑا پہن رکھا تھا آپ نے جب اسے دیکھا تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا پھر آپ نے اسے اپنے ہاتھ سے پھاڑا اور فرمایا بے شک قیامت کے روز عذاب کی رو سے سخت ترین لوگ وہ ہیں جو اللہ کی مخلوق سے مشابہت پیدا کرتے ہیں یعنی جاندار کی تصویریں بناتے ہیں (نسائی شریف ص ۳۰۰ ج ۲)

اور انہی سے مروی ہے کہ میں نے ایک سرہانہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تیار کیا جس میں تصویریں تھیں گویا وہ تکیہ تھا سو آپ تشریف لائے تو دروازہ پر کھڑے ہوگئے اور آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہونے لگا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ہمارا کیا قصور ہے؟ فرمایا اس سرہانے کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا میں نے یہ سرہانہ تیار کیا ہے تاکہ آپ اس پر لیٹا کریں۔ آپ نے فرمایا کیا تو نہیں جانتی کہ بے شک فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو اور بلاشبہ جس شخص نے یہ تصویریں بنائی ہیں اسے قیامت کے روز عذاب دیا جائے گا اسے کہا جائے گا کہ جو کچھ تم نے پیدا کیا اسے زندہ کرو۔ (بخاری شریف ص ۴۵۸)۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص تصویر بناتا ہے اللہ اُسے اُس تصویر میں روح پھونکنے تک عذاب دے گا۔ حالانکہ وہ اس میں روح نہ پھونکے گا۔ (ترمذی شریف ص ۲۴۵ ج ۱)

اور حضرت ابو زرعہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مروان بن حکم کے گھر میں داخل ہوا اور اس گھر میں تصویریں تھیں آپ فرمانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو میری مخلوق جیسی شئے بنانے لگے سو اُسے ذرہ پیدا کرنا چاہیے اور اُسے دانہ پیدا کرنا چاہیے اور اُسے جو کا دانہ پیدا کرنا چاہیے۔ (شرح معانی الآثار ص ۴۰۱ ج ۲)

اور حضرت سعید بن ابی الحسن فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر تھا اچانک ایک شخص آیا اور کہنے لگا اے ابن عباس میں ایک مرد ہوں کہ میرا روزگار میرے ہاتھ کی کمائی ہے اور میں یہ تصویریں بناتا ہوں آپ نے فرمایا میں تجھے صرف وہی بات بتاؤں گا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص تصویر بنائے گا اللہ اسے عذاب دے گا یہاں تک کہ وہ اس تصویر میں روح پھونکے۔ اور وہ اس میں کبھی روح نہ پھونکے گا یہ سن کر اس شخص کا دم سخت گھٹنے لگا اور اس کا چہرہ زرد ہونے لگا آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا۔ **ان ابیت الا ان تصنع فعلیک بھذا الشجر و کل شئی لیس فیہ رُوح** ۔ اگر تو نے انکار ہی کر دیا ہے مگر اس بات سے کہ تو تصویر بنائے گا تو تجھ پر اس درخت کی اور ہر اس شئے کی تصویر بنانا لازم ہے جس میں روح نہیں ہوتی (مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۴ ج ۲)۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ قیامت کے روز عذاب کی رو سے سخت ترین لوگ پانچ قسم کے لوگ ہونگے (۱) جس شخص نے کسی نبی کو قتل کیا۔ (۲) یا جس شخص کو کسی نبی نے قتل کیا (۳) یا جس شخص نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کو قتل کیا۔ (۴) اور تصویریں بنانے والے لوگ (۵) اور وہ شخص جس نے اپنے علم سے نفع نہ اٹھایا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۵ ج ۲)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے روز دوزخ سے ایک گردن نمودار ہوگی جس کی دو دیکھنے والی آنکھیں، دو سننے والے کان اور ایک بولنے والی زبان ہوگی وہ کہے گی کہ مجھے تین شخصوں پر مسلط کیا گیا ہے (۱) ہر ہٹ دھرمی کرنے والے جبر کرنے

والے پر۔(۲) ہرمشرک پر(۳)اورتصویریں بنانے والوں پر۔(مشکوٰۃ شریف ص۱۰۵ ج۲)

اورحضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر مصور دوزخ میں ہے ہراس تصویر کے عوض میں جواس نے بنائی ایک نفس پیدا کیا جائے گا جو اسے دوزخ میں عذاب دے گا۔(مسلم شریف ص۲۱۰ ج۴۲

اورحضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت پر بین کرنے، شعر گانے، تصویریں بنانے، درندوں کے غیر مدبوغ چمڑے استعمال کرنے، عورتوں کے بے پردہ ہوکر نکلنے، گانے بجانے اورخز وریشم پہننے سے منع فرمایا۔(جامع صغیر ص۱۹۱ ج۲)۔

اورحضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **قاتل الله قوماً يصورون مالا يخلقون.** اللہ اس قوم کو ہلاک کرے جوان چیزوں کی تصویر بناتی ہے جنہیں وہ پیدانہیں کرتی یعنی اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں کی تصویریں بناتی ہے(جامع صغیر ص۸۰ ج۲)

اورحضرت ابو جحیفہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تصویریں بنانے والے شخص پر لعنت بھیجی ہے۔ (بخاری شریف ص۲۹۸)(شرح معانی الآثار ص۴۰۲ ج۲)

تنبیہ

مسلمان جوفوٹو بازی کا شوق رکھتے ہیں اپنے گلے میں کیمرہ لٹکائے رہتے ہیں اور جاندار اشیاء کی تصویریں کھینچنے کا مشغلہ اختیار کرتے ہیں اپنی زندگی کے مختلف ادوار کی تصویریں اپنی البم میں سجا کر اپنے پاس محفوظ رکھتے ہیں وہ ان صحیح صریح سچے ارشادات پرغور کریں اپنی عاقبت کو برباد ہونے سے بچائیں اوراپنی گذشتہ کوتاہیوں اورشرع شریف کی خلاف ورزیوں سے سچی توبہ کریں اللہ تعالیٰ سے ایسے مسلمانوں کی ہدایت کا سوال ہے **و هو يهدى من يشآء الىٰ صراط مستقيم و هو ولى التوفيق ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم۔**

تصویر والے گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے

پھراس سے بڑھ کرنحوست، رحمت الٰہی سے دوری اور بدبختی کیا ہوگی کہ جس گھر میں جاندار کی تصویر عزت کے ساتھ موجود ہو وہاں رحمت خداوندی کے فرشتے داخل نہیں ہوتے چنانچہ حضرت عبداللہ [illegible]

اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے صحابی رسول شریک غزوۂ بدر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لا تدخل الملائکة بیتاً فیه کلب و لا صورة ۔فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو اور نہ وہ اس گھر میں داخل ہوتے ہیں جس میں تصویر ہو۔ پھر انہوں نے لفظ صورۃ کی تفسیر میں فرمایا۔ صورة التماثیل التی فیها الا رواح یعنی ان چیزوں کی تصویر جن میں روحیں ہوتی ہیں۔یعنی جاندار اشیاء کی تصویریں (بخاری ص ۵۷۰ ج ۲)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جبریل میری خدمت میں آئے تو انہوں نے عرض کیا میں گذشتہ رات آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے آیا تھا مگر مجھے اس بات نے گھر میں داخل ہونے سے روکا کہ گھر میں مرد کی تصویر تھی اور اس بات نے روکا کہ گھر میں تصویروں والا پردہ تھا اور اس بات نے روکا کہ گھر میں کتا تھا سو آپ حکم دیں تو تصویر کا سر کاٹ دیا جائے تا کہ وہ درخت کی شکل پر ہو جائے اور تصویروں والے پردہ کے متعلق حکم دیں کہ سے پھاڑ کر دو سرہانے بنائے جائیں تا کہ انہیں روندھا جائے اور کتے کے متعلق حکم دیں کہ اسے نکال دیا ے سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی کیا (صحیح بیہاری ص ۱۵۰۰)

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل سے ایک مقرر وقت میں آنے کا وعدہ لیا مگر وہ نہ آئے تو آپ باہر نکلے اچانک دیکھا کہ جبریل دروازہ پر کھڑے ہیں آپ نے فرمایا تمہیں اندر آنے سے کس بات نے روکا عرض کیا گھر میں ایک کتا ہے اور ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتا یا تصویر ہو۔ (ابن ماجہ شریف ص ۲۶۰ ج ۲)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اذن طلب کیا تو آپ نے حکم فرمایا داخل ہو جاؤ جبریل عرض کرنے لگے میں کیسے داخل ہوں حالانکہ ر میں ایک تصویر والا پردہ ہے یا تو آپ اس کی تصویروں کے سر کاٹ دیں یا اس پردہ کو چٹائی کی جگہ استعمال کریں تا کہ وہ روندھا جائے کیونکہ ہم فرشتوں کی جماعت اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویریں ہوں (صحیح بیہاری ص ۵۰۰ ج ۱)۔

تنبیہ

مسلمان ان احادیث مبارکہ پر غور کریں اور اپنے گھروں کو جانداروں کی تصویروں سے سجانا

چھوڑ دیں کہ اس سے گھر رحمت الٰہی سے محروم ہو جاتے ہیں اور وہاں نا چا کی بد سلوکی بے مہری رزق و اولاد میں بے برکتی پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ کریم ہدایت نصیب کریں۔ آمین۔

تصویر والے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل نہیں ہوتے

جانداروں کی تصویروں کی قباحت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تصویروں سے بے حد نفرت تھی۔ جس گھر میں تصویر دیکھتے آپ اس میں داخل ہونے سے رک جاتے حتیٰ کہ کعبہ شریف میں زمانہ جاہلیت کی بنی ہوئی پیغمبروں کی تصویریں دیکھ کر اظہار نفرت فرمایا ان کے مٹانے کا حکم ارشاد فرمایا اور ان کے مٹائے جانے تک آپ کعبہ شریف میں داخل نہ ہوئے۔ چنانچہ امام بخاری حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں **انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لمّا رای الصور فی البیت لم یدخل حتی امر بھا فمحیت و رأی ابراھیم و اسماعیل بایدیھما الازلام فقال قاتلھم اللہ و اللہ ان استقسما بالازلام قطّ** بلا شبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف میں تصویریں دیکھیں تو آپ داخل نہ ہوئے یہاں تک کہ آپ نے حکم دیا تو وہ مٹا دی گئیں اور آپ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی تصویروں کو دیکھا کہ ان کے ہاتھوں میں تیر ہیں تو آپ نے فرمایا اللہ ان (تصویروں کے بنانے والوں) کو ہلاک کرے اللہ کی قسم ان دونوں نے کبھی تیروں سے تقسیم کا عمل نہیں کیا (بخاری ص ۴۷۳)۔

تنبیہ

مسلمان اس حدیث صحیح پر بھی غور کریں کہ اگر ہمارے گھروں میں جانداروں کے فوٹو اور تصویریں آویزاں ہوں گی تو نہ وہاں رحمت کے فرشتے داخل ہوں گے اور نہ رحمۃ اللعالمین کی تشریف آوری ہوگی تو پھر رحمت الٰہی سے محرومی نہ ہوگی تو اور کیا ہوگا اللہ کریم جل شانہٗ حق سمجھنے کی اور اس پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

بعض صحابہ کرام بھی تصویر والے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے

جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصویر والے گھر میں داخل ہونے سے رک جاتے تھے اسی طرح آپ کے بعض صحابہ کرام بھی تصویر والے گھر میں داخل ہونے سے گریز کرتے تھے چنانچہ صحیح بخاری شریف کے

باب هل یرجع اذا رأی منکراً فی الدعوۃ میں ہے ورأی ابن مسعود صورۃ فی البیت فرجع اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے گھر میں تصویر دیکھی تو آپ واپس آگئے (اور دعوت قبول نہ کی) (بخاری شریف ص ۷۷۸)۔

رسول اللہ اپنے گھر سے تصویر والی چیزیں نکلوا دیتے تھے

پھر تصویر کی قباحت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ تصویریں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں اس درجہ مبغوض تھیں کہ آپ اپنے گھر کی جس شئے کو دیکھتے کہ اس پر جاندار کی تصویر ہے اسے توڑ دیتے یا گھر سے باہر نکلوا دیتے تھے چنانچہ اس بارہ میں بعض حدیثیں پیچھے گزر چکی ہیں چند اور روایات تبرکاً پیش کی جاتی ہیں تا کہ مسلمان نصیحت حاصل کریں۔ وباللہ التوفیق۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے چبوترے پر ایک پردہ ڈالا تھا جس میں جاندار کی تصویریں تھیں۔ سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھاڑ دیا۔ (بخاری ص ۳۳۷)

اور انہی سے مروی ہے کہ ہمارے ایک پردہ میں پرندہ کی تصویر تھی۔ جب کوئی شخص گھر میں آتا تو وہ اس کے سامنے ہوتی تھی آپ نے مجھے فرمایا اسے تبدیل کر دو۔ کیونکہ میں جب بھی داخل ہوتا ہوں اور اسے دیکھتا ہوں تو مجھے دنیا یاد آ جاتی ہے۔ (مسلم شریف ص ۲۰۸ ج ۲)

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سفر سے واپس تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ میں نے اپنے دروازہ پر ایک پردہ ڈالا ہوا ہے جس میں پروں والے گھوڑوں کی تصویریں ہیں سو آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے اسے ہٹا دیا۔ (مسلم شریف ص ۲۰۸ ج ۲)۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک پردہ تھا جس سے انہوں نے اپنے گھر کی ایک جانب کو ڈھانک رکھا تھا سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو یہ اپنا پردہ ہٹا دے کیونکہ اس کی تصویریں میری نماز میں پیش ہوتی ہیں۔ (بخاری شریف ص ۵۴)۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں لم یکن یترک فی بیتہ شیئا فیہ تصالیب الا نقضہ۔ حضور اپنے گھر میں جس شئے میں تصلوبیں دیکھتے اسے توڑے بغیر نہ چھوڑتے۔

(مشکوۃ شریف ص ۱۰۴ ج ۲)

تنبیہ

مسلمان ان حدیثوں پر بھی غور کریں کہ جن تصویروں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی سخت نفرت تھی کیا وہ اس قابل ہیں کہ انہیں ہم اپنے گھروں میں اعزاز وعزت کے ساتھ رکھیں اللھمّ اھد قومی فانھم لا یعقلون۔

تصویروں سے گھر سجانا منع ہے

چونکہ جاندار کی تصویر شرعاً ممنوع مکروہ و مذموم ہے وہ فرشتوں اور نیکوں کے ارواح کے داخلہ کو منع کرنے والی ہے اس لئے گھروں میں تصویریں سجاوٹ کے طور پر لٹکانے سے منع کیا گیا ہے چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ نھی رسول اللہ ﷺ عن الصورۃ فی البیت و نھی ان یصنع ذالک. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں تصویر رکھنے سے منع فرمایا اور تصویر بنانے سے منع فرمایا۔ (ترمذی ص ۲۴۵ ج ۱)

اور حضرت ابوالزبیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے گھر میں تصویر رکھنے اور تصویر بنانے والے شخص کے بارہ میں پوچھا تو آپ نے فرمایا۔ رسول اللہ نے ان باتوں سے جھڑکا ہے۔
(شرح معانی الآثار ص ۴۰۰ ج ۲)

اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ نے ایک تصویر دیکھی۔ سو آپ نے حکم دیا تو پانی کا ایک ڈول لایا گیا۔ پھر آپ پانی اس تصویر پر مارنے لگے اس حال میں کہ آپ یہ فرما رہے تھے اللہ اس قوم کو ہلاک کرے جو ایسی چیز کی تصویر بناتی ہے جسے وہ پیدا نہیں کرتی۔ (شرح معانی الآثار ص ۴۰۰ ج ۲)

مسلمان ان حدیثوں پر بھی غور کریں اور سوچیں کہ آیا گھر میں تصویریں سجا کر رکھنے کی شرع شریف کی طرف سے کوئی اجازت مل سکتی ہے اور اگر کوئی اجازت نہیں مل سکتی تو پھر ہمیں اس سے توبہ کرنی چاہیے۔ اللہ توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

گھر میں بزرگوں کے فوٹو رکھنا بھی منع ہے

بعض بے علم لوگ سلف صالحین کی بناوٹی تصویریں اپنے گھر میں سجانے اور دیواروں پر آویزاں کرنے کو باعثِ برکت خیال کرتے ہیں اور بعض جہلاء اپنے سلسلہ کے پیروں فقیروں کے عکسی اصلی فوٹو اپنے گھروں میں سجا کر رکھتے اور اسے عقیدت مندی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ شرع شریف نے جس طرح عام جاندار چیزوں کے فوٹو گھر میں سجانے سے منع کیا ہے اسی طرح اس نے بزرگان دین کی تصویروں سے گھر سجانے سے بھی ممانعت کی ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض الوفاۃ میں مبتلاء ہوئے تو آپ کی ایک بیوی نے جن کو ماریہ کہا جاتا تھا ایک کنیسہ کا ذکر کیا اور حضرت امّ سلمہ اور حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں حبشہ کی سرزمین میں سے ہو آئی تھیں سوان دونوں نے اس کنیسہ کی خوبصورتی اور اس میں بنی ہوئی تصویروں کا تذکرہ کیا تو آپ نے سرمبارک اٹھا کر فرمایا۔ اولـــــئک اذا مات فیھم الرجل الصالح بنوا علیٰ قبرہ مسجداً ثم صوروا بہ تلک الصور اوُلٓئک شرار خلق اللہ۔ یہ لوگ جب ان میں کوئی نیک شخص فوت ہوتا تھا تو وہ اس کی قبر پر مسجد تعمیر کرتے تھے اور اس مسجد میں یہ تصویریں بناتے تھے یہ اللہ کی مخلوق میں بدترین لوگ ہیں۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۵ ج ۲)۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے وقت جب رسول اللہ نے بیت اللہ شریف میں تصویریں دیکھیں تو آپ داخل نہ ہوئے پھر وہ مٹادی گئیں۔ اور آپ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصویروں کو اس حال میں دیکھا کہ ان کے ہاتھوں میں پانسے تھے آپ نے فرمایا اللہ (ان تصویر بنانے والوں) کو ہلاک کرے۔ خدا کی قسم ان دونوں نے کبھی بھی پانسوں سے تقسیم طلب نہیں کی (بخاری شریف ص ۴۷۳)

مسلمان اس مقام پر غور کریں کہ جب کعبہ شریف سے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصویریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مٹادی گئیں تو پھر کون سے گھر میں کون سے بزرگ کے فوٹو آویزاں کرنے کی اجازت شرع شریف کی طرف سے ملے گی اللہ کریم مسلمانوں کو ہدایت نصیب

کرے۔آمین۔

مورتیوں سے گھر سجانا

بعض لوگ کاغذوں پر بنی ہوئی تصویروں سے گھر سجانے کی بجائے دھات کی بنی ہوئی مورتیوں سے بھی گھروں کی زیب و آسائش کرتے ہیں یہ مورتیاں کاغذی تصویروں سے بھی سخت حکم رکھتی ہیں کیونکہ تصویروں میں تو صرف بتوں سے مشابہت تھی اس لیے ان کا اعزاز کے ساتھ گھر میں رکھنا حرام ہوا یہ مورتیاں تو فی الواقع خود بت ہیں اس لیے ان کا گھر میں عزت کے ساتھ رکھنا بدرجۂ اولیٰ حرام ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے کم فہم مسلمانوں کو سمجھ نصیب کرے تاکہ وہ یہ جان سکیں کہ مسلمان بت گر نہیں ہوتا اور نہ بت پرست ہوتا ہے بلکہ وہ بت شکن ہوتا ہے اگر بت شرع شریف میں مذموم نہ ہوتے تو انہیں توڑنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ میں تھے تو آپ نے فرمایا **ایکم ینطلق الیٰ المدینۃ فلا یدع بھا وثنا الا کسرہ ولا قبرا الا سواہ ولا صورۃ الا لطخھا** ۔کون ہے جو مدینہ کی طرف جائے پھر کوئی بت توڑے بغیر اور کوئی قبر درست کیے بغیر اور کوئی تصویر مٹائے بغیر نہ چھوڑے۔ (البحر الرائق ص ۲۸ ج ۲)۔

کپڑے کی دُکانوں میں مورتیوں کی نمائش

آج کل یہ قابلِ افسوس صورت حال بھی مشاہدہ میں آرہی ہے کہ کپڑا فروش لوگ اپنی دُکانوں میں بے حیاء مورتیوں کو خوبصورت لباس سے ملبوس کر کے سرِ راہ نصب کر دیتے ہیں۔ اس فعل کی قباحت بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔

بچیوں کے لیے گڑیاں خریدنا منع نہیں

حرمت تصاویر کی حدیثوں سے بچیوں کی گڑیوں کی اباحت منسوخ ہوئی یا نہیں بعض علمائے امت کے نزدیک منسوخ ہوگئی۔

چنانچہ امام شرف الدین نودی فرماتے ہیں۔ **و ادعی بعضہم ان اباحۃ اللعب لھن بالبنات منسوخ بھذہ الاحادیث** ۔اور بعض علماء نے بچیوں کے لئے گڑیوں سے کھیلنے کی اباحت کا ان احادیث

سے منسوخ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ (منہاج ص ۲۰۷ ج ۲)

مگر ہمارے علمائے حنفیہ کے نزدیک یہ اباحت منسوخ نہیں ہوئی چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں۔ **وفی آخر حظر المجتبیٰ عن ابی یوسف یجوز بیع اللعبة و ان یلعب بها الصبیان** اور **کتاب المجتبیٰ کے باب الحظر** کے آخر میں ہے کہ امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ گڑیاں خریدنا اور بچوں کا ان سے کھیلنا دونوں باتیں جائز ہیں۔ (ردالمحتار ص ۴۸۱ ج ۱)

اور امام صدر الشریعہ لکھتے ہیں "ابوداؤد" نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی وہ کہتی ہیں کہ میں گڑیاں کھیلا کرتی تھی اور کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت تشریف لاتے کہ لڑکیاں میرے پاس ہوتیں جب حضور تشریف لاتے لڑکیاں چلی جاتیں اور جب حضور چلے جاتے لڑکیاں آجاتیں۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میرے ساتھ چند دوسری لڑکیاں بھی کھیلتیں جب حضور تشریف لاتے تو وہ چھپ جاتیں حضور ان کو میرے پاس بھیج دیتے تو وہ میرے پاس آ کر کھیلنے لگتیں۔

(بہار شریعت ص ۱۲۹ ج ۱۴)

الغرض ان روایات کی بنا پر ہمارے فقہائے حنفیہ نے بچوں کے کھیلنے کے لیے گڑیاں خریدنے اور بچیوں کا ان کے ساتھ کھیلنے کو جائز قرار دیا ہے اور گڑیوں کے گھروں میں ہونے کے جواز پر یہی دلیل کافی ہے کہ گڑیاں مقام اہانت میں رکھی جاتی ہیں بلکہ خود ان سے کھیلنے کا عمل ہی ان کی اہانت ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

تنبیہ

یہ حکم گڑیاں خریدنے اور بچوں کے ان کے ساتھ کھیلنے کے بارہ میں ہے۔ گڑیوں کا بنانا بہر حال ممنوع ہے کہ جس طرح موضع اہانت میں تصویر رکھنے کے لیے تصویر بنانا ناجائز ہے اسی طرح گڑیاں بنانا ناجائز مگر ان کا خریدنا جائز ہے۔ **فافهم واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(۲۷ جولائی ۱۹۸۷ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اڑتیسواں مقالہ

رشوت خوروں کے برے انجام کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد ۔ جناب چوہدری محمد عارف وچوہدری محمد الیاس ساکنان موضع گلجور تحصیل سہنسہ نے تحریری طور پر یہ سوال پیش کیا۔

" گزارش ہے کہ آپ آئندہ سبیل ہدایت میں پوری تفصیل سے رشوت لینے اور دینے والوں کے بارہ میں لکھیں اور یہ بھی تحریر کریں کہ رشوت کی رقم سے معاشرہ پر کیا برا اثر پڑا ہے اور اس وقت ہماری نظر میں رشوت کا کاروبار زوروں پر ہے۔ تو کیا رشوت لینے والے کی نماز قبول ہوسکتی ہے اور کیا رشوت کے مال سے صدقۂ جاریہ یا حج قبول ہوسکتا ہے؟ امید ہے کہ آپ اس بارہ میں سبیل ہدایت ضرور اشاعت فرمائیں گے۔" تو اس کے جواب میں ہم نے یہ مختصر رسالہ لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت بخشے اور ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

آیت کریمہ

ولاتاکلوآ اموالکم بینکم بالباطل و تدلوا بھآ الی الحکام لتاکلوافریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون ۝ اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لیے پہنچاؤ کہ تم لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر کھالو جان بوجھ کر (پ۲ رکوع ۷)

تفسیر

یعنی کسی کے مال کی خبر ظالم حاکموں کو نہ دو یا اپنا مال بطریق رشوت حاکم تک نہ پہنچاؤ کہ حاکم کو موافق بنا کر کسی کا مال کھالو یا جھوٹی گواہی دے کر یا جھوٹی قسم کھا کر یا جھوٹا دعوی کر کے کسی کا مال نہ کھاؤ اور تم کو اپنے ناحق پر ہونے کا علم بھی ہو۔ (حاشیہ مولوی شبیر احمد عثانی ص ۵۰)

رشوت کا مفہوم

عارف باللہ تعالیٰ امام عبدالغنی نابلسی رشوت کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ **الرشوۃ بالکسر مایعطیہ الشخص للحاکم وغیرہ لیحکم لہ اویحملہ علی مایرید** ۔ رشوت وہ

مال ہے جو کسی حاکم وغیرہ کو اس لیے دے کہ وہ اس کے حق میں فیصلہ کرے یا وہ اسے اپنی مراد پر مائل کرے۔ (الحدیقۃ الندیہ ص ۴۵۵ ج ۲۔ ردالمحتار ص ۳۴۷ ج ۴)

اور محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ ورشوت مالے است کہ می دہد آن را بشرط آن کہ اعانت کند در مہم وے کذا فی فتاوی قاضی خان۔ اور رشوت وہ مال ہے جو کوئی شخص اس شرط پر دے کہ لینے والا اس کے ضروری کام میں اس کی مدد کرے گا۔ جیسا کہ فتاوی قاضی خان میں مذکور ہوا ہے۔

(اشعۃ اللمعات ص ۲۷۴ ج ۳)

رشوت کی صورتیں

امام خبازی مختصر محیط السرخسی میں لکھتے ہیں کہ رشوت کی چار صورتیں ہیں۔ (۱) اپنی جان ومال سے خوف دور کرنے یا دوسرے کی بدگوئی سے بچنے کے لیے رشوت دے اس صورت میں رشوت دینا جائز ہے اور لینا جائز نہیں جیسا کہ اس کا مفصل بیان عنقریب آئے گا۔

(۲) کسی کو اس لیے رشوت دے کہ وہ بادشاہ کے پاس اس کا معاملہ درست کردے اس صورت میں رشوت لینا جائز نہیں اور صحیح روایت میں دینا جائز ہے۔

(۳) کوئی شخص بادشاہ کو اس لیے رشوت دے کہ وہ اسے قاضی بنادے اس صورت میں رشوت کا لینا دینا دونوں ناجائز ہیں۔

(۴) کوئی شخص قاضی کو رشوت دے تاکہ وہ ہر حال میں اس کے حق میں فیصلہ صادر کرے اس صورت میں بھی رشوت لینا دینا دونوں ناجائز ہیں۔ (الحدیقۃ الندیۃ ص ۴۵۵ ج ۲)۔

رشوت کا مال حرام ہے

رشوت عدل وانصاف قائم کرنے میں سخت رکاوٹ بنتی ہے اس لئے شرع شریف نے اس کے لین دین کو حرام قرار دیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "چھ باتیں حرام کاموں سے ہیں۔ (۱) رشوۃ الامام وھی اخبث ذلک کله. امام کا رشوت لینا اور یہ ان میں سب سے زیادہ خبیث ہے۔ (۲) کتے کی قیمت۔ (۳) نرکو دوانے کی اجرت۔ (۴) زناکاری کی اجرت۔ (۵) پچھنے لگانے کی کمائی۔ (۶) اور نجومی کی شیرینی۔ رواہ ابن مردویہ وضعفه

الجلال السیوطی رحمة الله علیہ۔ (جامع صغیر ص ۳۱ ج ۲)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ کل لحم انبتہ السحت فالنار اولیٰ بہ قیل وما السحت قال الرشوۃ. ہر وہ گوشت جسے حرام مال نے اگایا آگ اس سے بہتر ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ حرام مال کیا ہے؟ فرمایا۔ رشوت۔

(کنز العمال بحوالہ رشوت خوروں کا انجام مطبوعہ عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ چہلیک ملتان شہر ص ۹)

۳۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بابان من السحت یأ کلهما الناس الرشوة ومهر الزانية.

لوگ دو قسم کے حرام مال کھاتے ہیں۔ رشوت اور زنا کاری کی اجرت۔

(کنز العمال ص ۱۷۷ ج ۳ بحوالہ مذکورہ بالا)

رشوت دینے والے لعنتی ہیں

رشوت کی قباحت وشناعت جاننے کے لئے یہی کافی ہے کہ رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں پر اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے چنانچہ محدث مناوی روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لعن الله الاكل والمطعم الرشوة.

اللہ نے رشوت کھانے والے اور کھلانے والے دونوں پر لعنت کی ہے۔ (کنوز الحقائق ص ۶۷ ج ۲)

۲۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن الله الراشی والمرتشی فی الحکم۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کے بارہ میں رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے دونوں پر لعنت کی ہے۔ رواہ احمد والترمذی والحاکم وصححہ الجلال السیوطی (جامع صغیر ص ۱۲۳ ج ۲)

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشی والمرتشی. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں پر لعنت کی ہے۔ رواہ ابو داؤد و ابن ماجة ورواه الترمذی عنه وعن ابی هريرة وقال هذا حديث حسن صحيح.

(مشکوٰۃ ص ۳۵ ج ۲۔ سنن ابی داوٗد ص ۱۴۸ ج ۲) (جامع الترمذی ص ۱۹۴ ج ۱)

(۴) اور امام احمد وبیہقی کتاب شعب الایمان میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا لعن رسول الله صلی الله علیه و سلم الراشی والمرتشی والرائش یعنی الذی یمشی بینهما. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے اور رشوت دلانے والے تینوں پر لعنت کی ہے۔

(مشکوٰۃ ص ۳۵ ج ۲۔ جامع صغیر ص ۱۲۴ ج ۲)

۵ اور محدث ابن ماجہ اپنی سنن کے باب التغلیظ فی الحیف و الرشوة میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعنة الله علی الراشی والمرتشی۔ رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۶۷ ج ۱)

وقال المحدث ابو عیسیٰ الترمذی و فی الباب عن عبدالله بن عمرو و عائشة وابن ابی حدیدة وام سلمة وحدیث ابی هریرہ حدیث حسن و قدروی هذا الحدیث عن ابی سلمة بن عبدالرحمٰن عن عبدالله بن عمرو وروی عن ابی سلمة عن ابیه عن النبی صلی الله علیه و سلم ولا یصح و سمعت عبدالله بن عبدالرحمٰن یقول حدیث ابی سلمة عن عبدالله بن عمرو عن النبی صلی الله علیه وسلم احسن شئی فی هذا الباب واصح.

(جامع ترمذی شریف ص ۱۹۴ ج ۱)

تنبیہ

ان احادیث مبارکہ میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں پر لعنت کی ہے لیکن جیسا کہ رشوت کی صورتوں کے بیان میں گزرا شارحین فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں رشوت دینے والے سے مراد صرف وہی رشوت دینے والا ہے جو دوسرے کا حق مارنے کے لئے رشوت دے۔ چنانچہ امام محمد برکلی حنفی کتاب مستطاب الطریقة المحمدیه میں لکھتے ہیں۔

ومنها اخذ الرشوة واعطاءها الالدفع الظلم۔ اور ہاتھ کی آفتوں میں سے ایک آفت رشوت کا لینا

اور رشوت کا دینا ہے مگر ظلم کے دفع کے لیے (رشوت دینا آفت نہیں)۔ (الحدیقۃ الندیۃ ص ۴۵۵ ج ۲)

(۳) اور اس کی شرح میں امام عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں "اور میرے والد صاحب کی کتاب شرح الدرر میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی جان سے خوف دور کرنے کے لئے رشوت دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔" (الحدیقۃ الندیۃ ص ۴۵۵ ج ۲)

(۴) اور امام زاہدی کتاب المجتبیٰ میں لکھتے ہیں۔ اپنی جان و مال سے ظلم ہٹانے اور اپنا حق نکالنے کے لیے ظالم بادشاہ کو مال دے تو یہ رشوت نہیں یعنی دینے والے کے حق میں رشوت نہیں۔ (ردالمحتار ص ۳۰۰ ج ۵)

(۵) اور محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ **ورشوت بضم و کسر آنچہ دادہ شود برائے ابطال حق و اثبات باطل اما اگر برائے اثبات حق و دفع ظلم از نفس بدھند لاباس بہ است وھم چنیں گیرندہ اگر سعی کند در رسیدن حق بصاحب حق یا دفع ظلم ازوے ام گفتہ اند کہ ایں در غیر قضاۃ وولاۃ است زیرا کہ سعی در اصابت حق و اثبات آن و دفع ظلم از مظلوم واجب است برایشاں پس روا نباشد اجر گرفتن بر آن** :۔ اور رشوت وہ شئے ہے جو حق کو باطل کرنے اور باطل کو حق ثابت کرنے کے لئے دی جائے اور اگر حق کو ثابت کرنے اور جان سے ظلم دور کرنے کے لئے دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اس شخص کا بھی یہی حکم ہے جو حق دار تک حق پہنچانے اور اسے ثابت کرنے اور اس سے ظلم دور کرنے کی کوشش کرے اور اپنی اجرت لے۔ ہاں علماء فرماتے ہیں کہ مزدوری قاضیوں اور حاکموں کے غیر کے لئے حلال ہے۔ ان کے لئے حلال نہیں کیونکہ ان پر حقدار تک حق پہنچانا اور مظلوم سے ظلم دور کرنا واجب ہے۔ سو انہیں اس کی اجرت لینا جائز نہ ہوگا۔ (اشعۃ اللمعات ص ۳۲۶ ج ۳)

رشوت دینے لینے والے دوزخی ہیں

اثبات باطل اور ابطال حق کے لئے رشوت دینے لینے والوں کو بعض احادیث مبارکہ میں دوزخ کی وعید کی گئی ہے چنانچہ محدث ابویعلی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "حکام عادل وظالم سب کو قیامت کے دن پل صراط پر روکا جائے گا۔ پھر اللہ عزوجل فرمائے گا۔ تم سے میرا مطالبہ ہے کہ جس حاکم نے فیصلہ میں ظلم کیا ہوگا اور رشوت لی ہوگی اور صرف ایک

فریق کی بات توجہ سے سنی ہو گی اسے جہنم کی اتنی گہرائی میں ڈالا جائے گا جس کی مسافت ستر سال ہے۔" (بہار شریعت ص ۵۴ ج ۱۲)

(۲) اور محدث طبرانی معجم صغیر میں حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **الراشی والمرتشی فی النار.**

رشوت دینے والا اور لینے والا دونوں دوزخ میں ہیں۔ (جامع صغیر ص ۲۵ ج ۲ کنوز الحقائق ص ۱۳۹ ج ۱)

رشوت خوری سے بزدلی پیدا ہوتی ہے

جو قوم رشوت خوری کی عادی ہو اللہ تعالیٰ اسے بزدل بنا دیتا ہے اور اس کے دل سے جرأت مندی ختم ہو جاتی ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **مامن قوم یظھر فیھم الزنا الا اخذوا بالسنة وما من قوم یظھر فیھم الرشا الا اخذوا بالرعب** ۔ کوئی ایسی قوم نہیں جس میں زنا ظاہر ہو مگر وہ قحط سالی میں گرفتار کی جاتی ہے اور کوئی ایسی قوم نہیں جس میں رشوتیں ظاہر ہوں مگر دشمن کے رعب میں مبتلاء کی جاتی ہے۔ رواہ احمد۔
(مشکوٰۃ ص ۱۴۱ ج ۲)

رشوت سے بچنے کا ثواب

امام بیہقی اور امام ابن عساکر صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا "حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے میرے رب تو کن لوگوں کو حظیرۃ القدس (جنت) میں بسائے گا اور کن لوگوں کو تو اس دن اپنے عرش کے سایہ میں بسائے گا جس دن تیرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ فرمایا **اولٓئک الذین لا تنظر اعینھم فی الزناء ولا یبتغون فی اموالھم الربا ولا یاخذون علی احکامھم الرشاء اولٓئک طوبیٰ لھم وحسن ماٰب.**

یہ وہ لوگ ہیں جن کی آنکھیں زنا میں نہیں دیکھتیں اور وہ اپنے مالوں میں سود نہیں ڈھونڈتے اور اپنے فیصلوں پر رشوتیں نہیں لیتے یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے بہتری اور اچھا ٹھکانہ ہے (البدور السافرہ ص ۵۵)

قاضی کی رشوت میں وعید شدید ہے

یوں تو سب حاکموں کے لئے رشوت لینا شرعاً حرام اور موجب لعنت وعذاب جہنم ہے لیکن قاضی کے لئے اس کی ممانعت اور زیادہ سخت جرم ہے کیونکہ تمام تر معاملات کا انحصار اسی کے فیصلوں پر ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اخذ الامیر الهدیة سحت وقبول القاضی الرشوة کفر :۔ حاکم وقت کا ہدیہ لینا حرام ہے اور قاضی کا رشوت قبول کرنا کفر ہے۔ رواہ الامام احمد فی کتاب الزہد وحسنہ الجلال السیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ (جامع صغیر ص ۱۳ ج ۱)

مسائل ضروریہ

(۱) قاضی کو ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے بلکہ رشوت ہے جیسا کہ آج کل لوگ حکام کو ڈالی کے نام سے دیتے ہیں اور اس سے مقصود صرف یہی ہوتا ہے کہ اگر کوئی معاملہ ہوگا تو ہمارے ساتھ رعایت ہوگی۔

(درمختار ص ۳۴۵ ج ۴)

(۲) قاضی کو جس طرح ہدیہ لینا جائز نہیں اس طرح اسے دوسرے تبرعات بھی ناجائز ہیں مثلاً قرض لینا یا رعایت لینا کسی سے کوئی کام مفت کرانا بلکہ واجبی اجرت سے کم دے کر کام لینا بھی جائز نہیں۔

(ردالمحتار ص ۳۴۵ ج ۴)

(۳) واعظ ومفتی ومدرس وامام مسجد ہدیہ قبول کر سکتے ہیں کہ ان کو جو کچھ دیا جاتا ہے وہ ان کے علم کا اعزاز ہے۔ کسی چیز کی رشوت نہیں ہاں اگر مفتی کو اس لئے ہدیہ دے کہ وہ فتویٰ میں رعایت کرے گا تو یہ دینا لینا حرام ہے۔ (ردالمحتار ص ۳۴۵ ج ۴)

(۴) قاضی کو بادشاہ یا حاکم بالا نے ہدیہ دیا تو لینا جائز ہے۔ یوں ہی قاضی کے کسی رشتہ دار محرم نے ہدیہ دیا جو اس کے قاضی بننے سے پہلے بھی دیا کرتا تھا۔ اور اتنا ہی دیا جتنا پہلے دیا کرتا تھا تو قبول کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کا مقدمہ اس کے پاس دائر نہ ہو۔ (درمختار ص ۳۴۶ ج ۴)

(۵) قاضی کے لئے دعوت خاصہ (جو خاص اسی کے لئے دی جائے) قبول کرنا جائز نہیں ہاں دعوت عامہ قبول کر سکتا ہے (درمختار ص ۳۴۶ ج ۴)

سرکاری ملازمین کو رشوت لینا حرام ہے

جس طرح قاضی کو رشوت دینا کہ وہ فیصلہ میں رعایت کرے گا حرام ہے اسی طرح دوسرے سرکاری حکام کو رشوت دینا کہ وہ مقدمہ میں رعایت سے کام لیں گے شرعاً ناجائز ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسد کے ایک شخص کو عامل بنا کر بھیجا۔ جب وہ واپس آیا تو اس نے کہا "یہ مال تمہارا ہے اور یہ میرے لیے ہدیہ ہوا ہے" یہ سن کر آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حمد وثناء کے بعد فرمایا" کیا حال ہے اس عامل کا جس کو ہم بھیجتے ہیں اور وہ آ کر یہ کہتا ہے کہ یہ آپ کے لئے ہے اور یہ میرے لئے ہے؟ وہ اپنے باپ یا ماں کے گھر میں کیوں نہیں بیٹھا رہا اور دیکھتا کہ اسے ہدیہ کیا جاتا ہے یا نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ایسا شخص قیامت کے دن اس چیز کو اپنی گردن پر لاد کر آئے گا۔ اگر اونٹ ہے تو وہ بڑبڑائے گا اور اگر گائے ہے تو وہ باں باں کرے گی اور بکری ہے تو میں میں کہے گی۔ پھر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو اتنا بلند کیا کہ بغل مبارک کی سفیدی ظاہر ہونے لگی۔ اور تین بار آپ نے یہ کلمہ کہا۔ خبردار میں نے پہنچا دیا"

(جامع صغیر ص ۶۴ ج ۱)

باطل کی سفارش بھی منع ہے

اثبات باطل وابطال حق کی غرض سے سفارش کرنا بھی سخت ناجائز ہے۔ جیسا کہ آج کل کے وکیل جھوٹی وکالتیں کرتے ہیں چنانچہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" جو کسی کی سفارش کرے اور وہ اس کے لئے کچھ ہدیہ دے اور یہ قبول کرے تو وہ سود کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازہ پر آ گیا" (ابوداؤد بحوالہ بہار شریف ص ۵۴ ج ۱۲)

رشوت خور کی دعوت قبول کرنا

امام فقیہ ابوجعفر سے اس شخص کے بارہ میں پوچھا گیا جس نے بادشاہ کے حکم سے مال حاصل کیا یا حرام ذرائع سے حاصل کیا تو کیا اس کے ہاں کھانا کھانا حلال ہے؟ فرمایا میں اس کی دینداری کے پیش نظر پسند نہیں کرتا کہ وہ اس کے پاس کھانا کھائے اور وہ کھانا جو پیش کیا گیا ہے۔ غصب یا رشوت کے مال سے

تیار نہیں کیا گیا تو قضاء اس کو کھانا حلال ہے۔ (فتاوی عالمگیری ص ۳۵۰ ج ۵)

رشوت کا مال نیک کام میں خرچ کرنا وبال ہے

چونکہ مال رشوت حرام ہے اس لیے اسے دوسرے حرام مالوں کی طرح نیک کام میں خرچ کیا جائے تو اس میں اجر و ثواب نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص گناہ کے ذریعہ سے مال حاصل کرے پھر وہ اس مال سے صلہ رحمی کرے یا صدقہ کرے یا اسے راہ خدا میں خرچ کرے تو اس کا وہ سارا مال اللہ تعالیٰ جمع کرے گا پھر وہ اسے آگ میں ڈال دے گا۔

(مختصر احیاء علوم الدین ص ۱۰۷۔ نزھتہ الناظرین ص ۱۵۸)

رشوت کا مال واپس کرنا شرعاً واجب ہوتا ہے۔

جس طرح دوسرے حرام ذرائع سے ملنے والا مال مالک کو واپس دے دینا شرعاً واجب ہے اسی طرح رشوت کا مال شوت دینے والے کو واپس کرنا شرعاً واجب ہوتا ہے اور لینے والے کے قبضہ سے وہ اس کی ملک میں نہیں جاتا چنانچہ امام ابن عابدین شامی حاشیہ درمختار میں لکھتے ہیں۔ (**قوله الرشوة لاتملك بالقبض) فله الرجوع بها.** رشوت قبضہ کے سبب سے ملک میں نہیں آتی سو رشوت دینے والے کو اسے واپس لینے کا حق ہے۔ (ردالمحتار ص ۳۰۰ ج ۵)۔

آخری گزارش

یہاں تک جو کچھ پیش کیا گیا ہے۔ مسلمان اسے غور سے پڑھیں، سمجھیں اور عمل کرنے کی کوشش کریں باطل کو ثابت کرنے اور حق کو باطل کرنے کے لئے رشوت دے کر نہ خود لعنتی اور دوزخی بنیں اور نہ حکام و قضاۃ کو لعنت و دوزخ کے عذاب کا مستحق بنائیں۔ یونہی حکام و قضاۃ کو بھی خوف خدا سے کام لینا چاہیے اور ایسے حالات پیدا نہیں کرنے چاہیں جن سے مجبور ہو کر لوگ انہیں رشوتیں دیں۔ کیونکہ اس صورت میں سارا وبال خود ان حالات کے پیدا کرنے والوں کی گردنوں پر پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہ راست کی توفیق بخشے آمین۔

(۱۵ دسمبر ۱۹۸۹ء)

بسم الله الرحمن الرحیم

انتالیسواں مقالہ

سودخوروں کا برا انجام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علیٰ شفیع الاشقیآء والمذنبین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین امابعد. اس رسالہ میں سودخوروں کا برا انجام کتاب وسنت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے موجب ہدایت بنائے۔ آمین۔

سود حرام قطعی ہے۔ اس کی حرمت کا منکر خارج از اسلام ہے۔ حرام سمجھ کر سود کا کاروبار کرنے والا سخت گناہگار فاسق مردود الشہادۃ ہے۔ امام فخرالدین زیلعی حنفی فرماتے ہیں۔ سود کتاب' سنت اور اجماع امت کی رو سے حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اور اللہ نے بیع حلال کی اور سود حرام کیا۔" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سودی کاروبار کا گواہ بننے والے، سود کا معاملہ لکھنے والے پر لعنت فرمائی۔ اور پوری امت کا سود کی حرمت پر اتفاق ہو چکا ہے۔ حتی کہ اس کی حرمت کے منکر کو کافر قرار دیا جائے گا۔" (تبیین الحقائق ص ۸۵ ج ۲)

آیات مبارکہ

سود کے متعلق چند آیات واحادیث یہاں نقل کی جاتی ہیں وباللہ التوفیق۔

۱۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ "جو لوگ سود کھاتے ہیں۔ وہ اس شخص کی طرح اٹھیں گے، جسے شیطان نے چھو کر پاگل بنا دیا ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کہا بیع سود کی طرح ہے۔ حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا، اور سود کو حرام قرار دیا۔ سو جس کے پاس اللہ کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ (سود سے) باز آ گیا تو اسے جو کچھ اس سے پہلے کر چکا ہے معاف ہے۔ اور جو پھر ایسا ہی کریں تو وہ دوزخی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے" (پ ۳۔ رکوع ۶)

۲۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ "اللہ سود کو مٹاتا ہے، اور صدقات کو پالتا ہے۔ اور اللہ ہر ناشکر، بدکار کو پسند نہیں کرتا۔" (پ ۳۔ رکوع ۶)

۳۔ اور رب کریم جل جلالہ فرماتا ہے۔ "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم مومن ہو تو جو کچھ تمہارا سود رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو پھر اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لڑائی کا اعلان ہے۔ اور اگر تم توبہ کرو تو تمہیں تمہارا اصل مال ملے گا۔ نہ تم ظلم کرو۔ نہ تم پر ظلم کیا جائے۔" (پ ۳ رکوع ۶)

۴۔اور اللہ کریم عز شانہ فرماتا ہے۔"اے ایمان والو! دونا دون سود نہ کھاؤ۔اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار رکھی گئی ہے۔اور اللہ اور رسول کی بات مانو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"(پ۴۔رکوع ۵)

۵۔اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔"جو کچھ تم نے سود پر دیا تاکہ وہ لوگوں کے مال میں بڑھتا رہے وہ اللہ کے پاس نہیں بڑھے گا اور جو کچھ تم نے زکوٰۃ میں دیا اللہ کی خوشنودی چاہتے ہوئے تو یہ لوگ اپنا مال دگنا کرنے والے ہیں۔"(پ۲۱ رکوع ۷)

احادیث مبارکہ

۱۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔"سود کا ایک درہم جسے آدمی جان بوجھ کر کھائے چھتیس زناؤں سے زیادہ سخت ہے۔"رواہ احمد والدارقطنی عن عبداللہ بن الحنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما
(مشکوٰۃ ص۲۴۲ ج۱)

۲۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔"سود اگرچہ زیادہ ہو کمی کی طرف لوٹتا ہے۔"رواہ ابن ماجہ والبیہقی واحمد عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔(مشکوٰۃ ص۲۴۲ جلد۱)

۳۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔"سود کی ستر جزئیں ہیں ان میں سب سے ہلکی جز یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے بدکاری کرے۔"(مشکوٰۃ ص۲۴۲ ج۱)

۴۔اور آپ فرماتے ہیں۔"جس شخص نے سود کے ذریعہ سے اپنا مال بڑھایا بالآخر اس کا مال کمی کی طرف لوٹے گا۔"(بن ماجہ ص۱۶۴)

۵۔اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔"معراج کی رات میرا گزر ایک قوم پر ہوا جن کے پیٹ گھروں کی طرح بڑے بڑے تھے اور ان پیٹوں میں سانپ تھے، جو باہر سے دکھائی دے رہے تھے۔میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون ہیں؟ انہوں نے عرض کیا، یہ سود کھانے والے لوگ ہیں۔"
(مشکوٰۃ ص۲۴۲ ج۱)

۶۔اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا،"سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو۔"صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔یارسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ کا شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، ناحق کسی جان کو قتل

کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا اور جنگ کے دن میدان جنگ سے پیٹھ پھیرنا۔" رواہ البخاری و مسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (نزھتہ الناظرین ص ۱۵۷)

۷۔ اور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ "اللہ کو لازم ہے کہ وہ چار شخصوں کو جنت میں داخل نہ کرے، اور انھیں جنت کی نعمتیں نہ چکھائے اور وہ یہ ہیں، شراب پینے کا عادی، سود کھانے والا، اور سود کا معاملہ لکھنے والا اور سود کھلانے والا اور سود کے لین دین پر گواہ بننے والے دونوں شخص اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اور وہ چاروں گناہ میں برابر ہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۲۲۱ ج ۱)

۹۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار شخصوں پر لعنت بھیجتے ہوئے سنا اور وہ یہ ہیں۔ سود کھانے والا، سود کھلانے والا، سود کا معاملہ لکھنے والا اور زکوٰۃ روکنے والا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میت پر بین کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ ۲۲۲ ج ۱)

مقام غور ہے

کہ سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود کا معاملہ لکھنے والے اور سودی کاروبار کا گواہ بننے والے کے متعلق یہ کیسے سخت ارشادات وارد ہوئے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت نصیب کرے اور حق پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔

سود کا مفہوم

اصطلاح شرع میں سود کیا ہے؟ امام صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "عقد معاوضہ میں جب دونوں طرف مال ہو اور ایک طرف زیادتی ہو کہ اس زیادتی کے مقابلہ میں دوسری طرف کچھ نہ ہو، تو یہ زیادتی سود ہے، جس چیز پر سود کا دارومدار ہے وہ قدر مع الجنس ہے۔ قدر سے مراد وزن یا ماپ ہے۔ یعنی جو چیز ماپ یا تول سے بکتی ہے جب اس کو اپنی جنس سے بدلا جائے مثلاً گیہوں کے بدلہ میں گیہوں لئے جائیں یا جو کے عوض جو لئے جائیں اور ایک طرف زیادتی ہو تو یہ زیادتی حرام اور سود ہے۔ اگر وہ ماپ اور تول کی نہیں یا ایک جنس کو دوسری سے بدلا جائے تو ان دو صورتوں میں زیادتی سود نہیں۔

(بہار شریعت ص ۱۴۶ ج ۱۱)

ہم جنس ہونے کا معیار

"جنس کے اختلاف واتحاد میں اصل کا اتحاد واختلاف معتبر نہیں۔ بلکہ مقصود کا اختلاف جنس کو مختلف کر دیتا ہے۔ اگرچہ ان کی اصل متحد ہو۔ مثلاً سوتی کپڑے سوت یا روئی کے بدلہ میں بیچنا مطلقاً جائز ہے کہ ان کی جنس مختلف ہے۔ یوں ہی روئی کے عوض سوت بیچنا بھی جائز ہے۔ اسی طرح اون کے بدلے اونی کپڑے خریدنا یا ریشم کے عوض ریشمی کپڑے خریدنا بھی جائز۔ کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ روئی اور سوت اور کپڑے کے مقاصد مختلف ہیں۔"

(بہار شریعت ص ۱۵۰ جلد ۱۱)

سود کی قسمیں

سود کی دو قسمیں ہیں۔ **رباء الفضل** اور **رباء النسیہ**، چنانچہ امام صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ "قدر اور جنس دونوں موجود ہوں تو کمی بیشی بھی حرام ہے۔ اس کو رباء الفضل کہتے ہیں۔ اور ایک طرف نقد ہو، دوسری طرف ادھار یہ بھی حرام ہے اس کو رباء النسیہ کہتے ہیں۔ مثلاً گیہوں کو گیہوں کے بدلہ میں بیچے تو کمی بیشی حرام ہے۔ اور اگر قدر و جنس میں سے ایک موجود ہو تو کمی بیشی جائز ہے۔ جبکہ یہ بیع دست بدست ہو۔ اور اگر قدر و جنس دونوں نہ ہوں تو کمی بیشی اور ادھار دونوں جائز ہیں۔ مثلاً گیہوں روپے سے لئے تو کمی بیشی بھی جائز ہے، اور ادھار بھی جائز ہے۔" (بہار شریعت)

قرض میں سود

قرض دیا اور ٹھہرالیا کہ جتنا دیا ہے اس سے زیادہ لے گا۔ جیسا کہ آج کل سود خوروں کا طریقہ ہے روپے دو روپے سینکڑہ ماہوار سود ٹھہرا لیتے ہیں یہ حرام ہے۔ یونہی اگر قرض دیتے وقت کسی قسم کے نفع کی شرط کرے تو یہ ناجائز ہے۔ مثلاً یہ شرط ٹھہرائی کہ قرض لینے والا قرض دینے والے سے کوئی شئے مہنگے داموں خریدے گا یا فلاں شہر میں قرض کی ادائیگی کرے گا۔ (بہار شریعت ص ۱۳۷ ج ۱۱)

رہن میں سود

آج کل سود خوروں کا عام طریقہ یہ ہے کہ وہ قرض دے کر مکان یا کھیت رہن رکھ لیتے ہیں۔ مکان میں مرتہن سکونت اختیار کرتا ہے۔ اور کھیت کی پیداوار خود کھاتا ہے۔ اور پھر پورا قرض وصول کر کے یہ چیزیں مالک کو واپس کرتا ہے یہ خالص سود ہے۔ اس سے بچنا واجب ہے۔ (بہار شریعت ص ۱۳۸ ج ۱۱)

نوٹ کی حقیقت

چونکہ آج کل لین دین نوٹوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ اس لئے نوٹ کی حقیقت کا جاننا ضروری ہے۔ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ رحمۃ فرماتے ہیں۔ "نوٹ اصل میں ایک متاع ہے۔ اس لئے کہ وہ ایک پرچہ کاغذ ہے۔ اور اصطلاح میں قیمت ثمن ہے کیونکہ اس کے ساتھ ثمن کا سا معاملہ کیا جاتا ہے۔ اور یہ رقمیں جو اس پر مرقوم ہیں یہ اس کی ثمنیت کا ثمن اصلی سے اندازہ ہے۔ (کفل الفقیہ ص ۲۴)

اور دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔ "نوٹ کی اصل تو معلوم ہے کہ وہ کاغذ کا ایک ٹکڑا ہے، اور کاغذ مال متقوم ہے۔ اور اس سکہ نے اسے کچھ زیادہ نہ کیا مگر یہی کہ لوگوں کی رغبتیں اس کی طرف بڑھ گئیں اور وقت حاجت کے لئے اٹھا رکھنے کے زیادہ لائق ہوگیا۔" (کفل الفقیہ)

اور تیسری جگہ فرماتے ہیں۔ "نوٹ وہ چیز ہے جس کا لین دین گن کر ہوتا ہے۔ اور دو نوٹوں میں اصلاً تفاوت نہیں سمجھا جاتا۔ جبکہ وہ ایک ٹکسال کے ہوں۔" (کفل الفقیہ ص ۲۷)

نوٹ کا قرضہ

جب یہ ثابت ہوگیا کہ نوٹ مال متقوم مثلی عددی غیر متفاوت اور ثمن اصطلاحی ہے تو لامحالہ اسے قرض میں دینا جائز ہوگا۔ امام صدر الشریعۃ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ "جو چیز قرض لی جائے اس کا مثلی ہونا شرط ہے۔ یعنی ماپ کی چیز ہو یا تول کی ہو یا گنتی کی ہو۔ مگر گنتی کی چیزوں میں یہ شرط ہے کہ اس کے افراد میں زیادہ تفاوت نہ ہو۔ جیسے انڈے وغیرہ۔" (بہار شریعت ص ۱۳۴ ج ۱۱)

بنک کی رقم کی شرعی حیثیت

بنک میں جو رقم جمع کرائی جائے وہ قرض کے حکم میں ہوتی ہے۔ خواہ اس پر سود مشروط ہو یا نہ ہو۔ امام صدر الشریعہ فرماتے ہیں۔ "جس چیز کا قرض جائز ہے اسے عاریت کے طور پر لیا تو وہ قرض ہے۔" ثانیاً یہ رقم بنک والوں کے پاس بطور ودیعت نہیں ہوتی۔ کیونکہ ودیعت میں مودع کا تصرف ممنوع ہوتا ہے۔ حالانکہ بنک والے منافع اسی لئے دیتے ہیں کہ وہ اس رقم میں تصرف کر کے خود منافع حاصل کرتے ہیں ثالثاً ودیعت مودع کے پاس بطور امانت ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ اس کے صنع کے بغیر ہلاک ہو جائے تو اس پر اس کی کوئی ضمان نہیں۔ حالانکہ بنک والے بنک میں جمع شدہ رقم کے ضامن ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ بطور قرض ہوتی ہے۔ اس پر سود مشروط ہو یا نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

منافع بنک کی شرعی حیثیت

چونکہ بنک میں جمع شدہ رقم بطور قرض ہوتی ہے اور قرض میں سود کا تحقق ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس پر زیادتی لینے دینے کی صورت میں زیادتی سود اور حرام ہو گی چنانچہ مولانا غلام رسول سعیدی رقم طراز ہیں۔

بنک سے سود لینے کا حکم

بنک قرض پر سود ادا کرتا ہے۔ اور رباء النسیہ کی تعریف میں آتا ہے۔ جس طرح خنزیر اور مردار کا کھانا حرام ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سود کی رقم لے کر کسی غریب کو دی جائے۔ یہ تجویز دو وجہ سے باطل ہے۔ اول تو جب اس نے سود لے لیا تو اس نے حرام قطعی کا

ارتکاب کیا اور اگر اس کو حلال سمجھ کر لیا تو فقہاء کی تصریح کے مطابق وہ کافر ہو گیا کیونکہ حرام قطعی کو حلال جاننا کفر ہے۔ اور اگر حرام سمجھ کر لیا تو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا۔ اور جب بالقصد یہ سود کی رقم کسی غریب شخص کو دی تو از روئے حدیث **لعن اللہ علیٰ اکل الرباء ومؤکلہ** (اللہ نے سود کھانے والے اور سود کھلانے والے پر لعنت کی) یہ سود کی رقم کھلانے والا لعنت کا مستحق قرار پایا علامہ علاء الدین حصکفی فرماتے ہیں۔ شرح وہبانیہ میں بزازیہ سے منقول ہوا کہ جب کوئی شخص حرام قطعی سے مال صدقہ کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اور علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں، کسی شخص نے اس مال سے صدقہ کیا جو حرام قطعی ہے اور ثواب کی امید رکھی تو کافر ہو گیا۔ اور اگر فقیر کو مال کی حرمت کا علم ہے اور اس نے دینے والے کو دعاء دی اور اس نے آمین کہی تو وہ دونوں کافر ہو گئے۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ بالقصد مال حرام کو حلال سمجھ کر لینا کفر ہے۔ اور حرام سمجھ کر لینا گناہ کبیرہ ہے۔ اور بالقصد لے کر اس کو کسی شخص کو کھلانا گناہ کبیرہ ہے اور لعنت کا مصداق بھی۔

اب ایک سوال یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے شامت اعمال سے سود لے لیا ہے۔ اور اب وہ اپنے اس فعل پر نادم و تائب ہے اور اس کا مداوا کرنا چاہتا ہے، تو وہ کیا کرے۔ اس کا حل فقہاء نے یہ بتایا ہے کہ وہ سود کی رقم مقروض کو واپس کر دے اور اگر ایسا نہ ہو سکتا ہو تو مقروض کی طرف سے صدقہ کی نیت کر کے وہ رقم کسی غریب شخص کو دے دے۔ تاکہ وہ اپنے ذمہ سے سبکدوش ہو جائے۔ چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس کے پاس مال حرام ہو، اگر وہ اس کے مالک کو جانتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس کے مالک کو دے دے اور اگر مالک کا علم نہیں تو یہ مال اس کے لئے حلال نہیں ہے، مالک کی طرف سے نیت کر کے وہ مال کسی غریب آدمی کو بطور صدقہ دے دے۔"

(مقالات سعیدی ص ۴۲۲)

پیشن گوئی

آج کل کے منافع بنک کے سود ہونے پر نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد صاف صاف دلالت کرتا ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جب سود کھانے سے کوئی نہ بچے گا۔ اور اگر کوئی سود نہ کھائے گا تو اسے سود کا غبار یا دھواں ضرور پہنچے گا (مشکوٰۃ ص ۲۲۱ ج ۱)

سود کے غبار یا دھواں پہنچنے کی شرح میں محشی فرماتے ہیں، سود کے غبار یا دھوئیں سے مراد اس کا اثر ہے۔ اور وہ اس طرح پہنچیں گے کہ یا تو وہ سود کا روپیہ کھلانے والا ہوگا۔ یا سودی کاروبار کا گواہ بنے گا۔ یا سود کا معاملہ لکھنے والا ہوگا۔ یا سودی کاروبار بڑھانے میں کوشاں ہوگا۔ "اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ۔

سبحان اللہ! آج کل کی سودی بنک کاری کے متعلق سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی صراحت سے حکم شرع سنا دیا۔ اللہ کریم ہمیں عمل کی توفیق بخشے آمین۔

ایک قول کی تصحیح

ایک صاحب لکھتے ہیں۔ " بنک کا سود۔ پہلے معلوم ہو چکا ہے، کہ کفار سے نفع لینا سود نہیں، بلکہ حلال ہے۔ لہٰذا آج کل سیونگ بنک، بنک آف انڈیا وغیرہ کفار کے سارے بنکوں سے نفع لینا حلال ہے اگرچہ لوگ اسے سود کہتے ہیں، مگر یہ شرعاً سود نہیں۔ البتہ مسلمانوں کے بنک سے منافع لینا حرام ہوگا۔ مگر نوٹ کے لین دین میں سب سے نفع لیا جا سکتا ہے۔"اھ بلفظہٖ۔

یہ قول صحیح معلوم نہیں ہوتا کیونکہ آج کل مسلمان ملکوں میں بھی نوٹ ہی کے ذریعہ سے لین دین ہوتا ہے۔ بنک والے نوٹ بطور قرضہ لیتے ہیں اور مقررہ شرح ومعینہ مدت پر نفع دیتے ہیں۔

اگرچہ نوٹ کو نوٹ کے عوض کمی بیشی کے ساتھ بیچنا جائز ہے۔ کیونکہ نوٹ نہ وزنی ہے نہ کیلی، بلکہ مثلی عددی متقارب ہے۔ مگر یہ بیع اس شرط پر جائز ہے کہ دست بدست ہو ورنہ رباء النسیہ پایا جائے گا۔ بنک والے یہ تو کرتے نہیں کہ ادھر سو کا نوٹ لیا ادھر اسی وقت ایک سو دس روپے کے نوٹ تھما دیئے۔ لہٰذا دست بدست نہ ہوئی۔ بلکہ یہ سودی قرضہ ہوا۔ اس لئے یہ کہنا کہ نوٹ کے لین دین میں سب (مسلمانوں اور کافروں) سے نفع لیا جا سکتا ہے۔ صحیح نہیں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں "ہاں اگر دس کا نوٹ قرض دیا اور شرط کر لی کہ قرض لینے والا بارہ روپیہ یا گیارہ روپیہ مثلاً ایک دوانی اوپر دس روپے اب یا کچھ مدت بعد

قسط بندی سے یا بلاقسط واپس دے گا۔ تو یہ ضرور حرام اور سود ہے۔ اس واسطے کہ وہ ایک قرض ہے جس سے نفع حاصل کیا گیا۔ اور بے شک ہمارے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قرض کوئی نفع کھینچ کر لائے وہ نفع سود ہے۔ یہ حدیث حارث بن اسامہ نے امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کی (کفل الفقیہ ص ۱۱۲)

نوٹ:۔ بیع اور قرض میں فرق ہے۔ پس نوٹ کو نوٹ سے کمی بیشی سے بیع کرنا جائز ہے۔ مگر قرض کا لین دین کمی بیشی سے جائز نہیں۔ **فافهم ولا تغتر فانهٗ من مزلات الاقدام والله اعلم بالصواب۔**

بلا سود بنکاری

بنک کے قدیم سودی کاروبار کو ہماری اسلامی حکومتیں بھی حرام سمجھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غیر اسلامی ممالک میں رائج سودی نظام بنک کاری کو تبدیل کر کے شرعی اصول وقوانین کے مطابق "بلا سود بنکاری نظام" کا مسئلہ ہمیشہ درپیش رہا ہے۔ اب حکومت پاکستان وآزاد کشمیر بلا سود بنکاری نظام کے رائج کرنے میں کوشاں ہیں۔ ہماری دعاء ہے کہ اللہ کرے ہماری حکومت صرف نام کی تبدیلی کی بجائے غیر اسلامی بنکاری نظام میں فی الواقع تبدیلی لاکر اسے شرع کے عین مطابق بلا سود بنکاری نظام بنا کر ملک میں نافذ کرے تاکہ شراب کی بوتل سے شراب کا لیبل اتار کر شربت کا لیبل لگا دینے والا معاملہ نہ ہو۔ اور پہلے جو لوگ بنک کے منافع کو سود وحرام سمجھ کر اس سے مجتنب تھے اب کہیں دھوکہ میں آکر اسے جائز سمجھ کر لینا نہ شروع کر دیں۔

اگر مضاربت کے طریقہ پر ہمارے بنک کام کرنا شروع کریں تو یہ بہت بہتر ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم الصواب۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چالیسواں مقالہ

انشورنس یا بیمہ زندگی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ گزشتہ دنوں ہمارے بازار میں لائف انشورنس کمپنی کا ایک ملازم شخص آیا اور اپنے کاروبار کے متعلق ایک فتویٰ دکھا کر کہا کہ ہم نے یہ فتویٰ علمائے دین سے حاصل کیا ہے۔ اس فتویٰ میں علماء نے ہمارے انشورنس (بیمہ) کے کاروبار کو جائز قرار دیا ہے۔ لہذا آپ بھی اس کام میں حصہ دار بن کر منافع حاصل کریں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا بیمہ یا انشورنس کا مروجہ کاروبار شرعاً جائز ہے کہ نہیں؟ جواب فقہ حنفی کے مطابق دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔ تاکہ کوئی خفاء باقی نہ رہے اور ہم اس پر عمل کر سکیں۔

(السائل حاجی محمد حسین رتالی تحصیل سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر)

الجواب بتوفیق الملک الوھاب

راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفراللہ تعالیٰ لہٗ کے پاس بھی لائف انشورنس کمپنی کے بعض ملازمین آئے اور انہوں نے کہا کہ ہمارے کاروبار کو علمائے دین نے جائز قرار دیا ہے اور ہمارے پاس شائع شدہ فتوے موجود ہیں۔ فقیر نے کہا کہ اگر اس قسم کا کوئی فتویٰ آپ کے پاس موجود ہے تو دکھائیں مگر آج تک وہ پیش کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ پھر عامۃ المسلمین کی خیر خواہی کی غرض سے ہم نے اُس صورت کے مطابق ایک استفتاء تیار کیا۔ جو انہوں نے اپنے کاروبار کے متعلق بیان کی تھی۔ اور علمائے اہل سنت کی خدمت میں بھیج دیا۔ بعض بزرگوں نے جو جوابات لکھے وہ ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔ وباللہ التوفیق:

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ آج کل حکومت نے بیمہ یا انشورنس کا جو پروگرام بنا رکھا ہے کہ ایک مدت تک کچھ رقم بالاقساط ادا کرنی ہوتی ہے۔ پھر مدت پوری ہونے پر یا موت پر دوگنا رقم مل جاتی ہے اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب مدلل مفصل دے کر عنداللہ تعالیٰ ماجور ہوں۔

(السائل الفقیر ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری سہنسہ بازار ضلع کوٹلی آزاد کشمیر)

دارالعلوم شیخ الاسلام رضویہ جھنگ صدر کا جواب

الجواب: بیمہ میں جو رقم بالاقساط جمع کرائی گئی۔ اس کے لینے کا تو بیمہ کرنے والے کے پاس جواز ہے۔ اس کے علاوہ اس سے دوگنی یا چارگنا رقم بلاعوض حاصل کرنا ربو (سُود) ہوگا جو حرام قطعی ہے جائز رکھنے والے جواز کے دلائل پیش کریں فقط اللہ ورسولہ اعلم۔ ابوالطاہر محمد عجیب القادری غفرلہٗ، از دارالعلوم شیخ الاسلام رضویہ سٹیلائٹ ٹاؤن جھنگ صدر۔ (مہر دارالعلوم)

جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد کا جواب

الجواب وھوالموافق للصواب: اقساط جمع کرنے پر رقم دوگنا حاصل ہوتی ہے۔ اس کے متعلق تحقیق فرمالیں یہ صورت ناجائز معلوم ہوتی ہے یہاں جو صورت ساعت میں آئی وہ یہ ہے کہ اگر قسط جمع کرانے والا ایک قسط یا دو قسطیں یعنی تمام قسطیں جمع کرانے سے پہلے وفات پاجائے تو جو رقم پانچ ہزار یا دس ہزار کا بیمہ کیا گیا ہے وہ تمام رقم اس کے ورثاء کو مل جائے گی۔ واللہ تعالیٰ ورسولہٗ الاعلیٰ اعلم محمد اسلم رضوی جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد مورخہ ۲ فروری ۱۹۸۸ء (مہر جامعہ)

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کا جواب

الجواب وھوالموفق للصواب: سلف صالحین علمائے کرام نے بیمہ کو قمار (جوأ) قرار دیتے ہوئے ناجائز کہا ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم ص ۱۲۰ پر ہے "یہ نرا قمار ہے"

اور آپ نے جو صورت لکھی ہے کہ ایک مدت تک کچھ رقم بالاقساط جمع کرتے رہیں پھر دوگنا مل جاتی ہے یہ تو سُود کی صورت بنتی ہے جو بنصِ قرآن وحرم الربا حرام ہے فقط واللہ اعلم بالصواب ' الجیب عبداللطیف عفی عنہ مفتی جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور مورخہ ۳۰ جنوری ۱۹۸۸ء (مہر جامعہ)

جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور کا جواب

الجواب: بیمۂ زندگی یہ عقد ربٰو ہے یا عقد قمار۔ اس لیے کہ جو رقم بیمہ والے سے کمپنی لیتی ہے وہ یا تو بطور قرض لیتی ہے یا بطور بیع اور دونوں صورتوں میں بیمہ کرانے والا رقم بھی لیتا ہے اور وہ منافع بھی حاصل کرتا

ہے لہٰذا یہ ربوا (سود) ہوا۔

شرعاً عقدِ عقدِ شرکت نہیں کہ شرکت میں مال شرکت تو متعین و معلوم ہونا چاہیے اور مال ادا غیر متعین وغیر معلوم۔ شرکت میں خبر نہیں ہوتی کہ نفع ہوگا یا نقصان۔ اگر نفع ہو تو کتنا اور اگر نقصان ہو تو کتنا مگر یہاں معاملہ برعکس ہے کیونکہ جو رقم بیمہ والے کو ملے گی وہ تو معلوم ہے مگر جو رقم کمپنی کو حاصل ہوگی وہ مجہول ہے کہ بروقتِ شرکت کسی کو خبر نہیں کہ اس شخص سے کتنا روپیہ کمپنی کو وصول ہوگا اگر اس کی موت جلد واقع ہوگئی تو کمپنی کو روپیہ کم وصول ہوگا (اور اگر مدت مقررہ تک زندہ رہا تو کمپنی کو پوری رقم حاصل ہوگی) اور اگر یہ رقم بغرضِ شرکت دی ہو تب بھی فاسد ہے کیونکہ مقرر ہے کہ اتنا روپیہ واپس لوں گا اور شرکتِ فاسدہ میں رقم قرض بن جاتی ہے ھذا فی الدر المختار۔ اور نہ یہ امانت ہے۔ واللہ اعلم محمد صالح اویسی مفتی جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور (مہر جامعہ)۔

الحمدللہ! علمائے اہل سنت کے ان روشن فتاویٰ سے ثابت ہو گیا کہ بیمہ کے کاروبار کا منافع حلال نہیں لہٰذا مسلمان اس ناجائز کاروبار میں ہرگز ہرگز حصہ دار نہ بنیں ورنہ عاقبت برباد ہوگی۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لیے دو مطبوعہ فتاویٰ مبارکہ بھی ہدیۂ ناظرین کیے جائیں۔ تاکہ اس مسئلہ کی شرعی حیثیت اور زیادہ روشن ہو جائے وباللہ التوفیق۔

حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی کا فتویٰ

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زندگی کا بیمہ کرانا کیسا ہے؟ اس میں یہ ہوتا ہے کہ کچھ لوگ مل کر ایک انجمن قائم کرتے ہیں اور ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق کچھ رقم جمع کراتا رہتا ہے اور یہ طے ہو جاتا ہے کہ اتنے زمانہ تک یہ رقم جمع کراتا رہے گا اور اس کے بعد روپیہ انجمن سے حاصل کرے گا۔ اب اگر ایک ہی قسط ادا کرنے کے بعد اُس کا انتقال ہو گیا تو انجمن کو وہ تمام رقم ادا کرنی پڑے گی جو طے ہو چکی ہے مثلاً اگر دس ہزار روپیہ کا بیمہ کیا اور بیس روپے ماہوار ادا کرنے کا تاحین حیات اقرار کیا۔ اب اس کا ایک ہی قسط ادا کرنے کے بعد انتقال ہو گیا تو بھی انجمن کو دس ہزار روپیہ دینا ہوگا اور اگر سو برس تک بھی زندہ رہ کر مرا تو بھی اتنا ہی روپیہ۔ اس میں بہت سے فائدے ہیں۔

۱۔ تھوڑی تھوڑی رقم جاتی ہے اور اکٹھی رقم آتی ہے۔

۲۔روپیہ محفوظ رہتا ہے اور اپنی اولاد کی طرف سے بے فکری رہتی ہے۔ایسا بیمہ کرانا جائز ہے یا جائز نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو وہ شرکت ہے یا امانت؟ اور اگر نا جائز ہے تو کیوں؟

بیّنوا توجروا۔ (از اجمیر شریف)

الجواب: اگر یہ بیمہ کمپنی خالص کفار کی ہے اور بعد بیمہ اہل کمپنی اُس شخص کو سفرِ حج یا دیگر احکام شرعیہ سے نہیں روکتے اور مسلمان کے نقصان کا قوی اندیشہ نہ ہو تو بیمہ کرانا جائز ہے اور جو فائدہ اس بیمہ کے ذریعے بیمہ کرنے والا حاصل کرے وہ حلال ہے کہ یہ عقد یا تو عقد ربٰو ہے یا عقدِ قمار۔

ربٰو تو اس لیے کہ جو رقم بیمہ والے سے کمپنی لیتی ہے وہ یا تو بطورِ قرض لیتی ہے یا بطورِ بیع۔اور دونوں صورتوں میں بیمہ کرنے والا رقم بھی لیتا ہے اور وہ منافع بھی حاصل کرتا ہے جو سائل نے بیان کیے۔لہذا یہ ربوا (سود) ہوا۔بصورتِ قرض تو اس لیے کہ کل قرض جرّ نفعاً فھو ربواً۔

بحرالرائق میں ہے فضل مال بلاعوض فی معاوضة مال بمال (یعنی سُود مال کی اُس زیادتی کا نام ہے جس کا عوض نہ ہو جب کہ یہ مال کے بدلہ میں مال لینے میں پائی جائے) اور دُرِمختار میں ہے ھو فضل خالٍ عن العوض مشروط لاحد ھما فی المعاوضة (سُود اُس زیادتی مال کا نام ہے جو بائع یا مشتری میں سے کسی ایک کے لیے شرط کی گئی ہو اور وہ عوض سے خالی اور یہ مال کے بدلہ میں مال لینے کے عقد میں پائی جائے) نیز اسی دُرِمختار میں ہے فدخل ربوا النسئیة والبیوع فکلھا من الربا۔

قمار (جوا) اس لیے کہ قمار میں ایجاب مال علیٰ شرط الغلبہ ہوتا ہے (قاموس) اس میں یہ ہے کہ اگر صاحبِ بیمہ کی زندگی دراز ہوئی تو کمپنی کا غلبہ ہوا کہ اس کے پاس رقم زیادہ پہنچی اور اگر اُس کی عمر کم ہوئی تو اس کو نفع ہوا کہ رقم کم گئی اور زیادہ رقم ہاتھ آئی اور تمامی عقود فاسدہ خواہ بیع بالشرط ہو یا ربوٰا یا قماران کے ذریعہ سے کفار حربیہ سے اگر مسلمان کو نفع ہو تو جائز ہے اور اگر کفار کو ہو تو ناجائز۔البحرالرائق میں ہے ای لا ربو بینھما فی دارالحرب عند ھما خلافاً لابی یوسف و فی البنایة و کذا اذا باع خمراً او خنزیراً او میتةً اوقامرھم و اخذ المال کل ذلک یحل له‘ اور اسی میں ھے لا یخفی انه‘ انما المقتضیٰ حل مباشرة العقد اذا کان الزیادة ینالھا المسلم ۔اور دُرِّمختار میں ہے۔ولا بین حربی و مسلم لانّ ماله ثمه مباح فیحل برضاه مطلقاً بلا عذر اور ردالمختار میں ھے. حتی باعھم درھماً بدرھمین او باعھم میتةً بدر اھم او اخذ ما لاً

منهم بطريق القمار فذلک کلّه طيب له' اور اسی میں ہے انّ مراد هم من حل الربو والقمار ما اذا حصلت الزيادة لمسلم۔

اور شرعاً یہ عقدِ عقد شرکت نہیں کہ شرکت میں مال شرکت تو متعین و معلوم ہونا چاہیے اور مال ادا غیر متعین و غیر معلوم ہونا چاہیے۔ شرکت میں خبر نہیں کہ نفع ہوگا یا نقصان اور اگر نفع ہوگا تو کتنا اور اگر نقصان ہوگا تو کتنا۔ مگر یہاں معاملہ برعکس ہے کہ جو رقم بیمہ والے کو ملے گی وہ تو معلوم ہے مگر جو رقم کمپنی کو حاصل ہوگی وہ مجہول ہے کہ بوقت شرکت کسی کو خبر نہیں کہ اس شخص سے کتنا روپیہ وصول ہوگا اگر موت جلد واقع ہوگئی تو روپیہ کم وصول ہوا اور بصورتِ دیگر زیادہ۔

اور اگر اس شخص نے روپیہ بغرض شرکت بھی دیا ہو تب بھی شرکت فاسدہ ہے کیونکہ مقرر کر دیا گیا ہے کہ اتنا روپیہ واپس لوں گا اور شرکت فاسدہ قرض بن جاتی ہے۔ دُرِمختار میں ہے و تفسد باشراط دراهم مسمات من الربح لاحدهما لقطع الشركة اور ردّالمختار میں ہے۔ و ذلک يقطع الشركة فتخرج الى القرض او البضاعة اور نہ یہ امانت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ نعیمیہ ص ۳۸)۔

دار العلوم نقشبندیہ علی پور شریف کا فتویٰ

سوال: کیا انشورنس کرالینی جائز ہے؟

الجواب: بعونہ تعالیٰ: انشورنس کرالینی اُس وقت جائز ہے جب کمپنی والے سُود کا تعین نہ کریں بلکہ رقم لگانے والوں کو کاروبار سے حصہ (بطور تجارت مضاربت) دیں۔ اگر بنکوں کی طرح سود دیتے ہیں تو پھر جائز نہیں۔ کیونکہ سود قطعی حرام ہے (فتاویٰ جماعتیہ ص ۴۰۰)

ایک مغالطہ کا ازالہ

اکثر دیکھا گیا ہے کہ بیمہ کا کاروبار جائز سمجھنے والے اشخاص اس کے جواز کی یہ دلیل دیتے ہیں کہ بیمہ کمپنی اپنی حاصل کردہ رقم بڑے بڑے کارخانوں پر خرچ کرتی ہے اور اُن سے جو منافع حاصل ہوتا ہے اُسے وہ اپنے حصہ داروں میں تقسیم کرتی ہے۔ سو یہ ایک قسم کی تجارت ہے اس لیے اس کا منافع جائز ہوگا۔ لیکن ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ بیمہ کمپنی جو منافع اپنے حصہ داروں میں تقسیم کرتی ہے اُس کی مدت و شرح مقرر ..تی ہیں یا نہیں

ظاہر ہے کہ یہ دونوں چیزیں مقرر ہوتی ہیں اس لیے یہ منافع بھی خالص سُود ہے۔ آخر بنک جو رقم حاصل کرتا ہے وہ بھی تو اُنہیں بڑے بڑے کاروباری لوگوں کو قرضہ دیتا ہے اور ان سے حاصل کردہ منافع اپنے حصہ داروں میں مقررمدت وشرح کے ساتھ تقسیم کرتا ہے تو پھر بنک کے سُود اور بیمہ کمپنی کے سُود میں کون سا فرق باقی رہ جاتا ہے۔ اے کاش اگر مسلمان تجارتی منافع اور سُودی منافع میں فرق سمجھ جائیں اور بنک و بیمہ کمپنی دونوں کا کاروبار تجارتی منافع کے حصول کے لیے ہوں تو مسلمان سُود لینے اور سُود دینے کی لعنت سے بچ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دینِ حق کی سمجھ عطا فرمائے۔ اور اُس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کا ایک فتویٰ

ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت صفر المظفر ۱۴۰۳ھ کے صفحہ ۹۵ پر لکھا ہے۔ "بیمہ یا انشورنس" بیمہ یا انشورنس سے متعلق مسلمان غلط فہمی کا شکار ہیں امام احمد رضا نے اپنے ایک خط کے ذریعے اس گتھی کو سلجھا دیا ہے اور انتہائی سادہ و آسان لفظوں میں فرماتے ہیں۔

"جبکہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے۔ حرج نہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس کے سبب اُس کے ذمے کسی خلاف شرع احتیاط کی پابندی نہ عائد ہوتی ہو جیسے روزوں یا حج کی ممانعت" (احکامِ شریعت ص ۱۸۱) ظاہر ہے کہ ہر وہ فعل جو خلاف شرع احتیاط کا پابند بناتا ہو۔ مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے اور بیمہ ایسی کوئی پابندی عائد نہیں کرتا ہے۔ اھ بلفظہٖ۔

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت صفر ۱۴۰۳ھ)

اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کی وضاحت

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے مندرجہ بالا فتویٰ سے خود ضیائے حرم کے مفتی صاحب غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت کا یہ فتویٰ اُن کے اپنے دور کی خالص انگریز حکومت کے بارہ میں تھا جو کہ خالص کفار کی حکومت تھی۔ مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی کا جو فتویٰ ہم پیچھے نقل کر چکے ہیں۔ اُس کے یہ الفاظ اعلیٰ حضرت کے اسی فتویٰ کی وضاحت کرتے ہیں۔

"اگر یہ بیمہ کمپنی خالص کفار کی ہے اور بعد بیمہ اہل کمپنی اُس شخص کو سفرِ حج یا دیگر احکامِ شرعیہ سے نہیں روکتے اور مسلمان کے نقصان کا قوی اندیشہ نہ ہو تو بیمہ کرانا جائز ہے۔ جو فائدہ اس بیمہ کے ذریعے بیمہ کرانے والا

حاصل کرے وہ حلال ہے"
ولہذا حکومتِ پاکستان جو بفضلِ اللہ تعالیٰ اسلامی حکومت ہے کے بیمہ کو اعلیٰ حضرت کے اس فتویٰ سے جائز قرار دینا ضیائے حرم کے مفتی صاحب کی صرف غلط فہمی ہی نہیں ۔ بلکہ عامۃ المسلمین کو گمراہی میں ڈالنا بھی ہے ۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اُس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے ۔

آخری گزارش

آخرت سنوارنے والے مسلمان بھائیوں سے ہماری آخری گزارش یہی ہے کہ وہ کسی عالم دین کے کسی غلط فتویٰ کو دیکھ کر بیمہ یا انشورنس کے ناجائز کاروبار میں شریک نہ بنیں ۔ اور نہ یہ دیکھیں کہ ہمارے علاقہ کے فلاں بڑے مولوی صاحب اس کاروبار میں شریک ہو گئے ہیں ۔ کیونکہ دین قرآن وسنت کا نام ہے کسی مولوی صاحب کے عمل اور قول کا نام نہیں جبکہ اُن کا وہ قول و عمل قرآن وسنت کے خلاف ہو ۔
(۱۱ صفر المظفر ۱۴۱۰ھ)۔

تقریظ

حضرت علامہ سیّد محمد ذاکر حسین شاہ صاحب صدر مدرس جامعہ محمدیہ غوثیہ انوار القرآن صدر ۔ راولپنڈی ۔

نحمدہ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم ۔
برادر محتشم حضرت علامہ احمد حسین قاسم الحیدری مدظلہ العالی نے بیمہ (انشورنس) پر جو تحقیق انیق فرمائی وہ حق ہے ۔ مسلمانوں کی خدمت میں عرض ہے کہ یہ سارا سودی کاروبار ہے ۔ اس سے بچنا انتہائی ضروری ہے ۔ حضرت مولانا موصوف کے ارشاداتِ عالیہ قرآن وسنت اور فقہ حنفی کے بالکل مطابق ہیں اور یہی جمہور اہل سنت کا نظریہ ہے ۔ والسلام ۔

فقیر سید محمد ذاکر حسین شاہ انوار القرآن صدر ۔ راولپنڈی

۱۱ صفر ۱۴۱۲ھ بمطابق ۲۲ اگست ۱۹۹۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اکتالیسواں مقالہ
قرض کی عدم ادائیگی
کا اخروی عذاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین امابعد: آج کل اکثر دیکھا جاتا ہے کہ مسلمان قرض کا لین دین کرتے ہیں اور قرض کے شرعی احکام سے بے خبر ہونے کی وجہ سے اس کی ادائیگی میں لاپرواہی سے کام لیتے ہیں۔ اس لئے ہم نے اس مقالہ میں قرض کی شرعی اہمیت بیان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہم سب کی ہدایت کا ذریعہ بنائے آمین۔ ثم آمین۔

حتی الوسع قرض سے بچنا چاہیئے۔

شرع شریف نے قرض لینے کی اجازت صرف ضرورت شدیدہ کے وقت دی ہے۔ اور وہ بھی اتنا قرض اٹھانے کی جس سے پیش آمدہ ضرورت پوری ہو جائے اس لئے حتی الوسع قرض سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ قرض اٹھانے کی مذمت میں یہاں بعض احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "قرض رات کے وقت پریشانی اور دن کے وقت ذلت ہوتا ہے۔" (جامع صغیر۔ جلد دوم ص ۱۸)

(۲) اور محدث دیلمی روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "قرض اللہ کا بھاری جھنڈا ہے۔ کون اسے اٹھانے کی طاقت رکھتا ہے؟" (کنوز الحقائق ص ۱۳۲ ج ۱۰)

(۳) اور یہی محدث روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قرض بھاری طوق ہے۔" (کنوز الحقائق ص ۱۳۲ ج ۱)

(۴) اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "بلاشبہ اللہ کے نزدیک ان کبیرہ گناہوں کے بعد جن سے اس نے منع کیا ہے۔ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ بندہ اس حال میں مرے کہ اس پر قرض ہو جس کی ادائیگی کے لئے وہ مال نہ چھوڑے۔"
(مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۸ ج ۱)

(۵) اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "قرض دینداری کا دھبہ ہے۔" (جامع صغیر ص ۱۸ ج ۲)

(۶) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قرض دین اور حسب دونوں کو گھٹاتا ہے۔" (کنوز الحقائق جلد اول ص ۱۳۲)

(۷) اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اس حال میں مرے کہ وہ تکبر۔ خیانت اور قرض سے آزاد ہے، تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔"
(مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۸ ج ا)

(۸) اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعاء مانگا کرتے تھے۔ **اللھم انی اعوذبک من غلبۃ الدین** ۔ اے اللہ میں قرض کے غلبہ سے تیرے پاس پناہ مانگتا ہوں۔ (جامع صغیر ص ۶۱ ج ا)

(۹) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **ایاکم والدین فانہ ھم" باللیل ومذلۃ" بالنھار** ۔ تم قرض سے بچو۔ کیونکہ وہ رات کے وقت پریشانی اور دن کے وقت ذلت بنتا ہے۔ (جامع صغیر ص ۱۲۷ ج ا)

(۱۰) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "قرض زمین میں اللہ کا جھنڈا ہے۔ جب اللہ کسی بندے کو ذلیل کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اس کی گردن میں ڈال دیتا ہے۔ (جامع صغیر جلد دوم ص ۱۸)

مسلمان ان دس احادیث نبویہ پر غور فرمائیں۔ قرض کی قباحت کو سمجھیں اور اس سے حتی المقدور بچنے کی کوشش کریں۔ **اللھم انا نعوذبک من غلبۃ الدین وغلبۃ العدو وشماتۃ الاعدآء آمین بجاہ النبی الامین** صلی اللہ علیہ وسلم۔

قرض اٹھاتے وقت ادا کی نیت شرط ہے

بسا اوقات انسان کے پاس مال نہیں ہوتا۔ اس لئے وقتی ضروریات پوری کرنے کے لئے قرض اٹھانا پڑتا ہے۔ اس حالت میں شرع شریف نے اسے قرض اٹھانے کی اجازت دی ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ قرض اٹھاتے وقت اس کے ادا کی نیت کرے اس بارہ میں مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ غور طلب ہیں۔

(۱) حضرت صہیب الخیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"جو شخص اس حال میں قرض اٹھاتا ہے کہ وہ دل میں یہ پختہ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ اسے ادا نہیں کرے گا وہ اللہ سے چور ہونے کے حال میں ملے گا." (سنن ابن ماجہ ص ۱۷۴)

(۳) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"جو شخص لوگوں کا مال ضائع کرنے کے ارادہ سے قرض لے اللہ اسے ضائع کرے گا۔

(سنن ابن ماجہ ص ۱۷۴)

(۴) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرض دو قسم کا ہے۔ (ایک یہ کہ) کوئی شخص مرے اور وہ اس کی ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہو، سو میں اس کا وارث ہوں اور دوسرا وہ شخص جو مرے اور اس کی ادائیگی کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ سو (یہ دوسری قسم کا قرض) وہ ہے جس کے عوض میں نیکیاں لی جائیں گی۔ جس دن نہ دینار ہوں گے نہ درہم۔ (جامع صغیر ص ۱۸ ج ۲)

قرض کی ادائیگی میں تاخیر نہیں کرنی چاہیئے

قرض کی ادائیگی میں حتی الوسع جلدی کرنی چاہیئے۔ اور مال ہوتے ہوئے قرض ادا نہ کرنا ظلم ہے۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مطل الغنی ظلم۔ غنی شخص کی ڈھیل ظلم ہے۔ رواہ الامام مسلم فی صحیحہ (مشکوٰۃ ص ۲۲۷ ج ۱)

اللہ تعالیٰ سمجھ نصیب فرمائے۔ آمین۔

قرض کی ادائیگی اچھے مال سے کرنی چاہیئے

قرض خواہ مقروض کو قرض دے کر اس پر احسان کرتا ہے۔ اس لئے اس کے قرض میں اچھا مال دینا چاہیئے یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہے چنانچہ

(۱) حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے ایک جوان اونٹ قرض لیا۔ پھر صدقہ کے اونٹ آئے تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ اس شخص کو جوان اونٹ ادا کرو میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اس اونٹ سے زیادہ عمر والا اونٹ موجود ہے۔ فرمایا کہ وہ اس کو دے دو کیونکہ بہترین لوگ وہ ہیں جو قرض کی ادائیگی میں زیادہ اچھے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۷ ج ۱)

(۲) اور حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے

چالیس ہزار کا قرض لیا پھر آپ کے پاس مال آیا تو آپ نے مجھے یہ قرض ادا کیا اور یہ دعاء فرمائی بارک اللہ فی اھلک ومالک انما جزآء السلف الحمد والاداء۔ اللہ تیرے اہل ومال میں برکت کرے۔ قرض کی جزآء شکریہ اور ادائیگی ہی ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۲۲۸ ج ا)

ادائیگی قرض کارِ ثواب ہے

قرض کی ادائیگی کارِ ثواب ہے اس لئے مقروض کو ثواب حاصل کرنے کی نیت سے قرض ادا کرنا چاہیئے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں۔ "جو شخص اپنے قرض خواہ کی طرف اس کا حق لے کر چلے۔ اس کے لئے زمین کے چوپائے اور پانی کی مچھلیاں دعائے رحمت مانگتی ہیں۔ اور اللہ اس کے لئے ہر قدم کے عوض میں ایک درخت لکھتا ہے جو جنت میں بویا جاتا ہے۔ اور اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اور جو ایسا نہ کرے اور تاخیر سے کام لے وہ ظالم ہے" (نزھۃ الناظرین ص ۱۵۸)

محتاج کو قرض دینے کی فضیلت

تنگدست شخص کو قرض اٹھانے کی ضرورت درپیش ہو تو اسے قرض دینا کارِ ثواب ہے۔ اس بارہ میں مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) محدث ابن ماجہ اپنی سنن میں روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان بن ادنان حضرت علقمہ کو ان کا وظیفہ ملنے کے وقت تک ایک ہزار درہم قرض دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ قرض کی میعاد پوری ہونے پر حضرت سلیمان نے ان سے قرض کی ادائیگی کا شدت سے مطالبہ کیا تو انہوں نے ان کا قرض ادا کر دیا۔ اور وہ اس بات سے کئی ماہ تک غصے میں رہے۔ پھر وہ حضرت سلیمان کے پاس آ کر کہنے لگے آپ مجھے وظیفہ کے ملنے کے وقت تک قرض دیں۔ انہوں نے فرمایا ہاں۔ اے ام عتبہ وہ بند بستہ لے آؤ جو تیرے پاس ہے۔ وہ لے آئے تو آپ نے فرمایا، خدا کی قسم یہ تیرے وہی درہم ہیں، جن سے تو نے اپنا قرض ادا کیا تھا۔ میں نے ان میں سے ایک درہم بھی نہیں ہلایا ہے۔ حضرت علقمہ نے کہا خدا آپ کے باپ کا بھلا کرے ذرا یہ تو بتاؤ کہ آپ کو کس چیز نے وہ کام کرنے پر مجبور کیا جو آپ نے میرے ساتھ کیا۔ (یعنی بشدت ادائیگی قرض کا مطالبہ کس وجہ سے کیا تھا۔) فرمایا اس بات نے جو میں نے آپ ہی سے سنی ہے۔ کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا۔ جو مسلمان کسی مسلمان کو دو مرتبہ قرض دے تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے اس قرض کا ایک مرتبہ صدقہ کیا۔ (یعنی ایک شئے دو مرتبہ قرض دینے کا ثواب اتنا ہے جتنا اس کو ایک مرتبہ صدقہ کرنے کا ہے۔) حضرت علقمہ نے فرمایا میں نے حضرت ابن مسعود کو اسی طرح یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۷۵)

(۳) اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، معراج کی رات میں نے جنت کے دروازے پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔ صدقہ کا ثوب دس گنا ہے۔ اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا ہے۔ میں نے کہا اے جبرائیل کیا وجہ ہے کہ قرض کا ثواب صدقہ کے ثواب سے زیادہ ہے انہوں نے عرض کیا اس وجہ سے کہ سوالی اس حال میں سوال کرتا ہے کہ اس کے پاس مال ہوتا ہے لیکن قرض مانگنے والا قرض مانگتا ہے۔ جب اس کو قرض مانگنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۷۵)

محتاج کو مہلت دینے کی فضیلت

بعض قرض خواہ قرضہ کی میعاد پوری ہونے پر بہت سختی سے کام لیتے ہیں۔ اور تنگدست قرض داروں کو جھڑکتے اور گالی گلوچ کرتے ہیں شرع شریف اس طریقہ کو پسند نہیں کرتی۔ بلکہ تنگ دست مقروض کو خوشحال ہونے تک مہلت دینے کی عظیم فضیلتیں بیان کرتی ہے۔

(۱) حضرت ابوالیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص کسی تنگ دست کو مہلت دے یا اس کا قرضہ معاف کردے اللہ اسے اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔ جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا (جامع صغیر ص ۱۶۷ ج ۲)

(۲) اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو شخص تنگ دست کو مہلت دے یا اس کا قرض اٹھا دے (معاف کردے) تو اللہ اسے قیامت کے دن کی سختیوں سے نجات دے گا۔

(مشکوٰۃ ص ۲۲۷ ج ۱)

(۳) اور حضرت ابوالیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مــن احب ان یظلہ اللہ فی ظلہ فلینظر معسراً او لیضع لہٗ ۔ جو شخص چاہے کہ اللہ اسے (قیامت کے روز) اپنے سایہ میں جگہ دے اسے چاہیے کہ تنگدست کو مہلت دے یا اس سے اپنا قرضہ اٹھائے یعنی معاف کردے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۷۴)

(۴)اور حضرت عثمان بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جس کا دوسرے پر حق ہے اور وہ ادا کرنے میں تاخیر کرے وہ ہر روز اتنا مال صدقہ کر دینے کا ثواب پائے گا۔" (بہار شریعت ص ۱۳۳ ج ۱۱)

(۵)اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو شخص تنگدست پر آسانی پیدا کرے اللہ اس پر دنیا و آخرت میں آسانی پیدا کرے گا۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۷۴)

(۶)اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "ایک شخص (زمانہ گذشتہ میں) لوگوں کو ادھار دیا کرتا تھا۔ اور وہ اپنے غلام سے کہا کرتا تھا کہ جب کسی تنگدست مدیون کے پاس جاؤ تو اس کا قرض معاف کر دینا۔ اس امید پر کہ خدا ہم کو معاف کر دے گا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔" (مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۶ ج ۱)

(۷)اور حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو لوگ تم سے پہلے گزرے ان میں سے ایک شخص کی روح سے فرشتے ملے اور انہوں نے پوچھا کیا تو نے کوئی نیک عمل کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں انہوں نے کہا یاد کر۔ اس نے کہا میں لوگوں سے لین دین کیا کرتا تھا۔ اور اپنے نوکروں سے کہا کرتا تھا کہ تم تنگ دست کو مہلت دے دو اور خوشحال سے نرم سلوک کرو۔ سو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا تم اس کو معاف کر دو۔" (مسلم ص ۲۵ ج ۲)

محتاج کا قرض معاف کر دینے کی فضیلت

جس طرح شرع شریف نے تنگ دست مقروض کو مہلت دینے کی فضیلت بیان کی ہے۔ اسی طرح اس نے محتاج کا قرض معاف کر دینے کی بھی عظیم فضیلتیں بیان کی ہیں۔ چنانچہ

(۱) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص کو یہ بات اچھی لگے کہ اللہ اسے قیامت کے دن کی سختیوں سے نجات دے اسے تنگدست کو مہلت دینی چاہئے۔ یا اس کا قرضہ معاف کر دینا چاہئے۔ (مشکوٰۃ ص ۲۲۷ ج ۱)

(۲)اور حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص تنگ دست کو قرضہ کی ادائیگی کی میعاد پوری ہونے سے پہلے مہلت دے اسے ہر روز اس کے قرض کے مثل صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔

(جامع صغیر ص ۱۶۷ ج ۲)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص تنگ دست کو اس کے خوشحال ہونے تک مہلت دے اللہ اس کے گناہ میں اسے اس کی توبہ تک مہلت دیتا ہے (جامع صغیر ص ۱۶۷ ج ۲)

دوسرے کا قرض ادا کر دینے کی فضیلت

ابتدائے اسلام میں جب کوئی مسلمان فوت ہو جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارہ میں دریافت فرمایا کرتے تھے۔ کہ اس پر قرض تو نہیں ہے۔ اگر قرضہ ہوتا تو آپ نماز جنازہ ادا نہ فرماتے بلکہ صحابہ کو نماز جنازہ پڑھنے کا حکم ارشاد فرماتے۔ بسا اوقات میت کے خویش و اقارب یا دوست احباب اس کا قرضہ اپنے ذمہ لے لیتے تا کہ وہ میت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے محروم نہ رہے۔ بلکہ آپ کا یہ طرز عمل قرضہ کی اہمیت روشن کرنے اور میت کے ذمہ کو قرضہ سے فارغ بنانے کی ایک ترکیب ہی تو تھی۔ پھر جب اسلام غالب ہوا اور بیت المال میں آمدنی بڑھ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اموات کا قرضہ ادا فرما دیتے تھے۔ چنانچہ:۔

(۱) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، جب ان کے پاس ایک جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے عرض کیا اس پر نماز پڑھیں۔ آپ نے پوچھا کیا اس پر قرضہ ہے؟ لوگوں نے کہا، نہیں۔ سو آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ پھر آپ کی خدمت میں دوسرا جنازہ لایا گیا۔ تو آپ نے دریافت فرمایا، کیا اس پر قرضہ ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ آپ نے پوچھا کیا اس نے کچھ مال چھوڑا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا، تین دینار۔ آپ نے اس پر بھی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر تیسرا جنازہ لایا گیا تو آپ نے پوچھا کیا اس پر قرضہ ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ آپ نے پوچھا کیا اس نے کچھ مال چھوڑا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ نہیں۔ ارشاد فرمایا تم اپنے دوست پر نماز جنازہ پڑھو۔ حضرت ابو قتادہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اس پر نماز جنازہ پڑھیں اس کا قرضہ میرے ذمہ میں ہے۔ سو آپ نے نماز جنازہ پڑھی (مشکوٰۃ ص ۲۲۷ ج ۱)

(۲) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میت

لائی جاتی تو جو مقروض ہوتا تو آپ دریافت فرماتے کیا اس نے اپنے قرضہ کی ادائیگی کے لئے مال چھوڑا ہے؟ سو اگر آپ کو بتایا جاتا کہ اس نے قرضہ کی ادائیگی کے لئے مال چھوڑا ہے تو آپ نماز جنازہ پڑھتے ورنہ نہ پڑھتے۔ بلکہ مسلمانوں کو حکم دیتے کہ تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھو پھر جب آپ کو اللہ نے فتوحات بخشیں تو آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے اعلان فرمایا۔ "میں مومنوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہوں سو جو مومن فوت ہو اور وہ قرضہ چھوڑے تو اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے اور وہ جو مال چھوڑے وہ اس کے وارثوں کا ہے"۔ (مشکوۃ ص ۲۲۷ ج ۱)

(۳) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "اور جو شخص میت کا قرضہ ادا کرے اللہ تعالیٰ اس کا قرضہ قیامت کے دن ادا فرمائے گا۔"

(البدور السافرہ ص ۱۷۴)

قرض ہضم کرنے والوں کا انجام

آج کل اکثر دیکھا جاتا ہے کہ مسلمان قرضہ لے کر ادا نہیں کرتے۔ بلکہ ہضم کر جاتے ہیں۔ یہ گناہ عظیم اور ناراضگی رب تعالیٰ کا سبب ہے۔ متعدد احادیث مبارکہ میں قرض ہضم کرنے والوں کا برا انجام بیان کیا گیا ہے۔ ہم یہاں بعض روایات تبرکاً نقل کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم مسجد کے صحن میں اس جگہ بیٹھے ہوئے تھے جہاں جنازے رکھے جاتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھے تھے۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی پھر اپنی نظر جھکا لی اور اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھا اور فرمایا سبحان اللہ سبحان اللہ کتنی سختی اتری ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم ایک دن رات خاموش رہے اور ہم نے صبح ہونے تک خیریت ہی دیکھی۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ وہ کیا سختی تھی جو نازل ہوئی؟۔ فرمایا (وہ سختی) قرضہ کے بارہ میں ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اگر کوئی مقروض شخص اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے پھر زندہ ہو پھر اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے تو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ جب تک وہ اپنا قرضہ ادا نہ کرے۔ (مشکوۃ ص ۲۲۸ ج ۱)

(۲) اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کا کیا خیال

ہے اگر میں اللہ کی راہ میں اس حال میں قتل کیا جاؤں کہ میں صبر کرنے والا ثواب کا متلاشی دشمن کی طرف منہ کرنے والا نہ کہ پیٹھ کرنے والا ہوں۔ تو اللہ مجھ سے میری خطائیں معاف فرمادے گا؟" آپ نے فرمایا۔ ہاں پھر جب وہ شخص پیٹھ پھیر کر چلا تو آپ نے اسے پکار کر فرمایا ہاں مگر قرضہ، جبرائیل علیہ السلام نے اسی طرح کہا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۲۲۷ ج ۱)

(۳) حضرت سعد بن اطول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا بھائی فوت ہوا اور اس نے تین سو دینار اور تین چھوٹی اولادیں چھوڑیں۔ تو میں نے وہ رقم ان پر خرچ کرنے کا ارادہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **ان اخاک محبوس بدینہ فاقض عنہ**۔ بلاشبہ تیرا بھائی اپنے قرضہ میں قیدی ہے، سو تو اس کا قرضہ ادا کر، راوی کہتے ہیں کہ میں گیا اور اس کا قرضہ ادا کیا۔ پھر میں واپس آیا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اپنے بھائی کا قرضہ ادا کر دیا ہے اور کوئی شخص باقی نہیں رہا مگر ایک عورت کہ وہ دو دیناروں کے قرضے کا دعویٰ کرتی ہے اور اس کے پاس کوئی گواہی نہیں۔ آپ نے فرمایا اسے ادا کر دے کیونکہ وہ سچی ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۲۲۸ ج ۱)

(۴) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مومن کی روح اس کے قرضہ کے ساتھ لٹکی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس کی طرف سے ادا کر دیا جائے۔ (مشکوٰۃ ص ۲۲۷ ج ۱)

(۵) اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "قرض کے سوا شہید کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔" (مشکوٰۃ ص ۲۲۷ ج ۱)

(۶) اور حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **صاحب الدین ماسور بدینہ یشکو الی ربہ الوحدۃ یوم القیامۃ**۔ قرضہ والا شخص اپنے قرضے میں قید ہوگا۔ دران حالیکہ وہ قیامت کے دن اپنے رب سے تنہائی کی شکایت کرتا ہوگا۔ (مشکوٰۃ ص ۲۲۸ ج ۱)

(۷) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص اس حال میں مرے کہ اس پر ایک دینار یا ایک درہم لازم ہے تو وہ اس کی نیکیوں سے ادا کیا جائے گا۔ وہاں نہ دینار ہوگا نہ درہم۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۷۴)

(۸) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "قیامت کے دن قرضہ اس کے صاحب (قرضدار) سے وصول کیا جائے گا۔ جب وہ مرے گا۔ مگر تین قسم کے شخصوں سے قرض (وصول نہیں کیا جائے گا) ایک وہ شخص جس کی طاقت اللہ کی راہ میں کمزور ہو جائے۔ پھر وہ اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کے مقابلہ میں طاقت پیدا کرنے کے لئے قرض لے اور دوسرا وہ شخص جس کے پاس کوئی مسلمان فوت ہو جائے اور وہ کفن نہ پائے مگر قرض کے ذریعہ ہی سے اور تیسرا وہ شخص جو اپنے نفس کے زنا میں پڑنے کے بارہ میں اللہ سے ڈرے تو وہ اپنے دین پر ڈرتے ہوئے نکاح کرے۔ سو بلاشبہ اللہ قیامت کے دن ان (تین قسم کے لوگوں) کا قرضہ ادا فرما دے گا۔"
(سنن ابن ماجہ ص ۱۷۵)

(۹) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ عزوجل قرضدار کو قیامت کے دن بلائے گا۔ اور کہے گا۔ اے ابن آدم تو نے لوگوں کے حقوق کس شئے میں ضائع کئے۔ تو نے لوگوں کے مال کس چیز میں خرچ کئے۔ سو وہ کہے گا۔ اے میرے رب میں نے انہیں ضائع نہیں کیا بلکہ میں نے غرق ہونے یا آگ لگنے کی وجہ سے قرض اٹھایا تھا۔ اللہ عزوجل فرمائے گا۔ انا احق من قضیٰ عنک الیوم. آج کے دن تیرا قرض ادا کرنے کا میں زیادہ حقدار ہوں۔ سو اس کی نیکیاں اس کی برائیوں پر وزنی ہو جائیں گی۔ تو اسے جنت کی طرف لے جانے کا حکم کیا جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۷۵)

(۱۰) اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "والدین کا قرضہ ان کے ولد پر ہو گا۔ وہ دونوں اس سے چمٹ جائیں گے۔ وہ کہے گا میں تمہارا ولد ہوں۔ سو وہ دونوں خواہش رکھیں گے اور چاہیں گے کہ اے کاش! اس سے زیادہ اس پر قرضہ ہوتا۔" (نزہتہ الناظرین ص ۱۵۸، البدور السافرہ ص ۱۷۰)

(۱۱) اور حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ کی راہ میں قتل ہو جانا اللہ کی راہ میں قرضہ کے سوا ہر گناہ کا کفارہ ہے۔" (جامع صغیر ص ۸۸ ج ۲)

(۱۲) اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "کوئی ایسا شخص نہیں جو مرے اور اس پر قرضہ ہو۔ مگر وہ اپنے قرضہ میں گرفتار کیا جاتا ہے۔ اور جو شخص میت کو (اس کے قرضہ سے) چھڑائے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے چھڑائے گا۔ (البدور السافرہ ص ۱۷۴)

(۱۳) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "تو اس حال میں نہ مر کہ تجھ پر قرضہ ہو کیونکہ (قیامت کے دن) صرف نیکیاں اور برائیاں ہی ہوں گی۔ وہاں دینار و درہم نہ ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہ کرے گا۔"

(البدور السافرہ ص ۱۶۹)

(۱۴) اور محدث ابن ماجہ نے ان لفظوں سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جو شخص مرے حالانکہ اس پر دینار و درہم ہیں۔ تو اس کا قرضہ اس کی نیکیوں سے وصول کیا جائے گا۔" (البدور السافرہ ص ۱۴۹)

(۱۵) اور حضرت ربیع بن خیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "بلاشبہ آخرت میں قرضخواہ اپنے قرضداروں سے دنیا میں تم سے قرض کا مطالبہ کرنے والوں کی نسبت سے زیادہ مطالبہ کرنے والے ہوں گے۔ سو وہ اپنے قرضدار کو پکڑیں گے۔ اور کہیں گے اے میرے رب کیا تو مجھے غمزدہ نہیں دیکھتا۔ وہ فرمائے گا۔ تم اپنے حق کی مقدار اس کی نیکیوں سے لے لو پھر اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو فرمائے گا ان کے گناہوں سے اس کے گناہ بڑھاؤ۔

(۱۶) اور امام طبرانی نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ بلاشبہ دوزخ میں بڑا پل ہے جس میں سات چھوٹے پل ہیں سو بندے کو لایا جائے گا۔ یہاں تک کہ اسے درمیانی پل تک پہنچایا جائے گا۔ پھر اس سے کہا جائے گا۔ تجھ پر کتنا قرضہ ہے۔ وہ کہے گا اے میرے رب اتنا اور اتنا ہے، پھر اسے کہا جائے گا۔ یہ قرضہ ادا کرو، وہ کہے گا میرے پاس تو کوئی شے نہیں۔ پھر کہا جائے گا اس کی نیکیوں سے وصول کرو۔ پس اس کی نیکیاں لی جاتی رہیں۔ یہاں تک کہ اس کے لئے ایک نیکی بھی باقی نہیں رہے گی۔ کہا جائے گا اس کی نیکیاں ختم ہو گئی ہیں تو [illegible] گا کہ اس کے قرض خواہوں کے گناہوں سے کچھ گناہ لو اور انہیں اس پر لاد دو۔ (البدور السافرہ ص

آخری گزارش

یہاں تک جو کچھ پیش کیا گیا ہے مسلمان اسے پڑھیں اور قرض اٹھانے اور اسے ادا نہ کرنے کا خوفناک انجام جانیں اور اپنی آخرت تباہ کرنے سے باز آئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرض کے وبال سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

(۲۳ نومبر ۱۹۸۹ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیالیسواں مقالہ

جانور لڑانے کا وبال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین درج ذیل مسائل میں:۔

(۱) کتا پالنا شرعاً کیسا ہے؟ (۲) بلبل یا کبوتر پالنا کیسا ہے جب کہ لڑانا مقصود نہ ہو؟ (۳) کتا بازی، مرغ بازی، بٹیر بازی وغیرہا کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بتوفیق الملک الوہاب:۔ کُتا پالنا حرام ہے۔ جس گھر میں کُتا ہو اُس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے اور کُتا پالنے والے شخص کی نیکیاں ہر روز گھٹتی ہیں۔ نبی اکرم نورمجسم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ **لاتدخل الملائکة بیتاً فیه کلب ولا صورة.** فرشتے اُس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو (جامع صغیر)۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ **من اقتنیٰ کلباً الّا کلب ما شیة او ضاریاً نقص من عمله کل یوم قیراطان .** جو شخص کتا پالے روز اُس کی نیکیوں سے دو قیراط کم ہوتے ہیں۔مگر یہ کہ چوپایوں کی حفاظت کرنے والا یا شکاری کتا ہو (مشکوٰۃ شریف)۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ **من اتخذ کلباً الّا کلب ماشیة او صید اوزرع انتقص من اجره کل یوم قیراط.** جو شخص کتا رکھے روز اُس کی نیکیوں سے ایک قیراط کم ہوتا ہے۔مگر یہ کہ چوپایوں کی حفاظت کرنے والا یا شکار کرنے والا یا کھیتی کی نگہبانی کرنے والا کُتا ہو۔ (مشکوٰۃ شریف)۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ **ومامن اهل بیت یرتبطون کلباً الّا نقص من عملهم کل یوم قیراط الّا کلب صید او کلب حرث او کلب غنم.** اور کسی گھر والے کتا نہیں باندھتے مگر روز اُن کی نیکیوں سے ایک قیراط کم ہوتا ہے۔مگر یہ کہ وہ کُتا شکار کا یا کھیتی کا یا بکریوں کی حفاظت کا ہو (مشکوٰۃ شریف)۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کتا پالنے والے کی نیکیاں ہر روز گھٹتی ہیں۔بعض روایتوں میں ایک قیراط کی کمی کا ذکر ہے اور بعض میں دو قیراط کا۔شارحین ان دونوں قسم کی روایتوں میں تطبیق دیتے ہوئے

فرماتے ہیں۔ **والتوفیق بینہ و بین الحدیث السابق انّہ یجوز ان یکون لا ختلاف باعتبار النوعین من الکلاب احدھما اشدّ اذیً من الآخر و باختلاف المواضع فالقیراطان فی مکۃ و المدینۃ لفضلھما و القیراط فی غیرھما کذافی الطیبی و المرقاۃ** یعنی ان دوقسم کی روایات میں تطبیق اس طرح دی جاسکتی ہے کہ اگر کتا زیادہ اذیت دینے والا ہوتو دو قیراط کی کمی کی جاتی ہے اور اگر کم اذیت دینے والا ہوتو ایک قیراط کی کمی کی جاتی ہے یا مکہ و مدینہ میں کتا پالنے والے کی نیکیوں سے دو قیراط کی کمی کی جاتی ہے اور دوسرے مقام پر کتا پالنے والے کی نیکیوں میں ایک قیراط کی کمی کی جاتی ہے۔ جیسا کہ امام طیبی اور امام علی قاری نے فرمایا (حاشیہ مشکوٰۃ شریف)۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرّہٗ العزیز فرماتے ہیں۔ "تو صرف دو قسم کے کتے اجازت میں رہے ایک شکاری جسے کھانے یا دوا وغیرہ منافع صحیحہ کے لیے شکار کی حاجت ہو۔ نہ شکار تفریح کہ وہ خود حرام ہے۔ دوسرا وہ کتا جو گلے یا کھیتی یا گھر کی حفاظت کے لیے پالا جائے۔ جہاں حفاظت کی سچی حاجت ہو۔ ورنہ اگر مکان میں کچھ نہیں کہ چور لیں یا مکان محفوظ جگہ ہے کہ چور کا اندیشہ نہیں غرض جہاں یہ اپنے دل سے خوب جانتا ہو کہ حفاظت کا بہانہ ہے اصل میں کتے کا شوق ہے وہاں کتا جائز نہیں۔ آخر آس پاس گھر والے بھی اپنی حفاظت ضروری سمجھتے ہیں۔ اگر بے کتے کے حفاظت نہ ہوتی تو وہ بھی پالتے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں حیلے نہ نکالے کہ وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے"۔ (احکام شریعت ص ۴۸ جلد اوّل)۔

نوٹ

جن تین صورتوں میں کتا پالنے کی شرع شریف نے اجازت دی ان میں یہ ضروری ہے کہ کتا گھر سے باہر رکھا جائے۔ اُسے الگ مکان میں باندھا جائے اور بسنے والے گھر میں اُسے داخل نہ ہونے دیا جائے کہ برتنوں کے پلید ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ نیز کتے کے اختلاط سے بیماری پیدا ہونے کا خطرہ ہے افسوس آج کل کے نادان مسلمان کتے سے محبت کرتے ہیں۔ اُسے بے جھجک پکڑتے ہیں اور اُسے بسنے والے گھر میں کھلے بندوں پھرنے دیتے ہیں یہ عادت ان نادانوں نے انگریز سے سیکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

جواب سوال دوم

بلبل یا کبوتر پالنا جبکہ لڑانا مقصود نہ ہو اور انہیں آب و دانہ اچھی طرح دیا جائے شرعاً جائز ہے۔
اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "شکرا و باز پالنا درست ہے اور ان سے شکار کرانا اور اس کا کھانا بھی درست ہے۔ بقولہ تعالیٰ وما علمتم من الجوارح آلایۃ۔ یہ ضرور ہے کہ شکار غذا یا دوا کسی نفع کی غرض سے ہو محض تفریح اور لہو ولعب نہ ہو ورنہ حرام ہے۔ یہ گنا گار ہوگا۔ اگر چہ ان کا مارا ہوا جانور جبکہ وہ تعلیم پا گئے ہوں اور بسم اللہ کہہ کر چھوڑا ہو حلال ہو جائے گا **فان حرمة الارسال بنية اللهو لاينافي كونه ذكاة شرعية كمن سمّى الله تعالىٰ و ضرب الغنم من قفاه حرم الفعل و حلّ الاكل**" یعنی کھیل کی نیت سے شکاری پرندہ چھوڑنے کی حرمت اس کے شرعی ذبح کے منافی نہیں جیسے کہ کوئی شخص اللہ کا نام لے اور گدی کی طرف سے بکری کو ذبح کرے تو اُس کا یہ طریق ذبح تو حرام ہے مگر بکری حلال ہو گی۔ (احکام شریعت ص ۴۶ ج ۱)۔
اور علامہ صدر الشریعہ فرماتے ہیں" کبوتر پالنا اگر اڑانے کے لئے نہ ہو تو جائز ہے اور اگر کبوتروں کو اڑاتا ہے تو ناجائز ہے کہ یہ بھی ایک قسم کا لہو ہے اور اگر کبوتر اڑانے کے لیے چھت پر چڑھتا ہے جس سے لوگوں کی بے پردگی ہوتی ہے یا اڑانے میں کنکریاں پھینکتا ہے جن سے لوگوں کے برتن ٹوٹنے کا اندیشہ ہے تو اس کو سختی سے منع کیا جائے گا اور سزا دی جائے گی اور اس پر بھی نہ مانے تو حکومت کی جانب سے اس کے کبوتر ذبح کر کے اُس کو دیئے جائیں تاکہ اڑانے کا سلسلہ ہی منقطع ہو جائے۔
(درمختار) (بہار شریعت ص ۱۳۱ ج ۱۶)۔
اور علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ **و دليل جوازحبسهما خبر البخاري وغيره ان امراة دخلت النار في هرة حبستها فلا هي اطعمتها ولا هي تركتها تاكل من خشاش الارض فافهم انها لو حبستها و اطعمتها جاز ولم تدخل النار بسببها و خبره ايضاً انّ رسول صلى الله عليه وسلم كان اذا دخل دار خادمه انس بن مالك رضي الله عنه لزيارة امه رضي الله عنها يقول لولدها الصغير يا ابا عمير ما فعل النغير يمازحه عن طير كان يلعب به بحسبة عنده۔** جانور کو قید رکھنے کے جواز پر امام بخاری

وغیرہ کی وہ روایت دلالت کرتی ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"۔

"بلاشبہ ایک عورت ایک بلی کے سبب سے دوزخ میں داخل ہوئی جسے اُس نے قید کیے رکھا نہ اُس نے کھانے کو کچھ دیا اور نہ اُسے رہا کیا تاکہ وہ کیڑے مکوڑے کھاتی۔ سو اس حدیث کے مفہوم سے سمجھا جاتا ہے کہ اگر وہ عورت اُسے روکے رکھنے کے وقت کھانا پانی دیتی تو وہ اُس کے سبب سے دوزخ میں نہ جاتی اور جانور قید رکھنے کے جواز پر امام بخاری کی وہ روایت بھی دلالت کرتی ہے جس میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں اُن کی والدہ کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے تو اُن کے چھوٹے بیٹے سے ازراہ خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔ اے ابوعمیر تیری پدڑی کو کیا ہوا"

(الحدیقۃ الندیۃ ص ۶۴۰ جلد دوم) والله اعلم بالصواب

جواب سوال سوم

کتا بازی مرغ بازی، بٹیر بازی اور دو جانوروں کو تماشہ کے لیے لڑانا شرعاً ممنوع ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں بٹیر بازی، مرغ بازی اور اسی طرح ہر جانور کا لڑانا جیسے لوگ مینڈھے لڑاتے ہیں۔ یہاں تک کہ حرام جانوروں مثلاً ہاتھیوں ریچھوں کا لڑانا بھی سب مطلقاً حرام ہے کہ بلا وجہ بے زبانوں کی ایذا ہے۔

حدیث میں ہے نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن التحریش بین البھائم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوپایوں کو لڑانے سے منع فرمایا" (احکام شریعت ص ۴۸ ج ۱)

اور امام عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں۔ **و من آفات الیدا التحریش بین البھائم روی ابو داؤد و الترمذی باسنادھما عن ابن عباس رضی الله عنهما انه قال نهی رسول صلی الله علیه وسلم عن التحریش بین البهائم لمافی ذلک من الایذاء للضعیفة منهما بلا ضرورة ولا فائدة اه ملتقطاً**۔ اور ہاتھ کے گناہوں میں سے ایک گناہ چوپایوں کا لڑانا ہے ابوداؤد اور ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چوپایوں کو لڑانے سے منع فرمایا کیونکہ اس میں بے ضرورت اور بلا فائدہ کمزور جانور کو اذیت پہنچانا ہے"۔ (الحدیقۃ الندیۃ ص ۴۴۲ جلد دوم)

اور امام صدرالشریعہ فرماتے ہیں " جانوروں کو لڑانا مثلاً مرغ، بٹیر، تیتر مینڈھے، بھینسے وغیرہ کہ ان جانوروں کو بعض لوگ لڑاتے ہیں یہ حرام ہے اور اس میں شرکت کرنا اس کا تماشا دیکھنا بھی ناجائز ہے"۔

(بہار شریعت ص ۱۳۱ جلد شانزدہم)

الحاصل تماشہ بینی کے لیے جانور لڑانا یا تفریح طبع کے لیے شکار کھیلنا یا لھو ولعب کے لیے کبوتر وغیرہ پالنا یا بے ضرورت کتا پالنا شرعاً سخت ممنوع اور ناجائز ہے۔ مسلمانوں کو اپنے نفس امارہ کی اپنی من مانی کرنے کی بجائے اللہ عزوجل اور اُس کے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم ومنشا کے مطابق چل کر دنیا وآخرت سنوارنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت پر رکھے اور شیطانی کاموں اور نادانوں کی راہ ورسم سے بچائے آمین۔

(۱۵ شوال المکرم ۱۴۰۴ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تینتالیسواں مقالہ

قتلِ ناحق

اسلام کی نظر میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ رسولہ محمد و الہ و اصحابہ اجمعین. اما بعد : دورِ حاضر میں اسلامی معاشرہ کے اندر جہاں دوسری قسم کی اخلاقی بیماریاں پائی جاتی ہیں۔ وہاں قتل ناحق بھی وقوع پذیر ہوتا رہتا ہے۔ اہل اسلام اگر قتل ناحق کی شناعت و قباحت سے کما حقہٗ واقف ہوں تو اس کبیرہ گناہ کے ارتکاب پر کبھی آمادہ نہ ہوں۔ اس مختصر رسالہ میں ہم نے "قتل ناحق" کی وہ قباحت و شناعت لکھنے پر اکتفاء کیا ہے جو اسلام کی نظر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ حق بیانی کی توفیق بخشے اور ہماری اس سعی کو اصلاحِ معاشرہ کا باعث بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

آیت کریمہ نمبر (۱)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ولا تقتلوا النفس الّتی حرم اللہ الا بالحق و من قتل مظلوماً فقد جعلنا لو لیہ سلطانا فلا یسرف فی القتل انہ کان منصوراً۔ اور کوئی جان جس کی حرمت اللہ نے رکھی ہے اُسے ناحق نہ مارو۔ اور جو ناحق مارا جائے تو بے شک ہم نے اُس کے وارث کو قابو دیا ہے کہ وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے۔ ضرور اُس کی مدد ہونی ہے (پ ۱۵ ارکوع ۴)

تفسیر

خیال رہے کہ حربی کافر کی جان لینا حلال ہے۔ مومن یا ذمی یا معاہد کی جان لینا حرام۔ تین صورتوں میں مومن کا قتل جائز۔ قتل کے بدلے میں، زنا کے عوض جبکہ محصن ہو سنگسار کیا جائے گا اور ڈکیتی کے عوض۔ حرم اللہ سے پہلا فائدہ حاصل ہوا اور الا بالحق سے یہ فوائد۔ لہذا یہ آیت بہت سے شرعی احکام کا ماخذ ہے۔ (نورالعرفان)۔

آیت کریمہ نمبر (۲)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ان الذین یکفرون بایات اللہ و یقتلون النبیین بغیر حق و یقتلون الذین یامرون بالقسط من الناس فبشرھم بعذاب الیم ٥ اولٓئک الذین حبطت اعمالھم فی الدنیا و الآخرۃ و ما لھم من ناصرین۔ جو لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے

ہیں اور ناحق پیغمبروں کو شہید کرتے ہیں اور انصاف کا حکم کرنے والوں کو قتل کرتے ہیں۔ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دو۔ یہ وہ ہیں جن کے اعمال دُنیا و آخرت میں ضائع ہو گئے اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔ (پ۳۔ رکوع ۱۱)۔

آیت کریمہ نمبر (۳)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **والذین لایدعون مع اللہ الٰھا اخرو لا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون و من یفعل ذلک یلق اثاماً ہ یضاعف لہ العذاب یوم القیامۃ و یخلد فیہ مھانا** ۔اور اللہ کے بندے وہ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے۔ اور اُس جان کو جس کی حرمت اللہ نے رکھی ناحق نہیں مارتے اور بدکاری نہیں کرتے۔ اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا۔ بڑھایا جائے گا اس پر عذاب قیامت کے دن اور وہ ہمیشہ اس میں ذلت سے رہے گا۔ (پ۱۹۔ رکوع ۴)

آیت کریمہ نمبر (۴)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **من اجل ذلک ج کتبنا علیٰ بنی اسرآئیل انہٗ من قتل نفساً بغیر نفس اوفساد فی لارض فکا نما قتل الناس جمیعا ط و من احیاھا فکانما احیا الناس جمیعاً** ۔اسی سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کیے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو زندہ رکھا تو گویا اس نے سب انسانوں کو زندہ رکھا۔ (پ۶۔ رکوع ۸)۔

آیت نمبر (۵)

ماکان لمؤمن ان یقتل مومناً الا خطا ج و من قتل مؤمناً خطأً فتحریر رقبۃ مؤمنۃ و دیۃ" مسلمۃ الی اھلہ الا ان یصدقوا ط فان کان من قوم عدو لکم و ھو مؤمن فتحریر رقبۃ مؤمنۃ ط وان کان من قوم بینکم و بینھم میثاق فدیۃ مسلمۃ الی اھلہ و تحریر رقبۃ مؤمنۃ ج فمن لم یجد فصیام شھرین متتابعین ز توبۃ من اللہ ط و کان اللہ علیماً

حکیماً ہ اور مسلمان کو نہیں پہنچتا کہ وہ مسلمان کا خون کرے مگر غلطی کے طور پر اور جو مسلمان کو نادانستہ قتل کرے تو اس پر ایک غلام مسلم کا آزاد کرنا ہے اور خون بہا کہ مقتول کے لوگوں کو دیا جائے۔ مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں پھر وہ اگر اس قوم سے ہے جو تمہاری دشمن ہے اور وہ خود مسلمان ہے تو صرف ایک مملوک مسلمان آزاد کرنا ہے۔ اور اگر وہ اس قوم سے ہو کہ تم میں اور ان میں معاہدہ ہے تو اس کے لوگوں کو خون بہا سپرد کیا جائے اور ایک مسلمان مملوک کو آزاد کیا جائے پھر جو نہ پائے وہ لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے۔ یہ اللہ سے اس کی توبہ ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ (پ ۵ رکوع ۱۰)۔

آیت کریمہ نمبر (۶)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ و من یقتل مؤمناً متعمداً فجزآ ؤہ جھنم خالداً فیھا و غضب اللہ علیہ و لعنہ و اعدلہ عذاباً عظیما ۔ اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار رکھا ہے۔ (پ ۵۔ رکوع ۱۰)

آیت کریمہ (۷)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یایھا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی ط الحر بالحر و العبد بالعبد والانثی بالانثی فمن عفی لہ من اخیہ شئی فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان ط ذلک تخفیف من ربکم و رحمۃ ط فمن اعتدیٰ بعد ذلک فلہ عذاب الیم ۔ اے ایمان والو! قصاص یعنی جو ناحق قتل کیے گئے ان کا بدلہ لینا تم پر فرض کیا گیا۔ آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت تو جس کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہو تو بھلائی سے تقاضا کرے اور اچھی طرح سے اس کو ادا کر دے۔ یہ تمہارے ربّ کی طرف سے تمہارے لیے آسانی ہے اور تم پر مہربانی ہے اب اس کے بعد جو زیادتی کرے اس کے لیے دردناک عذاب ہے (پ ۲۔ رکوع ۶)۔

آیت نمبر (۸):

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولکم فی القصاص حیوٰۃ یاولی الالباب لعلکم تتقون ۔اور تمہارے لیے خون کا بدلہ لینے میں زندگی ہے۔اے عقل والو! تا کہ تم بچو۔(پ۲۔رکوع ۶)۔

آیت نمبر (۹)

اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے۔ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق ط نحن نرزقھم و ایاکم ط ان قتلھم کان خطأ کبیراً ۔اوراپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ہم انہیں بھی روزی دیں گے اور تمہیں بھی۔بے شک ان کا قتل بڑی خطا ہے۔(پ۱۵۔رکوع ۴)۔

آیت نمبر (۱۰)

اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے۔ قل تعالوا اتل ماحرم ربکم علیکم الا تشرکو ابہ شیئاً وبالو الدین احسانا ج ولا تقتلوا اولادکم من املاق ط نحن نرزقکم و ایاھم. ولا تقربوا الفواحش ما ظھر منھا و بطن ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ذلکم و صاکم بہ لعلکم تعقلون ۔تم فرماؤ۔آؤ میں تمہیں پڑھ کرسناؤں جوتم پرتمہارے رب نے حرام کیا کہ اس کا کوئی شریک نہ کرواور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرواوراپنی اولاد کو مفلسی کے باعث قتل نہ کرو ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جوان میں کھلی ہیں اور جو چھپی اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی اسے ناحق نہ مارو۔یہ تمہیں حکم فرمایا ہے کہ تمہیں عقل ہو(پ۸رکوع ۶)۔

احادیث مبارکہ

قتل ناحق کی قباحت وشناعت کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کے یہ دس ارشادات پڑھ لینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بھی پڑھیے چنانچہ

حدیث نمبر ۱

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔ الـــکـــبـــائـــر

الاشراک باللہ و عقوق الوالدین و قتل النفس والیمین الغموس ۔ بڑے گناہ یہ ہیں۔ اللہ کا شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور کسی جان کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم اٹھانا۔ رواہ البخاری۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵ جلد اوّل)

حدیث نمبر ۲

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یا رسول اللہ و ماھن قال الشرک باللہ و السحر و قتل النفس التی حرم اللہ الّا بالحق و اکل الربو و اکل مال الیتیم و التولی من الزحف و قذف المحصنات المؤمنات الغافلات ۔ سات ہلاکت میں ڈالنے والے گناہوں سے بچو صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ فرمایا اللہ کا شریک ٹھہرانا اور جادو کرنا اور اس جان کو قتل کرنا جس کی حرمت اللہ نے رکھی ہے مگر حق کے ساتھ اور سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور میدان جنگ سے بھاگنا اور پاکباز غافلہ مومنہ عورتوں کو تہمت لگانا متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۔ ج ۱)

حدیث نمبر ۳

ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اذا التقی المسلمان بسیفیھما فالقاتل و المقتول فی النار قیل یا رسول اللہ ھذا القاتل فما بال المقتول قال انہ کان حریصاً علی قتل صاحبہ ۔ جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر ایک دوسرے کے مقابلہ میں آتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہو جاتے ہیں۔ عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ یہ تو قاتل ہے پھر مقتول کا کیا حال ہے؟ فرمایا۔ کیونکہ وہ اپنے ساتھی کے قتل کرنے پر حریص تھا۔ رواہ احمد و البخاری و مسلم و ابوداؤد و النسائی و صححہ السیوطی (جامع صغیر ص ۲۱۔ ج ۱)

یعنی قاتل تو قتل کی وجہ سے دوزخی ہوا اور مقتول قاتل کے قتل پر حریص اور کوشاں تھا اس لیے وہ بھی دوزخی ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (نزھۃ الناظرین ص ۱۲۵)۔

حدیث نمبر۴

اور رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لاترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض ۔میرے بعد کافر نہ ہو جانا ایک دوسرے کی گردن کو مارتے ہوئے ۔رواہ احمد والبخاری ومسلم والنسائی ،ابن ماجہ عن جریر وصححہ السیوطی (جامع صغیر ص ۲۰۰ جلد ۲)(نزھۃ الناظرین ص ۱۶۵)۔

حدیث نمبر۵

حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قتل المؤمن اعظم عند اللہ من زوال الدنیا ۔اللہ کے نزدیک ایک مومن کا قتل ساری دُنیا کے زائل ہو جانے سے بڑا ہے۔رواہ النسائی والضیاء وصححہ السیوطی (جامع صغیر ص ۸۵ ج ۲)(نزھۃ الناظرین ص ۱۶۵)

حدیث نمبر۶

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا یزال المرء فی فسحۃ من دینہ مالم یصب دماً حراماً ۔جب تک حرام خون کرنے کا ارتکاب نہ کرے انسان اپنے دین کی کشادگی میں رہتا ہے۔(نزھۃ الناظرین ص ۱۶۵)

حدیث نمبر۷

امام بخاری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اکبر الکبائر الاشراک باللہ و قتل النفس و عقوق الوالدین و شھادۃ الزور ۔بڑے گناہوں میں بڑے گناہ یہ ہیں ۔اللہ کا شریک ٹھہرانا اور کسی جان کو قتل کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔(جامع صغیر ص ۵۳ ۔ج ا ۔وصححہ)

حدیث نمبر۸

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من قتل معاھداً لم یرح رائحۃ الجنۃ وان ریحھا لیوجد من مسیرۃ اربعین عاماً۔

جو شخص کسی ذمی یا مستامن کو قتل کرے وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے پائی جاتی ہے۔ رواہ احمد البخاری والنسائی وابن ماجہ وصححہ السیوطی (جامع صغیر ص ۱۷۷۔ ج ۲)

حدیث نمبر ۹

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من قتل معاهداً فی غیر کنهه حرم الله علیه الجنة. جو شخص ذمی یا مستاَ من کو اس کی کنہ کے غیر میں قتل کرے اللہ اس پر جنت حرام فرما دیتا ہے۔ رواہ احمد وابوداؤد والنسائی والحاکم وصححہ السیوطی۔
(جامع صغیر ص ۱۷۷۔ ج ۲)۔

حدیث نمبر ۱۰

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من قتل مؤمناً فاغتبط بقتله لم یقبل الله منه صرفاً و لا عدلاً۔ جو شخص مومن کو قتل کرے پھر اس کے قتل میں ناز کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی نہ نفل عبادت قبول فرمائے گا اور نہ فرض عبادت رواہ ابوداؤد والضیاء وضعفہ السیوطی (جامع صغیر ص ۱۷۷، ج ۲)۔

حدیث نمبر ۱۱

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من قتل عصفوراً بغیر حقه ساله الله عنه یوم القیامة۔ جو شخص کسی چڑیا کو اس کے حق کے بغیر قتل کرے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس سے اس کے بارہ میں پوچھے گا۔
(رواہ احمد وحسنہ السیوطی ص ۱۷۷۔ ج ۲)

حدیث نمبر ۱۲

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ من اعان علی قتل مومن بشطر کلمة لقی الله مکتوب بین عینیه آیس من رحمة الله جو شخص کسی مؤمن

کے قتل پر ایک بات کے کسی حصہ کے ساتھ اعانت کرے وہ قیامت کے روز اس حال میں اللہ سے ملے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا "اللہ کی رحمت سے مایوس شخص" رواہ ابن ماجہ وضعفہ السیوطی۔
(جامع صغیر ص ۱۶۵۔ ج ۲)۔

حدیث نمبر ۱۳

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **قتال المسلم کفر و سبابہ فسوق** ۔مسلمان سے جنگ کرنا کفر ہے اور اُسے گالی گلوچ کرنا نافرمانی ہے۔رواہ الترمذی والنسائی وصححہ السیوطی (جامع صغیر ص ۸۵۔ج ۲)

حدیث نمبر ۱۴

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **قتال المسلم کفر و سبابہ فسوق ولا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاثة ایام**۔ مسلمان سے جنگ کرنا کفر ہے اور اُسے گالی گلوچ کرنا نافرمانی ہے اور مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی کو چھوڑے رکھے۔رواہ احمد وابویعلی والطبرانی والضیاء وصححہ السیوطی۔
(جامع صغیر ص ۸۵۔ج ۲)

حدیث نمبر ۱۵

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **لاتقوم الساعة حتی تقتل فئتان عظیمتان تکون بینھما مقتلة عظیمة دعو اھما واحدة و حتی یبعث دجالون کذابون قریب من ثلاثین کلھم یزعم انه رسول الله وحتی یقبض العلم ویکثر الزلا زل و یتقارب الزمان و یظھر الفتن و یکثر الھرج وھو القتل الی آخر الحدیث** ۔قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دو بڑی جماعتیں لڑیں گی تو ان میں بڑی لڑائی واقع ہوگی حالانکہ ان دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا۔اور حتیٰ کہ تیس کے قریب دجال کذاب ہوں گے۔ان سب کا دعویٰ ہوگا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور حتیٰ کہ علم قبض کرلیا جائے گا اور زلزلے بکثرت واقع ہوں گے اور

زمانہ قریب ہو جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے اور قتل کثرت سے ہوں گے (مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۸ ج ۲)

حدیث نمبر ۱۶

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **ولا یقتل حین یقتل و ھو مؤمن** ۔ اور وہ قتل نہیں کرتا جب کہ وہ قتل کرتا ہے مگر یہ کہ وہ مومن نہیں ہوتا۔ حضرت عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے پوچھا قتل کے وقت قاتل کے دل سے ایمان کیسے نکال دیا جاتا ہے۔ فرمایا اس طرح آپ نے اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر نکالا۔ پھر اگر وہ توبہ کرے تو ایمان اس کے دل میں لوٹ آتا ہے اور آپ نے انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۔ ج ۱)

حدیث نمبر ۱۷

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **کل ذنب عسی اللہ ان یغفرہ الا من مات مشرکاً او من یقتل مؤمناً متعمداً**۔ ہر ایک گناہ کو ہو سکتا ہے کہ اللہ بخش دے مگر یہ کہ کوئی شخص مشرک ہو کر مرے یا کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے رواہ ابو داؤد والنسائی (مشکوٰۃ ص ۳۱۔ ج ۲)، صححہ السیوطی (جامع صغیر ص ۹۳۔ ج ۲)

حدیث نمبر ۱۸: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **لزوال الدنیا اھون علی اللہ من قتل رجل مسلم** ۔ دُنیا بھر کا زوال اللہ کے نزدیک اس بات سے زیادہ ہلکا ہے کہ کسی مسلمان شخص کو قتل کیا جائے۔ رواہ الترمذی والنسائی وصححہ السیوطی۔
(جامع صغیر ص ۱۲۳۔ ج ۲ مشکوٰۃ ص ۳۰۔ ج ۲)

حدیث نمبر ۱۹

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **یجئی المقتول بالقاتل یوم القیامۃ ناصیتہ و راسہ بیدہ و اوداجہ تشخب دماً یقول یا رب قتلنی حتی یدنیہ من العرش**۔ قیامت کے دن مقتول قاتل کو اس حال میں لائے گا کہ قاتل کی پیشانی اور سر کے بال اس کے ہاتھ میں ہوں گے اور اس کی رگوں سے خون بہتا ہوگا۔ کہے گا۔ اے رب اس نے

مجھے قتل کیا یہاں تک کہ مقتول قاتل کو عرش کے قریب تک لے جائے گا۔(مشکوٰۃ ص ۳۰۔ ج ۲)

حدیث نمبر ۲۰

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **اول مایقضی بین الناس یوم القیامۃ فی الدمآء** ۔لوگوں میں قیامت کے دن سب سے پہلے جس بات میں فیصلہ کیا جائے گا۔وہ خون ہے۔رواہ البخاری ومسلم (مشکوٰۃ ص ۲۹ ج ۲)۔

حدیث نمبر ۲۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **من تردی من جبل فقتل نفسہ فھو فی نار جھنم یتردی فیھا خالداً مخلداً فیھا ابداً و من تحسی سماً فقتل نفسہ فسمہ فی یدہ یتحساہ فی نار جھنم خالداً مخلداً فیھا ابداً و من قتل نفسہ لحدیدۃ فحدیدتہ یتوجأبھا فی بطنہ فی نار خالداً مخلداً فیھا ابداً** ۔جس نے پہاڑ سے چھلانگ لگائی اور اپنے آپ کو قتل کیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھلانگیں لگاتا رہے گا اور جس نے زہر پیا اور اپنے آپ کو قتل کر دیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ کی آگ میں زہر پیتا رہے گا۔اور جس نے کسی آلہ سے اپنے آپ کو قتل کر دیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ کی آگ میں اس آلہ سے اپنے پیٹ کو مارتا رہے گا متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۲۹۔ ج ۲)

حدیث نمبر ۲۲

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **الذی یخنق نفسہ یخنقھا فی النار و الذی یطعنھا یطعنھا فی النار** ۔جس شخص نے گلا گھونٹ کر اپنے آپ کو مارا وہ آگ میں اپنا گلہ گھونٹتا رہے گا۔اور جس نے اپنے آپ کو کوئی آلہ مار کر قتل کیا وہ آگ میں اپنے آپ کو آلہ مارتا رہے گا رواہ البخاری (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۹)

حدیث نمبر ۲۳

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **کان فی من کان قبلکم رجل به جرح فجزع فاخذ سکینا فجز بها یده فما رقأ الدم حتیٰ مات قال الله تعالیٰ بادرنی عبدی بنفسه فحرمت علیه الجنة**۔ تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص کو زخم لگا تو اس نے بے صبری کی اور چھری لے کر اس سے اپنا ہاتھ کاٹا تو خون جاری ہو گیا اور وہ شخص مر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے اپنے نفس کے ساتھ جلدی کی ہے اس لیے میں نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۲۰۔ ج ۲)

الحمد للہ۔ دس آیتوں اور تیئیس حدیثوں سے ہم نے قتل کی قباحت و شناعت بیان کی ہے مسلمان اللہ عزوجل اور اس کے پیارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کو پڑھیں سمجھیں اور قتل جیسے کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے باز رہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کبیرہ گناہ سے بچائے رکھے آمین۔

(۲۶ رمضان المبارک ۱۴۲۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چوالیسواں مقالہ

گانے بجانے کی نحوستیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب الارض والسمآءِ والصلوۃ والسلام علیٰ من کان نبیاًو آدم بین الجسد والمآء وعلیٰ الہ واصحابہ البررۃ النجبآءِ. اما بعد

آج کل مسلمان بے ہودہ گانا بجانا سننے کے بہت دلدادہ ہو چکے ہیں۔ اوقات فراغت میں حیا سوز عشقیہ گانے بڑے ذوق وشوق سے سنتے ہیں۔ ریڈیو۔ ٹیلیویژن اور ٹیپ ریکارڈ کے استعمال کا عام رواج ہے۔ خصوصاً شادی کے موقع پر ڈھول باجے وغیرہ آلات لہو ولعب بڑے زور شور سے بجوائے جاتے ہیں اور محلہ کی عورتیں بن ٹھن کر جمع ہوتی ہیں اور باہم مل کر بلند آواز سے عشقیہ گیت گاتی ہیں۔ جس شادی میں ایسا نہ کیا جائے اسے غمی اور جنازہ سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔

بدیں وجہ ضرورت اس امر کی تھی کہ اس مسئلہ کی تحقیق پوری وضاحت سے لکھی جائے اس لئے ہم یہ رسالہ غیظ القہار لاھل الغناء والمزمار المعروف گانے بجانے کی نحوستیں مسلمانوں کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت بخشے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

پہلی آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علمٍ ویتخذھا ھزوا ط اولٓئک لھم عذاب مھین (۲۱ پ ۱۰) اور کچھ لوگ کھیل کی بات خریدتے ہیں۔ تا کہ وہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں بے سوچے سمجھے ہوئے اور اسے ہنسی بنالیں۔ ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

شان نزول

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت نضر بن حرث کے بارہ میں نازل ہوئی ہے جس نے ایک گانے والی لونڈی خریدی تھی۔ اور اس کا معمول تھا کہ جب بھی وہ کسی کے متعلق سنتا کہ وہ اسلام لانے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ اسے اپنے گھر لے آتا تھا اور اپنی اس لونڈی سے کہتا تھا اسے کھلا پلا اور گانا بجانا سنا۔ جب وہ ایسا کرتی تو وہ اس سے کہتا کہ یہ چیزیں اس نماز روزہ اور جہاد سے بہتر ہیں جن کی

طرف محمد بلاتے ہیں۔والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔(اسباب نزول)اور بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت نضر بن حرث بن کلدہ کے متعلق نازل ہوئی۔جو تجارتی سفر میں باہر جاتا تو وہاں سے عجمیوں کے ناول اور قصے کہانیوں کی کتابیں خریدتا اور مکہ میں آکر لوگوں سے کہتا تھا محمد تمہیں عاد وثمود کی کہانیاں سناتے ہیں میں تمہیں رستم،اسفندیار اور شاہانِ عجم کی کہانیاں سناتا ہوں۔(نورالعرفان)

کھیل کی بات کی تفسیر

اس آیت کریمہ میں لھوالحدیث فرمایا گیا۔اس کی تفسیر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس طرح فرماتے ہیں۔"اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں لھوالحدیث سے مراد گانا بجانا ہے۔"اور یہی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس،حضرت جابر،حضرت عکرمہ،حضرت سعید بن جبیر،حضرت مجاہد،حضرت مکحول،حضرت عمرو بن شعیب اور حضرت علی بن بذیمہ وغیرہم۔رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین سے بھی منقول ہے(ابن کثیر)

مسئلہ

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ باجے،تاش شراب بلکہ تمام کھیل کود کے آلات بیچنا بھی منع ہیں اور خریدنا بھی ناجائز کیونکہ یہ آیت ان کے خریداروں کی برائی میں نازل ہوئی ہے۔اور اس طرح ناول۔گندے رسالے،سینما کے ٹکٹ تماشے وغیرہ کے اسباب کی خرید وفروخت شرعاً منع ہے کہ یہ تمام کھیل کی بات ہیں۔(نورالعرفان ص ۶۵۶)

دوسری آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ نے شیطان کو سجدہ آدم سے انکار کرنے پر فرمایا۔چلا جا سو ان میں سے جو تیری پیروی کرے گا۔تو بے شک تم سب کا بدلہ بھرپور سزا کے طور پر جہنم ہے اور ڈگا دے ان میں سے جس پر قدرت پائے اپنی آواز سے اور ان پر اپنے سواروں اور اپنے پیادوں کا لام باندھ لا۔اور مالوں اور بچوں میں اس کا ساجھی ہو جا۔اور انہیں وعدہ دے اور شیطان انہیں وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے۔"(بنی اسرائیل)

شیطانی آواز کی تفسیر

اس آیت کریمہ میں جس شیطانی آواز کا ذکر ہے اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ جو آواز اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نکلے وہ شیطانی آواز ہے اور مفسر ابن کثیر فرماتے ہیں کہ شیطانی آواز گانا بجانا ہے۔

احادیث مبارکہ

گانے بجانے کی ممانعت و مذمت میں متعدد احدیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں۔ ہم یہاں بعض کے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں وباللہ التوفیق۔

پہلی حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ گانا دلوں میں اس طرح منافقت پیدا کرتا ہے۔ جس طرح پانی سبزی اگاتا ہے۔ (جامع صغیر)

دوسری حدیث

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں" گانے کی محبت دلوں میں اس طرح منافقت پیدا کرتی ہے۔ جس طرح پانی ترگھاس اگاتا ہے۔" (کنوز الحقائق)

تیسری حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ بے ہودہ گوئی اور گانے بجانے کی آواز دلوں میں اس طرح نفاق اگاتی ہیں جس طرح پانی سبزیاں اگاتا ہے" (ردالمختار)

چوتھی حدیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے شراب، جوئے، ڈھول، باجے اور باجرہ کی شراب سے منع فرمایا۔" (مشکوٰۃ شریف)

پانچویں حدیث

میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دف، جھانجھ اور بانسری کے بجانے سے منع فرمایا (جامع صغیر)

چھٹی حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ بلا شبہ اللہ نے شراب جوئے اور ڈھول کو حرام کیا ہے (مشکوٰۃ شریف)

ساتویں حدیث

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں مجھے ڈھول اور باجے مٹانے کا حکم دیا گیا (کنوز الحقائق)

آٹھویں حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اللہ نے مجھے جہانوں کی رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا اور میرے رب نے مجھے ڈھول باجے۔ بت۔ صلیب اور دور جہالت کی تمام ناجائز امور مٹانے کا حکم دیا اور میرے رب نے قسم کھا رکھی ہے کہ جو بندہ شراب کا ایک گھونٹ پی لے گا اس کی مثل دوزخ سے پیپ پلاؤں گا اور جو کوئی اس کو میرے خوف کی وجہ سے چھوڑے گا میں اسے پاکیزہ تالابوں سے پلاؤں گا"۔
(مشکوٰۃ شریف)

دسویں حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دو آوازیں دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں۔ خوشی کے وقت ڈھول باجے کی آواز اور مصیبت کے وقت رونے پیٹنے کی آواز۔ (جامع صغیر)

گیارہویں حدیث

آپ نے ارشاد فرمایا۔ یہ باتیں اللہ کے نزدیک بہت ناپسندیدہ ہیں۔ بلاضرورت کھانا پینا۔ نیند کے غلبہ کے بغیر سونا۔ بلاوجہ دانت نکال کر ہنسنا۔ مصیبت کے وقت بین کرنا اور خوشی کے وقت ڈھول باجے بجانا۔ (جامع صغیر)

بارہویں حدیث

امام برہان الدین فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نادان آوازوں سے منع فرمایا۔ رونے پیٹنے کی آواز اور گانا گانے والی کی آواز۔ (ہدایہ)

تیرھویں حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ گانے بجانے کا سننا گناہ ہے۔ گانے بجانے کی محفل میں بیٹھنا فسق ہے اور گانے بجانے سے لطف اندوز ہونا کفر ہے۔ (فتاوٰی بزازیہ)

چودھویں حدیث

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ مسلمان کا ہر کھیل حرام ہے سوا ان تین کے۔ اپنی بیوی سے خوش طبعی کرنا۔ اپنے گھوڑے کو ادب سکھانا اور تیراندازی کرنا (ردالمحتار)

پندرھویں حدیث

ایک دفعہ حضرت نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ جا رہے تھے۔ اچانک بانسری کی آواز سنائی دی تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دبالیں اور راستہ بدل لیا۔ کافی دور چلے جانے کے بعد پوچھا" کیا تجھے اس آواز کا کوئی حصہ سنائی دیتا ہے"۔ عرض کیا نہیں۔ تب آپ نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں سے باہر نکال کر فرمایا۔ ایک بار میں رسول اللہ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے بانسری

کی آواز سن کر ایسا ہی کیا تھا جیسا میں نے کیا ہے حضرت نافع فرماتے ہیں۔ میں اس وقت بچہ تھا۔ یعنی اس لئے مجھے کانوں میں انگلیاں دبانے کا حکم نہ دیا گیا۔" (مشکوٰۃ شریف)

سولھویں حدیث

نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت میں بہت سی وہ قومیں ہوں گی جو خنزیر، ریشم، شراب اور ڈھول باجوں کو حلال ٹھہرائیں گی۔" (جامع صغیر)

سترھویں حدیث

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس برائیاں قوم لوط نے اختیار کیں تو وہ ہلاک ہوئی اور میری امت ان پر ایک اور برائی کا اضافہ کردے گی۔ مردوں کا مردوں سے شہوت رانی کرنا۔ مشت زنی کرنا۔ کنکریاں مارنا۔ حمام میں کھیلنا۔ ڈھول باجے بجانا۔ داڑھی کٹانا۔ مونچھیں بڑھانا۔ سیٹیاں بجانا۔ تالیاں بجانا۔ ریشم پہننا اور جس برائی کو میری امت بڑھائے گی وہ عورتوں کا ایک دوسرے سے شہوت رانی کرنا ہے۔ (جامع صغیر)

اٹھارھویں حدیث

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب مال غنیمت کو دولت اور امانت کو غنیمت اور زکوٰۃ کو چٹی سمجھا جائے گا۔ لادینی علم سیکھے جائیں گے۔ ہر شخص اپنی بیوی کی فرمانبرداری اور اپنی والدہ کی نافرمانی کرے گا۔ اور اپنے دوست کو قریبی اور اپنے باپ کو بعیدی بنائے گا، مسجدوں میں دنیوی باتیں ظاہر ہوں گی۔ قبیلہ کا سردار سب سے برا شخص ہوگا۔ قوم کا سردار ذلیل ترین شخص ہوگا۔ انسان کی عزت اس کے شر کے خوف کی وجہ سے کی جائے گی۔ گانے بجانے والی عورتیں اور گانے بجانے کے آلات ظاہر ہوں گے۔ شرابیں پی جائیں گی اور امت کا آخری حصہ اس کے ابتدائی حصہ کو برا بھلا کہے گا تو اس وقت سرخ ہواؤں، زلزلوں، زمین میں دھنسنے، پتھراؤ کیے جانے اور آثار قیامت کے لگاتار واقع ہونے کا انتظار کرو۔ اس وقت آثار قیامت اس طرح پے در پے واقع ہوں گے۔ جس طرح موتیوں کی رسی ٹوٹ جانے پر موتی پے در پے گرنے لگتے ہیں۔" (جامع صغیر)

انیسویں حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت میں وہ لوگ ہوں گے جو شراب پیئں گے اور اس کا نام دوسرا رکھیں گے۔ ان کے سروں پر باجے گاجے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسائے گا۔ اور ان میں سے بعضوں کو بندر اور سوٴر بنائے گا (جامع صغیر)

بیسویں حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت میں زمین میں دھنسنا اور شکلیں بدلنا واقع ہوگا۔ جب گانا گانے والی عورتیں اور باجے ظاہر ہوں گے ترمذی شریف (از مسئلہ المز امیر ص ۳۴)

اکیسویں حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں" آخر زمانے میں اس امت کے کچھ لوگ مسخ کر کے سوٴر اور بندر بنادیئے جائیں گے۔ لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ کیا یہ لوگ لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ کی گواہی نہ دیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں اور وہ روزہ رکھیں گے۔ حج کریں گے اور نمازیں پڑھیں گے۔ لوگوں نے پوچھا پھر وہ کیوں مسخ کیے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ وہ باجے اور گانے والی عورتوں کو رکھیں گے۔ (مسئلہ المز امیر)

بائیسویں حدیث

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن عرش کے نیچے سے پکارا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیا میں اپنی سماعت کو لہو اور مزامیر اور باطل سے بچائے رکھتے تھے تاکہ میں ان کو اپنی حمد و ثنا سناؤں۔ اور انہیں خبر دوں کہ نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم۔ (قرۃ العیون لابی الیث سمرقندی)

تیئسویں حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے مزامیر (باجے) باطل کرنے کے ساتھ مبعوث کیا گیا

ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر میں مزامیر والوں کی طرف نظر نہیں فرماتا (قرۃ العیون)

چوبیسویں حدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "باجا بجانے والے اور اس کے سننے والے دونوں لعنتی ہیں۔ تو جس نے دنیا میں گانے بجانے کو سنا وہ جنت کے گانے کبھی نہ سنے گا مگر یہ کہ وہ توبہ کر لے" (قرۃ العیون)

مسلمانو! یہ ہیں ڈھول باجوں اور گانے بجانے کے متعلق اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات۔ اگر آپ کو اپنی دنیا و عاقبت کی بہتری مقصود ہے تو ان شیطانی کاموں سے اجتناب کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو لغویات سے بچے رہنے کی توفیق بخشے آمین۔

اب ہم فقہائے کرام کے ارشادات پیش کرتے ہیں تاکہ اس مسئلہ پر مزید روشنی پڑ جائے و باللہ التوفیق۔

امام یوسف تو قادی کا ارشاد

لہو ولعب مثلاً ڈھول باجے کی آواز کا سننا حرام ہے اور اگر اچانک ان کی آواز کان میں پڑے تو اس میں گناہ نہیں۔ (ھدیۃ المھدیین ص ۴۵)

ملا علی قاری کا ارشاد

کتاب شرح السنہ میں ہے کہ ڈھول باجے۔ سارنگی اور دیگر تمام آلات لہو ولعب کی حرمت پر علمائے امت کا اتفاق ہے اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ گانے بجانے کی آواز جیسے باجے وغیرہ کی آواز کا سننا حرام اور گناہ ہے اور اگر کوئی شخص اسے اچانک سن لے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ مگر اس پر واجب ہے کہ وہ اسے نہ سننے کی پوری کوشش کرے کیونکہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بانسری کی آواز سنی تو آپ نے اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں دبالیں۔ اور ان عربی اشعار کا سننا جن میں جرائم۔ شراب اور حسین بچوں کے تذکرے ہوں مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ بے حیائیوں کا ذکر ہے۔ (مرقاۃ)

علامہ شامی کا ارشاد

ہر ایک لہو ولعب مکروہ تحریمی ہے۔ اور اس کا اطلاق نفس فعل اور اس کے سننے ہر دو کو شامل ہے۔ مثلاً ناچنا، مسخری کرنا، تالی بجانا، ایک تارہ، دوتارہ، سارنگی، چنگ، جھانجھ، بانسری اور بگل وغیرہ کا بجانا مکروہ تحریمی ہے۔ کیونکہ یہ کفار کے فعل ہیں۔ اور ڈھول باجے وغیرہ کا سننا حرام ہے اور اگر اچانک سن لے تو معذور ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ حتی الوسع اسے نہ سنے (ردالمحتار علی الدرالمختار)

اعلیٰ حضرت کے فتوے

اعلیٰ حضرت سے عرض کیا گیا۔ "حضور نوشہ کا وقت نکاح سہرا باندھنا نیز باجے گاجے سے جلوس کے ساتھ نکاح کو جانا، شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا" خالی پھولوں کا سہرا جائز ہے اور یہ باجے جو شادی میں رائج ومعمول ہیں سب ناجائز وحرام ہیں (ملفوظات جلد اول ص ۴۹)

۲۔ آپ سے عرض کیا گیا" شادی میں دف یا نوبت بجانا درست ہے یا نہیں؟۔ تو آپ نے جواب ارشاد فرمایا۔"دف کی اجازت ہے جبکہ اس میں جھانجھ نہ ہوں اور مرد یا عزت دار عورتیں نہ بجائیں اور نہ لہو ولعب کے طور پر بجایا جائے بلکہ اعلان نکاح کی نیت ہو۔ (عرفان شریعت ص ۱۴)

۳۔ اور مزامیر کے ساتھ قوالی کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "باجوں کی حرمت میں احادیث کثیرہ وارد ہیں۔ ازاں جملہ اجل واعلیٰ حدیث صحیح بخاری شریف کی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ضرور میری امت میں وہ لوگ ہونے والے ہیں جو عورتوں کی شرم گاہ یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو حلال ٹھہرائیں گے۔" بعض جہال بدمست یا نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی بادہ بدست کہ احادیث صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقع یا متشابہ پیش کرتے ہیں۔ انہیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف۔ متعین کے آگے محتمل۔ محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے۔ پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل پھر کجا محرم کجا مبیح ہر طرح یہی واجب العمل ہے۔ اسی کو ترجیح مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے کاش گناہ کرتے اور گناہ جانتے اقرار لاتے۔ یہ ڈھٹائی اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی ٹالیں اپنے لئے حرام کو حلال بنالیں۔"

(احکام شریعت ص ۶۲)

صدر الشریعہ کے ارشادات

اکثر جاہلوں میں رواج ہے کہ محلہ یا رشتہ کی عورتیں جمع ہوتی ہیں اور گاتی بجاتی ہیں۔ یہ حرام ہے کہ اولاً ڈھول بجانا ہی حرام ہے پھر عورتوں کا گانا مزید برآں۔ عورت کی آواز نامحرموں تک پہنچنا اور وہ بھی گانے کی اور وہ بھی عشق و ہجر و وصال کے اشعار یا گیت۔ جو عورتیں اپنے گھروں میں چلا کر بات کرنا پسند نہیں کرتیں۔ گھر سے باہر آواز جانے کو معیوب جانتی ہیں ایسے موقعوں پر وہ بھی شریک ہو جاتی ہیں گویا ان کے نزدیک گانا بجانا کوئی عیب نہیں۔ کتنی دور تک آواز جائے کوئی حرج نہیں سمجھتیں۔ نیز ایسے گانے میں جوان کنواری لڑکیاں بھی ہوتی ہیں ان کا ایسے پڑھنا یا سننا کس حد تک ان کے دبے ہوئے جوش کو ابھارے گا اور کیسے کیسے ولولے پیدا کرے گا اور ان کے اخلاق و عادات پر کہاں تک اس کا اثر پڑے گا یہ باتیں ایسی نہیں جن کے سمجھانے کی ضرورت ہو۔ اور ثبوت پیش کرنے کی حاجت ہو۔ ناچ ڈھول باجے آتش بازی حرام ہیں۔ کون ان کی حرمت سے واقف نہیں۔ مگر بعض لوگ ایسے منہمک ہوتے ہیں کہ یہ نہ ہوں تو ان کے نزدیک گویا شادی ہی نہ ہوئی ہو بلکہ بعض تو اتنے بے باک ہوتے ہیں کہ اگر شادی میں یہ محرمات نہ ہوں تو وہ اسے غمی اور جنازہ سے تعبیر کرتے ہیں یہ خیال نہیں کرتے کہ ایک تو گناہ اور شریعت کی مخالفت ہے اور دوسرا مال ضائع کرنا ہے اور تیسرا تمام تماشائیوں کے گناہ کا یہی سبب بنتا ہے اور سب کے مجموعے کے برابر اس پر گناہ کا بوجھ ہے۔ آتش بازی میں کبھی کپڑے جل جاتے ہیں اور کبھی کسی کے مکان یا چھپر میں آگ لگ جاتی ہے۔ کوئی جل جاتا ہے۔ ناچ میں جن فواحش اور بدکاریوں اور مخرب اخلاق باتوں کا اجتماع ہے ان کے بیان کی حاجت نہیں ایسی ہی مجلسوں میں اکثر نوجوان آوارہ ہو جاتے ہیں۔ شادی میں ناچ گانے کا ہونا بعض کے نزدیک اتنا ضروری امر ہے کہ نسبت کے وقت یہ طے کر لیتے ہیں کہ ناچ لانا ہوگا۔ ورنہ ہم شادی نہ کریں گے۔ لڑکی والا یہ خیال نہیں کرتا کہ روپیہ پیسہ بے جا خرچ نہ ہوا تو اسی کی اولاد کے کام آئے گا۔ ایک وقتی خوشی میں یہ سب کچھ کر لیا۔ مگر یہ نہ سمجھا کہ لڑکی جہاں بیاہ کر گئی وہاں تو اب اس کے بیٹھنے کا بھی کوئی ٹھکانہ نہ رہا ایک مکان تھا وہ بھی سود میں گیا اس کا سلسلہ دراز ہوا تو اچھی خاصی جنگ قائم ہوگئی یہ شادی ہوئی یا اعلان جنگ ہوا۔ ہم نے مانا کہ یہ خوشی کا موقع ہے اور مدت کی آرزو کے بعد یہ دن دیکھنے نصیب ہوئے بے شک خوشی ہے مگر حد سے گزر جانا اور حدود شرع سے باہر ہو جانا کسی عاقل کا کام نہیں۔ ولیمہ سنت ہے۔ ج

نیت اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولیمہ کرو۔خویش واقارب اور دوسرے مسلمانوں کو کھانا کھلاؤ۔ بالجملہ مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنے ہر کام کو شریعت کے موافق کرے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت سے بچے۔اس میں دین ودنیا کی بھلائی ہے" (بہار شریعت جلد ۷ ص ۹۵)

مسئلہ ناچنا تالی بجانا۔ستار ایک تارہ۔دوتارہ۔ہارمونیم چنگ۔طنبورہ بجانا۔اس طرح دوسری قسم کے باجے ناجائز ہیں۔(بہار شریعت ج۔۱۴ص ۱۳۱)

مسئلہ عید کے دن اور شادیوں میں دف بجانا جائز ہے جبکہ سادے دف ہوں۔اس میں جھانجے نہ ہوں اور نہ قواعد موسیقی پر بجائے جائیں یعنی محض ڈپ ڈھپ کی بےسری آواز سے نکاح کا اعلان مقصود ہو۔
(بہار شریعت ج ۱۳۱ ص ۱۳۰)

مسئلہ دعوت میں جانا اس وقت سنت ہے جب معلوم ہو کہ وہاں گانا بجانا لہو ولعب نہیں ہے اور اگر معلوم ہے کہ یہ خرافات وہاں ہیں تو نہ جائے اور اگر جانے کے بعد معلوم ہوا کہ یہاں لغویات ہیں تو پھر اگر وہیں یہ چیزیں ہوں تو واپس چلا آئے۔اور اگر مکان کے دوسرے حصے میں ہیں اور جس جگہ کھانا کھایا جاتا ہے وہاں نہیں ہیں تو وہاں بیٹھ سکتا ہے اور کھا سکتا ہے پھر اگر یہ شخص ان لوگوں کو روک سکتا ہے تو روک دے اور اگر اس کی قدرت اسے نہ ہو تو صبر کرے۔یہ اس صورت میں ہے کہ یہ شخص مذہبی پیشوا نہ ہو۔اور اگر وہ مقتدا و پیشوا ہو مثلاً علماء ومشائخ یہ اگر نہ روک سکتے ہوں تو وہاں سے چلے آئیں نہ وہاں بیٹھیں نہ کھانا کھائیں اور پہلے ہی سے یہ معلوم ہو کہ وہاں یہ چیزیں ہیں تو مقتدا ہو یا نہ ہو کسی کو جانا جائز نہیں۔اگرچہ خاص اس حصہ مکان میں یہ چیزیں نہ ہوں بلکہ دوسرے حصہ میں ہیں" (بہار شریعت ص ۳۰ جلد شانزدہم)

حکیم الامت کے اشارات

حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی فرماتے ہیں "اعلان نکاح کے لئے وقت نکاح دف ونقارہ وغیرہ کوٹنا پیٹنا جائز ہے بشرطیکہ لہو ولعب سے خالی ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔" حلال وحرام کے مابین فرق کرنے والی چیز آواز اور دف ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔"اس نکاح کا اعلان کرو۔اور نکاح مسجد میں کرو اور نکاح پر دف بجاؤ۔" ردالمحتار میں امام حسن سے مروی ہے کہ شادی میں مشہوری پیدا کرنے کے لئے دف بجانے میں کوئی حرج نہیں۔ نیز اس

کتاب میں ہے۔شادی کے موقع پر دف بجانے میں علماء کا اختلاف ہے اور اس طرح انہوں نے شادی اور ولیمہ میں گانا گانے میں بھی اختلاف کیا سو بعض علماء نے دف بجانے میں عدم کراہیت کا قول کیا ہے۔ غرضیکہ بکثرت احادیث وتصریحات فقہاء سے اعلان نکاح کے لئے دف پیٹنا جائز ثابت ہوتا ہے۔مگر اس شرط سے کہ اس سے لہو ولعب مقصود نہ ہو صرف اعلان نکاح کا مقصد ہو۔لہذا شرط یہ ہے کہ دف جھانج سے خالی ہو اور اس کو باقاعدہ گت کے ساتھ نہ بجایا جائے صرف لکڑی وغیرہ سے بلا لحاظ گت پیٹ دیا جائے۔ فتاویٰ عالمگیری باب الکراہتہ میں ہے۔امام ابو یوسف سے پوچھا گیا۔آیا آپ شادی کے علاوہ دف بجانا مثلاً عورت اپنے بچے کو بہلانے کے لئے دف بجائے تو آپ اسے مکروہ جانتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا میں اسے مکروہ نہیں جانتا۔ ہاں جو دف لہو ولعب کے لئے بجایا جائے میں اسے مکروہ سمجھتا ہوں۔"شامی میں ہے۔اعلان نکاح کے لئے دف بجانے میں حرج نہیں اور فتاویٰ سراجیہ میں ہے یہ اس وقت ہے جبکہ دف میں جھانج نہ ہوں اور اسے سر سے نہ بجایا جائے اور فتاویٰ ذخیرہ میں ہے" شادی میں دف بجانا مختلف فیہ ہے اور اختلاف کا محل یہ ہے کہ اس میں جھانج نہ ہوں ورنہ مکروہ ہے۔شرح مشکوٰۃ میں حدیث یضربن بالدف کے تحت فرمایا۔ان بچیوں کے دف میں جھانج نہ تھا۔اس حدیث میں اس باب پر دلیل موجود ہے کہ نکاح اور رخصتی کے وقت دف بجانا جائز ہے جبکہ مقصود اعلان نکاح ہو۔اور اگر دف کے ساتھ جھانج ہوں تو یہ بالاتفاق مکروہ ہونا چاہیے۔"اسی لئے باجوں کی حرمت بیان کرتے وقت فقہاء مزامیر یا ملاہی کا لفظ استعمال کرتے ہیں درمختار میں ہے۔"ملاہی کی آواز سننا حرام ہے". اور اسی میں ہے ملاہی کا سننا گناہ ہے اور ملاہی کے پاس بیٹھنا فسق ہے۔، اور اس موقع پر صرف دف کا اطلاق نہیں فرماتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گت کے ساتھ دف بجانا لہو کی نیت سے ملاہی میں داخل ہو کر حرام ہے۔اور بغیر گت اعلان کے لئے دف وغیرہ پیٹنا جائز ہے۔اسی طریقہ سے احادیث مخالفت مزامیر اور اعلان بالدف وغیرہ کے جائز ہونے میں تطبیق کی جائے گی۔شامی میں ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ لہو ولعب کے آلات بنفسہا حرام نہیں ہیں بلکہ ان کے سبب سے جو لہو ولعب مقصود ہوتا ہے وہ حرام ہے۔بھلا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ بعینھا ان ہی آلات کا بجانا بعض دفعہ حلال ہوتا ہے اور بعض دفعہ حرام بہ سبب نیت اور مقاصد کے اختلاف کے"۔

یہ ہیں فقہائے امت کے ارشادات۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اللہ اور اُس کے رسول اور فقہائے امت کی ہدایات پر عمل کریں اور شیطانی راستہ سے اجتناب کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۲ ربیع الاوّل ۱۴۰۴ھ)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پینتالیسواں مقالہ

مسلمان عورت کا رہن سہن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد۔ جناب شیخ عبدالجبار عاصی نائب ناظم انجمن احباب اہل سنت ضلع مظفرآباد نے راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفر اللہ تعالیٰ لہ پر مسلمان عورتوں کے رہن سہن کے بارہ میں دس سوالات پیش کیے اور ان کا جواب رسالہ کی صورت میں مفصل لکھنے کی فرمائش کی۔ ان کی اس فرمائش پر یہ رسالہ مسلمان عورت کا رہن سہن لکھا گیا ہے۔ اللہ کریم جل شانہ یہ دینی خدمت قبول فرمائے۔ آمین۔

سوال نمبر ۱ مسلمان عورتوں اور نوجوان بچیوں کے سر کے بال کٹوانا کیسا ہے۔ حجام محرم ہو یا غیر محرم؟

الجواب بتوفیق اللہ الوہاب:۔ عورتوں کو سر کے بال کٹوانا (جیسا کہ اس زمانہ میں نصرانی عورتوں نے کٹوانے شروع کر دیے ہیں) ناجائز اور گناہ ہے۔ اور حدیث میں اس عمل پر لعنت فرمائی گئی ہے۔ اگر شوہر نے بیوی کو ایسا کرنے کو کہا ہے، جب بھی یہی حکم ہے کہ بیوی ایسا کرنے میں گناہگار ہوگی۔ کیونکہ شریعت کی نافرمانی کرنے میں کسی کا کہنا نہیں مانا جائے گا۔ (درمختار ص ۱۸۸ ج ۵)

اور امام طوری تکملہ بحرالرائق ص ۲۰۵ میں فرماتے ہیں۔ واذا حلقت المراۃ شعر راسھا فان کان لوجع اصابھا فلا باس بہ وان حلقت تشبہ الرجال فھو مکروہ جب کوئی عورت اپنے سر کے بال اس غرض سے مونڈھے کہ اس کے سر میں درد پیدا ہو گیا ہے تو اس میں حرج نہیں اور اگر مردوں سے مشابہت کے لیے مونڈھے تو مکروہ ہے۔

سنا ہے کہ بعض مسلمان گھروں میں بھی عورتوں کے بال کٹوانے کی بلا آگئی ہے ایسی پر قینچ دیکھنے میں لونڈا معلوم ہوتی ہیں اور حدیث میں فرمایا کہ عورت مردانہ ہیئت میں ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہے جب عورت کے لیے بال کٹوانا حرام تو اس کے لیے بال مونڈوانا بدرجہ اولیٰ حرام ہے کہ یہ بھی ہندوستان کے مشرکین کا طریقہ ہے کہ جب ان کے ہاں کوئی مرتا ہے یا تیرتھ کو جاتی ہیں تو بال مونڈوا دیتی ہیں۔

(بہار شریعت ص ۱۹۹ ج ۱۶)

عورت کے بال مونڈنے والا حجام اس عورت کا محرم ہو تب بھی اس کا بال کٹوانا یا مونڈوانا حرام ہے۔ اور اگر حجام غیر محرم ہے تو پھر اس میں حرمت اور زیادہ ہے کہ غیر محرم کے سامنے بے پردہ ہونا اور غیر محرم کا اسے چھونا سب حرام ہے۔ اللہ کریم آج کل کی فیشن ایبل عورتوں کو ہدایت نصیب کرے تاکہ وہ احکام اسلام کی

پابند نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال نمبر۲

کتنی عمر کی بچیوں کے سر کے بال کٹوانا جائز ہے اور ان کے بال کٹوانے کی جگہ مونڈوانا کیسا ہے؟

(الجواب) نادان معصوم بچیوں کے بال کٹوانے یا مونڈنے میں حرج نہیں لیکن باہوش بچیوں کے سر کے بال مونڈنے یا کٹانے میں ان کے والدین یا ورثاء پر گناہ ہے اور بالغ بچیاں خود اپنی مرضی سے بال کٹائیں تو گناہ خود ان پر ہے جبکہ ان کے والدین ان کی اس حرکت پر رضامند نہ ہوں۔ ورنہ وہ بھی گناہ گار ہوں گے۔ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں۔ و کذا ای مر فی آفات الید ایضاً بیان حلق شعر رأس المرأة بلاعذر یقتضی ذلک فانه لا یجوز روی النسائی باسناده عن علی رضی اللہ عنه انه قال نهی رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم عن أن تحلق ای عن حلق المرأة راسها الابعذر من مرض او وجع او کثرة القمل ونحو ذلک لانه مثلة فی حقها و تشویة لخلقها او تشبه بالرجال و هی ممنوعة من ذلک کله و کذا ای مرفی آفات الید ایضا بیان القزع روی البخاری ومسلم باسنادهما عن ابن عمر رضی اللہ عنهما ان رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم نهی عن القزع وزاد ای الراوی فی روایة اخری قلت لنافع و ما القزع قال هو ان یحلق بعض شعر رأس الصبی و کذلک فی غیر الصبی من البالغین والبالغات والبنات الصغار و لکن لما کانت عادة العرب فعل ذلک بالصبی خصه به فالکراهة علی البالغ الذی یامر بذلک من ولی الصبی او امه و فی البالغ الکراهة علیه اذ تعمده. و یترک بعض من شعر راسه ولابد ان یکون ذلک فی مواضع متعددة ثلاثة من الرأس لیکون قزعاً فلوکان فی مواضع واحدة فلیس بقزع فلایکره کماسبقت الاشارة الیه.

(الحدیقة الندیہ ص ۵۸۵ ج ۲) واللہ اعلم بالصواب۔

سوال نمبر۳

عورت کے سر کے بال کھلے ہوں یا گندھے ہوں؟ بعض علاقوں میں عورتیں سر کے بال گوندھواتی

ہیں۔ یہ کیسا ہے؟
(الجواب) عورت کے سر کے بال کھلے ہونا یا گوندھا ہونا ضروری نہیں۔ ہاں قدیم سے رواج چلا آ رہا ہے کہ سر کے بال گوندھواتی ہیں اس لئے بہتر گوندھوانا ہی ہے فتاوی عالمگیری میں ہے۔ **ولا باس للمراۃ ان تجعل فی قرونها و ذوائبها شیئا من الوبر کذا فی فتاوی قاضی خان.** یعنی عورت کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں کہ اپنی چوٹیوں اور مینڈھیوں میں ریشم کا دھاگہ (پراندہ) استعمال کرے جیسا کہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال نمبر ۴

عورت کا تنگ لباس بنانا اور پہننا جس سے اس کی کمر اور پستان وغیرہ اعضائے جسمانی واضح طور پر نظر آئیں کیسا ہے؟
(الجواب) عورت کے لیے ایسا لباس پہننا اور بنوانا جس سے اس کی کمر اور دوسرے اعضائے جسمانی کی ہیئت نظر آئے۔ اگرچہ کپڑا موٹا ہو کہ جسم نظر نہ آئے شرعاً ممنوع ہے اور ایسا پتلا اور تنگ سلا ہوا کپڑا پہننا جس سے اعضائے جسمانی نظر آ رہے ہوں سخت حرام ہے آج کل کی جاہل بے پردہ عورتیں اس شرعی حکم کی مطلق پرواہ نہیں کرتیں بلکہ وہ تنگ اور باریک لباس پہن کر مردوں کے لیے زیادہ سے زیادہ جاذب نظر بننے کی کوشش کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ایسی بے باک عورتوں کو اپنا خوف اور آخرت کا ڈر نصیب کرے۔ آمین۔

ہفت روزہ سواد اعظم لاہور کا ایک مضمون

ہفت روزہ سواد اعظم لاہور بابت ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ کے اداریہ نویس قمطراز ہیں پردہ عورتوں کے لیے شرعاً نہایت ضروری ہے اور جن مردوں بھائی چچا ماموں وغیرہ سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے۔ ان کے سوا باقی ان تمام مردوں سے جن کے ساتھ کسی وقت نکاح ہو سکتا ہے پردہ کرنا لازمی ہے اگرچہ وہ کتنے ہی عزیز اور قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ از روئے شریعت بے پردگی سخت ممنوع و ناجائز گناہ اور عذاب وغضب خداوندی کا موجب بدکاری کا دروازہ اور بے حیائی و فحاشی کا باعث ہے۔ اور عورتوں کی آزادی و بے پردگی۔ مخلوط کالجوں۔ اداروں، مجلسوں، دفتروں اور کلبوں کی رونق بننا کھیلوں اور ٹیموں میں شامل ہونا۔ اخبارات و رسائل اور اشتہارات میں عورتوں کی تصاویر شائع کرنا۔ مردانہ شعبوں میں ملازمت

کرنا۔ مغنیہ (گویا) رقاصہ (ایکٹرس) کا پارٹ ادا کرنا شریعت کے مزاج اور اسلام کی ہدایت کے بالکل منافی ہے۔ مستورات اور عورت کے الفاظ ہی بتا رہے ہیں کہ عورت ایسی چیز ہے جس کو پوشیدہ رکھنا اور اس کا باپردہ رہنا نہایت ضروری اور لازمی ہے اور اس کو گھر سے نکلنے کی اجازت دینا اور چراغ خانہ کی بجائے شمع محفل بنانا سراسر ظلم اور ناانصافی ہے لیکن افسوس کہ صحیح شرعی اور مکمل پردہ تو پہلے ہی بہت کم تھا مگر جو رہا سہا تھا اب وہ بھی دن بدن اٹھتا چلا جا رہا ہے۔ اور دیہاتوں میں جہالت اور شہروں میں فرنگی تعلیم وتہذیب کی آفت اور بعض مجالس میں اندھی عقیدت کے باعث اس پردہ کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں اور اس آزادی بے پردگی واختلاط کے باعث روزمرہ بکثرت چھیڑ چھاڑ بے حیائی زناکاری اغوا قتل خونریزی کی لرزہ خیز و شرمناک وارداتیں منظر عام پر آ رہی ہیں اس صورت حال کا مقابلہ، جرائم کا سد باب، عزت وناموس کا تحفظ اور امن وسکون کی فضا کا قیام صرف اور صرف ایسی صورت میں ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وتعلیمات کو اپنایا جائے اور زیادہ سے زیادہ پھیلایا جائے۔ ذیل کا مضمون اسی مقصد کے پیش نظر تحریر میں آیا ہے۔ مسلمان مردو اور عورتو۔ خدارا اسے بغور پڑھو۔ اپنے گھر اپنے ماحول اور اپنے ملک ومعاشرہ کی حتی الامکان اصلاح کرو۔ بے حیائی بدکاری اور بے دینی کے سیلاب کو روکو اور دنیوی واخروی رسوائی اور تباہی سے بچ جاؤ۔ پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی تھی۔

نابینا سے پردہ

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں اور میمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھیں۔ کہ اچانک حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ (نابینا صحابی) حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے آنے پر حضور نے ہم دونوں کو فرمایا۔ ان سے پردہ کرو۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا یہ نابینا نہیں ہیں؟ جو ہمیں دیکھ نہیں سکتے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم دونوں بھی نابینا ہو۔ جو تم انہیں نہیں دیکھتیں۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا نابینا غیر محرم سے پردہ کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ آنکھ والے سے جب مومنوں کی ماؤں کو نابینا صحابی سے اس اہتمام کے ساتھ پردہ کرایا جا رہا ہے تو جو عورتیں بینا مردوں کو دیکھتی، بن سنور کر بازاروں گلیوں۔ شاہراہوں پر گھومتی پھرتی، فاسقوں کے سامنے چلتی اور آنکھ والے

مردوں کی مجالس میں شریک ہوتی اور ناچتی گاتی ہیں۔ان کا اوران کے سرپرستوں کا کیا حال ہوگا۔
استغفر اللہ العظیم۔

اہل قبر سے پردہ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کی جب میرے حجرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والد (ابوبکر رضی اللہ عنہ) مدفون تھے تو یہ سمجھتے ہوئے کہ یہاں صرف میرے شوہر محترم اور والد ماجد ہی ہیں۔ پردہ کا اہتمام کئے بغیر ہی حاضر ہو جاتی تھی۔لیکن جب حضرت عمر بھی وہاں دفن ہو گئے تو اس کے بعد میں حضرت عمر سے شرم کے باعث اپنے آپ کو کپڑے میں خوب لپیٹ کر (باپردہ) وہاں حاضر ہوتی تھی۔اس حدیث پر غور فرمائیں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہء راشد کی قبر سے پردہ کا اتنا اہتمام فرماتی ہیں۔تو جو بے حیا عورتیں بے پردہ زندوں کے سامنے چلتی پھرتی اوراسی طرح بزرگان دین کے مزارات پر حاضر ہوتی ہیں ان کا کیا حشر ہوگا۔

جنت سے محروم عورتیں

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (میرے بعد) ایسی عورتیں ہوں گی جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔خود مردوں کی طرف مائل ہوں گی اور مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی۔ان کے سرناز سے اونٹوں کے خم دار کوہان کی طرح ہوں گے ایسی عورتیں نہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ وہ جنت کی خوشبو سونگھیں گی۔حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی مسافت (پانچ سو سال کی راہ سے) سونگھی جائے گی۔(مسلم شریف)

اور دوسری روایت میں ہے کہ ایسی عورتوں پر لعنت بھیجو کیونکہ یہ ملعون ہیں۔
جو عورتیں باریک تنگ اور چست کپڑے پہنتی ہیں کپڑے پہن کر اپنے بازو سینہ رخسار وغیرہ ننگے رکھتی ہیں اور کپڑے پہننے کے باوجود ننگی رہتی اور بے حیائی پھیلاتی ہیں۔ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کی روشنی میں اپنی حالت پر غور کرنا چاہیے اور دنیا کی چندروزہ عیاشی اور فیشن پرستی کے باعث جنت سے محروم اور ملعون نہیں بننا چاہیے۔

بے پردہ عورتوں کو عذاب دوزخ

شب معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ سر کے بالوں اور پستانوں سے لٹکی ہوئی ہیں اور ان کے نیچے آگ سلگ رہی ہے جبرائیل نے عرض کیا۔ حضور یہ وہ عورتیں ہیں جو غیر محرم مردوں سے پردہ نہیں کرتی تھیں۔ اور خاوند کے سوا دوسروں کے لیے بناؤ سنگار کرتی تھیں اور دوسری روایت میں ہے جو عورت اپنے خاوند کے سوا کسی کو دکھانے کے لیے سرمہ لگاتی ہے خدا اس کا منہ کالا کرے گا۔ اور اس کی قبر کو دوزخ کا گڑھا بنائے گا۔ (تفسیر روح البیان ونزہتہ المجالس)۔

اللہ اکبر غیر محرم کو بناؤ سنگار دکھانا کتنے شدید عذاب کا باعث ہے۔

دیور سے پردہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غیر محرم عورتوں کے پاس جانے سے پرہیز کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ دیور کے متعلق کیا حکم ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیور موت ہے۔ (بخاری ومسلم)

دیور وغیرہ رشتہ داروں سے عموماً پردہ نہیں کیا جاتا۔ اور لوگ اس معاملہ میں بڑے غافل اور بے پرواہ واقع ہوئے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیور کو موت سے تعبیر فرمارہے ہیں۔ یعنی دیور کا بلا تکلف بھاوجہ کے پاس آنا جانا اور بھاوجہ کا اس سے پردہ نہ کرنا اور دونوں کا تنہائی میں بیٹھنا موت کی طرح مہلک خطرناک اور شدید فتنہ کا باعث ہے۔

کاش مسلمان ان ارشادات پر غور فرمائیں اور اس فتنہ وہلاکت سے محفوظ رہیں جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نشاندہی فرمائی ہے۔ اور بے تکلفی وبے پردگی کے باعث جس کا مظاہرہ ہوتا رہتا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔

شیطان کا ساتھی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہیں ہوتا مگر یہ کہ تیسرا ان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔ (ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ غیر محرم مرد وعورت کی تنہائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے خلاف ہے۔ سخت

خطرہ کا باعث اور شیطان کی شیطانیت کے لیے بڑا آسان موقعہ ہے۔ یاد رہے کہ غیر محرم مرد کے لیے یہی حکم ہے۔ چاہے وہ کوئی عام شخص ہو یا غیر محرم رشتہ دار ہو یا کوئی صوفی مولوی پیر فقیر ہو۔

والعیاذ باللہ تعالی منہ۔

عورت کا مصافحہ

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس عورت کو بیعت فرماتے اسے زبان مبارک سے بیعت فرماتے۔ میں نے تجھے بیعت کیا۔ خدا کی قسم سلسلہ بیعت میں آپ کا ہاتھ کبھی کسی عورت کے ہاتھ سے نہ چھوا (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کا آقا و مولا اور باپ ہونے کے باوجود جب اتنی احتیاط فرمائی اور آپ کا ہاتھ کبھی کسی عورت کے ہاتھ کے ساتھ نہیں چھوا بلکہ آپ نے خود فرمایا کہ میں عورتوں کے ساتھ مصافحہ نہیں کرتا تو اور کسی کے لیے یہ کام کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ اس کا ہاتھ کسی غیر محرم عورت کے ہاتھ سے چھوئے اور آپس میں مصافحہ بازی کی جائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغرب زدہ تعلیم یافتہ عورتوں کا اپنے ہم جنس مردوں (مسٹروں) سے مصافحہ کرنا اور مرید عورتوں کا پیروں، پیرزادوں اور صاحب زادوں کے ساتھ ہاتھ ملانا۔ ان کی دست بوسی کرنا۔ اور ان کے پاؤں کو دبانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے خلاف اور شرعاً ناجائز ہے۔

عورتوں کا جہاد

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا مردوں کی طرح عورتوں پر جہاد ہے؟ حضور نے فرمایا ہاں ان پر ایسا جہاد ہے جس میں جنگ نہیں یعنی حج اور عمرہ۔ (ابن ماجہ)

اور دوسری روایت میں ہے تمہارا جہاد حج ہے (مشکوۃ) یعنی مردوں کی طرح عورتوں پر جہاد نہیں ہے۔ اگر ان کی استطاعت ہو تو ان کا حج و عمرہ ہی ان کا جہاد ہے۔ لہذا جہاد کے نام پر مردوں کا عورتوں کو جنگی مشقیں کرانا اور سلامی لینا اور اس طرح عورتوں مردوں کا آپس میں ملنا ملانا شرعاً جائز نہیں۔ عورت کا کام سپاہی بننا نہیں بلکہ گھر رہ کر سپاہی کی تربیت کرنا ہے۔ یاد رہے کہ اس کے باوجود کہ عورتوں کا حج عمرہ ان کا جہاد بھی ہے۔ استطاعت کے باوجود عورت کا محرم کے بغیر سفر کرنا اور حج کو جانا ناجائز ہے۔

عورت کا سفر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہرگز کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے اور ہرگز کوئی عورت اپنے محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں جہاد کے سلسلہ میں میرا نام لکھا گیا ہے۔ اور میری عورت حج کے لیے جا رہی ہے فرمایا تو جا اور عورت کے ساتھ جا کر حج کر۔ (مسلم۔ بخاری)

دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو محرم کے بغیر تنہا سفر کرنے سے کس طرح منع کیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں اتنا اہتمام فرمایا ہے کہ جہاد پر جانے والے کو جہاد کی بجائے اپنی بیوی کے ساتھ حج کرنے کا حکم فرمایا۔ تاکہ اس کی بیوی تنہا حج کو نہ جائے۔ تو جب عورت کے لیے محرم اور شوہر کے بغیر حج جیسے مقدس و مبارک سفر پر جانا جائز نہیں تو عورتوں کا تنہا دیگر مقامات و اعراس پر جانا اور مختلف مشاغل کے لیے کراچی سے پشاور تک پہنچنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اہم حکم کے خلاف تنہا سفر کرنے والی عورتوں کا جو آئے دن عبرتناک حشر ہوتا ہے وہ باخبر سے مخفی نہیں ہے۔ کاش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل ہو اور دنیا و آخرت کی سرخروئی حاصل ہو۔

عورت کی تعلیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عورتوں کو بالا خانوں پر نہ رکھو۔ اُنہیں لکھنا نہ سکھاؤ۔ انہیں چرخہ کاتنا بتاؤ۔ اور سورہ نور پڑھاؤ۔ (بیہقی۔ ابن حبان)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے خلاف عورتوں کو لکھنا سکھانا اور چرخہ کی بجائے ناچنا گانا وغیرہ اور نا جائز کام سکھانا اور سورہ نور کی بجائے ان کو گمراہ کن فرنگی تعلیم دلانا اور فحش ناول اور مخرب اخلاق رسائل مہیا کرنا اور سینما ٹی وی دکھانا اور ناچ گانا دیکھنے سننے کے مواقع دلانا کس قدر غلطی جہالت اور تباہی کا باعث ہے۔ آج کل عام طور پر لڑکوں کے ساتھ سکولوں کالجوں کی پڑھی لکھی لڑکیاں جس طرح عاشقانہ خط و کتابت اور قلمی دوستی کے پردہ میں جو کچھ کرتی ہیں وہ کس سے مخفی ہے؟ کیا اس فتنہ کو برملا دیکھنے کے بعد بھی کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک کی حکمت اور اہمیت میں کوئی شبہ ہو سکتا ہے کہ لڑکیوں کو لکھنا نہ سکھاؤ۔ ان کے ہاتھ میں قلم دینا گویا ہلاکت کے لیے ان کو تلوار پکڑوانا ہے۔

مسلمان عورتیں اس مضمون کی ہر بات پڑھیں۔ سمجھیں اور اس پر عمل کریں تا کہ وہ عذاب اخروی اور غضب خداوندی سے بچ جائیں۔ اللہ کریم ہماری مسلمان بہنوں کو احکام اسلام کا پابند بننے کی توفیق بخشے۔ آمین واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۵

عورتوں کا شادی بیاہ اور اموات پر جانا کیسا ہے؟ اور کیسے جائیں برقعہ پہن کر یا برقعہ پہنے بغیر؟

(الجواب) شادی بیاہ اور موت کی وہ جگہیں جہاں خلاف شرع امور کا ارتکاب عموماً پایا جائے۔ وہاں عورتوں کا جانا شرعاً ممنوع ہے۔ اور یونہی جہاں جانے میں عورتوں کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہو وہاں بھی ان کا جانا جائز نہیں فتح القدیر وغیرہ کتب فقہ حنفی میں ہے۔ **وفی ما عدا ذلک من زیارة الاجانب و عیا دتهم و الو لیمة لم یا ذن لها و لو ا ذن و خر جت کا نا عاصیین۔**
اور اگر ایسی جگہ ہے جہاں خلاف شرع امور کا ارتکاب نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی وہاں کسی فتنہ کا قوی اندیشہ ہے تو ایسی جگہ عورتوں کے جانے میں حرج نہیں۔ امام عارف باللہ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں۔ **و لعل هذا فی ما ا ذا کا ن بیت ا لو لیمة و ا لضیا فة غیر ما ء مو ن فیه علی ا لمرا ة من فساد الزمان واختلاف احوال الاخوان و ا لا فحیث جر ت ا لعا دة بذ هاب ا لنسا ء الی بیو ت الصا لحین وا لصا لحا ت من ا لاما عد وا لجیران فی اوقا ت ا لا فراح والولا ئم و مسا عد تهن بعضهن بعضا عن طیب نفس منهن و اذ عا ن فلاباس به فا ن ذلک لیس بفساد و ا لصلا ح با ق فی ا لا مة عندا هله وا لناس بالناس فی جمیع الازمان. والله اعلم۔** بہر حال اگر شادی موت کے لیے جانا ضروری ہو تو باپردہ جائے خواہ برقعہ پہن کر یا چادر اوڑھ کر۔ اور وہاں حتی الوسع باپردہ رہنے کی کوشش کرے۔

سوال نمبر ۶:

عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے والدین اور عزیز و اقارب کے ہاں جا سکتی ہے یا نہیں؟۔ اور اگر وہ بغیر اجازت چلی جائے تو کیا حد ہے؟

الجواب: عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر کسی کی زیارت کے لیے نہیں نکل سکتی اور اگر والدین کی زیارت یا عیادت کے لیے اجازت مانگے تو خاوند کو اجازت دے دینی چاہیے۔ اور اگر وہ اس کی اجازت کے بغیر میکے چلی جائے تو اس پر گناہ ضرور ہے مگر کوئی شرعی حد لازم نہیں ہوتی۔ عارف باللہ نابلسی فرماتے ہیں۔ وفی الخلاصة و مجموع النوازل یجوز للزوج ان یاذن لها بالخروج الی سبعة مواضع زیارة الابوین و عیادتهما و تعزیتهما او احدهما وزیارة المحارم او کانت قابلة او غاسلة او کان لها علی اخر حق او للاخر علیها حق و تخرج بالاذن و بغیر الاذن والحج علی هذا و فی ما عدا ذلک من زیارة الاجانب وعیادتهم والخروج الی الولیمة ای الضیافة عند الاجانب لا یاذن لها ولو اذن و خرجت کانا عاصیین. (الحدیقة الندیه ص ۳۶۰ ج ۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۷ عورتوں کو خریداری کے لیے بازار میں بھیجنا کیسا ہے؟

(الجواب) عورتوں کو خریداری کے لیے بازار میں بھیجنا جائز نہیں۔ مردوں پر لازم ہے کہ وہ عورتوں کو ضرورت کی اشیاء خود بازار سے خرید کر لا کر دیں۔ آج کل جس طرح عورتیں فیشنی حالت میں بازاروں میں جاتی اور دکانداروں سے بے تکلف سودا بازی کرتی ہیں یہ شرعاً سخت حرام ہے۔ ایسی عورتیں جب تک اس حالت پر رہتی ہیں اللہ کی لعنت میں رہتی ہیں۔ امام احمد طحطاوی فرماتے ہیں۔ سئل القاضی عن جواز خروج النساء الی المقابر فقال لا تسال عن الجواز و الفساد فی مثل هذا وانما تسال عن مقدار ما یلحقها من اللعن فیه و اعلم بانها کلما قصدت الخروج کانت فی لعنة الله و ملآئکته واذا خرجت تحفها الشیاطین من کل جانب واذا اتت القبور تلعنها روح المیت واذا رجعت کانت فی لعنة الله کذا فی الشرح عن التتارخانیه قال البدر العینی فی شرح البخاری و حاصل الکلام انها تکره للنساء بل تحرم فی هذا الزمان لاسیما نساء مصر لان خروجهن علی وجه فیه الفساد و الفتنة مقام غور کہ عورت بے پردہ ہو کر قبر کی زیارت کے لیے جائے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور گناہ میں رہتی ہے۔ تو اگر وہ بن ٹھن کر حسن نمائی کرتی ہوئی بازاروں میں سودا خریدنے کے لیے جائے تو اس پر

اللہ تعالی اور اس کے فرشتوں کی لعنت کیوں نہ برسے گی۔ اور وہ لوٹنے تک کیوں نہ گناہ میں مبتلاء رہے گی۔ اللہ کریم جل شانہ ہماری مسلمان عورتوں کو شرم وحیا کی دولت عنایت فرمائے۔ آمین۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال نمبر ۸:

بغرض علاج عورت کا ڈاکٹر یا معالج کے پاس جانا کیسا ہے؟

(الجواب) اگر علاج کرنے والی کوئی عورت نہ ملے اور مجبوراً ڈاکٹر یا معالج کے پاس جانا پڑے تو اس میں شرعاً حرج نہیں۔ الضرورات تبیح المحظورات قاعدہ کلیہ شرعیہ ہے۔ امام صدر الشریعہ بہار شریعت میں فرماتے ہیں۔ عورت کو فصد کرانے کی ضرورت ہے اور کوئی عورت ایسی نہیں جو اچھی طرح فصد کھولے تو مرد سے فصد کرانا جائز ہے۔ (عالمگیری) واللہ اعلم بالصواب

سوال نمبر ۹:

عورتوں کا پوسٹ مارٹم مرد ڈاکٹر کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب میت کو چیرنا پھاڑنا شرعاً ممنوع ہے۔ لہذا مردہ عورتوں کو نہ عورتیں پوسٹ مارٹم کریں اور نہ مرد۔ اور اگر کسی شرعی ضرورت کے پیش نظر ایسا کرنا پڑے تو اگر پوسٹ مارٹم کرنے والی عورت نہ ملے تو بامر مجبوری مرد ڈاکٹر پوسٹ مارٹم کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

سوال نمبر ۱۰:

زید نے بر سر اجلاس یہ الفاظ کہے کہ اگر میں آئندہ اپنی بیوی کو اپنے گھر لاؤں تو اس کو اس طرح دیکھوں جس طرح میں اپنی ماں بہن کو دیکھتا ہوں پھر کچھ عرصہ بعد وہ اسے اپنے گھر لے آیا۔ اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب اگر یہ الفاظ طلاق کی نیت سے کہے تھے تو ان الفاظ سے ایک طلاق بائن واقع ہوگئی۔ اب اگر اسے آباد کرنا چاہتا ہے تو وہ دوبارہ نکاح کر کے آباد کر سکتا ہے۔ دوبارہ نکاح حلالہ کے بغیر ہو سکتا ہے۔ تعزیر یا کفارہ کوئی نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ المجیب عبد اللطیف عفی عنہ مفتی جامعہ نظامیہ۔ اندرون لوہاری گیٹ۔ لاہور ۱۹۸۸-۷-۱۴ (۳ ستمبر ۱۹۸۸ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چھیالیسواں مقالہ

فضیلت جہاد بالسیف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ رسولہ محمد و الہ واصحابہ اجمعین امّا بعد۔آج کل مقبوضہ کشمیر کے مسلمان بھارت کی کافرانہ حکومت کے مظالم سے تنگ آکر جہاد آزادی میں مصروف ہیں۔کشمیری حریت پسندوں نے اپنے وطن کی آزادی کے لیے تن من دھن کی بازی لگادی ہے" آزادی یا شہادت" کے نعرہ سے مقبوضہ کشمیر کی فضا گونج رہی ہے۔پاکستان کے روزناموں میں ہرروز حریت پسندوں کے عظیم کارنامے اور حیرت انگیز واقعات شائع ہورہے ہیں۔بدیں حالات برادرِ طریقت حضرت مولانا محمد محفوظ چشتی نے راقم الحروف فقیر حیدری رضوی کو" جہاد بالسیف کی فضیلت" میں مختصر مضمون لکھنے کا حکم دیا تو یہ رسالہ تحریر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔اللہ اسے شرف مقبولیت بخشے اور اس کے ذریعہ سے قارئین کے دلوں میں سچا جذبہٗ جہاد پیدا فرمائے۔آمین۔

جہاد بالسیف کی فضیلت

اللہ عزوجل نے متعدد آیات کریمہ میں جہاد بالسیف کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ہم یہاں بعض آیاتِ کریمہ باترجمہ پیش کرتے ہیں وباللہ التوفیق۔

ا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یآ یُّھا الّذین اٰمنُوا ھَل ادلکم عَلیٰ تجارۃٍ تُنجیکُم من عذابٍ الیم ہ تُؤ منُون باللہ و رسُولہٖ و تُجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم و انفسکُم ط ذلکُم خیر'' لّکُم ان کُنتُم تعلمُون ہ یغفر لکُم ذُنُوبکُم و یدُخِلکُم جنّات عدن ط ذلک الفوزُ العظیم'' ہ و اُخریٰ تُحبُّو نھا نصر'' مّن اللہ و فتح'' قریب'' و بشرِ المُومنین ہ

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں وہ تجارت بتادوں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ذریعہ سے جہاد کرو۔یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔اگر تم جانو۔وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں اُن باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور(وہ تمہیں) پاکیزہ محلوں میں(لے جائے گا) جو بسنے کے باغوں میں ہیں۔یہی بڑی کامیابی ہے اور وہ ایک نعمت تمہیں اور دے گا۔جو تمہیں پیاری ہے(یعنی) اللہ کی مدد اور جلد آنے والی فتح۔اور (اے محبوب) مسلمانوں کو خوشخبری سُنادو۔(پ ۲۸۔رکوع ۱۰)

۲۔اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔اِنَّ اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھُم و اموالھُم باَنّ لھمُ الجنۃط یقاتلُون فی سبیل اللہ فیقتُلون و یُقتلُون قف وعداً علیہ حقاً فی التورٰۃِ والانجیل و القُران ط و من اوفیٰ بعھدہٖ من اللہ فاستبشرُوا ببیعکُم الّذیِ با یعتُم بہٖ ط و ذلک ھُو الفوز العظیم ہ

بے شک اللہ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور اموال خرید لیے ہیں۔اس بدلہ پر کہ اُن کے لیے جنّت ہے۔اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں اور مریں۔اُس کے ذِمہ کرم پر سچا وعدہ ہے۔توریت اور انجیل اور قرآن میں۔اور اللہ سے زیادہ قول کا پورا کرنے والا کون ہے سو تم خوشیاں مناؤ اپنے اُس سودا کی جو تم نے اُس سے کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے "(پ ۱۱ رکوع ۳)۔

۳۔اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔فلیُقاتل فی سبیل اللہ الّذین یشرُون الحیوٰۃ الدُّنیا بالاخرۃ ط و من یُقاتل فی سبیل اللہ فیقتل او یغلب فسوف نُوتیہ اجراً عظیماً ہ

سو انہیں اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے جو دُنیا کی زندگی چھوڑ کر آخرت لیتے ہیں اور جو شخص اللہ کی راہ میں لڑے پھر مارا جائے یا غالب آئے تو عنقریب ہم اسے بڑا ثواب دیں گے (پ ۵ رکوع ۷)

۴۔اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔اِنّ اللہ یُحبُّ الّذین یُقاتلُون فی سبیلہٖ صفًا کانّھُم بُنیان مّرصُوص" بلاشبہ اللہ اُن لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اُس کی راہ میں قطار باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں (پ ۲۸ رکوع ۹)

۵۔اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔انفرُوا خفافاًوّ ثقالاًوّ جاھدُوا باموالکُم و انفُسکُم فی سبیل اللہ ذلکُم خیر"لکُم ان کُنتُم تعلمُون ہ ۔ ہلکی جان سے چاہے بھارے دل سے کوچ کرو اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو (پ ۱۰ رکوع ۱۲)

۶۔اور وہ ارشاد فرماتا ہے یا یُّھا الّذین امنُو اتقُو اللہ و ابتغُوا الیہ الوسیلۃ و جاھدُوا فی سبیلہٖ لعلّکُم تُفلحون ہ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں لڑو تا کہ تم فلاح پاؤ (پ ۶ رکوع ۱۰)۔

(۷)اور وہ ارشاد فرماتا ہے ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ویعلم الصابرین ہ کیا تم اس گمان میں ہو کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے

تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی (پ ۴۔ رکوع ۵)

۸۔ اور وہ ارشاد فرماتا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ط وان اللہ لمع المحسنین ٥ اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے۔ اور بلاشبہ اللہ نیکوں کے ساتھ ہے (پ ۲۱ رکوع ۳)

۹۔ اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔ الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃً عند اللہ ط واولٓئک ھم الفآئزون ٥ یبشرھم ربھم برحمۃٍ منہ ورضوانٍ وجنت لھم فیھا نعیم" مقیم" ٥ خلدین فیھا ابدًا ط ان اللہ عندہٗ اجر" عظیم" وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑے۔ اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی کامیاب ہیں۔ ان کا رب انہیں خوشخبری سناتا ہے اپنی رحمت اور رضا اور ان باغوں کی جن میں دائمی نعمتیں ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔ (پ ۱۰ رکوع ۹)

۱۰۔ اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔ لکن الرسول والذین امنو امعہٗ جاھدوا باموالھم وانفسھم ط واولٓئک لھم الخیرات ز واولٓئک ھم المفلحون ٥ اعداللہ لھم جنتٍ تجری من تحتھاالانھار خالدین فیھا ط ذلک الفوز العظیم ٥ لیکن رسول اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا۔ اور ان کے لئے بھلائیاں ہیں اور وہی کامیاب ہیں۔ اللہ نے ان کے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے (پ ۱۰۔ رکوع ۱۷)

۱۱۔ اور وہ ارشاد فرماتا ہے والذین امنو وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین اووا ونصروا اولٓئک ھم المومنون حقاً ط لھم مغفرۃ" ورزق" کریم" ٥ اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں ان کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے (پ ۱۰۔ رکوع ۶)

۱۲۔ اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔ ما کان لاھل المدینۃ ومن حولھم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ ولا یرغبوا بانفسھم عن نفسہ ط ذلک بانھم لا یصیبھم ظما" ولا نصب" ولا مخمصۃ" فی سبیل اللہ ولا یطئون موطئاً یغیظ الکفار ولاینالون من عدوٍ نیلاً الا

کتب لهم به عمل" صالح" ط ان اللہ لایضیع اجرا لمحسنین ٥ ولا ینفقون نفقۃً صغیرۃً ولا کبیرۃً ولا یقطعون وادیاً الا کتب لهم لیجزیهم الله احسن ما کانوا یعملون ٥ مدینہ والوں اوران کے گردد یہات والوں کولائق نہ تھا کہ وہ رسول اللہ سے پیچھے بیٹھ رہیں اور نہ یہ کہ ان کی جان سے اپنی جانوں کو پیارا سمجھیں۔ یہ اس لئے ہے کہ انہیں جو پیاس اور تکلیف اور بھوک اللہ کی راہ میں پہنچتی ہے اور جہاں ایسی جگہ قدم رکھتے ہیں جس سے کافروں کو غیظ آئے اور جو کچھ وہ کسی دشمن کا بگاڑتے ہیں اس سب کے بدلہ میں ان کے لئے نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ بے شک اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا اور وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں چھوٹا یا بڑا اور وہ جو نالہ طے کرتے ہیں۔ سب ان کے لئے لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ ان کے سب سے بہتر کاموں کا انہیں صلہ دے۔ (پ ۱۱۔ رکوع ۴)

سبحان اللہ! ان بارہ آیات مبارکہ میں جہاد بالسیف کی یہ عظیم فضیلتیں بیان ہوئیں کہ جہاد کرنے والوں کے لئے گناہوں کی بخشش جنتوں میں داخلہ، جنات عدن میں دائمی سکونت، فوز وفلاح اور اجر عظیم، خلعت و رزق کریم۔ خیریت ابدی، عنداللہ درجات عالیہ، دائمی نعمات الٰہی رحمت و رضائے خداوندی جنت میں خلود، سبل خداوندی کی طرف ہدایت اور ہر قدم و درہم پر اجر وثواب ہے۔ ان کرامات جلیلہ کے سامنے جان ومال ومشقت کی کیا حیثیت ہے۔ اللہ کریم ہر مسلمان کو توفیق جہاد بخشے۔ آمین۔

ارشادات نبوی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی احادیث مبارکہ میں جہاد بالسیف کی عظیم فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔ یہاں بعض روایات مبارکہ تبرکاً نقل کی جاتی ہیں وباللہ بالتوفیق۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اور اللہ اپنی راہ میں جہاد کرنے والے کو جانتا ہے روزہ دار عبادت گذار کی مثال کی طرح ہے اور اللہ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والے سے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ اگر وہ اسے وفات دے تو اسے جنت میں داخل کرے۔ اور اگر اسے سلامت لوٹائے تو اجر اور مال غنیمت کے ساتھ لوٹائے (بخاری شریف ص ۳۹۱ ج ۱)

۲۔ اور حضرت ابوعبس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" جس

شخص کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو جائیں اللہ اس پر دوزخ حرام کر دیتا ہے"

(جامع صغیر ص۱۶۵ ج ۲)

۳۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص ایک شام اللہ کی راہ میں چلے۔ اس کے قدموں کو جتنا غبار لگے گا۔ قیامت کے دن اس کے لئے اتنی کستوری ہوگی۔ (جامع صغیر ص ۱۷۱ ج ۲)

۴۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ "جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے۔ اللہ کے ذمہ کرم پر واجب ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے خواہ جہاد فی سبیل اللہ کرے یا اپنے آبائی وطن میں بیٹھا رہے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا ہم لوگوں کو یہ اچھی خبر نہ سنا دیں۔ فرمایا بلاشبہ جنت میں ایک سو درجے ہیں جو اللہ نے مجاہدین کے لئے تیار کیے ہیں۔ ہر دو درجہ کے مابین اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے مابین ہے۔" (بخاری شریف ص ۳۹۱ ج ۱)

۵۔ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ کی راہ میں ایک دن رات گھوڑا باندھنا ایک مہینہ کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے اور اگر یہ شخص مر جائے تو اس کے وہ عمل جاری رکھے جاتے ہیں جو وہ کرتا ہے اور اس کا رزق جاری کیا جاتا ہے اور وہ فتنوں سے محفوظ ہوتا ہے" (مشکوۃ ص ۵۶ ج ۲)

۶۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تم پر جہاد کرنا لازم ہے کیونکہ وہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اللہ اس کے ذریعہ سے پریشانی اور غم دور فرماتا ہے (جامع صغیر ص ۶۳ ج ۱)

۷۔ اور حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص مہار والی اونٹنی لے کر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا یہ اونٹنی اللہ کی راہ میں ہے (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "قیامت کے دن اس ایک اونٹنی کے بدلہ میں تجھے سات سو مہار والی اونٹنیاں ملیں گی۔

(مشکوۃ ص ۵۶ ج ۲)

۸۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا ''کوئی شخص اللہ کی راہ میں زخمی نہیں ہوتا اور اللہ اپنی راہ میں زخمی ہونے والے کو جانتا ہے مگر یہ کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہتا ہوگا۔ اس کا رنگ خون کا رنگ اور اس کی بو کستوری کی خوشبو ہوگی۔'' (مشکوٰۃ ص ۵۶ ج ۲)

۹۔ اور حضرت ابن عائذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کا جنازہ پڑھانے کے لئے نکلے۔ پھر جب اسے رکھا گیا تو عمر بن خطاب بولے یا رسول اللہ اس شخص کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں کیونکہ یہ گناہ گار ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم میں سے کسی نے اس شخص کو کوئی اسلامی کام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ۔ اس نے ایک رات جہاد میں پہرہ دیتے ہوئے گزاری ہے۔ پھر آپ نے اس کی جنازہ کی نماز پڑھی اور اس کی قبر پر مٹی ڈالی اور فرمایا" تیرے ساتھی خیال کرتے ہیں کہ تو دوزخی ہے حالانکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جنتی ہے۔" (مشکوٰۃ ص ۶۱ ج ۲۹۰)

۱۰۔ اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص دشمن سے ملے پھر وہ یہاں تک صبر کرے کہ شہید ہو جائے یا غلبہ حاصل ہو جائے تو وہ اپنی قبر میں آزمایا نہیں جاتا۔ (جامع صغیر ص ۱۸۱ ج ۲)

۱۱۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" اللہ کی راہ میں ایک رات پہرہ دینا ان ہزار راتوں سے بہتر ہے جن میں قیام کیا جائے اور ان کے دنوں کے روزے رکھے جائیں (جامع صغیر ص ۱۴۷ ج ۲)

۱۲۔ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کا سامان جہاد تیار کرے وہ خود جہاد کرتا ہے اور جو غازی کے گھر کی دیکھ بھال کرے وہ خود جہاد کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۵۶ ج ۲)

۱۳۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" سب سے بہتر اس شخص کی زندگی ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہے۔ جب کوئی خوفناک آواز سنتا ہے یا خوف میں اسے بلاتا ہے تو اڑ کر پہنچ جاتا ہے۔ قتل اور موت کو ان کی جگہوں میں تلاش کرتا ہے (یعنی مرنے کی جگہ سے ڈرتا نہیں ہے) (مشکوٰۃ ص ۵۶ ج ۲)

۱۴۔ اور حضرت ابو مضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ' سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "البتہ اللہ کی راہ میں ایک سفر پچاس حجوں سے بہتر ہے (جامع صغیر ص ۱۲۳ ج ۲)

۱۵۔ اور حضرت مکحول سے مرسلا مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "البتہ اللہ کی راہ میں ایک لڑائی میرے نزدیک چالیس حجوں سے زیادہ محبوب ہے" (جامع صغیر ص ۱۲۴ ج ۲)

۱۶۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "البتہ اللہ کی راہ میں ایک صبح کو نکلنا یا ایک شام کو نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے (جامع صغیر ص ۱۲۴ ج ۲)

۱۷۔ اور حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ تعالیٰ عنہ' روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اللہ کی راہ میں مال خرچ کرے اسے سات سو گنا اجر ملتا ہے۔" (مشکوٰۃ ص ۵۸ ج ۲)

۱۸۔ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص اللہ کی راہ میں اتنا وقت لڑے جتنے میں دو دفعہ دوہا جاتا ہے تو اس کے لئے جنت لازم ہو جاتی ہے (مشکوٰۃ ۵۸ ج ۲)

۱۹۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دو آنکھیں ہیں جنہیں آگ نہیں چھوئے گی۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے ڈر سے روئے اور دوسری وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے جاگتی رہے۔" (مشکوٰۃ شریف ص ۵۸ ج ۲)

۲۰۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ' روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ کی راہ میں ایک دن سرحد پر ڈیرا ڈالنا دوسری جگہوں میں ایک ہزار دن ڈیرا ڈالنے سے بہتر ہے (مشکوٰۃ ص ۵۹ ج ۲)

مسلمان ان بیس احادیث نبویہ کو بغور پڑھیں اور سوچیں کے اللہ کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد بالسیف کی کتنی عظیم فضیلتیں اور کتنا بڑا اجر و ثواب بیان فرمایا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں یہ سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نصیب کریں۔ آمین۔

شہادت کی فضیلت

کفار سے جہاد بالسیف کرتے ہوئے میدان جنگ میں جو مسلمان مارا جائے وہ شہید ہے اللہ عزوجل اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی بڑی فضیلت اور اجر وثواب بیان کیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

۱۔ **ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات " ط بل احیآء " و لکن لا تشعرون** ۔اورتم ان لوگوں کے بارے میں جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے یہ نہ کہو وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔

(پ۲رکوع۳)

اور حضرت مقدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کے نزدیک شہید کی سات کرامتیں ہیں۔ پہلی دفعہ میں اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں (۲) اور وہ جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھتا ہے اور (۳) قبر کے عذاب سے بچالیا جاتا ہے (۴) اور قیامت کی بڑی پریشانی سے محفوظ ہوتا ہے (۵) اور اس کے سر پر عزت کا تاج رکھا جائے گا جس کا ہر ایک موتی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور (۶) اس کا نکاح بہتر حوروں سے ہوگا (۷) اور وہ اپنے ستر قریبی رشتہ داروں کی شفاعت کرے گا۔
(مشکوٰۃ ص۵۹ ج۲)

آخری گذارش

جہاد بالسیف کی فضیلت میں وارد شدہ آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ پیش کرنے کے بعد ہم اہلیان آزاد کشمیر و پاکستان سے یہ گذارش کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ وہ کشمیر کی آزادی کے لئے جامع منصوبہ بنا کر عملی طور پر آزادی کے حصول کی کوشش کریں۔ صرف جلسے جلوس نکالنے اور اخبارات میں مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں سے اظہار یکجہتی کے لئے بیانات شائع کرا دینے سے منزل مقصود نہیں ملے گی۔ مقبوضہ کشمیر کی آزادی کے لئے ایک ہی راستہ متعین ہے اور وہ جہاد بالسیف ہے لہٰذا جہاد کر کے کشمیر کے مسلمانوں کو امن و امان اور آزادی دلانا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمان مجاہدین کو یہ سعادت نصیب کرے آمین۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۱رمضان المبارک سنہ۱۴۱۰ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تأثرات وتبصرہ جات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ۔ کتاب ''مقالات حیدری'' کے تین حصے شائع ہو کر شائقین علم کے ہاتھوں میں پہنچے ہیں۔ آج کل کے دور میں پیش آنے والے اعتقادی و عملی مسائل کے حل میں یہ کتاب ایک ''نصابی کتاب'' کی حیثیت رکھتی ہے۔ احباب کے اصرار پر اس کا چوتھا حصہ ترغیبات و ترہیبات کے بارہ میں بھی ترتیب دیا گیا ہے۔ عام اسلامی عبادات اور عام کبیرہ گناہوں کے متعلق ان شآء اللہ العزیز کتاب کا یہ حصہ بھی مفید و کارآمد ثابت ہوگا۔

مقالات حیدری کے ابتدائی تین حصوں کے بارہ میں رسائل میں جو تبصرہ جات شائع ہوئے ہیں اور احباب نے جو تأثرات اپنے خطوط میں ہمیں لکھے ہیں ان کو ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ نئے قارئین کی ترغیب کا باعث ہو۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کا تبصرہ

ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کے تبصرہ نگار ''مقالات حیدری'' حصہ اول کا تبصرہ بدیں الفاظ لکھتے ہیں۔ ''مقالات حیدری'' (حصہ اول) مؤلفہ ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری ضخامت ۳۶۷ صفحات قیمت ۱۳۵ روپے۔ ملنے کا پتہ مکتبہ حیدریہ بازار سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر۔ مختلف اوقات میں شائع ہونے والے مقبول دینی مقالات کو کتابی شکل میں جمع کر دیا گیا ہے۔ ان مقالات کی تعداد چھبیس ہے۔ قارئین ضرور مطالعہ کریں۔ (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ اگست ۲۰۰۴ء ص ۹۴)

(۲) ماہنامہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ کا تبصرہ

اہل سنت کے محبوب ماہنامہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ کے تبصرہ نگار اس کتاب کے حصہ اول کے بارہ میں لکھتے ہیں۔

یہ خوبصورت مجلد کتاب مولانا احمد حسین قاسم الحیدری رضوی کی تصنیف ہے۔ جس میں مصنف کے ہر ماہ مختلف موضوعات پر شائع ہونے والے مقالات میں سے چھبیس مقالات یکجا کر کے شائع کیے گئے ہیں۔ جو سنی اعتقادت و اسلامی تعلیمات سے متعلق موضوعات پر مشتمل بیش بہا معلومات و حوالہ جات کا ذخیرہ ہے۔ اور عوام و علمائے اہل سنت کے لئے یکساں مفید ہیں۔ صفحات ۳۶۷۔ ہدیہ۔ ۱۳۵ روپے

(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔فروری ۲۰۰۳ء)

اور مقالات حیدری کے اول دوم دونوں حصّوں کے بارہ میں لکھتے ہیں۔

''مقالات حیدری'' یہ خوبصورت کتاب مولانا علامہ احمد حسین قاسم الحیدری کے علمی و تحقیقی مقالات و مضامین کا مجموعہ ہے۔حصّہ اول اعتقادیات وتعلیمات کے بارہ میں ہے جس کا ہدیہ ۱۳۵ روپے ہے۔اور دوسرا حصہ فقہی مسائل ؤ احکامات کے بارہ میں ہے۔جس کا ہدیہ ۱۶۵ روپے ہے دونوں حصوں کا مجموئی ہدیہ ۳۰۰ روپے ہے۔زیادہ تعداد میں خریداری پر خصوصی رعایت دی جائے گی۔(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔اگست ۲۰۰۴ء)

اور اسی ماہنامہ میں تبصرہ نگار مقالات حیدری کے حصّہ سوم کے بارہ میں لکھتے ہیں۔''مقالات حیدری'' کا تیسرا حصّہ بھی عمدہ کاغذ کے ۵۷۶ صفحات پر مشتمل مضبوط جلد بندی اور چار رنگ ٹائیٹل کے ساتھ شائع ہوگیا ہے۔کتاب کا یہ حصّہ اعتقادی مسائل و احکامات کے اڑتیس مقالہ جات پر مشتمل ہے۔تبلیغ دین کی غرض سے اس حصّہ کا مناسب ہدیہ دوسو روپے رکھا گیا ہے۔کتاب کے تینوں حصوں کا مجموئی ہدیہ پانچ سو روپے ہے۔زیادہ تعداد میں خریداری پر خصوصی رعایت دی جائے گی۔احباب اہل سنت یہ گراں قدر تحفہ اولیں فرصت میں حاصل کریں۔(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔رجب ۱۴۲۶ھ)

(۳) مجلّہ ''ضیائے مصطفےٰ'' راولپنڈی کا تبصرہ

ماہوار مجلّہ ضیائے مصطفےٰ راولپنڈی کے تبصرہ نگار لکھتے ہیں۔

''مقالات حیدری'' حصّہ اول۔مصنف حضرت علامہ مولانا ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری۔عمدہ کاغذ کے ۳۶۸ صفحات میں چار رنگے ٹائیٹل اور مضبوط جلد کے ساتھ شائع ہوگئی ہے۔اس ضخیم کتاب میں سنی (بریلوی) مسلک کی تائید و وضاحت میں چھبیس تحقیقی مقالے شامل کیے گئے ہیں۔پہلا مقالہ اور آخری مقالہ نئے ہیں۔باقی اکثر رسائل مقالات کی شکل میں ہیں۔جو ''انجمن احباب اہل سنت'' کے سلسلۂ تبلیغ ''سبیل ہدایت'' میں شائع ہوکر نایاب ہوگئے تھے۔

تبلیغ دین کی غرض سے اس کتاب کا مناسب ہدیہ ۱۳۵ روپے رکھا گیا ہے۔زیادہ تعداد میں خریداری پر خصوصی رعایت دی جائے گی۔

یہ مفید کتاب شائقین علم کے لئے ایک نادر تحفہ ہے۔رقم بذریعہ منی آرڈر بھیج کر کتاب حاصل کریں نیز اس کتاب کا دوسرا حصہ فقہی احکام ومسائل کے بارہ میں ان شآءاللہ العزیز عنقریب شائع ہوگا۔''

(ماہوار مجلہ ضیائے مصطفےٰ راولپنڈی بابت مارچ ۲۰۰۳ء)

(۴) معروف شاعر اور ادیب جناب خالد کاشمیری صاحب کا تبصرہ

جناب خالد کاشمیری کا تبصرہ ہفت روزہ کوٹلی ٹائمنز کوٹلی آزاد کشمیر میں بدیں الفاظ شائع ہوا ہے۔

''مہنہہ آزاد کشمیر کے معروف عالم دین اور نعت گو شاعر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری صاحب کی اعتقادیات وتعلیمات پر مبنی تالیف ''مقالات حیدری'' کے عنوان سے خوبصورت گرد پوش کے ساتھ حکیم محمد عارف زاہدی صاحب نے انتہائی اہتمام کے ساتھ شائع کرائی ہے۔اس کتاب میں اہل سنت وجماعت کے بنیادی عقائد قرآن وحدیث کے ساتھ،حضور غوث اعظم،حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی جیسے بزرگوں کی تعلیمات کی روشنی میں بیان کیے ہیں جو کہ مصنف کی عرق ریزی،محنت اور دینی جذبہ پر دلالت کرتے ہیں۔یہ اہل سنت وجماعت (بریلوی مسلک والوں) کے لئے ایک سرمایہ ثابت ہوگا۔(ہفت روزہ کوٹلی ٹائمنز کوٹلی۔۱۲ جنوری ۲۰۰۳ء)

(۵) محترم راجہ محمد ازرم حمید سیالوی کے تأثرات

محترم راجہ محمد ازرم حمید سیالوی صاحب مہتمم جامعہ غوثیہ معصومیہ کلر سیداں اپنے ''دعائیہ کلمات'' میں لکھتے ہیں۔''اور اب جو تحفہ اہل سنت کو عطا کیا ہے اور ایک مجموعہ مقالات حیدری کی تین جلدوں کی شکل میں دیا ہے۔اس میں کیا تحریر ہے۔میں کہوں گا اس میں عشق مصطفےٰ بھی ہے۔نظام مصطفےٰ بھی ہے اور تحفظ مقام مصطفےٰ بھی ہے۔شان صحابہ واہل بیت بھی ہے اور تعلیمات اولیائے کرام بھی ہیں اور علمائے حق کی ادا بھی ہے۔میں حضرت مولانا صاحب کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہم پر قائم رکھے اور یہ سلسلہ تبلیغ چلتا رہے۔آمین ثم آمین۔

(۶) استاذی المحترم جناب ماسٹر غلام رشید قریشی صاحب کے تأثرات

استاذی ماسٹر غلام رشید قریشی اپنے دعائیہ کلمات میں لکھتے ہیں۔

ہم نے نزدیک سے اپنے محترم عزیز ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری صاحب کو پڑھا۔ جس محبت وخلوص، شوق اور دلجمعی سے وہ دینی فرض کو ادا کرتے ہیں اس کی مثال نہیں۔ تجسس اور تحقیق سے کسی مسئلہ کے کسی پہلو کو آخری حد تک ثابت کرتے ہیں۔ مقالات چہارم کے عنوانات ومواد مندرجہ کو پڑھا مومنین کی ضرورت پوری کرتا ہے بلکہ صحیح راہنمائی کا ذریعہ ہے۔ اللہ پاک اس کی اشاعت کو کامیابی بخشے۔ (مکتوب گرامی)

(۷) حضرت قبلہ سائیں محمد عارف زاہدی قادری مدظلہ کے تأثرات

حضرت قبلہ حکم سائیں خلیفہ محمد عارف صاحب زاہدی قادری نے ''مقالات حیدری'' حصہ دوم کے بارہ میں جو اپنے تأثرات قلمبند فرمائے ہیں۔ ان میں لکھتے ہیں۔

''الحمد للہ۔ ثم الحمد للہ راقم الحروف نے ''مقالات حیدری'' حصہ دوم کے سب مقالات بالاستیعاب پڑھے ہیں۔ اور یہ محسوس کیا ہے کہ مقالات کے اس دوسرے حصے میں شامل سب موضوعات کوزے میں سمندر بند کرنے کے مترادف ہیں۔ ضروری فقہی مسائل کو مدلل طور پر انتہائی محنت جانفشانی اور اسلاف کے طریقہ تحقیق کے عین عوام اہل سنت کی انتہائی ضرورت کے پیش نظر حل کر دیا گیا ہے۔ جس سے عصری اور علاقائی ضرورت پوری ہوگئی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ مقالات حیدری حصہ دوم کے سب مقالات مجدد دین وملت امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات حقہ کے ترجمان ہیں۔ ناچیز کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا صاحب کی اس سعی جمیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے آمین''

اور قبلہ سائیں صاحب موصوف مقالات حیدری حصہ سوم کے بارہ میں اپنے تأثرات کے اندر لکھتے ہیں۔

''راقم نے مقالات حیدری کے حصہ سوم کے تمام مقالہ جات کو بالاستیعاب پڑھا ہے۔ حسب دستور سابق اس حصہ کے مقالات بھی اختصار و جامعیت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے وسیع تر تحقیق کا نچوڑ ہیں۔ حضرت کی تحریر کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کا استدلال قرآن پھر حدیث واقوال پھر آثار بزرگان دین پھر اکابرین امت کی تحقیق سے ہوتا ہے۔ زیر نظر مقالات میں سے ہر ایک مقالہ مکمل کتاب کی سی [illegible] حامل ہے

ملت اسلامیہ کے لئے ایک سرمایہ ہے۔آزادکشمیر میں اتنے بڑے تحقیقی کام کا سہرا مصنف کتاب ہذا ہی کے سر پر نظر آتا ہے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کے درجات کو مزید بلند فرمائے۔آپ اہل سنت کا عظیم سرمایہ ہیں۔''

اور قبلہ سائیں صاحب موصوف اس کتاب کے چوتھے حصے کے تأثرات کے اندر لکھتے ہیں۔کتاب ''مقالات حیدری'' کا حصہ چہارم ترغیبات وترہیبات کے حسین مرقع کا مسودہ اس وقت فقیر کے پیش نظر ہے۔یہ علمی وتحقیقی خدمتِ عظیمہ اور اُس پر تأثرات کُجا۔

مُشک آن است کہ خود ببوید
نہ آن است کہ عطار بگوید

عصر حاضر میں پیش آمدہ مسائل اور ذہنی الجھاؤ کو دُور کرنے میں مصنّف ''مقالات حیدری'' حضرت علامہ قاسم الحیدری مدظلہٗ کی یہ دینی خدمت تاریخی حیثیت کی حامل ہے۔جس کا اعتراف پڑھے لکھے لوگ خصوصاً علماءِ دین پہلے سے کر چکے ہیں۔اللہ تعالیٰ حضرت کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ان کو صحت وسلامتی نصیب فرمائے۔

(۸) مولانا قاری محمد افراہیم حسن تتہ پانوی کے تأثرات

قاری صاحب اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں۔''بندہ نے مقالات حیدری کو بنظر غائر دیکھا۔دیکھنے پر روحانی تسکین نصیب ہوئی۔گرانی کے اس دور میں آپ کا یہ اقدام جرأت مندانہ ہے اور قابل تحسین اور لائق آفرین بھی''۔

(۹) طارق محمود۔ڈگلس پورہ۔گلی نمبر 3 فیصل آباد

سے اپنے خط میں لکھتے ہیں۔'' آپ کی شائع کردہ کتاب ''مقالات حیدری'' حصہ دوم کے مطالعہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ماشآءاللہ عمدہ کاوش ہے۔حصہ اوّل کی اشد ضرورت ہے۔تاجرانہ رعایت کے ساتھ اولیں فرصت میں ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔''

(۱۰) حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب گوجرانوالہ کے تأثرات

حضرت مولانا ابو داؤد محمد صادق صاحب دامت برکاتہم العالیہ اپنے مکتوب گرامی میں لکھتے ہیں۔ آپ کا اعلان و مکتوب اور مقالات حیدری حصہ سوم موصول ہوئے۔ بہت خوشی ہوئی۔ ماشاء اللہ۔ مقالات کا مجموعہ بڑا علمی و تحقیقی مجموعہ ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

حررّہ الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر اللہ تعالیٰ لہ المدرس بالجامعۃ الحیدریہ فضل المدارس بھیائی من مضافات سہنسہ آزاد کشمیر۔

(۱۵ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ)(۱۰ اگست ۲۰۰۶ء)

کی مستند و جامع تصانیف

(قرآن و بائبل کی روشنی میں)

• قرآن کریم • احادیث مبارکہ • توراۃ • زبور • انجیل • صحائف انبیاء اور اخبارات و جرائد کے سینکڑوں حوالہ جات سے مزین کتاب۔ ایک مستند تاریخی دستاویز

• رہبر کائنات ﷺ کے اعضائے مبارک کے حسن و جمال کا تذکرہ
• روزمرہ کے معمولات پر بحث • پسندیدہ مشروبات و ماکولات کی تفصیل • مختلف جسمانی و روحانی امراض کا طبی علاج بھی کتاب ہذا میں ملاحظہ فرمایئے۔

کتاب ہذا میں رسول عربی ﷺ کے رشتہ داروں اور اعزہ و اقارب کے علاوہ آپ کے دیگر متعلقین مثلاً • رضاعی رشتہ دار • ہم شکل • مدنی نقیب • خلفاء راشدین • کاتبان وحی • بارگاہ اقدس کے مفتیان عظام • خطباء کرام • موذنین ذی وقار حضور ﷺ کے مقرر فرمودہ عہدیداران مملکت اور دربار رسالت مآب ﷺ کی طرف سے شاہان زمانہ کے نام لکھے گئے خطوط کی تفصیلات مکمل سند و حوالے کے ساتھ قلم بندکی گئی ہیں

صلوٰۃ الرسول ﷺ یعنی امام الانبیاء کی نماز

• کیا حنفی نماز سنت مصطفےٰ ﷺ کے عین مطابق ہے؟
• بار بار رفع یدین نہ کرنے، بلند آواز سے آمین نہ کہنے اور بیس رکعت نماز تراویح کا کیا ثبوت ہے؟
• بخاری و مسلم و دیگر کتب احادیث کے ہوتے ہوئے فقہ کی کیا ضرورت ہے؟
• ان سوالوں کا تفصیلی جواب جاننے کے لئے کتاب ہذا کا مطالعہ فرمایئے!

مکتبہ نوریہ رضویہ۔ گلبرگ اے فیصل آباد